تذکرهٔ شعرای کشمیر

گرد آورده

سید حسام الدین راشدی

اقبال اکادمی پاکستان

تذکرۂ شعرای کشمیر

تذکرۂ شعرای کشمیر

گردآوردہ

سید حسام الدّین راشدی

بخش اوّل

اقبال اکادمی پاکستان

۱۱۶۔ میکلوڈ روڈ ○ لاہور

ناشر : پروفیسر محمد منور
ڈائرکٹر اقبال اکادمی پاکستان،
۱۱۶ - میکلوڈ روڈ ، لاہور

مطبع : مختیار پرنٹرز - دربار مارکیٹ ، لاہور
بتوسط
سلیم اسماعیل مدیر ''الکتاب'' لاہور

نگران طباعت : فرخ دانیال

طبع اول : ۱۹۶۷ع

طبع دوم : ۱۹۸۳ع

تعداد : ۱۰۰۰

قیمت : ۵۱ روپے

کشمیر

- باغیست همیشه بهار یا قلعه ایست آهنین حصار
- پادشاهان را گلشنیست عشرت افزا و درویشانرا خلوتکدهٔ دلکشا
- چمنهای خوش و آبشارهای از حساب و شمار بیرون
- چندانکه نظر کار کند سبزه است و آب روان
- گل سرخ و بنفشه و نرگس خودرو ، صحرا صحرا
- انواع گلها و اقسام ریاحین ، ازان بیشتر ، که بشمار در آید
- در بهار جان نگار ، کوه و دشت ، از اقسام شگوفه مالا مال
- در و دیوار و صحن و بام خانها ، از مشعل لاله ، بزم افروز
- و جلگهای مسطح و سه برگهای مبروج را چه گوید

جهانگیر پادشاه

صراحت

طبع دوم

مرحوم پیر حسام الدین راشدی فارسی ، اردو اور سندھی ادب کے مایۂ ناز عالم ، ادیب اور محقق تھے ، انہوں نے فارسی شعرائے کشمیر کا تذکرہ قلمبند فرمایا جو اکتوبر ۱۹۶۷ء میں اقبال اکادمی ، پاکستان نے شائع کیا ۔

اب اس تذکرے کا دوسرا ایڈیشن پیش کیا جا رہا ہے ، ظاہر ہے کہ ہر طرح کی احتیاط کے باوصف طباعت کی اغلاط رہ جاتی ہیں چنانچہ اس ایڈیشن کے متن کی تصحیح کے لئے جناب شیخ نوازش علی صاحب کا تعاون حاصل کیا گیا ۔ انہوں نے کم از کم میری تسلی کی حد تک سارے متن پر نظر ثانی فرمائی ـــــ شیخ صاحب فارسی جدید محاورۂ روزمرہ کے باب میں قابل قدر مہارت و مزاولت کے مالک ہیں ۔ لٰہذا کہیں کہیں انہوں نے راشدی صاحب مرحوم کے کلمات تبدیل بھی کئے ہیں اور اس طرح عبارت میں جدید رنگ نکھر گیا ہے ، ہم شیخ نوازش علی صاحب کے شکر گذار ہیں ۔

جناب فرخ دانیال صاحب نے جو اکادمی کی مطبوعات کی طباعت کے نگران ہیں ، بڑی محنت و کاوش سے طباعت کے مرحلوں کی نگرانی کی ہے ۔ جناب سلیم اسماعیل صاحب بھی شکریے کے مستحق ہیں جنہوں نے اس کتاب کی طباعت میں تعاون فرمایا ۔

پروفیسر محمد منور
ناظم ، اقبال اکادمی پاکستان
لاہور

فهرست مطالب

	گذارش	سید حسام الدین راشدی			۱ — ۸
۱-	آزاد،	محمد مقیم	کشمیری	(ف ـ سنه ۱۱۵۰ھ)	۱
۲-	آزاد،	محمد آزاد خان	کشمیری	(ف ـ سنه ۱۱۹۷ھ)	۲
۳-	آزاد،	میرزا محمد علی	کشمیری	(ز ـ سنه ۱۲۴۱ھ)	۲
۴-	آذر،	جوالا پرشاد	کشمیری	(ز ـ سنه ۱۱۳۶ھ)	۶
۵-	آذر،	دیوان شاه	کشمیری	(ز ـ قرن دوازدهم)	۷
۶-	آزرده،	مفتی صدرالدین	دهلوی	(ف ـ سنه ۱۲۸۵ھ)	۸
۷-	آشنا،	محمد طاهر عنایت خان		(ف ـ سنه ۱۰۸۱ھ)	۱۲
۸-	آشوب،	ملا حسین	ماژندرانی		۲۶
۹-	آنی،	ملا آنی	کشمیری	(ز ـ عہد اکبر)	۲۶
۱۰-	احسن،	ظفر خان	تربتی	(ف ـ سنه ۱۰۷۳ھ)	۴۶
۱۱-	احقر،		کشمیری	(ز ـ قرن دوازدهم)	۷۵
۱۲-	احمد،	ملک الشعراء	کشمیری	(ز ـ سنه ۸۴۹ھ)	۷۵
۱۳-	احولی،		میستانی	(ز ـ سنه ۱۰۲۶ھ)	۷۷
۱۴-	ازلی،	ملا مهدی علی	کشمیری		۸۰
۱۵-	اظهر،	میر اظهر خان	بخاری	(ز ـ سنه ۱۰۳۱ھ)	۸۱
۱۶-	اظهری،	مولانا سراج الدین	کشمیری	(ف ـ سنه ۱۰۴۴ھ)	۸۱
۱۷-	اعجاز،	محمد اعجاز	کشمیری	(ز ـ سنه ۱۰۷۹ھ)	۸۴
۱۸-	اعظم،	خواجه دیده مری	کشمیری	(ف ـ سنه ۱۱۸۵ھ)	۸۵
۱۹-	اقبال،	علامه محمد اقبال	لاهوری	(ف ـ سنه ۱۹۳۸م)	۹۸
۲۰-	اکبر،	محمد اکبر خان	کشمیری	(ز ـ سنه ۱۱۰۴ھ)	۱۰۵

۲۱-	اکمل ،	اکمل‌الدین بیگ	بدخشی	(ف ـ سنه ۱۱۳۱ھ)	۱۰۷
۲۲-	الهی ،	عماد الدین محمود	همدانی	(ف ـ سنه ۱۰۶۴ھ)	۱۱۲
۲۳-	الک ،	روپ بوانی	کشمیری		۱۲۷
۲۴-	امام ،	امام الدین	کشمیری	(ف ـ سنه ۱۲۷۵ھ)	۱۳۰
۲۵-	امین ،	مولانا محمد امین	کشمیری	(بعهد جهانگیر)	۱۳۰
۲۶-	انجب ،	میر ضیاء الله	کشمیری		۱۳۱
۲۷-	انسان ،	اسدالله یار خان	اکبرآبادی	(ف ـ سنه ۱۱۵۸ھ)	۱۳۲
۲۸-	بدرالدین		کشمیری	(ز ـ سنه ۹۸۸ھ)	۱۳۲
۲۹-	بزرگ ،		کشمیری	(بعهد جهانگیری)	۱۳۳
۳۰-	بقا ،	پندت ستّرام	کشمیری	(ز ـ سنه ۱۲۷۵ھ)	۱۳۴
۳۱-	بلبل ،	ملا اشرف داتری	کشمیری	(ف ـ سنه ۱۱۶۹ھ)	۱۳۵
۳۲-	بها ،	ملا بهاء الدین متو	کشمیری	(ف ـ سنه ۱۲۴۸ھ)	۱۳۶
۳۳-	بهار ،	پندت لسه کول	کشمیری		۱۴۷
۳۴-	بیتاب ،	پندت تابه رام ترکی	کشمیری	(ف ـ سنه ۱۲۶۶ھ)	۱۳۸
۳۵-	بیخبر ،	منشی غلام غوث	کشمیری	(ز ـ عهد انگلیسی)	۱۳۹
۳۶-	بیخود ،	محمد عاصم	کشمیری	(ف ـ سنه ۱۲۰۱ھ)	۱۴۰
۳۷-	بیخود ،	پندت ستّرام	کشمیری	(ز ـ سدهٔ دوازدهم)	۱۴۰
۳۸-	بیغرض ،	پندت نندلال در	کشمیری	(ف ـ سنه ۱۲۲۴ھ)	۱۴۱
۳۹-	بینش ،	محمد اسمٰعیل	کشمیری	(ز ـ اورنگزیب)	۱۴۱
۴۰-	تائب ،	خواجه ابوالحسن	کشمیری		۱۵۴
۴۱-	تجلی ،	علی رضا	اردکانی	(ز ـ سنه ۱۰۷۲ھ)	۱۵۴
۴۲-	تحسین ،	آغا عبدالعلی	کشمیری	(ف ـ سنه ۱۱۴۸ھ)	۱۶۴
۴۳-	تسلیم ،	مرزا فتح علی بیگ	کشمیری	(ز ـ سدهٔ دوازدهم)	۱۶۷
۴۴-	تمکین ،	میرزا محمد علی	کشمیری	(ف ـ سنه ۱۱۳۲ھ)	۱۶۷
۴۵-	توفیق ،	ملا محمد توفیق لاله‌جو	کشمیری	(ف ـ سنه ۱۲۰۱ھ)	۱۶۸
۴۶-	ٹیکارام،	پندت اخون	کشمیری	(ف ـ سنه ۱۹۲۰ب)	۱۷۷

۴۷-	ثنا، شیخ آیت الله	کشمیری	(ز- سنه ۱۱۴۲ھ)	۱۷۷
۴۸-	جامع، خواجه محمد مقصود	کشمیری	(بعهد محمد شاه)	۱۷۸
۴۹-	جنون، خواجه ابوالفتح	کشمیری	(بعهد فرخ سیر)	۱۷۹
۵۰-	جویا، میرزا داراب بیگ	کشمیری	(ف- سنه ۱۱۱۸ھ)	۱۸۱
۵۱-	حبی، خواجه حبیب الله	کشمیری	(ف- سنه ۱۰۲۶ھ)	۲۰۶
۵۲-	حجت، میرزا مهدی	کشمیری	(ز- سدهٔ دوازدهم)	۲۰۹
۵۳-	حسن، راجا	کشمیری	(ز- سنه ۱۱۷۵ھ)	۲۱۰
۵۴-	حسین، حسین شاه چک	کشمیری	(ف- سنه ۹۷۷ھ)	۲۱۰
۵۵-	حسین، حسین الدین	کشمیری	(ز- سنه ۱۱۲۳ھ)	۲۱۱
۵۶-	حسین،	کشمیری		۲۱۱
۵۷-	حشمت، محمد علی	تبتی	(ز- سدهٔ دوازدهم)	۲۱۲
۵۸-	حضوری، پندت هره کول	کشمیری	(و- سنه ۱۹۰۷ ب)	۲۱۳
۵۹-	حقیر، پندت بنی رام	کشمیری	(ز- سنه ۱۲۲۹ھ)	۲۱۴
۶۰-	حلیم، حافظ حلیم		(ز- سدهٔ دوازدهم)	۲۱۴
۶۱-	حمدی، محمد	کشمیری	(ف- سنه ۸۱۸ھ)	۲۱۴
۶۲-	حمید، ملا حمیدالله		(ف- سنه ۱۲۶۴ھ)	۲۱۵
۶۳-	حمیدی، مولانا حمیدی	کشمیری	(ز- سنه ۱۰۰۴ھ)	۲۱۸
۶۴-	حیرت،	کشمیری	(ف- سنه ۱۲۳۴ھ)	۲۱۹
۶۵-	حیرت، پیر شمس الدین	کشمیری	(ز- سدهٔ چهاردهم)	۲۱۹
۶۶-	خادم،	کشمیری	(ز- سدهٔ چهاردهم)	۲۲۰
۶۷-	خاکی، بابا داؤد	کشمیری	(ف- سنه ۹۹۴ھ)	۲۲۰
۶۸-	خاوری، سید محمد خاوری	کشمیری	(ز- سنه ۷۸۱ھ)	۲۲۵
۶۹-	خائف، مولانا خائف	کشمیری		۲۲۶
۷۰-	خراباتی، خواجه ثناء الله	کشمیری	(ز- وسط قرن سیزدهم)	۲۲۶
۷۱-	خصالی، ملا حیدر		(ز- سنه ۱۰۴۲ھ)	۲۲۷
۷۲-	خلت، عبدالله	کشمیری	(ز- سنه ۱۱۴۷ھ)	۲۳۰

۷۳-	خواجه، نیشاپوری	کشمیری		۲۴۱
۷۴-	خوشدل، پندت دیارام کاچرو	کشمیری	(ز۔ سنه ۱۲۲۶ھ)	۲۴۱
۷۵-	خیالی، حافظ محمد	کشمیری	(ز۔عهد جهانگیری)	۲۴۱
۷۶-	دانش، میر رضی	مشهدی	(ف۔ سنه ۱۰۷۶ھ)	۲۴۲
۷۷-	درویش، پندت رام ناته	تیمنی		۲۴۱
۷۸-	دل، پندت نرائن	کشمیری	(ز۔ ۱۲۲۹ھ)	۲۴۲
۷۹-	دوست، ملا دوست محمد	کشمیری	(ز۔ عهد شاهجهان)	۲۴۳
۸۰-	دیده، مغول آغر خان	تورانی	(ف۔ سنه ۱۲۰۰ھ)	۲۴۳
۸۱-	ذاکر، محمد ذاکر	کشمیری	(ز۔ ۱۲۲۹ھ)	۲۴۹
۸۲-	ذاکر، پندت دهرم نرائن	کشمیری،		۲۵۰
۸۳-	ذره، میرزا محمد سمیع	اکبرآبادی	(ز۔ سنه ۱۱۶۷ھ)	۲۵۰
۸۴-	ذکا، پندت آفتاب بهان	کشمیری	(ز۔ اخر سده دوازدهم)	۲۵۱
۸۵-	راحت میر عبدالرسول	کشمیری		۲۵۱
۸۶-	رازی، عاقل خان	خوافی	(ف۔سنه ۱۱۰۸ھ)	۲۵۲
۸۷-	راسخ، میر محمد زمان	لاهوری	(ف۔ سنه ۱۱۰۷ھ)	۲۶۲
۸۸-	رافع، محمد مسعود	کشمیری	(ف۔سنه۱۱۴۷-۳۷ھ)	۲۶۷
۸۹-	رجا، محمد کاظم	کشمیری	(ز۔ سنه ۱۱۴۷ھ)	۲۶۹
۹۰-	رسمی، قلندر	یزدی	(ز۔ سنه ۱۰۲۴ھ)	۲۷۰
۹۱-	رسوائی، چغتائی	ایرانی	(ز۔عهد اکبری)	۲۷۴
۹۲-	رشید، محمد عبدالرشید	کشمیری	(ز۔ قرن چهاردهم)	۲۷۴
۹۳-	رضوی، عطاء الله	کشمیری	(ز۔ سنه ۱۰۲۱ھ)	۲۷۵
۹۴-	رفعتی، ملا میرزا ابراهیم	تبریزی		۲۷۶
۹۵-	رفیع، حسن بیگ	مشهدی	(ز۔ تا عهد عالمگیری)	۲۷۶
۹۶-	رفیقی، شیخ نورالدین	کشمیری	(ف۔ سنه ۱۲۷۸ھ)	۲۸۸
۹۷-	رنگین، پندت دیا ناته	کشمیری	(ز۔ سنه ۱۲۴۷ھ)	۲۸۸
۹۸-	روشن، پندت مهتاب جیو ترسل	کشمیری	(ف۔ سنه ۱۹۴۵ب)	۲۸۹

۹۹-	زیرک، گوبندرام	کشمیری	(ز - سنه ۱۱۶۳ھ)	۲۸۹
۱۰۰-	ساطع، ملا ابوالحسن	کشمیری	(ف - سنه ۱۱۵۰ھ)	۲۹۱
۱۰۱-	سالک، محمد ابراهیم	قزوینی	(عهد شاهجهانی)	۲۹۹
۱۰۲-	سالم، ملا لطف الله	کشمیری	(ز - سنه ۱۰۸۳ھ)	۳۱۶
۱۰۳-	سامان، مولوی احمد الله	الهآبادی	(عهد شاه عالم)	۳۱۸
۱۰۴-	سامی، مرزا جان بیگ	بدخشی	(ز - سنه ۱۱۷۵ھ)	۳۱۸
۱۰۵-	سخنور، پندت بیرمل کول	کشمیری	(ف - سنه ۱۲۸۵ھ)	۳۲۰
۱۰۶-	سرآمد، مولانا	کشمیری	(ز - سنه ۱۱۵۴ھ)	۳۲۰
۱۰۷-	سرخوش، محمد افضل	کشمیری	(ف - سنه ۱۱۲۷ھ)	۳۲۱
۱۰۸-	سرور، پندت لچهمی رام	لکهنوی	(ز - سنه ۱۲۹۲ھ)	۳۵۱
۱۰۹-	سعادت، پندت دامودر ترمل	کشمیری	(ف - ۱۹۲۰ ب)	۳۵۳
۱۱۰-	سعیدای، بیبدل خان	گیلانی	(عهد شاهجهانی)	۳۵۴
۱۱۱-	سکهه، سکهه جیون لال	کشمیری	(ف - سنه ۱۱۷۵ھ)	۳۷۴
۱۱۲-	سلیم، محمد قلی	تهرانی	(ف - سنه ۱۰۷۵ھ)	۳۷۸
۱۱۳-	سیف، سیف خان	هندی	(ف - سنه ۱۰۹۵ھ)	۴۲۰
۱۱۴-	سیف، آخوند سیف الدین	کشمیری	(ز - سنه ۱۲۷۰ھ)	۴۲۵
۱۱۵-	شاد، پندت دیارام رینه	کشمیری	(ف - سنه ۱۹۶۰ ب)	۴۲۶
۱۱۶-	شاه، ملا شاه	بدخشی	(ف - سنه ۱۰۷۲ھ)	۴۲۶
۱۱۷-	شرف، شرف الدین سید	کشمیری		۴۵۹
۱۱۸-	شعری، خواجه حسن	کشمیری	(ف - سنه ۱۲۹۸ھ)	۴۵۹
۱۱۹-	شیخ، محمد سرائی	کشمیری	(ف - سنه ۷۸۶ھ)	۴۶۱
۱۲۰-	شیدا، ملا شیدای تکلو	فتحپوری	(ز - سنه ۱۰۲۶ھ)	۴۶۲

پیش لفظ (انگریزی) ممتاز حسن — آخر کتاب

گذارش

یہ جو کہتے ہیں کہ چراغ سے چراغ روشن ہوتے ہیں ، بزرگوں کی یہ مثل ، کہاوت نہیں بلکہ حقیقت ہے .

انسان جب ایک کام شروع کرتا ہے تو اس کو تکمیل تک پہنچانے کئی ایک نئی باتیں اور منصوبے درمیان میں سوجھ جاتے ہیں .

میرے ساتھ بھی یہی کچھ ہوا ہے . محمد اصلح کا ـــ تذکرۂ شعرای کشمیر ـــ مرتب کرنے بیٹھا تو اس کے ساتھ ساتھ ایک اور مستقل کتاب وجود میں آگئی ، جس کا نہ گمان تھا اور نہ کسی قسم کا ارادہ .

اصلح پر کام کرتے ہوئے کئی ایک کشمیر کے فارسی گو شعراء نظر آئے ، جن کا ذکر محمد اصلح نے نہیں کیا تھا . خیال ہوا کہ ایسے مواد کو آخر میں ضمیمے کے طور پر شامل کردوں ، لیکن جب شعرا کی تعداد تین سو سے اوپر پہنچ گئی اسوقت ضمیمے کا خیال ترک کرکے مستقل کتاب کی تیاری کا ارادہ کرلیا . چنانچہ اس وقت قارئین کی خدمت میں جو کتاب حاضر ہے ، یہ وہی کتاب ہے جسے اب محمد اصلح کے تذکرے کا تکملہ تصور کرنا چاہئے .

مطالعے کے دوران میں ـ جیسا کہ عرض کیا گیا ـ میں نہ فقط مواد جمع کرتا گیا بلکہ ساتھ ھی ترتیب دیتا گیا ، وضاحتی حواشی لکھتا گیا ، اور محمد اصلح کے تذکرے کے ساتھ ساتھ اس کی چھپائی بھی شروع کرادی . چنانچہ اسی آٹھ ماہ کے شب و روز میں یہ کام بھی بحمداللہ مکمل ہوگیا .

افراط مواد کی وجہ سے، مجھے یہ تذکرہ دو جلدوں میں تقسیم کرنا پڑا، پہلی جلد الف تا شین، اور دوسری جلد صاد تا یا، پر مشتمل کی. دونوں جلدوں میں کشمیر سے متعلق تین سو سے زائد فارسی شعراء کا حال اور ان کے آثار جمع ہوگئے. اس طرح بشمولیت تذکرۂ محمد اصلح، مجموعی طور پر چھ سو سے اوپر شعراء، بیک وقت ہمارے سامنے آگئے ہیں — ظاہر ہے کہ کشمیر کے فارسی ادب پر اتنا بڑا ذخیرہ پہلی مرتبہ، مرتب صورت میں پیش ہو رہا ہے.

اس تذکرے کے سلسلے میں مندرجہ ذیل چند امور قابل ذکر ہیں، جن کو قارئین کی خدمت میں عرض کرنا ضروری ہے:

۱) اس تذکرے کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ، کشمیر کے فارسی ادب کے سلسلے میں جتنا کچھ ملے اس کو یکجا کردیا جائے.

۲) اس نکتے کو پیش نظر رکھ کر، میں نے مواد فراہم کرنے میں حتی المقدور کوشش کی ہے. تمام مطبوعہ تذکرے اور دیگر مصادر دیکھے ہیں، خطی بیاضیں، دواوین، اور کئی ایک غیر مطبوعہ تذکرے پیش نظر رکھے ہیں. گل رعنا، مجمع النفائس، ریاض الشعراء، مذکر احباب، آفتاب عالمتاب، صحف ابراہیم، اور تذکرہ شعرای متقدمین سے لیا ہوا مواد، گویا پہلی مرتبہ اس کتاب کے ذریعے، اہل علم کے سامنے پیش ہو رہا ہے.

۳) ہر ایک شاعر کے متعلق جتنا مواد مل سکا ہے، اس کو مصادر کی ترتیب زمانی کے تحت، مؤلفین کی اپنی ہی زبانی، دے دیا گیا ہے تاکہ، جو کچھ مؤلف نے لکھا وہ عیناً — کام کرتے وقت — اہل تحقیق کے سامنے رہے. غیر مطبوعہ نیز مطبوعہ مصادر کے مواد میں بھی

صورت اختیار کی گئی ہے . اور اسے اس لئے بھی مفید سمجھا کہ اہل علم حضرات اور مخصوصاً اہل قلم حضرات، کتابوں کے مہیا کرنے کی دقت اور زحمت، سے بچ جائیں . مولفین نے ہر ایک شاعر کے متعلق جو کچھ لکھا ہے ، ایک ہی وقت ، ایک ہی جگہ ، اور ایک ہی ساتھ ، ترتیب زمانی کے تحت خود انھی کے الفاظ میں، پڑھنے والے یا تحقیق کرنے والے کے سامنے رہے .

۴: تمام و کمال عبارتیں دینے کی وجہ سے ، مطالب میں تکرار پیدا ہوگئی ہے ، لیکن اس کو دانستہ برقرار رہنے دیا ہے . ایک ہی مطلب یا واقعے کو، ہر مصنف نے مختلف روایتوں کی بنا پر جدا جدا الفاظ اور الگ الگ اسلوب میں بیان کیا ہے، اس لئے ایک تو واقعے میں اختلاف روایت کی وجہ سے مطالب کے جزئیات میں نیاپن اور فرق آگیا ہے، دوسرا یہ کہ ہر واقعے کے سلسلے میں انداز بیان اور اختلاف عبارت نے تحت اللفظ ، مصنفین کے اپنے ذاتی تاثرات ، آراء اور جذبات ظاہر کردئیے ہیں . تیسرا فائدہ یہ ہے کہ اس سے یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ، کس متأخر نے کس متقدم سے حالات اور مطالب عیناً یا اختصاراً اخذ کیے ہیں .

۵) اشعار کی تکرار سے البتہ بچنے کی انتہائی کوشش کی گئی ہے ، مثلاً مقدم تذکرے میں اگر ایسے اشعار آگئے ہیں جو مؤخر تذکروں کے تحت بھی موجود ہیں ، تو پہلے تذکرے کے حاشیے میں نشان دہی کر کے باقی تذکروں کے مجموعۂ انتخاب سے ان اشعار کو حذف کر دیا گیا ہے .

اس سلسلے میں احتیاط تو بہت کچھ برتی گئی ہے ، لیکن اشعار کی تکرار پھر بھی جابجا موجود ہے ، کہیں تو میں نے کسی خاص مقصد سے خود ہی اس تکرار کو رہنے دیا ہے، لیکن اکثر شعر اس لئے بھی کٹنے سے بچ

گئے ہیں کہ مواد کو ایک وقت اور یکجا دیکھنے کا موقع بہت کم ملا ، مختلف اوقات میں مختلف اجزاء زیر ترتیب آئے ، اس لیے کئی ایک اشعار نظروں سے اوجھل ہوکر رہ گئے ۔

۶) متن میں ثبت شدہ مطالب کے اندر، اگر کسی وضاحت یا صراحت کی ضرورت ، یا کسی اور قسم کی تشنگی محسوس کی گئی، وہاں میں نے اسی صفحے کے تحت حاشیہ دیکر ، اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے . اس سلسلے میں ضمناً ذکر شدہ اشخاص کے متعلق بھی حاشیے دیے ہیں، مقامات اور واقعات کی وضاحت اور تعین بھی کیا ہے ، نیز اشخاص اور ضروری واقعات سے متعلق ، تاریخ اور سال دینے کا بھی خاص طور پر اہتمام کیا ہے .

۷) تذکروں کے تحت درج شدہ انتخاب اشعار کے علاوہ، کہیں کہیں اپنی طرف سے بھی اشعار کا انتخاب دے دیا ہے . جن شعراء کے دواوین شایع نہیں ہوئے، یہ اہتمام زیادہ تر ان کے سلسلے میں کیا گیا ہے ، نیز جن کے دیوان شایع شدہ ہیں ، لیکن ایران میں نادر ہیں ، ان کے متعلق بھی یہی رعایت برتی گئی ہے .

۸) دواوین اور مجموعۂ اشعار میں، کشمیر کے متعلق شعراء کا کہا ہوا، جو کچھ اور جتنا کچھ دستیاب ہوا ، وہ سب جمع کرکے یہاں درج کردیا گیا ہے . اس سلسلے میں نہ فقط اشعار لئے گئے ہیں ، بلکہ بعض غیر مطبوعہ اور مطبوعہ مثنویاں بھی دینی پڑی ہیں . اس میں مقصد یہی پیش نظر رہا ہے کہ — یہ تذکرہ اگرچہ مکمل نہ سہی — تاہم کشمیر کے فارسی ادب کے متعلق ، ایک جامع اور نمایندہ مرقع ، ضرور بن کر سامنے آئے .

۹) اس مقصد کے تحت جغرافیائی اماکن ، باغات اور تاریخی مقامات اور واقعات کے سلسلے میں جو کچھ نظم ہوا ہے اور مہیا ہو سکا ہے ، اس کو یکجا کرنے کی کوشش کی ہے. اس ضمن میں اشخاص اور واقعات کے متعلق کہے ہوئے تاریخی قطعے یا تاریخیں یا مقامات اور مقابر پر ثبت شدہ کتبے نیز جمع ہوگئے ہیں .

یہ تمام چیزیں نہ فقط فارسی ادب کے تحت آ جاتی ہیں، بلکہ کشمیر کے تاریخی مطالعہ کے لئے بھی یہ مواد بیش بہا ہے . میں نے دانستہ اس طرح کے نوشتوں کو اسی نقطۂ نگاہ کے تحت ، خاص طور پر کتاب میں محفوظ کردیا ہے .

۱۰) اشعار میں کشمیر کے جن باغات اور تاریخی مقامات کا ذکر آیا ہے ، میں نے ان کے عکس اور بعض باغات کے نقشے قدیم کتابوں سے دستیاب کرکے دیے ہیں .

اسی طرح شعرا کے مقابر ، یا خود شعراء میں سے جس کی تصویر مل سکی ہے ، مہیا کردی ہے . ظفر خان احسن کی تصویر اور شعراء کے ساتھ ان کی محفل آرائی کے عکس ، یا قدسی مشہدی کی شبیہ اس کوشش کا نتیجہ ہیں .

۱۱) کتاب کے آخر میں تین ضمیمے شامل کیے گئے ہیں :

ایک ضمیمہ ، ان اشعار پر مشتمل ہے ، جو فارسی شعراء نے کشمیر پر کہے ہیں . یہ اشعار ان اشعار کے علاوہ ہیں جو کتاب کے متن میں درج ہو چکے ہیں .

دوسرا ضمیمہ ، ایک جدول پر مشتمل ہے ، جس میں تاریخی ترتیب

کے تحت، کشمیر سے متعلق تاریخی اور ادبی واقعات دیے گئے ہیں . شعراء اور مصنفین یا عمارات کے سال اور تاریخیں درج ہیں . اس جدول کو سامنے رکھنے سے، کشمیر کے تاریخی ، سیاسی ، ادبی اور دیگر مختلف قسم کے اہم واقعات ، سلسلہ وار ذہن نشین ہوجاتے ہیں .

تیسرا ضمیمہ ، ان مختصر یا طویل مثنویات پر مشتمل ہے جو کشمیر کے سلسلہ میں تصنیف کی گئی ہیں ، لیکن متن میں کسی وجہ سے شامل نہیں کی جا سکتی تھیں . یہ مثنویاں یا قطعے یا کتبے ، خطی بیاضوں سے اور بعض مطبوعہ کتابوں سے مأخوذ ہیں .

۱۲) کشمیر سے متعلق، جتنے مشہور اہم اور درجہ اول کے شعراء کہے جاسکتے ہیں ، وہ اتفاقاً سب، اس تذکرے میں آگئے ہیں . مثلاً : غنی ، فانی ، صرفی ، کلیم ، قدسی ، سلیم ، احسن ، آشنا ، فیضی ، الہی ، جویا ، توفیق ، شیدا ، صیدی ، صایب ، طالب وغیرہ وغیرہ .

۱۳) فیضی کے متعلق کوشش کی گئی ہے کہ، ان کا خاندانی احوال یا ان کے ذاتی حالات — نظم و نثر میں جو کچھ مل سکیں — یہاں یکجا کر دیے جائیں . اس سلسلے میں ان کی اپنی نظمیں ہیں ، شیخ مبارک کا ایک غیر مطبوعہ خط ہے ، اور ابوالفضل نے جو کچھ اپنے خانوادے کے لئے لکھا ہے وہ سب کچھ یہاں وضاحتی حواشی کے ساتھ دیا گیا ہے . اس کا اہتمام خاص طور پر اس لیے کیا ہے کہ، اب تک اس غیر معمولی خاندان پر پورے طور سے کام نہیں ہوا ، کم از کم اصل مأخذ کی صورت میں ، جو کچھ موجود ہے ، وہ یہاں یکجا کردیا ہے .

۱۴) شعراء کے حالات میں ، ہمارے معاشرے اور تہذیب و تمدن سے متعلق ، کئی ایک دلچسپ واقعات آگئے ہیں ، جو اس دور کے نفسیاتی اور

تہذیبی مطالعے کے لئے بہت کارآمد ہیں . شعراء کے آپس میں رد و کد ، گروہ بندیاں ، مخالفتیں ، مخاصمتیں ، صحبتیں ، دوستیاں اور دشمنیاں ، غرض کہ ، ایک پورا ادبی اور سماجی معاشرہ ، آنکھوں کے سامنے آ جاتا ھے .

اس تذکرے کی ترتیب میں بہت سے دوست میرے مددگار رہے ہیں . مواد کی فراہمی اور بعض قیمتی اطلاعات دینے میں سیادت مآب جناب سید غلام حسین شاہ کاظمی مظفر آبادی اور اپنے دوست جناب احمد حسین قلعداری کا خاص طور پر میں ممنون ہوں . اس آٹھ نو ماہ کے عرصے میں قلعداری صاحب عملاً اور سید صاحب روحانی طور پر برابر میرے شریک حال رہے ہیں .

میں اپنے محترم دوست جناب حمید احمد خان صاحب رئیس دانشگاہ پنجاب کا خاص طور پر ممنون احسان ہوں کہ ، آپ نے پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے سارے سر بمہر خزانے میرے سامنے کھلوا دیئے . جو کچھ مانگا وہ ملا ، اورجس چیز کی صدا دی ، وہی جھولی میں ڈالدی گئی . دعا ھے کہ رب العزت ایسے دانش دوست اورعلم پرور رئیس کو ، درویشان علم کے صداؤں پر کان دھرنے اور لبیک کہنے کی توفیق ، اور زیادہ عطا فرمائے .

دوست گرامی دانشمند نامی جناب خواجہ عبدالرشید صاحب ، نیشنل میوزیم کے ناظم اعلیٰ جناب اشفاق نقوی اور انجمن ترقی اردو کے روح و روان جناب خواجہ مشفق نے ، اپنے اپنے ذخائر سے بہت سی قیمتی کتابیں اور خطی نوشتے مہینوں تک میرے پاس رہنے دیئے ، ان حضرات کی یہ غیر معمولی نوازش ، میں کبھی نہیں بھول سکتا .

محکمہ آثار قدیمہ کے ناظم کتب خانہ جناب محمود بیگ صاحب نے عکس اور نقشے مہیا کرنے میں میری بہت مدد کی . میں انکا بھی شکر گذار ہوں . اسی طرح کتب خانہ دانشگاہ پنجاب کے نائب ناظم جناب

سید غلام رسول شاہ صاحب اور خطی ذخیرے کے صاحب ذکا و ذوق انچارج ، جناب ملک احمد نواز کی عنایات بھی مجھے ہمیشہ یاد رہینگی.

میرے تین رفیق کار ، جناب بشیر احمد صاحب ڈار ، جناب مسلم ضیائی صاحب اور جناب نسیم امروھوی صاحب اس کتاب کی ترتیب میں حسب معمول میرے شریک حال رہے ھیں ، میں ان تینوں عزیزوں کا بے انتہا ممنون احسان اور مرھون منت ھوں .

سید حسام الدین راشدی

کراچی
۲۲- آکتوبر ۱۹٦۷ میلادی

تذکرۂ

شعرای کشمیر

گردآوردہ

حسام الدین راشدی

بسم الله الرحمن الرحيم

۱ـ آزاد، محمد مقیم

● **مجمع النفائس** : در اکبرآباد در خدمت سیادت و امارت مرتبت سید امیر خان مرحوم مغفور (۱) مدتی مدید بسر کرده، آخر نابینا شده در شهر مذکور ودیعت حیات سپرد. اصلش از کشمیر جنت نظیر است در شعر شاگرد حاجی محمد اسلم سالم (۲) بود. با فقیر آرزو خیلی ارتباط و اختلاط داشت خدایش بیامرزاد، بسیار خوش اختلاط و رنگین صحبت بود. کلامش خالی از مزه نبود. عجب عزیز بود. بالفعل غیر از یک شعر ازو یاد نیست. رای رایان آنندرام مخلص که در همین ایام رحلت نمود (۳) مثنوی اورا از اکبرآباد طلب داشته، در کتابخانهٔ او هست. اگر اشعارش دیگر دست می دهد نوشته خواهد شد. انشاء الله :

ظلم بر ساغر و بیداد بمینا نکنم   نکنم موسم گل توبهٔ بیجا نکنم (۴)

(ص ۹، الف)

● **صحف ابراهیم** : آزاد کشمیری، محمد مقیم. شاگرد اسلم سالم و در اکبرآباد رفیق نواب امیر خان عمدةالملک بود. در پایان عمر از

۱ـ امیر خان انجام تاریخ فوت :

بشیونی دل غمدیده در خروش آمد   که شور و ولولهٔ حشر در جهان آمد

*   *   *

قلم بتعمیه، تاریخ او نمود رقم   ز فرق فخر و شرف، تاج زیب و شان افتاد

(بیاض بنده علی باسط خطی دانشگاه پنجاب شماره ۲۷۲ ۱۴) عمدة الملک امیر خان میر اسحاق پسر امیرخان میر میران، بحاضر جوابی و مطایبه گوئی متصف بود. شعر میگفت و انجام تخلص مینمود. (رک: مآثرالامراء ۳ : ۸۳۹)

۲ـ رک : تذکرهٔ شعرای کشمیر محمد اصلح، چاپ راقم حروف.

۳ـ متوفی سنه ۱۱۶۴ھ.

۴ـ صبح گلشن دارد.

نور بینائی محروم گشته. سال یکهزار و یکصد و پنجاه (۱۱۵۰ﻫ) در بلده مذکور انتقال نموده مدفون شد. زبانش فصیح بود و دیوان مختصری دارد (ص ۶۴ ب).

● **صبح گلشن**: آزاد، محمد مقیم. از خطهٔ بی نظیر کشمیر است و بشاگردی سالم کشمیری سخنش دلپذیر. برفاقت سید امیر خان ناظم در اکبرآباد طرح اقامت انداخت. و همانجا در سنه خمسین و مأته و الف (۱۱۵۰ﻫ) نقد زندگانی باخت. (یک شعر دارد ص ۶)

۲- آزاد، محمد آزاد خان کشمیری

● **روز روشن**: آزاد، محمد آزاد خان کشمیری. حاکم دیار کشمیر بود و بهره از عقل و فضل داشت و در سنه سبع و تسعین از مائه ثانی عشر جامه گذاشت:

بتی بلوح مزارم خطی نوشته بخونم — که این شهید نگاه من است و محضرش این ست
ز ماه پرسش اوصاف حسن یار نمودم — بآفتاب نظر کرد و گفت: چاکرش این ست
بگفتم: از غمت، آزاد، خون دل خورد اکنون — بگفت خنده زنان، روزی، مقدرش این ست
(ص ۷)

۳- آزاد، میرزا محمد علی

● **تذکره منظوم رشحه**:

آزاد (۱) دو شاعر اند همسنگ — از هند یکی و دیگر از زنگ
دانشور هند را ندیدم — از صحبت زنگی آرمیدم
زین دو رخ نامه را بترتیب — همچون خط و خال داده ام زیب

۱- یکی میرزا محمد علی کشمیری است و دیگری الماس حبشی - غلام فتح علیشاه - که اورا به سید محمد سحاب اصفهانی بخشید و نزد سحاب شعر و ادب آموخت (رک: نگارستان دارا، ۱۵۲ و ۱۵۴)

مطلع :

یا رب ! این حلقهٔ رخشنده ، هلال عید است یا که تیغی است که، حلق رمضان ببرید است

بیت :

ای دیده خجلت از تو ندارم که هیچگه منعت ز دیدن رخ زیبا نکرده ام
(ص ۲۱)

● **مصطبه خراب** : آزاد هندی ، اسمش میرزا محمد علی . احوالش از تخلصش معلوم است . از اهل کشمیر . اوقات بطبابت میگزرانیده. در علم رمل مهارتی داشته . شعری بسیار دارد . چندی بایران آمده. او راست:

از سینه تو ز بسکه صاف است پیداست نشان کینه ما
میتوان در رهت ز جان برخاست لیک ازین ره نمیتوان برخاست
شیخ تشریف ببر، بزم شراب است اینجا دامنت تر نشود عالم آب است اینجا
تو را در دیده جا کردم (چه کردم) بمردم آشنا کردم چه کردم
ای جرس این همه فریاد ز دلتنگی چیست شکرها کن که دلت جای طپیدن دارد
یارب! چه چشمه بود محبت، که من ازان یک قطره آب خوردم و دریا گریستم (۱)
پرو بالم نشکسته است ولیکن نگذاشت ذوق صیاد توانائی پرواز بمن
(ص ۱۱)

● **ریاض‌العارفین** : آزاد کشمیری ، مردیست معقول و نامش میر غلام رسول و بمحمد علی شهرت کرده . در علوم متداوله ماهر و اظهار حکمت طبیعی و عقلی و رمل و شعر از احوال و اطوارش ظاهر . در بسیاری از ولایات ایران سیاحت کرده ، و با اعالی و ادانی روزگاری بسرآورده، با مشایخ معاصرین صحبتها داشته . در فن عرفان مثنویها نگاشته . طالب معاشرت طائفه درویشان، وخود نیز از طبقه ایشان بوده . مسافرت عراقین و فارس و زیارت عتبات عالیات دریافته. بصحبت شیخ خالد کرد رسیده و معاشرت شیخ احمد لحساوی گزیده . فقیر را در شیراز صحبتش دست داد و ابواب آشنائی

کشاد : اشعار بسیار از هر سیاقی داشت و مثنویات متعدده منظوم کرده . از جمله ـ هفت دفتر ـ در بحر رمل مشتمل بر تحقیقات و حکایات . مثنوی دیگر موسوم ـ بخمخانه و میخانه ـ مثنوی دیگر در ـ حکایت عشقبازی . دیوان غزلیات نیز تمام کرده بودند . پس از حرکت از شیراز دیگر اشعار آنجناب دست نداد . این چند بیت در خاطر بود، انشاءالله بعد اشعار ایشانرا تحصیل و قلمی خواهد نمود :

همه جا جلوهٔ یار است چه دیر و چه حرم — حاجیان کرده طلب بادیه پیمائی را
جای در چشم و دل و جان منش، هست مدام — همه جا مینگرم آن بت هر جائی را
تو در مصر طلب، همچون زلیخا منتظر بنشین — که شاید یوسف مقصود باشد کاروانی را

رباعی :

مائیم همه پرده اسرار وجود — پیدا شده ز اختلاف اطوار وجود
ما خود عدمیم لیک ظاهر شده است — از آئینهٔ ما ، همه آثار وجود

دیگر :

گر عقل بود سپهر گردان دارد — ور جان و تن است، اینهمه حیوان دارد
یا رب! زکجا و از چه برخاسته است — این شور و محبتی که انسان دارد
(ص ۲۰۸)

● **مجمع الفصحا** : آزاد کشمیری ، اسمش میرزا محمد علی . از فضلاء و ارباب سیاحت بوده . در غزلیات و مثنویات چندین هزار بیت منظوم داشته . مدعی تمام علوم خاصهٔ طب میبود . در شیراز صحبتش دست داد . پس بتویسرکان رفته متأهل شده ، صاحب عیال و اولاد گردید . تا مدتی از او اطلاعی بود، همانا درین سنوات در گزشته . این بیت ازو در نظر است :

نمیخواهم که در چشمم نشینی — که اینجا هم میان مردمانست
(۱:۲:ص۱۳۱)

● **نگارستان دارا** : آزاد، اسمش میرزا محمد علی، اصلش از شهر بی نظیر کشمیر ، عارفی صافی ضمیر . در نظم خوش خیال و در نثر بی مثال و در

خط نستعلیق و مجاهده نفس و طبابت بی همال. و در طریقه مثنوی از همه اشبه به مولوی رومی. در غزل و قصیده نیز دستی دارد، بتخصیص در غزل بشیرین کلامی مثل، در هر فن مقبول انجمن. و قریب سی سال(۱) است که در سیاحت است و از کشمیر بعتبات عالیات و از آنجا بخاک نهاوند افتاده. سیاحت در هرناحیت کرده و از وساوس نفس پر آفت در نیاحت بوده، و سالها از دهی بدهی و از شهری بشهری نقل مینمود. گاهی عاشق، وقتی عارف، در محفلی ادیب و در منزلی طبیب بود. تا بنهاوند رسید و منظور نظر نواب محمود میرزا (۲) گردید. پایهٔ طبعش را پسندید و از صحبتش خوش وقت شد و خانه ای خریده باو داد و دوشیزه ای از چاکر زادگان خود با جهیز و اسباب همخانه اش کرد و راتبه و جیره و جامه معین فرمود و قریب هفت سال مدیح سگال و شکرگزار انعامات او بود.

و محمود میرزا در ـ سفینه ـ نوشته اند که: او از افراط سودا و غلبهٔ شور صحرا آرا گاهی رقعهٔ بحضرت ایشان مینوشته اند که: ازین بقعه میروم! و باز در مقام خود مقیم بوده. و گاهی بادعای باستجابت دعا، بیم از نفرین و امید از آفرین میداد، و گاهی در مجالس علماء و متشرعین در مسئله حکمی مغالطه و تخلیط و تفریق می انگیخت، و رشتهٔ صحبت زهاد ببنان عناد ازهم میگسیخت.

۱ـ نگارستان دارا در سال ۱۲۴۱هـ تألیف شده است. گویا از سال ۱۲۱۱هـ میرزا محمد علی در سیاحت مشغول بود.

۲ـ محمود میرزا (پسر فتح علی شاه قاچار) شاهزاده نیک آثار شیرین گفتار ادیبی است ادیب و سخن سنجی است لبیب. با اهل کمال و مقال الیف و صاحب تصنیف و تألیف. اقطاعش لرستان و نهاوند و کلامش شیرین تر از قند . . . پروردهٔ تربیت میرزا محمد شفیع صدر اعظم است. در نهاوند عمارات خلد مانند ساخته، چون قصر همایون و قلعه رویین دز . . . تألیفات ـ گلشن محمود ـ سفینة المحمود ـ و تذکرة السلاطین.

(نگارستان دارا ص ۳۱)

و درعلم الهی بادهای خود فیلسوف و درحکمت اشراق صاحب وقوف بود. و خود میگفته که: پنجاه هزار شعر دارم! اما شاهزاده در ـ سفینهٔ محمودی ـ نوشته که: بیش از بیست هزار شعر ازو بنظرم نهامد: و نوشته اند که: اگر دماغ صحبت داشته باشد در منادمت و همدمی بی نظیر است.

الحاصل میرزا آزاد کتب بسیار از نثر و نظم تألیف کرده. الحال (۱) با اهل و عیال در توی سرکان مقیم است و شاهزاده شیخ علی میرزا متکفل احوال آن شکسته بال است. و مضمون های تازه دلرد و بسیاق نظیری غزل پرداز است. (ص ۱۵۲).

۴ـ آذر، جوالا پرشاد

● **گلشن همیشه بهار**: جوالا پرشاد نام قوم کاشمیری. نژادش از لکهنؤ است. چندی بظل عاطفت برادر مهین خود، یعنی مشفقی گنگا پرشاد رند تخلص، بضلع بریلی و کول و اکبرآباد گزرانده. و از بدو شعور موزونی طبع از برادر خودش کرده. در شعرگوئی فارسی و هندی دستگاهی بلند و مایهٔ دل پسند بهم رسانیده. مدتها بعهده عسس یعنی تهانه داری شاهدره وغیره و منصب امیر عسس یعنی کوتوالی کرانه متعلقه ضلع میرته خوش‌گذران مانده و اکنون بنظارت نظامت. و فوجداری ضلع متهرا معزز است و همدرآن شهر طرح اقامت انداخته. کلامش دلپذیر برنا و پیر و در فن انشا معدوم‌النظیر، نمک‌خوان قابلیت و مردمک دیده اهلیت است. شعلهٔ فکرش آتش زن سینهٔ عشاق و مذاق گفتارش چاشنی بخشان هنرمندان آفاق. اگرچه باو در نخورده ام فاما با برادر کلانش صحبتهای رندانه و خندانه مدتها گذرانیده ام.
(خطی ص ٦)

۱ـ گویا در سال ۱۲۲۱هـ در تویسرکان زندگانی میکرد.

۵ـ آذر، دیوان شاه

● **پارسی سرایان کشمیر**: دیوان شاه متخلص به آذر، از خانوادهٔ برهمنان کشمیر و شغلش بقالی بود.

تاریخ ولادت و وفات او در دست نیست. وی در قرن دوازدهم هجری میزیسته. و اولین شاعر هندوی کشمیر است که آثاری بزبان فارسی از او بجای مانده است. وی مانند اغلب معاصران خویش صرفی بود، و اشعارش را ملا جویا (تبریزی) شاعر معروف وقت، اصلاح میکرد:

تنها اثری که ازو باقیمانده دیوانی است ناقص که با حرف ـ ت ـ شروع میشود (۱):

دلرا اگر ز راه هوس میتوان گرفت — فیض هما ز بال مگس میتوان گرفت
آسوده زیر تیغ بلا، میتوان نشست — خود را بزیر شعله چو خس، میتوان گرفت
در راه شوق ای دل دیوانه خوی من — تعلیم از فغان و جرس، میتوان گرفت
غم فردای قیامت، نبود نیکان را — روز محشر، شب آدینهٔ درویشان است
منزل حق دل بیکینهٔ درویشان است — جلوه‌گر یار در آیینهٔ درویشان است
ساقیا لطف نما، ساغر می، آذر را — که بجان خادم دیرینهٔ درویشان است
توفیق، اگر براه قناعت، شود رفیق — عالم چو آفتاب توان یکزمان گرفت
همچون حباب، در سفر نیستی عدم — هر دو جهان بچشم زدن میتوان گرفت
ای دل! اگر بطرهٔ او دست ما رسد — در دام صد غزال چنین میتوان گرفت
سینه گنجینهٔ محبت اوست — دل روشن چراغ خلوت اوست
جان عالم فدای قدرت اوست — چشم آدم طلسم حکمت اوست
نخل امید عالمی، سرسبز — از سخاوت بهار همت اوست
پیر میخانه مهربان منست — قبله گه و خدایگان منست
در جنون مذهب ریائی نیست — باده نوشی است، پارسائی نیست
دلا! آن دلستان جانانهٔ کیست — الهی گنج در ویرانهٔ کیست

۱ـ در ۱۱۴۲ه تحریر یافته است و مشتمل بر ۱۲۹ ورق است. درکتابخانهٔ تحقیقی کشمیر مضبوط است.

شنیدستم که مهمان کسی هست		خدایا! شعله در کاشانهٔ کیست
دو عالم را، چو مژگان ها، بهم زد		بجنبش غمزهٔ مستانهٔ کیست
بسیار باده که آثار غم نخواهد ماند		پیاله نوش که درد و الم نخواهد ماند
مشو ز باد جوانی ملول، در پیری		که آن نماند و این نیز هم نخواهد ماند
مبین بجانب درویش، تلخ ای منعم		یقین شناس که این بیش و کم نخواهد ماند
پیرانه سر مجاور دیر مغان شدم		هر گه که جام باده کشیدم جوان شدم
چاک گلزار بخیه نتوان دوخت		دل صد پاره را دوا چه کنم
شرح حالم ملامت انگیز است		با تو اظهار ماجرا چه کنم
ای که! قصد جفای من داری		نکنم گر ترا دعا چه کنم
جانب میخانه چون از خانه بیرون آمدم		رفته ام با عقل و همراه مجنون آمدم
رفته ام از هیچ مسجد باهزار آزردگی		آذر! از پیر مغان خرسند و ممنون آمدم

۶- آزرده، مفتی صدرالدین

● **شمع انجمن**: آزرده تخلص، مفتی صدرالدین خان بهادر دهلوی است. استاد محرر سطور بود و شاگرد شاه عبدالعزیز (۱) و شاه رفیع الدین دهلوی (۲) و مولوی فضل امام (۳) والد مولوی فضل حق خیرآبادی. افضل فضلاء و اکرم علماءست. ذکر محامد ایشان درین جریده آوردن نمیشاید، لیکن این نامه را بی نام نامی ایشان در نظر اهل بصیرت و خبرت قبول نیاید. دودهٔ ایشان خاندان علم و اعتبار است، در دهلی مولد و منشأ یافت و صدرالصدور درآنجا از طرف حکام فرنگ مقرر شد. خلق مجسم بود و لطف مصور، در فنون ادبیه ثانی اعشی و جریر است و در فنون حکمیه ثالث باقر و نصیر. باین فضیلت

۱- ابن شاه ولی الله دهلوی متوفی ۷ شوال ۱۲۳۹ھ تاریخ:
بی‌سروپا گشته اند از دست بیداد اجل		عقل و دین لطف و کرم فضل و هنر علم و عمل
(رحمان علی ص ۱۲۲)

۲- ابن شاه ولی الله دهلوی. شعر هم گفتی، در سال ۱۲۴۹ھ رحلت فرمود. (رحمان علی ص ۶۶)

۳- شیخ فاروقی شاگرد مولوی سید عبدالواحد خیرآبادی. صدرالصدور شاهجهان آباد از طرف فرنگیها بود. متوفی ۱۲۴۳ھ. پسرش مولوی فضل الحق بتاریخ ۱۲ صفر ۱۲۷۸ھ فوت شد. (رحمان علی ص ۱۶۲ - ۱۶۴)

شاعری از ایران سر نکشیده و باین عظمت ساحری از بابل نرسیده . از معاصران و یاران غالب(۱) و مومن(۲) و حسرتی(۳) بود . در هر سه زبان تازی و فارسی و ریخته دستگاه بلند داشت و در معجز بیانی و سحر نگاری پایه ارجمند . این چند بند از سفینهٔ طبع اوست:

آزرده ! زمن حال شب وصل چه پرسی   نی دل خبرم داشت نه از دل خبرم بود
تو خود انصاف کن ای آشنا دشمن! روا باشد   مرا درد تو در پهلو ترا بیگانه در پهلو
باین تقوی‌ام درون میکده ، آزرده را دیدم   صراحی در بغل، ساغر بکف، پیمانه در پهلو
کو عشق، تا به پیشکش آریم گنج علم   آسان دهیم، آنچه بمشکل گرفته ایم
زاهد بیا و موت شهیدان عشق بین   کین موت را نه زندگی جاودان رسد
طوبی لک از ملائک رحمت خورد بگوش   هردم ندای ارجعی از آسمان رسد
عالمی کشته شد و چشم تو در ناز همان   صد قیامت شد و حسن تو در آغاز همان
آتش عشق فلک در دل و در جانم سوخت   زانکه از داغ دگر دید که نتوانم سوخت
روز هجران تو میسوخت مرا حسرت وصل   در شب وصل تو اندیشهٔ هجرانم سوخت
هیچ گه چرخ جفا پیشه نمیساخت بمن   شکر ایزد که ز آه شرر افشانم سوخت
زحمت از بهر عذابم مکش ، ای نار جحیم   که سراپای مرا ، خجلت عصیانم سوخت
شرر دوزخ جان تاب ، بسی بود بلند   چون مقابل شده با سینهٔ سوزانم سوخت
برگ و جمعیت دیوان جزا برهم خورد   جنت از حسن تو و دوزخ ز فغانم سوخت
باز آن بستر خار است و همان بالش سنگ   سر شوریدهٔ من زانوی یارانم سوخت
بزم افروز شبستان نشدم ، آن شمعم   بخت خوابیده ، سر خاک شهیدانم سوخت
دل پرورده بخونناب جگر ، سوخت مرا   آنکه ، یک عمر باو ساخته ام ، آنم سوخت
هر نگه کان بت ترسابچه درکارم کرد   آتشی بود کزو خرمن ایمانم سوخت
کو نسیمی که ، ز یثرب وزد و سبز کند   خاست از هند سمومی که ، گلستانم سوخت
گر ز آتش سخنی ، هیچ کمالم نفزود   لیکن آزرده ازو جان حسودانم سوخت
حسن کی ، راه زن کافر و دیندار ، نبود   آفت سبحه ، بلای بت و زنار نبود
یاد روزی که جز او هیچ پدیدار نبود   پردهٔ دیده مرا مانع دیدار نبود
هر درم بر رخم از روضه رضوان وا بود   خواهش بوی گل از رخنه دیوار نبود

۱- میرزا غالب دهلوی شاعر مشهور فارسی و اردو متوفی سنه ۱۲۸۵ھ .
۲- حکیم مومن خان دهلوی شاعر اردو و فارسی . کشمیری النسل بود . متوفی سنه ۱۲۶۹ھ .
۳- نواب مصطفی خان شیفته و حسرتی دهلوی ، شاعر فارسی و اردو متوفی سنه ۱۸۶۹ء. دفن در جوار خواجه نظام الدین محبوب‌الهی . دیوان و تذکره گلشن بیخار دارد .

این شر و شور، نه در صحبت رندان بوده — جمله بد مست و می حوصله بردار نبود
رب ارنی، ز لب مستی من، سر میزد — لن ترانی، ادب آموز طلبگار نبود
مست، در گوشهٔ میخانهٔ وحدت، بودیم — کار ما باده کشی بود و دگر کار نبود
عشق بی پرده تماشای جمالش میکرد — همچو بیخود زمی وعدهٔ دیدار نبود
بود سررشتهٔ کارم بسر زلف سیاه — قصهٔ کشمکش سبحه و زنار نبود
شکر لله، چو بطوف حرمم آوردند — روی دل جز بطرب خانهٔ خمار نبود
دست، تا بند نقابش برساندم، مردم — سعی خوش بود مگر بخت مددگار نبود
صحبتی بود عجب دوش، میان من و یار — صد شکایت بلب و رخصت اظهار نبود
دل خون گشته مدد کرد وگرنه صد بحر — خرج یکروزهٔ این چشم تلف کار نبود
گرد غم جز دل ناشاد محلی نگزید — ورنه آئینهٔ ما قابل زنگار نبود
سهل و آسان شده امروز بعهد تو چنین — ورنه دشوار تر از ترک وفاکار نبود
ازکساد هنر است این که، بهیچم نخرند — جنس تا بود گران ناز خریدار نبود
لطف ساقی بنگر، دور بمن آخر کرد — چون مرا، حوصلهٔ ساغر سرشار نبود
در دلم، آن مژه صد خنجرالماس، شکست — زهر چشم تو بآن گریه مددگار نبود
از علاج دل بیمار چرا دست کشید — گر مسیحا بتمنای تو بیمار نبود
خواهم دم دعا بدعا نا گریستن — شد بسکه بی اثر بدعاها گریستن
دل قطره قطره خون شده از چشم تر چکید — تاراج داد مشغلهٔ ما گریستن
پیشش بضبط گریه بکوشم ز رشک غیر — بر رحم تا نیاورد او را گریستن
از اشک ریزی مژه خالی نشد دلم — خواهم چو زخم از همه اجزا گریستن
بی عندلیب، خوش نبود ناله، در چمن — خواهیم در خزان بتمنا گریستن (۱)
واعظ! اگر بیاد قدی، گریه نارواست — باز، از چه هست، از پی طوبی‌ای گریستن
ای چشم دجله ریز! ادب را نگاه دار — این است در مدینه و بطحا گریستن
رسوا شدن چو برق بود با تپیدنم — ای ابر! با گریستن ما گریستن
دل را همیشه خنده من خون کند چو گل — بشگافدم جگر قلم آسا گریستن
ای دل غمین مباش بالفت، که شمع وار — با خنده همعنان بود اینجا گریستن
یا رب! نگاه بوالهوسم ده، که شد مرا — در بزم او حجاب تماشا گریستن

(ص ۷۰ تا ۷۳)

● **رحمان علی**: آزرده، مفتی صدرالدین دهلوی. اصلش از کشمیر است. وی در دهلی متولد شده. اکتساب علوم نقلیه بخدمت مولانا عبدالعزیز

۱- عرفی اگر بگریه میسر شدی وصال — صد سال میتوان بتمنا گریستن

و مولانا عبدالقادر (۱) و مولانا محمد اسحاق (۲) نموده و علوم عقلیه از مولوی فضل امام خیرآبادی اخذ کرده ، فائق الاقران شد . از سرکار انگلیسیه بعهده صدرالصدوری و افتای دهلی سربلندی داشت . با مروت و احسان بود ، اکثر طلبهٔ مدرسهٔ دارالبقاء را ـ که زیر جامع مسجد دهلی بود ـ طعام و لباس میداد . بسال دوازده صد و هفتاد و سه هجری (۱۲۷۳هـ) ـ که زمان غدر بود ـ باتهام فتوای جهاد منصب و جائداد منقوله و غیر منقوله از دست رفت ، و تا چند ماه نظربند بود . بعد تحقیقات رها شده جائداد غیر منقوله باز یافت . جائداد منقوله که در معرض البیع لمن یزید در آمده ، واپس نشد . زآن بعد هم بدرس میپرداخت . طبع موزون داشت اشعار عربی و فارسی و اردو میگفت و آزرده تخلص وی بود . و بسیاری مردم از بلاد و امصار بعیده آمده ازو مستفید میشدند . بوجه کثرت درس و افتا بتصانیف کم توجهی داشت . رساله ـ منتهی المقال فی شرح حدیث لا تشدوالرجال ـ و درالمنضود فی حکم مرأة المفقود ـ و اجوبهٔ کثیرهٔ استفتاها ازو یادگار اند . تا دو سال بمرض فالج مبتلا بوده بعمر هشتاد و یک (۸۱) سالگی بروز پنجشنبه بست و چهارم ربیع الاول سال دوازده صد و هشتاد و پنج هجری (۱۲۸۵هـ) وفات فرمود . و مولوی ظهورعلی المخاطب بشمس الشعراء تاریخ وفاتش چنین یافته :

چه مولانای صدرالدین که در عصر — امام اعظم آخر زمان بود
زهی صدرالصدور نیک محضر — بعدل و داد چون نوشیروان بود
بروز پنجشنبه کرد رحلت — که این عالم نه جای جاودان بود
ربیع الاول و بست و چهارم — وداع او سوی دارالجنان بود
ظهور افسوس آن استاد ذی قدر — پدر وارم همیشه مهربان بود
چراغش هست تاریخ ولادت — کنون گفتم: چراغ دو جهان بود (۳)

۱۲۰۴ — ۱۲۸۵هـ — (ص۹۳)

۱ـ دهلوی ، ابن شاه ولی‌الله . وفات ۹ رجب ۱۲۴۲هـ .
۲ـ دهلوی ، دخترزاده شاه عبدالعزیز . وفات ۱۲۷۰هـ .
۳ـ نیز رک : دائرة المعارف اسلامیه اردو ۱ : ۱۱۷ ـ پدرش لطف الله بود .

۷ـ آشنا، میرزا محمد طاهر ملقب به عنایت خان

● **تذکره نصرآبادی** : ولد ظفر خان . از پادشاه والا جاه شاهجهان ملقب بعنایت خان شده . جوانی در کمال فهمیدگی بود اما شوخی را بمرتبه رسانید که بتکلیف عزیزانی مثل ابوطالب کلیم و سایر موزونان را بخانه برده شوخی‌های بیجا میکرد . مثل اینکه کیفهای پرزور داخل اطعمه کرده بخورد ایشان میداد . غرض این حرکات چشم زخم ایشان بود . غائبانه به این کمینه مهربان شده مکالمهٔ روحانی واقع می شد ، چنانچه مکرراً کتابت نوشته . دیوان خود را با غزلیات خسرو و چند کتاب دیگر، جهت فقیر فرستاده . طبعش خیلی قدرت داشت آشنا تخلص میکرد . مسموع شد که دو سال قبل از ین فوت شده . شعرش این است :

بهار آمد دلا ساغر بکف گیر ... زبان بکشا بوصف راه کشمیر
صعوبت بسکه با این راه یار است ... میان جاده از تنگی کنار است
درین ره نیست ممکن پیش رفتن ... مگر گاهی توان از خویش رفتن
بکوه آن ز بس سنگست بسیار ... بخیر از جاده کس نبود زمین وار

تعریف سخن :

بختم، که ز خواب بود سرشار ... گشت از سخن بلند بیدار

تعریف آئینه خانه :

حبذا این نشیمن والا ... که بود رشک عالم بالا
دل زکف برده حسن دلجویش ... طاق آئینه چشم و ابرویش(۱)
کرده بنای آن نکو منزل ... از یک آئینه اش تمام چو دل .

غزل :

چشمم آن لحظه که در هجر تو بیمار شود ... خار پشت مژه‌ام غیرت گلزار شود

۱ـ مجمع النفائس دارد.

عقل ناچار کشد زحمت از آلائش نفس / دایه پرهیز کند طفل چو بیمار شود (۱)
الفت میانهٔ دو ستمگر نمی شود / دندان مار دسته خنجر نمیشود (۲)
خط از وصال نیست چو معشوق شعله خوست / ماهی در آب گرم شناور نمیشود
کدام چیز عزیزان ز یکدگر گیرند / بغیر ازین که ز احوال هم خبر گیرند (۳)
گشت نوروز و چو بلبل بط می گویا شد / جام زرین ز می سرخ گل رعنا شد (۴)
کی کسی را میفریبد واعظ و گفتار او / بر سر گورش بماند گنبد دستار او
ز دور ساختن، ابرام سفله گردد بیش / که زود رستن مو، از پس تراش بود (۵)
در سبکباریست آسایش / سایهٔ خوابیده قطع راه کند (۶)
دولت، بوقت تیرگی بخت، نکبت است / جاروب، وقت شام پریشانی آورد (۷)
کریم از آنچه ستاند زیاده میدهدت / بتاک اگر بدهی آب باده میدهدت

رباعی :

آنرا که بود معرفت حق حاصل / در صفوت او خطر نگردد حائل
پاکان سبب فساد هرگز نشوند / از آب دهن روزه نگردد باطل

کم ظرف، ز عشق خرمن هستی، سوخت / پر حوصله، نور زندگانی اندوخت
کاهید خرد ز عشق و افزود جنون / از باد چراغ مرد و آتش افروخت

خالق نتوان هیچ احد را گفتن / مخلوق نمیتوان صمد را گفتن
بی یک نبود هیچ عدد لیک یکی / جزیک نتوان هیچ عدد را گفتن
(ص ۵۸)

● **کلمات الشعراء:** عنایت خان آشنا خلف ظفر خان . جوان دلچسپ بود . دستی در انشاپردازی نیز داشته . احوال سی سالهٔ شاه جهان بادشاه را از ملا حمید وغیره فصیح تر نوشته . اما با اعتقاد فقیر از ـــ خیرالکلام ما قل و دل ـــ این هم بهره نداشت . بیت چند از زاده‌های طبع اوست :

۱- مجمع النفائس و سرو آزاد و شمع انجمن دارد.
۲- سرو آزاد .
۳- سرو آزاد و صبح گلشن دارد.
۴- مجمع النفائس دارد.
۵- سرو آزاد دارد.
۶- مجمع النفائس و نتائج الافکار دارد .
۷- مجمع النفائس و سرو آزاد و نتائج الافکار دارد.

درد و درمان را دهد گر عرضی عشق او بما
زخم بر داریم و بگذاریم مرهم را بجا

ناقصان هم بدرش چشم طمع، دوخته اند — کور پیوسته نظر جانب بالا دارد
در سبکباریست آسایش — سایه خوابیده قطع راه کند (۱)
بنشین بگوشهٔ اگر آزردهٔ ز خلق — پای شکستهٔ تو بجائی نرفته است

فقیر نیز ازین قبیل بیتی دارد :

بوصل دوست محال است اگر رسیدن ما — نهٔ رفته است بجایٔ ز خویش رفتن ما

گویند در امردی صاحب حسن بود . در ایّامی که خط سبزهٔ پریزاد حسنش را در شیشه کرده بود، درویش موزون طبع برایٔ دیدنش آمد، چون بار نیافت این بیت نوشته فرستاد:

ناز بیجا چه کنی چون برخت ریش آید — شرم کن شرم! که روزِ سیَهت پیش آید

(۸-۹)

● **همیشه بهار** : معنی بند خوش ادا،عنایت خان آشنا خلف ارشد ظفر خان احسن بود . دیوان رنگین ازو یادگاراست و احوال سی ساله شاهجهان بادشاه نیز بقدرت و سامان نوشته .

مِن اشعارِہ :

منه ای طفل اشک ، ازخانهٔ چشمم ، قدم بیرون — که می آیند مردم زادها از خانه کم بیرون
درد و درمان را دهد گر عرض عشق او بما — زخم برداریم و بگزاریم مرهم را بجا (۲)
چشم بکشودی و افتاد نگاهت بر من — اندکی بخت من از چشم تو بیدار تر است
تاب نظاره ات آن دل دارد — که چو آئینه بود روئین تن
هر کرا نرم نباشد گفتار — بر دهن مشت خورد چون هاون

● **تاریخ اعظمی** : عنایت خان ولد ظفرخان، آشنا تخلص میکرد . آشنای لجهٔ سخنوری وسیاح دریای هنر پروری بود . بکمال جود و سخا ابواب

۱- مآثر الامرا دارد.
۲- مجمع النفائس دارد.

فیض و عطا بر روی بیگانه و آشنا میکشود. و از خوانین زمان بعلو فطرت و صفای قریحت طریق امتیاز میکرد، اواخر حال آثار تجرد و انقطاع بر دلش تافته باختیار ترک منصب نموده برخصت پادشاه عصر (۱) بکشمیر آمده بزاویهٔ عزلت نشست، و دست از همه باز داشت. در سنه هزار و هفتاد و هفت (۱۰۷۷ھ) (۲) دامن از صحبت آشنا و بیگانه برچیده رخت بنهانخانهٔ عدم کشید صاحب دیوان است. از اشعار اوست:

بنشین بگوشه‌ای اگر آزرده‌ای زخلق · پای شکستهٔ تو بجائی نرفته است (۲)

گویند: وقتی پادشاه عالم پناه آن آشنای لجهٔ سخندانی را جهت ملاحظهٔ اوضاع و اطوار سرمد برهنه فرستادند و آشنا او را بیگانه از معنی دیده، این بیت در سلک نظم کشیده بعرض آن پادشاه انجم سپاه رسانید:

بر سرمد برهنه کرامات تهمت است کشفی که ظاهر است از و کشف عورت است (۳)
(ص ۱۷۲)

● مآثرالامراء: (ظفر خان) بزرگ خانم بنت ملکهٔ خانم (همشیرهٔ کلان ممتاز محل ملکهٔ شاه جهان پادشاه) زوجه سیف خان در عقد ازدواج داشت. از بطن اوست میرزا محمد طاهر آشنا تخلص، که در زمان اعلیٰ حضرت بمنصب هزار و پانصدی سر بر افراخته بخطاب عنایت خان امتیاز یافت و بداروغگیهای حضور (که جزبخانه زادان معتبر نسزد) مأمور میشد. در اواخر آن عهد بداروغگی کتاب خانه فایز گشته.

۱- عالمگیر پادشاه.

۲- رک: تحت مآثرالامراء و سرو آزاد.

۳- تذکره شعرای متقدمین و مرآة آفتاب نما دارد.

۴- مآثرالامراء دارد.

گویند: اعلیٰ حضرت جهت ملاحظهٔ اوضاع و اطوار سرمد مجذوب (۱) (که عریان میبود) فرستاد. او آمده این بیت خواند:

بر سرمد برهنه، کرامات تهمت است — کشفی که ظاهر است، ازو کشف عورت است

چون پسر آن پدر بود که بمزاج روزگار آشنائی نداشت، در خطهٔ کشمیر گوشه نشین گشته. سال ششم عالمگیری بیست و چهار هزار روپیه سالیانهٔ او معین شد. در سنه ۱۰۸۱ه (هزار و هشتاد و یک) دامن از صحبت آشنا و بیگانه برچیده رخت بنهانخانهٔ عدم کشید:

احوال ده سالهٔ اعلیٰ حضرت (۲) را از پادشاه نامه (۳) تلخیص نموده بملخص (۴) موسوم ساخته. در معنی بندی و سخن سنجی استاد است، و صاحب مثنوی و دیوان. ازوست:

در سبکباری است آسایش — سایه خوابیده قطع راه کند

● **ریاض الشعراء**: عنایت خان آشنا، اسمش محمد طاهر خلف الصدق ظفر خان احسن است. مانند پدر خود مجموعه کمالات بوده. پیوسته با شعراء صحبت میداشته و با ابوطالب کلیم خصوصیت مینموده. این اشعار را میرزا صایبای مرحوم از ایشان ضبط نموده است:

گر تو کردی دشمنی بامن بجای دوستی — من همانم راند اما انتهای دوستی
بسکه در راه فنا با خاک یکسان شد تنم — میتوان همچون غبار افشاند از پیراهنم
باز آسمان بکینه وری، راه نو گرفت — در دست تیغ مغربی از ماه نو گرفت (۵)
چون دانهای سبحه نیاسودم از سفر — پیوسته راه طی شده آمد مرا به پیش

۱- سعیدای سرمد کاشی شهید (۱۰۷۱ه).
۲- شاهجهان پادشاه.
۳- پادشاهنامه عبدالحمید لاهوری.
۴- قرنیه نیز گویند.
۵- سرو آزاد دارد.

از ما، شکایت سگ کوی تو، عیب نیست آری، ز دوستان گلهٔ دوستان، بجاست
یکبار آستان ترا بوسه داده ایم با ما هنوز دشمنی پاسبان بجاست (۱)
همچو نرگس در گلستان از حیا چشم را بر پشت پا کردم سفید
طرز آئینه خوش نکرد دلم عیب پوشی به از نمد پوشیست (خطی)

● **مجمع النفائس** : محمد طاهر آشنا ، ملقب به عنایت خان آشنا تخلص . نصرآبادی گوید که : جوانی بود درکمال فهمیدگی اما شوخی را بمرتبه رسانیده بود که بتکلیف عزیزان مثل ابو طالب کلیم و سایر موزونان را بخانه برده شوخیهای بیجا میکرد. مثل آنکه، کیفهای پر زور داخل اطعمه نموده بخورد ایشان میداد . غرض غائبانه با کمینه (محمد طاهر نصرآبادی) مهربان شده مکالمهٔ روحانی واقع شد، چنانکه مکرر کتابت نوشته دیوان خود را با غزلیات خسروجهت فقیر فرستاد . و در کلمات‌الشعرا است که: در نثر قدرتی بکمال داشت چنانکه احوال سی سالهٔ بادشاهی شاهجهان را از ملاحمید وغیره فصیح تر نوشته . و فقیر آرزو در دیباچه دیوان پدرش—که عبارتست از ظفرخان احسن— عنایت‌الله نام نوشته دیده . از اوست: (شانزده بیت دارد که طاهر نصرآبادی وغیره آورده) :

گر پوستم، چو نافه کشد آسمان، بجاست موشد سفید و تیرگی دل همان بجاست(۲)

● **سرو آزاد** : آشنا ، عنایت خان . میرزا محمد طاهر نام ، آشنا تخلص بن ظفر خان مذکور . در عهد شاهجهانی منصب هزار و پانصدی داشت . و احوال سی سالهٔ شاهجهان را ملخص بقید قلم آورد .

بعد جلوس خلد مکان (عالمگیر) درکشمیر زاویهٔ عزلت گزید و در سنه احدی

۱- مجمع النفائس دارد.
۲- سرو آزاد و شمع انجمن دارد.

و ثمانین و الف (۱۰۸۱ھ) رخت به نهانخانهٔ عدم کشید .

دیوانش مشتمل بر قصائد و غزلیات و مثنویات و دیگر قسم شعر بنظر درآمد . مثنویهای قصیر متعدد دارد، و از آنجمله است ساقی نامه . این بیت ازآن است :

حکیمانه ساقی به مجلس نشست چرا نبض مینا نگیرد بدست

این چند بیت از غزلیات او فرا گرفته شد :

از حوادث گوهر مردانگی کمتر نشد تیغ اگر در آب و آتش رفت بی جوهر نشد(۱)
هردم نوید لطف دگر میدهد مرا دل میبرد ز دست و جگر میدهد مرا(۱)
کشتی بدست آور وقت کشت مهتاب است مدعای میخواران سیر عالم آب است
بیاد روی تو شبها کنم نظارهٔ ماه زر سفید بود از برای روز سیاه
خلق خوشت مرا به ثناخوانی آورد گل عندلیب را بسخندانی آورد
تیره طبعان بسینه صاف بداند ذوق آئینه نیست بد رو را
ما بزندان غمت خو با نشستن کرده ایم گاه گاهی نالهٔ بر خیزد از زنجیر ما (۱)
لقمهٔ چرب خوشامد، نکند رام مرا دل من از سگ کوی تو وفادار تر است (۲)
مرد را تن آسانی باعث فنا گردد زود بگسلد از هم رشته که بیتاب است
از بسکه، دست من ز تعلق، بریده است رنگ گرفته را به حنا باز می دهد
سامان دل، ز قطع تعلق شود، زیاد گل بیشتر دهد چو کنی شاخ را قلم
طرز آئینه، خوش نکرد دلم عیب پوشی به از، نمد پوشی است
هر کجا بود مرا نشه صفت با خود داشت هرگزم می نتوانست که بیخود سازد
تا درون پر بود از تفرقه، دل وا نشود چون پر آشوب بود شهر، دکان نکشایند (۳)
چشم بسان آئنه در عیب خلق نیست پیوسته همچو عکس خودم در کمین خویش
نیست نازک طینتان را، طاقت سیمای خویش دیدهٔ نرگس ندارد تاب سیمای چراغ (۴)
چند چون رشتهٔ تسبیح شوی سرگردان نتوان کرد سر رشته ز تقدیر برون
(ص ۹۶-۹۶)

۱- شمع انجمن دارد.
۲- نتائج الافکار و شمع انجمن دارد.
۳- شمع انجمن دارد.
۴- نتائج الافکار و شمع انجمن دارد.

● **تذکرۂ شعرای متقدمین :** عنایت علی خان آشنا ، خلف ظفر خان ، جوان عاقل و دلچسپ بود، دستی در انشاپردازی نیز داشت :
(دو شعر دارد) (خطی ۳۱)

● **صحف ابراهیم :** عنایت خان، آشنا تخلص موسوم بمحمد طاهر خلف ظفرخان احسن است . در نظم و نثر استعدادش از پدرش بیشتر بود . وقائع سی سالهٔ شاهجهانی ، از ملا حمید و دیگر تاریخ نویسان معاصر ، بهتر نوشته . خیلی شوخ طبع و ظریف و از مقربان شاهجهان بود . اواخر حال ترک منصب نموده در کشمیر اقامت ورزید و همانجا بسال هزار و هفتاد و هفت (۱۰۷۷ھ) (۱) ازین جهان بیوفا رخت بعالم بقاءکشید . صاحب دیوان و سه مثنویست . (۶۸ الف)

● **مرأت آفتاب نما :** آشنا ، نامش محمد طاهر مخاطب بعنایت خان پسر ظفرخان احسن است . در نثر نویسی دست رسائی داشت . در رعایت اهل کمال بسیار میکوشید . ابوطالب کلیم از مخصوصان او بوده .
(یک شعر دارد) (۱۷۶ ب)

● **نتائج الافکار :** صاحب طبع رنگین و فکر رسا ، عنایت خان میرزا محمد طاهر خان آشنا ، که پسر ظفر خان است . در عهد شاهجهانی و عالمگیری بهزار و پانصدی سرفراز بوده . احوال سی سالهٔ شاهجهان بکمال فصاحت و بلاغت نوشته . بعد اورنگ‌آرائی عالمگیر ، در کشمیر منزوی گردید و در سنه احدی و ثمانین و الف (۱۰۸۱ھ) بخلوت‌کدهٔ عدم خوابید . از کلام اوست:
(پنج شعر دارد ص ۵۰)

● **شمع انجمن :** آشنا ، میرزا محمد طاهر مخاطب به عنایت خان بن

۱- رک : تحت مآثرالامراء و سروآزاد .

ظفرخان، درعهد شاهجهان منصب هزار و پنجصدی داشت. بعد جلوس خلد مکان درکشمیر زاویۀ عزلت گزید و در سنه ۱۰۸۱ه رخت بنهانخانه عدم کشید. دیوانش محتوی برانواع سخن است. در ساقینامه خود گوید:

حکیمانه ساقی بمجلس نشست　　چرا نبض مینا نگیرد بدست

این چند بیت زادۀ طبع بلند اوست:　　(شانزده بیت دارد ــ ۵۰)

● **دائرة المعارف اردو**: در جنگ دارا و عالمگیر، این پدر و پسر هر دو طرفدار دارا شکوه بودند، همین سبب شد که بعد از فتح عالمگیر بر دارا، این خانواده ترک منصب کردند. ظفرخان در لاهور و محمد طاهر آشنا درکشمیر گوشه گیر شد. (۱۲۳)

آشنا دیوانی مشتمل بر غزلیات و قصائد و رباعیات دارد، مثنویات نیز هست. دو مثنوی راجع به آئینه محل که دارا شکوه در لاهور بنا کرده بود، سروده است (اورینتل کالیج میگزن مئی ۱۹۲۶ع) ساقی نامه در ابتدای آن مثنویات دارد. (فهرست دیوان هند از ایتهی ص ۸۶۶)

یک نسخه دیوانش که دارای ۱۰۶ ورق است کتابخانۀ رامپور دارد و یک نسخه دیوان درکتب خانه دیوان هند هست که در شوال ۱۰۶۰ه استنساخ شده است. گویا بخط خود آشنا هست و ملک خاص او بوده است.

در نثر ملخص (۱)، ازو یادگاریست که از بادشاه نامه عبدالحمید و

۱ـ یک نسخه ملخص درکتابخانه دانشگاه پنجاب است که در لاهور استنساخ شده و دانشگاه پنجاب یک نسخه دیوان سعدی شیرازی دارد که ملک عنایت خان بوده و این عبارت به خط او ثبت است:

«ـ در ماه ذیقعده ۱۰۵۷ه در لاهور نواب خدایگانی عنایت نموده بتاریخ (مذکور) داخل عاریت خانۀ خاکسار اربعه آل عبا علیهم التحیة صبح و المساء محمد طاهر متخلص به آشنا ولد ظفرخان ابن خواجه ابوالحسن گردید» (مقاله ظفرخان دکترعبدالله چغتائی در نذر رحمان) مولانا محمد شفیع مرحوم نوشته است که: یک نسخه ملخص در موزۀ برطانیه نیز هست و نام ـ ملخص ـ است، ولی یک نسخه درکتابخانه دیوان بهادر راجه نریندرنات (لاهور) هست که مؤلف نام اورا ـ قرنیه ـ نوشته است و آن وقایع تا سال ۱۰۴۵ه دارد (اورینتل کالج میگزن منی ۱۹۲۶ع)

بادشاه نامه محمد امین تلخیص و مرتب کرده است . و یک قسمت آن بقرنیه معروف است و ترجمه انگلیسی آن Major Fuller کرده است . Elliot هم اقتباسات ازو در تاریخ هند دارد . (۱ : ۱۲۳-۱۲۴)

● **مثنوی در تعریف آئینه محل دارا شکوه** : دارا شکوه یک محل ـــ که آئینه محل نامیده شد ـــ در لاهور بنا کرده بود. درین وقت نام و نشان ازو باقی نیست و این نیز معلوم نیست که بکدام قسمت شهر واقع بود . مولوی محمد شفیع مرحوم مینوسد که: دربین مزار حضرت علی هجویری داتا گنج بخش و امام واره آثار عمارتی دیده میشود که باسم شیش محل معروف است. ممکن هست که این آثار از همان آئینه محل دارا شکوه باشد (۱) . سید عبداللطیف نیز گوید که: در همین جا یک عمارت بنام شیش محل بود که در دورهٔ شاهان مغل ساخته شده بود و به همین مناسبت این نواح بمحلهٔ شیش محل معروف شد(۲).

عنایت خان آشنا راجع به این شیش محل دو مثنوی دارد که هر دو را مولانا محمد شفیع مرحوم درمجلهٔ اورنتیل کالج چاپ کرده و از آنجا گرفته شده است:

مثنوی اول

حبذا این نشیمن والا — که بود رشک عالم بالا
چه عجب ز آبگینهٔ بسیار — گر هوایش بود رطوبت دار
نیست آئینه ها بدیوارش — دل پاکان بود گرفتارش
هر که یک بار اندر او گردید — همچو خود محو او هزاران دید
ساخت بوم و برش ز آئینه مرد — همچو عکسی که جا در آئینه کرد
اینقدر زینتش ز آئینه داد — یا در آئینه عکس خانه فتاد
آنچنان طاق را برفعت بست — که شکستن برو نیابد دست
دیده در وی ز حیرت بسیار — همچو آئینه پشت بر دیوار

۱- اورینتل کالج میگزن مئی ۱۹۲۶ع
۲- لاهور، سید لطیف

هر که یکبار این بنا را دید
گرد او چون کتابه‌اش گردید

در خور این کتابهٔ دلخواه
مطلع آفتاب و مصرع ماه

دل ز کف برده حسن دلجویش
طاق و آئینه چشم و ابرویش

چون مخطط بتان آئینه رو
شده از چار طاق چار ابرو

غیر اگر وصف او نکرد مثال
خط ز آئینه کی کند تمثال

نه همین بلبلش ز آئینه است
شاخ و برگ گلش ز آئینه است

کرده طفل از نگاه این مسکن
بی معلم سواد را روشن

بسکه ز آئینه ها بتاب بود
سایه‌اش رشک آفتاب بود

بسکه در این بنای فیض آثار
رفتهٔ آئینه های ریزه بکار

هرکه چشم از نظاره اش شوید
چون بسقفش نظر کند گوید

کین همه پاره های آئینه است
یا یک آئینهٔ بزرگ شکست

ساخت از بسکه بی‌گذارش مرد
همه آئینه ها یک آئینه کرد

تا درو کرده صورتی تحریر
شد ز نقاش خانه پر تصویر

این همه آئینه است یا معمار
صورت دل کشیده بر دیوار

بود این رشک خلوت سینه
این قدر دل نشین ز آئینه

کرده بنای این نکو منزل
از یک آئینهٔ تمام چو دل

روز بر سقف این بنا کوکب
بیشتر می دهد فروغ از شب

دیدن این مقام خلد نظیر
چشم آئینه را نسازد سیر

به حلب هم رسیده اند بسی
این قدر آئینه ندید کسی

از فروغ تو ای صفا سینه
آب گردد بچشم آئینه

تا صفا و طراوتت را دید
باخت آئینه رنگ چون خورشید

ای ز آئینه چشم نورانی
سرمه از سایه بر تو ارزانی

بسپهر از چه رو نمائی سر
که بود بانیت فریدون فر

صاحب روزگار وارث تخت
شاه دارا شکوه والا بخت

آنکه از تیغ او شود بمصاف
سپر آفتاب پر ز شگاف

خلق او حل نموده مشکلها
کرده تعمیر کعبهٔ دلها

پاسخش از بلندی گفتار
بخت خوابیده را کند بیدار

هم بود یک ملازمش سنجر
هم یک آئینه دارش اسکندر

از دل و دیده تا شده معمار
کرده آئینه خانها تیار

صلح در عهد او ز بس شده عام
نکند تیغ سر برون ز نیام

خصم را بوده گر دل آهن وار
خط به بینی کشیده چون پرکار

پنجهٔ را که شد ز دست جدا لطف او بهله (۱) سان کند گیرا
ای که رونق گرفته از تو جهان خانهٔ عدل از تو آبادان
تا تو با طالع سلیمانی کردهٔ جا به تخت سلطانی
باد با خاک دست بیعت داد صلح شد در میانهٔ اضداد
چون ببزم تو می حواله کنند آب و آتش بیک پیاله کنند
بسکه امنیت از تو عام بود تیغ از زنگ در نیام بود
چون جهانید هیبت تو کتل شده ماضی جهان مستقبل
کردی از پنجهٔ کرم گستر دامن آفتاب را پر زر
تا بود قصر چرخ نورانی بتو دین خانه باد ارزانی

مثنوی ثانی

حبّذا این خانهٔ آئینه کار کآسمان شد بهر او آئینه دار
این قدر ز آئینه ها باشد نمود یا دل از پاکان گه دیدن ربود
کی تواند آسمان شد همسرش می توان در روز دیدن اخترش
تا پی نظارهٔ او سر کشد سرمهٔ شب در دیدهٔ اختر کشد
استواری باشدش از صد فزون هر ستون اوست کوه بیستون
از صفای عرصهٔ میدان او خانهٔ دل گردهٔ ایوان او
از پی نظاره اش بی کینها دل بدل چسپیده چون آئینه ها
بر فلک از نورش اختر بی درنگ شد سیه چون داغ بر پشت پلنگ
خانها پر نقش و گل چیدن ز ما چشمها ز آئینه و دیدن ز ما
بسکه بالد بر خود از گلزار او شد منبت بوتهٔ دیوار او
گر نکوئیٔ را گذر در وی فتاد خوبی او شد یکی در صد زیاد
دیده از رویش نپوشد یک زمان بس بود آئینه او را پاسبان
آمدند از بهر سیر او بسی سوزنی اینجا کند گم ار کسی
دزد اینجا زود رسوا می شود تا نهان گردید پیدا می شود
نی همین خوار است بلبل پیش او نقش دیواری بود گل پیش او
ختم می سازم سخن را آشنا چشم لاهور است این عالی بنا
تا نیارد دید چرخ از کینه اش باد روشن چشم هر آئینه اش!

(اورینتل کالج میگزن لاهور مئی ۱۹۲۶ع ص ۱۱-۱۳)

۱- بهله بالکسر پوستین است باندام پنجه که میر شکاران بر پنجه کشند (بهار).

● **دیوان طاهر آشنا** : دیوان آشنا تاکنون چاپ نشده است ، نسخهای خطی بدینقرار است .

۱- **دیوان آشنا** : در کتابخانهٔ دیوان هند (بشمارهٔ ۱۵۸۴) مکتوب به یکم شوال ۱۰۶۰ه . این نسخهٔ شخصی آشنا بود . مضامین به این قراردارد .

قصائد : (ورق ۱ تا ۳۰)

باز شد فصل بهار و طرب آمد بوجود　　غنچه از غیض هوا لب بتبسم بکشود

مقطعات: (ورق ۳۰ تا ۳۵)

بشنود گر گفتگوی قحطیء کشمیر را　　باوجود کینه جوئی، آسمان گریان شود

مراثی بصورت ترکیب بند: (ورق ۳۵ تا ۳۹)

آنچه شورست، ای فلک! کاندرجهان افگنده　　طائر آرام را ، از آشیان افگنده

ابیات فرد مطلع و ابیات فرد غیر مطلع: (ورق ۳۹ تا ۴۳)

مثنویات:- (ورق ۴۳ تا ۶۷)

بنام خدائی که از قدر شان　　خم باده را نام کرد آسمان

مثنوی در صفت کشمیر :

بهار آمد دلا ساغر بکف گیر

مثنویات مختصر: (ورق ۶۷ تا ۷۱)

ز اطوار مردان راه خدا　　چه بیگانهٔ بشنو از آشنا

غزلیات : (ورق ۷۱ تا ۱۵۶)

ای بسر تاج ز توحید تو هر دیوانرا　　حمد تو در لب اندیشهٔ سرگردان را

غزلیات و رباعیات: (ورق ۱۵۶ تا ۱۶۱)

نوای عشق، بلبل را سوی گلزار میآرد... الخ

رباعیات : (ورق ۱۶۲ تا ۱۷۹)

پیوسته بزیر چرخ بی بهره مرا   طالع کوتاه باشد و نالهٔ رسا (۱)

۲ **دیوان آشنا:** نسخهٔ در کتابخانهٔ دیوان هند (بشمارهٔ ۱۵۸۵) . بر صفحهٔ اول سال ۱۰۹۴ﻫ ثبت است. این نسخه اضافهای بسیار دارد و اصلاح هم دارد. در حیات شاعر نوشته شده است. مضامین دارد:

دیباچه: میر محمد باقر شیرازی ــ آرائش جمال شاهد کلام بزیور حمد صانعیست ... الخ (ورق ۱ تا ۴).

قصائد: (ورق ۴ تا ۳۳).

اگر جمال پری روی من ببیند حور   شود ز غایت انصاف معترف بقصور

مقطعات: (۳۳ تا ۳۷)

ای آصف زمان و ارسطوی جم نشان   بر درگه تو قامت گردون خمیده باد

ترجیع بند ساقینامه: (۳۷ تا ۳۹)

ای باده کشان مژده که ایام بهارست ... الخ

مراثی: (ورق ۳۹ تا ۴۳)

آنچه شور است ... الخ

ساقینامه: (ورق ۴۳ تا ۶۸)

چه گویم ز وصف شراب قدح   نبینند زوال آفتاب قدح

غزلیات: (ورق ۶۸ تا ۱۳۷)

غزلیات ناتمام: (ورق ۱۳۷ تا ۱۵۲)

خموشی یاد ده اهل سخن را ... الخ

مطلعیات: (ورق ۱۵۲ تا ۱۵۵)

ز اسباب تعلق بی تعلق را چه نقصانست   ببر پیراهن از فانوس دارد شمع عریانست

۱ـ فهرست دیوان هند ج ۱ ص ۸۶۶.

فردیات : (ورق ۱۵۵ تا ۱۵۸)

نشد جز خود شناسی حاصل ما از خدا جوئی ... الخ

رباعیات : (ورق ۱۵۸ تا ۱۶۷) (۱)

۳- **دیوان آشنا :** در کتابخانهٔ رضا رامپور هست که دارای ۱۰۶ ورق است(۲) شمارهٔ ۲۵۲۳.

۸- آشوب مازندرانی

● **صحف ابراهیم :** آشوب مازندرانی اسمش ملا حسین ، از منسلکان ظفرخان احسن بوده، بعد رحلت خان مذکور بایران شتافت، ازآنجا بار دیگر بهند آمده، وفات یافت . (۶۸، الف)

۹- آنی ، ملا آنی کشمیری

● **صحف ابراهیم :** ملا آنی کشمیری ، در زمان اکبر بادشاه بود از وطن بر نیامده و اشعارش شهرت نگرفته . (۶۰)

۱۰- احسن ، ظفرخان

● **ذخیرة‌الخوانین :** ظفر خان ولد خواجه ابوالحسن تربتی ، مرزا احسن‌الله نام داشت . دختر (۳) سیف خان در خانهٔ اوست . بغایت صاحب جوهر

۱- فهرست دیوان هند ۱: ص۸۶۷.

۲- دائرة‌المعارف اسلامیه اردو ۱: ۱۲۳ تحت آشنا بحوالهٔ فهرست خطی رامپور.

۳- بزرگ خانم نام داشت، دختر ملکهٔ بانو (متوفی ۱۰۵۰ھ) بنت میرزا ابوالحسن یمین الدوله آصف خان (متوفی ۱۷ شعبان ۱۰۵۱ھ). پدرش میرزا صفی سیف خان جهانگیری (متوفی ۱۰۴۹ھ)ولد امانت خان بود. سرخوش در شرح حال محمد علی ماهر نوشته که ماهر مثنوی در مدح بیگم صاحب گفته معرفت والدهٔ عنایت خان آشنا فرستاد. بیگم بعد مطالع برین بیت بسیار محظوظ شد :

بذات او صفات کردگار است   که خود پنهان و فیضش آشکار است

پانصد روپیه صله عطا فرمود ــ (۱۶۸).

و سخی بی دریغ واقع شده ، اما بمردم ایرانی ـ که مذهب امامیه داشته باشند ـ مقابل باهل هند بیشتر میداد . خصوصاً شعرا که در مدح او قصیده گفته می آمدند، صلهٔ شعر وافر بآنها میداد . روزی در حضرت حضور استاده بود، سخن از آب خوردن برآمد که : خواجه ابوالحسن در تمام روز یکمرتبه آب میخورد ! ملا حفظی حاضر بود عرض کرد : قد قصیر ظفرخان ازین سبب تخم زدهٔ بی آبی است! به حضرت بسیار خوش آمد. و چون از طرف پدر صاحب صوبهٔ کابل بود، بجهت برانداخت مهابت خان با نواب نورجهان بیگم، در صوبه کابل شریک غالب گشت و بمصلحت و مشورت او نورجهان بیگم کاری از پیش برد. اگرچه بحسب ظاهر مقصر صورت واقع شده، اما صاحب خرد مبین و جواهر بی بها است. پدرش اهل سنت جماعت بود، مشارٌالیه در مذهب امامیه معتقد است. در امراءزادها که قابل میگویند: جهانگیر قلی خان ولد خان اعظم، دوم سعدالله خان ولد سعید خان، سیوم ظفرخان ولد زین خان، چهارم ظفرخان ولد خواجه ابوالحسن است، که اینها را بهتر از پدر میگویند . (۳۴۸ خطی)

● **تذکرهٔ نصرآبادی** : احسن ، ظفرخان میرزا احسن‌الله نام داشته ، خلف خواجه ابوالحسن است، که در زمان اکبر بادشاه بهندوستان رفته کمال اعتبار بهمرسانید . بعد از وی عالیجاه ظفرخان بهمان دستور باعتبار و افتخار روزگار گذرانیده . درزمان شاهجهان پادشاه صاحب صوبهٔ کشمیر بود . به حسن صفات و همت ذات و پاکیزگی وضع مشهور بود . چنانچه بندگان وحیدالزمان میرزا صائبا (۱) مدتی که در هند بود ، بعنوان مصاحب با مشارٌالیه

۱ـ رک : تحت صائب .

میبودند ، و از او صفات حسنه بسیار نقل میکردند . گاهی متوجه ترتیب نظم میشد و احسن تخلص دارد . چند سال قبل ازین فوت شد شعرش اینست . غزل :

باده ، عمر خضر میبخشد ، گل پیمانه را / سرو مینا سبز دارد گلشن میخانه را (۱)
دست ناصح کوته است از دامن اهل جنون / سنگ طفلان شد حصار عافیت دیوانه را (۱)
دید زلف تو مگر بی سرو سامانی را / که چنین گشت پریشان ز پریشانی ما (۱)
بسکه در خاک درش ناصیه سودیم احسن / آیۀ سجده توان خواند ز پیشانی ما (۲)
دید در بزم تو تا دیدۀ ما را گریان / ابر برخاست ز هر سو بهواداری ما (۱)
این سخن از پیر کنعانم پسند افتاده است / دیدۀ روی عزیزان دیده را روشن کند (۲)
بود مهر از پرستاران آن رو / هلال افتادۀ آن طاق ابرو
باریک تر از موی ، بود رشتۀ امید / بسیار مپیچید که تا بگسلد از هم
بهر کجا که رسم ، وصف دوستان گویم / برای باده فروشی دکان نمی باید (۳)
استاد ، مرا چو درس می نوشی ، گفت / اول ، سبقم حدیث بیهوشی ، گفت
تا خاطر عالمی پریشان گردد / احوال دلم ، زلف بسر گوشی گفت(۴)
(ص ۵۷)

● **کلمات الشعرا** : ظفر خان احسن ، خلف رکن السلطنت خواجه ابوالحسن. صاحب طبع عالی بوده ، دیوانی رنگین با مثنویهای پر مضامین ترتیب داده . اکثر بصاحب صوبگی کشمیر و کابل عشرت اندوزی داشت . وقتی که ناظم کابل بود ، میرزا محمدعلی صایب تبریزی بشوق دریافت صحبتش از ایران آمده ، مدتها گذرانیده . خان قدردان در احوال پردازیش سعی موفوره بجا میآورد . بانواع مراحم و الطاف پیش میآمد . تذکرۀ اشعار سخن وران نامدار ، که باوی ربط آشنائی داشتند ، مثل صایب و قدسی و کلیم و سلیم و دانش و میر حیدر

۱- مجمع النفائس دارد.
۲- ریاض الشعراء و مجمع النفائس دارد.
۳- کلمات الشعراء و شمع انجمن دارد.
۴- کلمات الشعراء، تذکره شعرای متقدمین و همیشه بهار و مجمع النفائس و مرآة آفتاب نما دارد.

و هر دو سالک وغیرهم ــ که درآن زمان کوس خوشخیالی مینواختند ــ انتخاب هر کدام بخط او نویسانیده ، بـر پشت سرورق صورت آن معنی سنج ، نیز ترتیب کرده. یک ورق که برو شبیه کلیم بود ، فقیر پیش شاه عیان دیده. این چند بیت از فکرهای اوست:

به تیغ بی نیازی، تا توانی قطع هستی کن فلک تا افگند از پا ترا، خود پیش دستی کن(۱)
از سبزه ، تیغ بر کمر گل ، بهـار بست گر توبه، خضر وقت شود، جان نمی برد(۲)
ز بهر مستیم کسی کار با جـام شراب افتـد مرا از گفتگوی باده سرخوش میتوان کردن(۳)

● **تذکرۀ شعرای متقدمین** : ظفر خان احسن ، خلف رکن‌السلطنت خواجه ابوالحسن ، صاحب طبع و صوبه دار کشمیر و کابل بود . و با میرزا محمد علی صایب در کابل صحبت ها داشت . و کلیم و سلیم و قدسی (۴) و سالک یزدی (۵) و سالک قزوینی (٦) و میر رضی دانش (٧) وغیره را انتخاب بخط

۱- همیشه بهار و مجمع‌النفائس و تذکرۀ شعرای متقدمین و نتائج‌الافکار و شمع‌انجمن دارد.

۲- تذکرۀ شعرای متقدمین و ریاض‌الشعراء و مجمع‌النفائس دارد.

۳- مجمع‌النفائس و نتائج‌الافکار دارد.

۴- رک : تحت قدسی.

۵- ملا سالک یزدی مدتی در شیراز بود آخر بدکـن آمد و در خدمت عبدالله خان قطب شاه بسر میکرد همان جا فوت شد (تذکره شعراء۶۳).

٦- محمد ابراهیم بیگ سالک قزوینی . از رفقای کلیم همدانی ست . چند بار در عهد شاهجهان بهند آمده مراجعت کرد . مدتی در اصفهان سکونت داشته در قزوین فوت شد . (تذکرۀ شعراء ۹۲)

٧- میر رضی دانش مشهدی در عهد شاهجهان بهند آمده و آخر بوطن بازگشت . متوفی ۱۰۶۵ ھ (تذکرۀ شعراء ۵۱) میر رضی رضوی فرزند میر ابو تراب است .

هرکدام نویسانیده بر پشت هر ورق تصویرش نوشت . (سه شعر دارد ص ۳۰)

● **همیشه بهار** : ماهر این فن ظفرخان احسن، بصوبه‌داری کشمیر امتیاز داشت . در علم سخن اعجازها کرده، دیوان رنگین ازو است .

(دو شعر دارد خطی)

● **تاریخ اعظمی** : احسن ، ظفر خان . در سن یکهزار و چهل و سه (۱۰۴۳ ھ) بنظامت صوبه مقرر گردید . در سال چهل و چهارم (۱۰۴۴ھ)مسجد جامع ـ که سوخته بود ـ بعد هفده سال مرتبهٔ سوم باتمام رسانید . تا مدت هفت سال این مرتبه حکومت داشت : درین سال بادشاه متوجه جانب کشمیر شده چند ماه بسیر و شکار و ترتیب و تصفیه باغات خصوصاً شاله مار گذرانیده مراجعت نمود ، و فرح بخش را با فیض بخش (۱) منتظم ساخت . بالجمله ظفرخان مردی عیاش و خوش خلق بود . باغ ظفرآباد، که در جوار موضع بریه واره است ، و باغ گلشن ، که نزدیک پل تبتیان ست ، بنا نمودهٔ اوست . انواع درخت میوه و اقسام گل از ولایت بسعی و تردد تمام آورده، درین دو باغ مذکور نهال نموده است . خصوصاً گل زنبق و گل گلاب و میوه گیلاس ــ که پیشتر در کشمیر نبود ــ در عهد

۱- در کشمیر چهار باغ احداث نمود میر الهی گوید :

ظفر خان کرد از طبع ملون   بعرض چارده مه ، چار گلشن

باغ ظفرآباد (در محله بریه واره) و **باغ گلشن** (در محله پوته کدل) و **باغ عنایت** (متصل زیارت سید محمد همدانی سمت شمال) و **باغ حسن آباد** بمقام محله حسن آباد . (دکتر چغتائی در نذر رحمٰن بحوالهٔ تاریخ حسن و مقالهٔ سید صباح‌الدین در اندو ایرانیکا ۳۰ : ۱)

او بهم رسید . و اکثر بدعات سلطانی و بعضی مخترعات مظالم اعتقاد خانی (۱) در عهد او دور شده . سر درختی و بیگاری زعفران و تکلیف طرح آن و سائر ممنوعات شرعی بحسن سعی مرفوع گشت . چنانچه موجب عرض او ، فرمان رفع این بدعات صادر شده نقل آن برسر دروازهٔ مسجد جامع برسنگی نوشته اند ، ازآن باز کالنقش فی‌الحجر (۲) شده .

از وقایعی که درعهد ظفر خان رو داده است، اینست که: به حسن سعی او قلعه تبت مسخر اولیای دولت قاهره شد، و زمیندار آنجا بکشمیر آورده اند

۱- اعتقاد خان میرزا شاپور پسر اعتمادالدوله میرزا غیاث بیگ و برادر ابوالحسن آصف خان . در لطافت مزاج و نظافت وضع و صفای معاش و تکلف ملبوس و نفاست اطعمه و مبالغ در الوان ، آن از یکتایان روزگار بود . گویند: درآن وقت یمین‌الدوله و میرزا ابوسعید و باقر خان نجم ثانی بخوش طعامی شهرهٔ آفاق بودند، اما! او درین امر از هرسه پیش بود . در سال هفدهم جهانگیری (۱۰۳۰هـ) به صاحب صوبگی کشمیر سر افتخار بر افراشت و مدتها در آنجا گذرانید . و درین مدت برنج مکود و پان کنگیری از برهانپور برای او میبردند . در ایام صوبیداری او حبیب چک و احمد چک (که سرهای بیمغز آن شوره پشتان بدعوی ریاست آن مملکت آگنده بود) فسادهای عظیم بر انگیخته ، آخرکار رخت ادبار به تبت کشیدند . اعتقاد خان در سال پنجم جلوس اعلیٰ حضرت، از کشمیر معزول شده در آغاز سال ششم باحراز سعادت ملازمت مستعد گردیده ، نفائس و نوادر کشمیر از کلکیهای پر قاز و انواع شال از جامه‌وار و کمربند و گوش پیچ طرحدار ، خصوصاً پشمینه از سوس و کرک - که جانوریست وحشی ماکول‌اللحم - و قالینهای شال باف خوش قماش و خوش طرح (که گزی بصد روپیه مرتب میشود وقالینهای کرمان بنسبت آن حکم پلاس دارد) برسم پیشکش از نظر انوار گذرانید . . . . . . در سال ۱۰۶۰هـ در اکبرآباد ، حیات را پدرود گفت . . . گویند: اول کسی (که در اکبرآباد طرح حویلیهای جدید انداخت) سه کس بودند . خواجه‌جهان جهانگیری و خواجه ویسی دیوان سلطان پرویز و اعتقاد خان . و از همه مطبوع تر و مصنوع تر حویلی خان مذکور بود . چون پسند طبع اعلیٰ حضرت افتاد ، خان مشارٌالیه پیشکش نمود . در سال شانزدهم بعلی‌مردان خان امیرالامراء بطریق انعام مرحمت شد .

(ماثرالامراء ۱ : ۱۸۰)

۲- رک : عمل صالح ۱ : ۵۴۲ رک : بفرمان در صفحات آئنده.

و فتحنامه بحضور فرستادند . و نیز از جملهٔ واقعات شدیده که در عهد ظفرخان که در کشمیر داده ، قضیهٔ مردم اهل تسنن با مردم اهل تشیع، که آتش آن (۱۰۴۵ھ) اول از موضع مایه سومه ـ که جای توت زار بود ـ اشتعال گرفت . مردم بجهت توت خوری رفته بودند و هنگامه و هجوم مردم بسیار شد، درمیان سنیان و شیعان نزاع افتاد و شیعه ها از روی بی پروائی لب بسبّ کشودند . مدعیان سبّ در خدمت قاضی ابوالقاسم پدر قاضی محمد عارف ظاهر کرده اعلام شرعی بنام سابان گرفتند . در احضار آنها از طرف صوبدار اندک مسئله روداده، مردم عوام بشورش آمده اند و قاضی را منسوب بمداهنه نموده، خاص و عام بجناب ولایت و شرافت مرتبت هدایت منزلت قدوهٔ ارباب شهود حضرت ایشان خواجه خاوند محمود قدسره ـــ که از اکابر سلسلهٔ نقشبندیه در کشمیر ساکن بودند ـــ رجوع آوردند . و ایشان به حاکم شرع و ناظم صوبه را پیغام کردند . چون در تنبیه سابان تأخیری بوقوع آمد، حضرت خواجه بهفت چنار بر آمده نشسته اند . از ین ممرّ ناظم صوبه نسبت بحضرت خواجه افتادگیها نموده بالحاح تمام باز آورده وسابان را بسزا رسانیده اند . لیکن ظفرخان نقار حضرت خواجه در آورد و در ضمن شکایات بمبالغه و تفاوت به حضور بر نگاشته. حکم پادشاهی بطلب حضرت خواجه صدور یافت . مجرد ورود حکم از خانه حرکت فرمودند و منزل اول در هفت چنار قرار دادند . جمعی از اعیان شهر در رکاب ایشان شدند . بعد زیارت بزرگان شاهجهان آباد، بامر پادشاه در لاهور توطن فرمودند (۱)

۱- متوفی ۱۰۴۴ھ در لاهور . مقبرهٔ ایشان در شمال دانشگاه مهندسی و سمت مغرب بیگم پوره سر خیابان شالیمار لاهور واقع است ـ (تحقیقات چشتی ۳۳۵، سید لطیف ۱۳۹).

بالجمله ظفرخان باغ ظفرآباد را ، تله و پشته نوعی معمور ساخته، که از نوادر کشمیر شده، و آب جاری و آبشار و فواره و جوی و صفهٔ سنگین نوعی بطراوت بود، که مردم به تماشای دیدنش میرفتند. ظفرخان در آخر سال هزار و پنجاه (۱۰۵۰ه) تغیر شد. شاهزاده مراد بخش که ـ پسر خورد شاهجهان بادشاه بود ـ در تاریخ یکهزار و پنجاه و یک (۱۰۵۱ه) بر تخت حکومت نشست یکسال بآب و هوای کشمیر منتفع گردید و بعلاقهٔ زمینداران شاه آباد ـ که پیشتر دختر آنها را در عقد آورده بود ـ موجب اتهام گردیده زود تر طلب حضور شده، و در تاریخ یکهزار و پنجاه و دو (۱۰۵۲ه) روانه حضور گردید. علی مردان خان(۱) بنظامت این صوبه مسند عزت بر افراشت و در مدت یکسال از آب و هوای کشمیر فائده برداشت.

۱ـ علیمردان‌خان، امیرالامراءمیرگنج علی خان ازبک، از عشائر اکراد بود، ملازم قدیم شاه عباس ماضی بود . . . (شاهجهان پادشاه) از وفور عاطفت علی مردان خان را ـ که به آب و هوای ایران خو گرفته تاب تعب تابستان هندوستان نداشت ـ صاحب کشمیر جنت نظیر مورد تفضل فرمود . . . سال سیزدهم سنه (۱۰۴۹ه) لاهور مهبط اعلام خلافت گردید، علیمردان خان حسب‌الطلب از کشمیر رسیده . . . با وصف صوبه داری کشمیر، بصاحب صوبگی پنجاب نیز فائز گردید، تا در ایلاق و قشلاق تابستان و زمستان را بآسودگی و فراغت بسرد. و در سال چهاردهم سنه ۱۰۵۰ه از تغیر سعید خان بنظم صوبه کابل مورد مراحم گشت . . . . در سال بست‌وسیم از کابل بحضور رسیده به تیولداری صوبهٔ لاهور مأمور گردید . . . . و باز بصوبه داری کشمیر شتافت. در آخر سیم (۳۰) حسب‌الطلب بملازمت رسیده اسهالی بهم رسانید. لهذا در آغاز سال سی و یکم (سنه ۱۰۶۷ه) اجازت کشمیر گرفت و در منزل ماچهیواره رهگرای عقبیٰ گردید. نعش اورا بلاهور در مقبرهٔ والده اش مدفون ساختند. متروکات او از نقد و جنس یک کرور روپیه بضبط درآمد . . . . (در لاهور باغ شالیمار احداث کردهٔ اوست که بران هشت لک روپیه خرج شده) . . . . پسرانش ابراهیم خان و عبدالله بیگ خان (مخاطب بگنج علی) و اسحٰق بیگ و اسمٰعیل بیگ بودند ـ (مآثرالامراء ۲ : ۷۹۵) مقبرهٔ اش در لاهور روبروی خرابهٔ دروازهٔ گلابی باغ خیابان شالامار موجود است.
(رک : راجع به مقبره، سید لطیف، ص ۱۵۲)

ظفرخان کرت دوم در تاریخ یک هزار و پنجاه و سه (۱۰۵۳ھ) برسر حکومت نشست. تا مدت چهار سال (۱۰۵۶ھ) نظم و نسق این صوبه تعلق بوی داشت. و چون خبر تغیرش شائع شد،عزیمت سفر هند نمود.

احسن‌الله نام و ظفرخان خطاب داشت، و در شعر و غزل احسن تخلص میکرد. و از خوانین شاهجهان پادشاه بود. بهر طرف که عزیمت مینمود شاهد فتح و ظفر نقاب از چهره میکشود. بسخندانی و سخا و جود، گوی سبقت از اقران میربود. دروقتیکه صوبدار کابل بود، صائب شاعر ایران بدیدن او بکابل رسیده در مدح اوقصیده در سلک نظم کشید. و این بیت ازآن قصیده است. بیت:

خان توئی کز تو زر برند بخوان　　خانهٔ دیگران بیک خانی

خان مذکور رعایت بسیار بآن نکته دان فصاحت دثار کرده، از صحبتش بسیار محظوظ گردیده با سرانجام تمام و سامان لائق روانه گردانید. وقت رخصت میرزا صائب غزلی در مدح او گفته این مقطع ازوست:

خانٔ خانان را، ببزم و رزم، صائب دیده ام　　در شجاعت،در سخاوت، چون ظفرخان تو نیست

هنگام تحریر این نسخه، یکدو شعر ظفر خان از خزانهٔ حافظه بمنصهٔ املاء رسید.

جهان جوان شده عقد بهار میبندد　　بهار پای چمن در نگار میبندد
مسافران چمن نا رسیده در کوچ اند　　شگوفه میرود و شاخ بار میبندد

در تعریف کشمیر کلام بسیار دارد. در ایام صاحب صوبگی مملکت پتنه (؟) سنه ثلث و سبعین و الف (۱۰۷۳ھ) از دست ساقی اجل ساغرممات در کشید و پیمانهٔ عمرش لبریز گردید. (۱۳۸-۱۴۰)

● مآثرالامراء: ظفرخان خواجه احسن الله پسر خواجه ابوالحسن تربتی است. سال نوزدهم جلوس جنت مکانی چون صوبه داری کابل از تغیر

مهابت خان بخراج، مقرر گشت، او به نیابت پدر بحراست آنجا تعین شده، از اصل و اضافه بمنصب هزار و پانصدی شش صد سوار و خطاب ظفر خان و عطای علم و خنجر و شمشیر مرصع و قیل جبههٔ امتیاز برافروخت. و تا آخر عهد آن پادشاه بمنصب دو هزار و پانصدی هزار و دویست سوار فائز گشت. سال اول سلطنت فردوس آشیانی چون بعرض رسید که او عبدالقادر پسر احد داد را در درهٔ خرمابه از مضافات تیراه در قبل داشت. پس ازآن (که خبر فوت جنت مکانی شنفت) جمعی را بکابل فرستاده خود بپیشاور آمد. و پس از فراغ مقدمات آنجا برسم معمول (که ناظم آنجا قشلاق در پشاور کند و ایلاق در کابل) عازم کابل گردید، و در ره نوردی مراتب احتیاط از دست داد، و گروه اورکزئی و آفریدی (که از شعب افاغنه کوهستان خیبر اند) برسر راه آمده بتاراج اردو قسمی پرداخته که اوعنان همت از دست داده، بچارهٔ آن نتوانست قیام نمود، بنا برآن تعلقهٔ مذکور از پدرش تغیر شده او بحضور آمد. سال دوم با خواجه ابوالحسن بتعاقب ججهار سنگهه بندیل مأمور گردیده. سال سیوم هنگامی (که ملک دکن مقرّ موکب سلطانی بود) همراه خواجهٔ مذکور بتسخیر ولایت ناسک و تربنگه و سنگمنیر دستوری یافت. و سال پنجم چون صوبه‌داری کشمیر، از تغیر اعتقاد خان شاه پور، بپدرش مفوّض گشت، او به نیابت، خلعت و اسپ یافته، بدان صوبه مرخص گردید. (۱)

۱- در عمل صالح تحت وقایع سال ۱۰۴۲ھ هست که: صوبه داری کشمیر از تغیر اعتقاد خان بخواجه ابوالحسن مرحمت شده و ظفر خان پسرش بنیابت او رخصت یافت و ملا حیدر خصالی که باوجود کاردانی در فن شعر ید طولی و طبع عالی دارد بخدمت دیوانی صوبهٔ مذکور معزز گردید. (عمل صالح ۱: ۴۹۳)
همینطور در پادشاه نامهٔ عبدالحمید هست: که هژدهم (محرم ۱۰۴۲ھ) صوبهٔ کشمیر را از تغیر اعتقاد خان (برادر یمین‌الدوله) بخواجه ابوالحسن داده اورا بعنایت خلعت سر بلندگردانیدند. و چون آق سقال این دولت جاوید طراز است و بی ضرورتی دوری او نمی گرایند، پسرش ظفر خان را خلعت و اسپ داده بنظم مهام آن ملک بنیابت او رخصت فرمودند. ملا حیدر خصالی که طبع موزونی دارد بخلعت و دیوانی کشمیر سرافراز گشت. (پادشاه نامه ۱: ۴۳۲)

و سال ششم (۱) (که پدرش بدار باقی شتافت) بادشاه صوبه‌داری کشمیر اصالةً باو مقرر کرده ، از اصل و اضافه بمنصب سه هزاری دو هزار سوار و عطای علم و نقاره برنواخت. سال هفتم (که پادشاه عزیمت کشمیر نمود) او تا بهبهر آمده دولت بار اندوخت . و سال دهم بر طبق حکم محکم بملک تبت (که از کشمیر دو راه دارد یکی مسمی بکرج است و دومین بلار ، اولین اگرچه چهار منزل از دومین افزود است ، اما دومین بنا بر کثرت و دوام برف و درمیان بودن دو کتل متعسرالعبور واقع شده) براه اول شتافت . و بحسن تدبیر ملک را مفتوح ساخته ، ابدال مرزبان آنجا را همراه گرفته ، بسرعت براه اخیر برگردیده . عجلت او درین باب بپادشاه مستحسن نیفتاد . . .

سال یازدهم حسب‌الحکم مع ابدال مرزبان آنجا آمده بحصول ملازمت کسب سعادت نمود . و سال دوازدهم از صوبهٔ کشمیر معزول شده ، باتفاق خان دوران نصرت جنگ ، به تنبیه هزارجات کمر عزیمت بر بست . و سال سیزدهم همراه پادشاه زاده محمد مراد بخش (که بتوقف در بهیره مأمور گشته بود) رخصت پذیرفت . پس ازآن دو سال بوجهی معاتب شده بی منصب و جاگیر منزوی شد . اواخر سال چهاردهم ببحالی آن بدستور سابق آب رفته بجو

۱- در نوزدهم رمضان (۱۰۴۲ه) خواجه ابوالحسن تربتی که سابق به دیوانی کل سرافراز بوده و درین مدت ازلذت طول عمر بل عرض آن استیفای حظ وافر زندگی نموده درین احیان بر پایان عمر اشراف داشت بنا بر علل متعدده که عمدهٔ آنها کبرسن بود، بعالم بقا رحلت نمود . چون خواجهٔ مذکور سر حلقهٔ فدویان دیرین این دودمان بود ـ چنانچه در عهد عرش آشیانی بخدمت دیوانی دکن و وزارت شاهزاده دانیال امتیاز داشت و در اوائل زمان جنت مکانی میر بخشی باستقلال بود. بعد آن تکفل امور دیوانی در عهدهٔ تعهد او شد ـ لاجرم خدیو روزگار بر وفات چنان معتمدی وفادار تأسف و تحسر فرموده ، ظفر خان خلفش را بمنصب سه هزاری دو هزار سوار و عنایت علم و نقاره و صوبه داری کشمیر ـ که بنابر نیابت خواجه باو تفویض یافته بود ـ من حیث‌الاصالت بدو حواله شده، سر افراز و بلند آوازه ساختند .

(عمل صالح ۱: ۵۴۷)

آورد . و سال پانزدهم چون بعرض رسید که تربیت خان صوبه‌دار کشمیر ، باوصف صدور تاکید و ارسال زر نقد، باحوال مساکین آنجا ـ که درآن سال قحط روداده بود ـ چنانچه باید نمیپردازد ، مرتبهٔ ثانی خان مزبور بصوبه‌داری کشمیر دستوری یافت . چون سال هیژدهم گل زمین کشمیر بهار تخمیر بگلگشت پادشاهی رشک گلزار ارم گردید، روزی که باغ ظفرآباد ـ که احداث کردهٔ اوست ـ بقدوم پادشاهی رونق پذیرفت ، در جائزه حسن سلوکی ـ که رعایا و سکنه آنجا را از خود راضی داشته ـ باضافه هزار سوار سرفراز گردید. و پس ازآن باز بوقوع امری از دولت بندگی چندی محروم گردیده . در سال بیست و پنجم ببحالی منصب سه هزاری هزار و پانصد سوار اختصاص یافت . و در سال بیست و ششم از انتقال سردارخان بحکومت تته (سند) (۱) باضافهٔ پانصد سوار بمنصب سه هزاری سه هزار سوار پایه برتر افراخت . و چون سال بیست و نهم حکومت آنجا بنام سلطان سپهر شکوه اختصاص گرفت ، خان مزبور در سال سیم از تته بدرگاه معلی آمده ، مشرف اندوز ملازمت گشت . و در اولین محاربهٔ دارا شکوه با پنج هزار سوار دلاور جانباز بسرداری میسرهٔ قول او انتظام داشت . ازآنجا ـ که خان مذکور مزاج زمانه ساز و فکر روزگار سنج نداشت ـ لهذا در عهد اعلی حضرت ـ که زمان قدرشناسی و خانه زاد پروری بود ـ دو مرتبه عزلت نشین گردید . چون نوبت سلطنت بخلد مکان (عالمگیر) رسید ، محنت طلبی و قلعچی‌گری را زور بازار شد، ناز برداری و گرم خوئی را خیر باد گفتند. در مبادی جلوس بسالیانه چهل هزار روپیه موظف گشت . و سال ششم سنه هزار و هفتاد و سه (۱۰۷۳) هجری

۱ـ آنجا نیز شعرای فارسی گویان سند را تربیت داد ، ملا عبدالحکیم عطا تتوی پرورش یافتهٔ اوست .

درلاهور بساط هستی در نوردید. در مقبرهٔ پدر مدفون شد (۱).

گویند: ظاهرش بسیار محقر و کوتاه قد بود. مشهور است که روزی در حضور اعلی حضرت مذکور شد که: خواجه ابوالحسن در تمام روز یک مرتبه آب میخورد. ملا حفظی حاضر بود و عرض کرد که: قد قصیر ظفرخان ازین سبب تخم زدهٔ بی آبی است! اما در رسائی دانش و درستی تدبیر یکتائی داشت. در برهمزنی تسلط مهابت خان درکابل با نورجهان بیگم شریک غالب بود، و به به اندیشی او کار پیش رفت، و خالی از کمال نبود. در عهد جهانگیری زبان زد مردم بود که: در امرا زادها چهار کس رشید تر از پدراند: جهانگیر قلی‌خان پسر خان‌اعظم، و سعدالله‌خان خلف سعید خان چغتا، و ظفرخان ولد زین‌خان، چهارم این ظفرخان پسر خواجه‌ابوالحسن. با آنکه خواجه سنی بود اما ظفرخان در تشیع تعصب تمام داشت. زرها بمردم ایران میداد، خصوص در حق شعراء طرفه بذل و کرم میفرمود. سخنوران صاحب استعداد دل از اوطان برداشته روی امید بدرگاهش میگزاشتند. و بمنتهای متمنا میرسیدند. افصح‌المتأخرین میرزا صایب تبریزی چون از ایران بکابل رسید. از گرم‌جوشی و دریا بخشی او، دل بستهٔ صحبتش گردیده، مدتها بهمراهی خان مذکور در هندوستان بسر برد. چنانچه گوید:

خان خانان را، ببزم و رزم، صایب دیده ام در سخا و در شجاعت، چون ظفرخان تو نیست

و او انتخاب اشعار شعرائی - که با وی رابطهٔ اخلاص داشتند - بخط هر کدام نویسانیده، بر پشت هر ورق صورت آن معنی سنج، مصور ساخت. خود نیز شعر را بکمال رسانیده. ازوست:

بتیغ بی نیازی تا توانی قطع هستی کن فلک، تا افگند از پا ترا، خود پیشدستی کن

۱- عمارات و باغ که پدرش در لاهور بنا کرده بود، ویران و منهدم شده و فعلاً هیچ نشان ازو باقی نمانده است. مقبرهٔ ایشان نیز بر جا نمانده است و معلوم‌نیست بکدام جا بوده.

بزرگ خانم بنت ملکه بانو همشیرهٔ کلان ممتاز محل زوجهٔ سیف خان در عقد ازدواج داشت . از بطن اوست میرزا محمد طاهر آشنا تخلص .
(۲ : ۶۵۶-۶۶۳)

● **ریاض‌الشعراء**: ظفرخان احسن، نامش میرزا احسن‌الله و خلف‌الصدق میرزا ابوالحسن است، که در زمان اکبر پادشاه بهند آمده کمال اعتبار بهم رسانید. و ظفرخان در زمان شاهجهان پادشاه صوبه دار کشمیر گردیده داد معدلت گستری داده. در تربیت فضلاء و شعراء و ارباب کمال دقیقه فروگزاشت ننموده. میرزا صایبای مرحوم، در وقتی که بهندوستان آمده بود، در صحبت و رفاقت ظفرخان بسر کرده، و قصائد در مدح وی گفته و کمال خصوصیت و مردانگی با میرزای مرحوم مینمود.

گاهی متوجه گفتن شعر میشده این اشعار را میرزا صایب مرحوم از آنها ذکر کرده است:

چو دیدم نخل بالای تو در گلزار، دانستم — که موزون میکند این سرو آخر باغبانش را (۱)

سخت بیتابانه میآید بگلزارش، نسیم — پیش برگ لاله اش نعل صبا در آتش است

میرود عمرش بباد و همچنان در خنده است — نالهٔ بلبل ز دست بیغمیهای گل است

چون تبسم میکند، بر طبع داغم میخورد — بیدماغم خندهٔ گل بر دماغم میخورد

ز معشوقی تو کاری جز جفاکاری نمیدانی — رسوم دلبری آئین دلداری نمیدانی

گر قاصد من دیر رسد، زود نرنجی — چون نامه نویسم بتو، مضمون رود از دل(۲)

(خطی)

۱- مجمع‌النفائس دارد.
۲- پنج شعر دیگر دارد که ثبت شده.

● **ریاض‌الشعراء:** میرزا احسن الله، خلف الصدق خواجه ابوالحسن تربتی وزیر جهانگیر پادشاه . اوراست :

روشن تراست از گل خورشید داغ ما پرتو بکائنات رساند چراغ ما
جز در درون سوختگان، جا نمیکنم از داغ لاله پرس بگلشن سراغ ما
از بخیه فراهم نشود چاک دل ما در دیدهٔ زخم شهداء خواب نیاید
مبادا مست باشد از لب یار دهان شیشه را بو کرد امروز
سخت بیتابانه می آید بگلزارش نسیم بر سر کویش مگر نعل صبا در آتش است
میندانم، جگر بود یا دل تو گلی چند در کنارم هست
چو همره گل خود وری خود، بباغ شدم نگاه گرم بهر گلی که کرد داغ شدم

● **مجمع‌النفائس** : احسن، ظفرخان احسن نام اصلیش احسن‌الله است . پسر رکن‌السلطنت خواجه ابوالحسن وزیر جهانگیر پادشاه بود . در عهد شاهجهانی گاهی نظامت صوبهٔ کابل و گاهی صوبهٔ کشمیر داشت . بعد از عبدالرحیم خان خانان مثل او ، از امرای ربع مسکون، نشان نداده اند . مثل میرزا محمد علی صایب بشوق ادراک صحبتش، از ایران بهند آمده و مدتی مصاحب او بوده، مراجعت بایران نمود . میرزا افضل سرخوش مینویسد که: تذکرهٔ اشعار شعرای نامدار، که باو ربط آشنائی داشتند، مثل صایب و کلیم و سلیم و قدسی و سالک قزوینی و دانش و میر صیدی وغیرهم ــ که درآن زمان کوس سخنوری می نواختند ــ انتخاب هرکدام بخط او نویسانیده بر پشت هر ورق صورت آن معنی یاب نیز ثبت کنانیده بود . یک ورق که برو شبیه کلیم بود فقیر سرخوش نیز دیده ام . گویند : ایامی که میرزا صایب علیه‌الرحمه بایران تشریف برد و از خان مشارٌالیه در تقدیم خدمت میرزا تقاعدی بعمل آمد، جناب صایب این بیت باو نوشتند :

دور دستان را باحسان یاد کردن همت است ورنه هر نخلی بپای خود ثمر می افگند

خان مسطور زر معتدبه برای حضرت صایب بایران فرستاد . ازوست:

چه ذوق از صحبت گل عندلیبی را ، که نتواند بروز نسبت خود، در پروی باغبان بستن (۱)
(۱۴ ب)

● **سرو آزاد** : احسن ، میرزا احسن الله نام احسن تخلص ، بن خواجه ابوالحسن تربتی . خواجه در عهد اکبر پادشاه وارد هند شد . و بوزارت شاهزاده دانیال و دیوانی دکن اختصاص یافت . و چون جهانگیر پادشاه سریرآرا شد خواجه را از دکن طلبیده اول بخدمت میر بخشیگری نواخت و آخر بتفویض وزارت اعلی و منصب پنج هزاری ممتاز ساخت .

و در سنه ثلث و ثلثین و الف (۱۰۳۳ھ) حکومت دارالملک کابل ضمیمه وزارت مقرر گشت و ظفرخان از جانب پدر بحکومت کابل مأمور گردید . و چون نوبت دارائی هندوستان به صاحبقران ثانی شاهجهان رسید، خواجه را بمنصب شش هزاری شش هزار سوار سرفراز فرمود . و در سنه اثنتین و اربعین و الف (۱۰۴۲ھ)صوبه کشمیر مرحمت شد . و نظر بر آق سقالی و دولت خواهی خواجه را از رکاب جدا ننموده ظفرخان را به نیابت پدر رخصت کشمیر فرمود ؛ وچون خواجه نوزدهم رمضان سنه اثنتین و اربعین و الف (۱۰۴۲ھ) در سن هفتاد سالگی ودیعت حیات سپرد ، صوبهٔ کشمیر اصالةً به ظفرخان تفویض یافت و منصب سه هزاری و علم و نقاره مرحمت گردید .

ظفرخان مدتی به حکومت کشمیر پرداخت و ملک تبت را مفتوح ساخت ؛ پایان عمر در دارالسلطنت لاهور فروکش گردید و در سنه ثلث و سبعین و الف (۱۰۷۳ھ)محمل به صحرای فنا کشید .

ظفرخان صاحب جوهر و جوهرشناس بود و سری بصحبت و تربیت

۱- هفده شعر دارد که ثبت شده.

ارباب کمال داشت . افتخارش همین بس که مثل میرزا صائب مادح آستان اوست . ظفرخان چند جا در مقاطع غزل میرزا را یاد میکند، ازآن جمله است:

طرز یاران پیش احسن بعد ازین مقبول نیست ... تازه گوئیهای او ، از فیض طبع صایب است

هشت عدد قصیدهٔ میرزا در مدح ظفرخان بنظر در آمد . میرزا تعریف سخندانی او بسیار میکند و پاس نمک‌خوارگی بجا می آرد .

دیوان مختصری از ظفرخان مطالعه افتاد . ازآن جاست :

دلم بکوی تو، امیدوار میآید ... نگاه دار، که روزی بکار میآید
در گوشهٔ میخانه همین گفت و شنید است ... یاران برسانید دماغی شب عید است
در بتان هند چون او دلبر خودکام نیست ... رام رامم ، گرچه میگوید ، ولیکن رام نیست(۱)
شادم بدل شکستگیٔ خود ، که پیش من ... قدر دل شکسته چو زلف شکسته است(۲)
گوشهٔ چشمی، اگر ساقی بما دارد، بجاست ... عمرها در گوشهٔ میخانه ، خدمت کرده ایم(۲)
(ص ۹۵)

● **مقالات‌الشعراء:** ظفر ، نواب ظفرخان . از امرای عهد شاهجهانیست . بعد عزل نواب مغل خان(۳) در سنه هزار و شصت و سه هجری (۱۰۶۳ھ) بایالت تته (۴) معزز گردیده، شش سال بماند . آخرین حکام عهد صاحبقران ثانی وی بوده ، چنانچه بعد عزل او ، قباد خان از جانب عالمگیر، حاکم تته شد . مشکین باغ ـ که اکنون زمین ویرانه است ـ ساختهٔ اوست. عبدالحکیم عطا را او تربیت کرده نمود شاعری داد . منه :

پردهای چشم بهر عیب پوشی داده اند ... کور بادا دیده‌ای کو عیب را ظاهر کند
نیست جز جنس خجالت، گر کشائی بار ما ... وای گر پرسند روز حشر، از کردار ما
آنچه ما با باغبان از چیدن گل کرده ایم ... روز محشر گل کنند از گوشهٔ دستار ما
(ص ۳۸۰)

۱- نتائج الافکار دارد .
۲- شمع انجمن دارد.
۳- بن زین خان کوکه ۱۰۵۰ھ تا ۱۰۶۳ھ صوبه دار تته بود .
۴- شاهزاده سپهر شکوه بن دارا شکوه تته در جاگیر داشت و ظفرخان نیابتش داشت .

● صحف ابراهیم : احسن، اسمش میرزا احسن‌الله ملقب بنواب ظفرخان والد خواجه ابوالحسن تربتی است، که از امرای عالیمقدار عهد اکبری بوده. در زمان سلطنت جهانگیر و شاهجهان بعد از پدر، قدم بعرصهٔ ترقی گذاشته گاهی بصوبه داری کابل و کشمیر و نوبتی بایالت دکن استقلال میداشت. و دانشمندان را برین اتفاق است که: از امرای عالیقدر هندوستان، بعد عبدالرحیم خانخانان، در کرم گستری و قدرشناسی ارباب کمال، نظیر او بر نخواسته. بسیاری از هنرمندان، بشنیدن آوازهٔ جودش، از ایران روی توجه بهندوستان گزاشته اند. ازآن جمله میرزا صائبا ست که از خوان احسان او حظ وافر و لذت متکاثر یافته آن قدر بهره مند گردید که. دیگر روی احتیاج ندید. گویند: در زمان ورود میرزا صایب در لاهور، طالب کلیم نیز از خاصان بزم ظفرخان بوده. روزی خان مذکور هر دو را در محفل نشاط بحاضر ساخته بمیکشی اشتغال مینماید، و جوان شیرین شمائلی که لب شکر بوده، بگرداندن جام بادهٔ گلفام، فرمان میدهد و درآن حال التماس بدیه میکند. در اثنای این سخن طالب کلیم این بیت برخواند:

با شد بلبت فشان دندان   نقشی که بمدعا نشیند

و بعد ازآن میرزا صایب بزبان حال گوش زد ارباب کمال نمود:

نقش دندان قیمتی کرد آن لب پرخنده را   قیمت آری بیشتر باشد عقیق کنده را

حضار بشنیدن این مطلع، که پیرایهٔ تشبیه زیبا تر نمود، لب تحسین و ثنا کشودند، و کلیم بوقوع این ماجرا دلتنگ شده بدین آهنگ مترنم گردید:

بیش ازین جوهر ثانی که درین بازار اند   قیمت رشته فزون تر بود از گوهر ما

و باز میرزا صایب این بیت ادا فرمود:

شوخ چشمی بین که میخواهد کلیم بی زبان   با چراغ طور، دعوای سنخندانی کند

بالجمله خان مذکور بصفات حمیده و صفات سنجیده اتصاف داشت. صاحب دیوان و مثنویست و مشهور است که: از وفور محبت که با طائفهٔ سخن سنجان داشت، بیاض بدستخط و اشعار میرزا صایب و قدسی و کلیم و میر صیدی و سلیم وغیرهم ترتیب داده، و بر پشت اوراق انتخاب هر یکی، تصویر همان شاعر ثبت کرده بود. وفات آن مغفور سنه هزار و هفتاد و سه (۱۰۷۳ه) در لاهور و در جنب مزار والد خویش مدفون است. (۶۱ الف)

● **مرآت آفتاب نما:** احسن، نام وی نواب ظفرخان است پسر خواجه ابوالحسن که وزیر جهانگیر پادشاه بود. در عهد شاهجهان مدتی صوبه‌داری کابل و کشمیر داشت. و در پرداخت ارباب کمال بسیار مصروف بود. میرزا محمد علی صایب بشوق ملاقات او، از ایران آمده مدتی در صحبتش بسر برد. مثل کلیم و سلیم و قدسی و سالک یزدی و سالک قزوینی و میرزا دانش و میر صیدی — که درآن زمان کوس سخنوری مینواختند — انتخاب هرکس بخط او نویسانیده، بر پشت سرورقش صورت او ثبت کرده بود. (یک شعر دارد ۱۷۶- الف)

● **نتائج‌الافکار:** سر حلقهٔ ارباب سخن، ظفرخان احسن، که پدر بزرگوارش خواجه ابوالحسن تربتی خراسانی، درعهد اکبر پادشاه وارد هند گشته، بوزارت شاهزاده دانیال(۱) و مدار المهامی دکن امتیاز یافته. و چون جهانگیر پادشاه

۱- دانیال پسر اکبر پادشاه شاعر بود و میل باشکار داشت، جهانگیر نوشته است که:
" به تفنگ و شکاری که بتفنگ کنند، میل تمام داشت. یکی از تفنگهای خود را یکه و جنازه نام نهاده بود. این بیت را خود گفته، فرمود که برآن نقش کنند!

از شوق شکاری تو، شود جان تروتازه   بر هرکه خورد تیر تو، یکه و جنازه

(تزک ص ۱۷)

اورنگ آرای سلطنت گشت (۱۰۱۴ﻫ)، خواجه را از دکن طلبیده اول بتقرر خدمت میر بخشیگری سرفرازی بخشید و آخر بتفویض عهدهٔ وزارت اعلیٰ و منصب پنج هزاری ممتاز گردانید. پس ازآن صوبه‌داری کابل برآن اضافه فرمود. هرگاه شاهجهان رونق افروز سریر شهریاری (۱۰۳۷ﻫ) گردید، خواجه را بمنصب شش هزاری و صوبه‌داری کشمیر سرفراز ساخته. ظفرخان را بنیابت پدر رخصت کشمیر ارزانی داشت. و بعد وفات خواجه، صوبهٔ کشمیر بالاستقلال با منصب سه هزاری و علم و نقاره بظفرخان تفویض گشت. وی مدتی بر کشمیر حکمرانی کرده و ملک تبت را هم مفتوح ساخته و اواخر عمر در دارالسلطنت لاهور رحل اقامت انداخت و در ثلث وسبعین و الف (۱۰۷۳ﻫ) بسفر آخرت پرداخت. صاحب فکر صائب و ذهن ثاقب بوده. همیشه با ارباب فضل و کمال صحبت داشتی و نظر و تربیت و حمایت شان گماشتی. میرزا صائب از مداحین اوست. این چند بیت از نتائج طبع بلندش ترقیم یافته:

دید زلف تو مگر، بیسرو سامانی ما که چنین گشته پریشان ز پریشانی ما
(سه بیت دیگر دارد ص ۵۰)

● **شمع انجمن**: احسن، میرزا احسن‌الله مخاطب بظفرخان بن خواجه ابوالحسن تربتی، که درعهد اکبر پادشاه وارد هند شد و بوزارت شاهزاده دانیال

☜ ملا نوعی خبوشانی (م ـ ۱۰۹۰ﻫ) و میر حسین کفری (مآثر رحیمی ۳ : ۸۰۷) بوی تعلق داشتند. نوعی مثنوی ـ سوز و گداز ـ برایش نوشته بود. دانیال بعمر سی و چهار سالگی جهت افراط شراب در غره ماه ذی‌الحج سنه ۱۰۱۳ﻫ شش و نیم ماه پیش از وفات پدر، در برهانپور رحلت نمود. کلمهٔ (غایت) تاریخ است. دانیال دو پسر داشت میرزا بایسنقر و میرزا هوشنگ، هر دو درعهد جهانگیر زندانی بودند و درسال ۱۰۳۷ﻫ وقتیکه شاهجهان بتخت آمد، به حکم وی از دست ابوالحسن آصف خان در لاهور کشته شدند.

(بزم صوفیاء ـ تزک ـ مفتاح التواریخ)

و دیوانی دکهن اختصاص یافت. چون جهانگیر پادشاه سریر آرا(۱۰۱۴ه) شد، بتفویض وزارت اعلیٰ و منصب پنج هزاری ممتاز ساخت. و در سنه ۱۰۳۳ه حکومت کابل ضمیمهٔ وزارت گردید. چون ودیعت حیات سپرد، ظفرخان را صوبهٔ کشمیر مفوض گردید و منصب سه هزاری و علم و نقاره مرحمت شد. صاحب جوهر و جوهر شناس بود و سری بصحبت و تربیت ارباب کمال داشت. افتخارش همین بس است که، مثل میرزا صایب مادح آستان اوست. ظفرخان در چند مقاطع غزل میرزا را یاد میکند، ازآنجمله است :

طرز یاران پیش احسن بعد ازین مقبول نیست تازه گویی های او، ازفیض طبع صایب است

دیوان مختصری از ظفرخان مطالع افتاد، این چند گوهر شاهوار از خزینهٔ طبع اوست :

در گوشهٔ میخانه، همین گفت و شنید است یاران! برسانید دماغی، شب عید است
زبهرمستیم، کی کار با جام و شراب افتد مرا از گفتگوی باده سرخوش میتوان کردن
بسکه بر خاک درش ناصیه سودیم احسن! آیهٔ سجده توان خواند ز پیشانی ما
(دو بیت دیگر دارد ۵۴-۵۵)

● **فرمان شاهجهان** : راجع بمظالم که اعتقاد خان بر مردمان کشمیر روا داشته بود، شاهجهان وقتیکه ظفرخان را بکشمیر فرستاد، آن همه را رد فرمود. در عمل صالح هست : ـــ از یمن توجه حضرت صاحب قران ثانی، که از جور زندیشهای حکام، حرفی در دارالملک کشمیر و مضافات آن پیش رفته بود، رفته رفته بمبلغهای کلی رسید. چون درین ولا، حقیقت آنها از انهای منهیان صوبهٔ مذکور و عرضداشت ظفرخان صوبیدار آن دیار، بعرض مقدس رسید، بی توقف فرمان قضا نشان درین باب بنام خان مذکور زیورصدور یافت که: سائر آن ابواب که ثبت دیوان مظالم ظلمه شده، از روی دفتر بلکه از صفحهٔ روزگار محو نمایند! و من بعد باین علت ـ سوای آنچه درعهد قدیم مقرر بود ـ

هیچ چیز از رعایا نگیرند ! تفصیل آن فصول و تشریح آن ابواب ، مشتمل برین موجب و معنون بدین عنوان است که:

متصدیان مهمات سرکار عموم اهل شهر ، خصوص عجزه و مساکین و عجوزان سالخورد و خورد سالان بیوه پرورد را ، بجهت چیدن گل زعفران کار بل بیکار می فرمایند . حکم اقدس صادر شد که: دیگر بتکلیف متعرض این جماعت نشده ، کارگران این شغل ضروری را از سرکار خاصهٔ شریفه مزدوری بدهند. دیگر از عهد باستان باز معهود بود که : برسر هر خروار شالی دو نیم دام —که فلسی است— بوزن خاص میگرفتند و درین ایام چهار دام قرار یافته. مقرر شد که: چون در عهد دولت ابد پایان بعنوان زکواة و سبیل راهداری که مبلغ های کلی میشود ، در سائر ممالک محروسه راه گرفت دگر مسدود شده ، بجهت فروعات جزوی —که در جنب آن اصلاً نمودی ندارد— مزاحم کسی نشده در اصل چیزی ازین باب بوصول نرسانند . دیگر: از هر موضعی برسر هر چهار صد خروار شالی حال حاصل دو سر گوسفند —حسب المقرر زمان ماضی— میگرفتند. و الحال از تعدی صوبیداران سابق در ازای قیمت هر گوسفندی شصت و شش دام —که موازی بهای سه گوسفند است— نقدی از رعایا باز یافت مینمایند . حکم شد که : حسب الصدور امر نفاذ قرین دستور سابق معمول بوده درین باب دست تطاول من جمیع الوجوه کشیده دارند . دیگر: هر قریه چندین قانون گوی که بهم رسیده اند ، هر ساله مبلغی کلی بصیغهٔ قانون گوئی ، از رعایا میگیرند . و ازین راه زیان بسیار بر رعایا و جاگیرداران میرسد . امر عالی بصدور پیوست که : اکتفا بیکی نموده دیگران را دخل ندهند . دیگر : از پیر و جوان و خورد و کلان کشتی بانان ، بعنوان سر شمار هفتاد و پنج دام صیغهٔ میر بحری نام نهاده میگیرند . فرمان شد که : ازین پس قانون قدیم را دستورالعمل ساخته ، درین باب نیز ابواب بدعت مسدود سازند . و از پیران دوازده دام و از جوانان شصت دام و از خورد سالان سی و شش دام زیاده نه طلبند .

و ظفرخان صوبه دار، ضعفاء و مساکین را از بند تکالیف شاقهٔ دوام مطالبات بی حساب آزاد ساخته، سواد فرمان قضا نشان، بر لوحی از سنگ نقش نموده، در مسجد جامع نصب سازد . امید که بنای بقای آن حضرت چون پایهٔ بنیان عدل و احسان پایدار بوده اساس قواعد و قوانین معدلت آئین، آن ثانی صاحبقران سعادت قرین، تا دوام دوران چرخ برین، مانند بنیاد داد و دین استوار و برقرار باشد. (عمل صالح ۱: ۵۴۳ تا ۵۴۵)

● **سواد فرمان:** (که بر مسجد کنده شده است)

الله اکبر! شاهجهان پادشاه غازی عادل نقل . فرمان سعادت نشان حضرت سلیمان مکان صاحبقران ثانی، که بتاریخ هفتم اسفندیار ماه الهی حسب الالتماس، کمترین خانه زادان احسن الله خان المخاطب بظفرخان، در باب برطرف نمودن بدعتهائی که در زمان صوبیداران سابق، در بلدهٔ دلپذیر کشمیر شده بود، و باعث خرابی رعایا و سکنه این دیار بود، شرف ورود یافته.

چون همگی همت والا نهمت مصروف و معطوف بر رفاهیت خلق است، بنا برین بعضی از اموریکه در خطهٔ کشمیر دلپذیر باعث آزار سکنهٔ آن دیار می شد، حکم فرمودیم که: برطرف باشد. از جملهٔ آن مقدمات:

یکی آن است که: وقت چیدن زعفران، مردم را بعنف می بردند که زعفران بچینند، و قلیلی نمک بعلت اجورهٔ آن، بآن مردم می دادند، و ازین جهت بآن جماعه آزار بسیار می رسید. حکم فرمودیم که: تکلیف چیدن زعفران اصلاً بکسی نکنند. و آنچه تعلق بخاصه شریفه داشة باشد، مزدوران را راضی ساخته اجورهٔ واقعی بدهند. و آنچه تعلق بجاگیر داشته باشد، گل زعفران بجنس حوالهٔ جاگیردار نمایند، تا بهر طریقی که خواهند بچینند.

مقدمهٔ دیگر آنست کـه : در زمان بعضی از صاحب صـوبهای کشمیر ، بر سر خروار شالی ، دو دام بعلت هیزم می گرفته اند . و در عمل اعتقاد خان چهار دام بآن علت بـر سـر خرواری گرفته میشد . چـون از یـن جهت آزار بسیار بر رعـایا مـی رسید، بنا بریـن حـکم فرمودیم که: بالکلیه رعایا را از طلب این وجه معاف دارنـد . و بعلت هیزم هیچ چیز نگیرند .

مقدمهٔ دیگر آنست که : دهی که جمع آن زیاده از چهار صد خروار شالی بوده باشد، ازان ده دو گوسفند حکام آنجا هر ساله میگرفته اند . اعتقاد خان در ایام صاحب صوبگی خود ، بجای گوسفند بر سر هر گوسفندی، شصت و شش دام میگرفته. چون ازین جهت نیز بر رعایا آزار تمام می رسید، بالکلیه حکم فرمودیم که: برطرف باشد، نه گوسفند بگیرند و نه نقد . باین علت رعایا را از گرفتن این وجه معاف دارند . دیگر اعتقاد خان در ایام صاحب صوبگی خود، سراسری نموده، بر سر هر ملاحی، خواه جوان خواه پیر خواه خورد سال، هفتاد و پنج دام میگرفت . و معمول قدیم آن بوده که، بر سر جوانی شصت دام و بر سر پیری دوازده دام و بر سر خورد سالی سی و شش دام میگرفته اند . حکم فرمودیم که: دستور سابق را معمول داشته، بدعتی که اعتقاد خان کرده ، برطرف دانند ، و بمقتضای آن عمل نکنند .

مقدمهٔ دیگر آنست که : صاحب صوبه‌ها در وقت میوه، در هر باغ و در هر باغیچه ـ که میوهٔ خوبی گمان داشته اند ـ کسان خود را تعین می نموده اند که آن میوه را بجهت آنها محافظت نمایند ، و نمی گذاشته اند که صاحبان آن باغها و باغیچه‌ها، آن میوه را متصرف شوند . از ین جهت آزار بسیاری بآن جماعه می رسیده . چـنانچـه بعضی ازآن مردم درخت های میـوه دار را دور

ساخته‌اند. حکم فرمودیم که: هیچ صاحب صوبه قرق میوهٔ باغ و باغیچهٔ کسی نکنند.

می باید که، حکام کرام و دیوانیان کفایت فرجام و عمال حال و استقبال صوبهٔ کشمیر، این احکام جهان مطاع را مستمر و ابدی دانند. تغییر و تبدیل بقواعد آن راه ندهند و هر کسی که تغییر و تبدیل را راه دهد، به لعنت خدا و به غضب پادشاهی گرفتار خواهد شد!

تحریراً فی تاریخ بست و ششم آذر ماه الهی. فقط. (۱)

● **سواد نامهٔ ظفرخان بنواب جملة الملکی**: ورود قدوم میمنت لزوم نواب معلی‌القاب جهانیان مآب خدایگانی، بر ساحت این دیار بمنزله نسیم صبا است بر فضای گلشن، و نسیم عنبر شمیم خلق کریمش، بمثابه باد نوروزی است در حریم گلشن. صفحهٔ کاغذ را چون بدست مبارک گیرد، درجی سازد پر از گوهر و برجی کند پر از اختر. نگاه پر تپش کیمیای دولت دو جهانی، نظر کیمیا اثرش اکسیر سعادت جاودانی. نقطهٔ کلک مشک افشانش مرکز دائرهٔ علم و کمال، و نکتهٔ زبان معجز بیانش عنوان صحیفهٔ جاه و جلال. دل و دستش در هنگام جود و کرم تفوق بر یکدیگر جسته، دل پیش از دست و دست پیش از دل کار کند. ماهیت هر علم و کیفیت هر وادی بر آئینهٔ ضمیر آفتاب نظیرش، بنوعی منکشف و مکشوف گشته، و در هر علمی از علوم غریبه تصرف و رسائیش بمنزله انجامیده که ما فوق آن از تصور ارباب بصارت و متخیلهٔ اهل بصیرت نیاید. الله تعالیٰ! ذات ملکی صفات را پیوسته در حفظ خویش داشته، سربلند کونین و کامیاب دارین داراد. (۲)

۱- نگارستان کشمیر ص ۲۶۸ - ۲۶۹.

۲- جنگ خطی ملک نویسنده ص ۹.

● **اشعار و قصائد صایب :** وقتیکه میرزا ظفرخان احسن بنیابت پدر در کابل بود، بقول سرو آزاد: میرزا صایب در عین شباب . . . . وارد کابل گشت. . . . . و ظفرخان میرزا را بکمند حسن خلق صید کرد . (مآثر ۲: ٦۱> و سرو آزاد ۹۹) . . . . چون . . . . در اوائل جلوس صاحبقران ثانی (شاهجهان) . . . . ظفرخان از آنجا تغیر شد، میرزا نیز به رفاقت او بسرهند خرامید . . . . در سال ۱۰۳۹ﻫ میرزا با ظفرخان در موکب سلطانی سری بدیار دکن کشید، و ازآن جا بشهر برهانپور ، که گرد بسیار دارد، و میرزا درحق این شهر میفرماید :

توتیا سازد غبار آگره و لاهور را چشم من تا خاکمال گرد برهانپور خورد

وارد شد، و آنجا ماند . تا آنکه پدر میرزا خود را از ایران به دیار هندوستان رسانید، تا اورا بوطن مالوف برد . چون خبر قدوم پدر بمیرزا رسید، قصیدهٔ در مدح خواجه ابوالحسن انشاکرد و رخصت وطن التماس نمود . . . اتفاقاً موکب صاحبقران در سنه ۱۰۴۱ﻫ از دکن به اکبرآباد عطف‌عنان نمود. هژدهم محرم (۱۰۴۲ﻫ) ظفرخان را حکومت کشمیر بنیابت پدر مفوض گردید. میرزا محمل سفر با ظفر خان بر بست ، و پس از گلگشت کشمیر جنت نظیر، عازم ایران دیار گشت . (سرو آزاد ۱۰۱)

در ذیل اشعار و قصائد میرزا صایب در مدح ظفرخان داده میشود . میر آزاد گفته است که: میرزا صایب هشت قصیده،در مدح ظفرخان دارد، دیوانش که در تهران چاپ شده (۱) است ، پنج قصیده دارد، و سه قصیدهٔ دیگر از دیوان صائب چاپ نولکشور گرفته شده است که عیناً اینجا ثبت کرده میشود .

۱- کتابخانه خیام ۱۳۳٦.

۱- تعریف شهر کابل و مدح نواب ظفرخان :

خوشا عشرت سرای کابل و دامان کهسارش	که ناخن بر دل گل میزند مژگان هر خارش
خوشا وقتیکه، چشمم از سوادش سرمه‌چین گردد	شوم چون عاشقان و عارفان از جان گرفتارش
ز وصف لالهٔ او، رنگ بر روی سخن دارم	نگه را چهره خون سازم ز سیر ارغوان زارش
چه موزون است یا رب طاق ابروی پل مستان(۱)	خدا از چشم شور زاهدان دارد نگهدارش
خضر چون گوشهٔ بگرفته است، از دامن کوهش	اگر خوشتر نیاید از بهشت این طرف کهسارش
اگر در رفعت برج فلک، سایش نمی بیند	چرا خورشید را، از طرف سر افتاده دستارش
حصار مار پیچش اژدهای گنج را ماند	دلی ارزد بگنج شایگان هر خشت دیوارش
نظر گه تماشائیست در وی هر گزرگاهی	همیشه کاروان مصر میآید ببازارش
حساب مه جبینان لب بامش که میداند	دو صد خورشید رو افتاده در هر پای دیوارش
بصبح عید میخندد گل رخسارهٔ صبحش	بشام قدر، پهلو میزند زلف شب تارش
تعالی الله! از باغ جهان آرا و شهر آرا	که طوبی را خشک برجا مانده است از رشک اشجارش
نماز صبح، واجب میشود بر پاک دامانان	سفیدی میکند، چون در دل شب، یاسمین زارش
نمیدانم قماش برگ گل، لیک این قدر دانم	که بر مخمل زند نیشی درشتی سوزن خارش
گلو سوز است از می نغمه های عندلیب او	چو آتش برگ میریزد شرر از نوک منقارش
درختانش چو سرو از برگ ریزی ایمنند ایمن	خزان رنگی ندارد بر گل رخسار اشجارش
خضر تیری بتاریکی فگند، از چشمهٔ حیوان	بیا اینجا! حیات جاودان برگیر ز انهارش
تکلف برطرف، این قسم ملکی را باین زینت	سپهداری چو نواب ظفر خان بود درکارش
نوای چغد، چون آوازهٔ عنقا، بگوش آید	خوشا ملکی که باشد شحنهٔ عدل تو معمارش
فلک از آفتاب آئینه داری پیشه میسازد	که گرم حرف گردد، طوطی کلک شکربارش
چو از هند دوات آمد برون طاوس کلک او	خورد صد مار پیچ رشک کبک از طرز رفتارش
نباشد، حاجت سرمایهٔ بال هما، اورا	سعادت همچو گل، میروید از اطراف دستارش
بلند اقبالی آن دارد که، گر بر آسمان تازد	بزور بازوی قدرت کند با خاک هموارش
ز بس، در عهد او دزدی، بر افتاده است از عالم	نیارد خصم دزدیدن سر از شمشیر خونبارش
رباید تیزی از الماس و سرخی از لب یاقوت	نماید جوهر خود را، چو شمشیر گهر بارش
سری کز جنبش ابروی تیغش بر زمین افتد	که بر میدارد از خاک مذلت جز سر دارش
چگویم از بلندیهای طبع آسمان سیرش	بدوش عرش کرسی مینهد از رتبه افکارش
الهی! تا جهان آرا و شهر آرا بجا باشد	جهان آرائی و آرایش کشور بود کارش

۱- پل مستان در کابل است.

۲ـ قصیده دیگر در مدح نواب ظفر خان :

بحر طبعم، در سخن چون گوهر افشانی کند   در صدف، گوهر ز خجلت، چهره مرجانی کند
خضر کلکم، چون ز ظلمات دوات، آید برون   صفحه از فیض قدومش سنبلستانی کند
روی در صحرا نهد چون محمل لیلی قفس   بلبل مستی چو آهنگ حدی خوانی کند
حدت طبعم چو آید بر سر مشاطگی   غنچهٔ پژمرده دل را لعل پیکانی کند
این دم گرمی که، من با خود بباغ آورده ام   شبنم افسرده را یاقوت رمانی کند
باغبان، از غیرت طبع بلند آوازه ام   عندلیب مست را در غنچه زندانی کند
بوریا، در زیر بال طوطیان، پنهان شود   در دبستانی که کلکم، شکر افشانی کند
ساق عرش، از معنی رنگین من، بندد نگار   آفتاب، از صبح دایم، چهره نورانی کند
میچکد شور ملامت از زبان خامه ام   خوان معنی را دوات من نمکدانی کند
مصر معنی، خرم است از رود نیل، خامه ام   حسن طبعم نازها بر ماه کنعانی کند
قطره ای کز کلک معنی آفرین من چکد   در مذاق تشنه چشمان آب حیوانی کند
غنچه ای کز نوبهار خاطر من بشگفد   خنده، بر گلزار صبح، از پاکدامانی کند
خاطر دوشیزگان فطرت من، نازک است   در گلستانم دم عیسی گرانجانی کند
طبع من، از تنگنای لامکان، دلگیر شد   تابکی، ضبط عنان از تنگ میدانی کند
بیضهٔ خورشید را بر فرق گردون بشکند   چون همای همتم بال و پر افشانی کند
شوخ چشمی بین که میخواهد کلیم بی زبان   پیش شمع طور اظهار زباندانی کند
بلبل آتش زبانش، حلقه در گوش منست   غنچه را کی میرسد بامن دهن خوانی کند
هر که چون من از ظفرخان یافت فیض تربیت   میرسد گر در سخن دعوای حقانی کند
قبلهٔ ارباب معنی، خان فطرت دستگاه   آنکه ملزم عقل کل را در سخندانی کند
در حریم دل، چو افروزد چراغ حدس را   راز دلها را، بیان از خط پیشانی کند
پرده چون بردارد از رخسار طبع انورش   کیست خاقانی که دعوای سخندانی کند
دست گوهر بار او نگذاشت در روی زمین   اشک در چشم یتیمی سبحه گردانی کند
تیغ در گردون، بپای گلبن آید آفتاب   شبنم گل را اگر حفظش نگهبانی کند
تا نسیم همتش بر چهرهٔ عالم وزید   زلف هم نتواند اظهار پریشانی کند
چون سبک سازد بزیرش دست گوهر بار را   حلقه ها در گوش ابر از گوهر افشانی کند
شمع کافور، از حریم رای او، آورده صبح   زین سبب آفاق را هر روز نورانی کند
تا مگر در کفهٔ او پا گزاری روز وزن   آفتاب از شوق پابوس تو میزانی کند
صاحبا! تا چند دور از مرکب اقبال تو   چهره رنگین صایب از اشک پشیمانی کند
قدسیان جمع اند، آن بهتر که کلک تر زبان   بر دعای بی ریا ختم ثنا خوانی کند

همتی بگزار تا این عندلیب بی نوا / بار دیگر در گلستانت نواخوانی کند
چون ترا ، بر کشور دلها نگهبان ، کرده اند / هر کجا باشی ! ترا یزدان نگهبانی کند

۳ـ در تعریف فتح کابل و مدح نواب ظفر خان :

زهی ز نرگس خوش سرمه آهوی مشکین / ز طاق بندی ابرو نگارخانهٔ چین
بخوش قماشی ساعد طلای دست افشار / ز بوسه‌های شکر ریز غیرت شیرین
گل سر سبد آسمان ، که خورشید است / ز شرم روی تو گردید مشرق پروین
ز سنبل تو شود زخم غنچه ها تازه / ز خندهٔ تو شود داغ لاله ها تمکین
کمان زند بسر عید ، ماه ابرویت / بروی مهر کشد غمزهٔ تو خنجر کین
دو سنبل اند ، که پهلو ، بیک چمن زده اند / کدام مصرع زلف ترا کنم تحسین
بدوش خود فگنی ، چون کمان حلقهٔ زلف / به تیر رشک ، شوی ناف سوز آهوی چین
شکست پشت صدف ، تا لبت بحرف آمد / یتیم کردهٔ گفتار تست ، در ثمین
ز بند خانهٔ شرم و حجاب بیرون آی / که بست از عرق شرم زنگ قفل جبین
ز روی ناز ، قدم چون نهی بخانهٔ زین / ز خرمی نرسد پای مرکبت بزمین
کیم که آب نگردم ز تاب رخسارت / فروغ روی تو زد کوه طور را بزمین
دلم ، چگونه به پیغام بوسه ، تازه شود / چسان بآب گهر تشنگی دهم تسکین
ز تیره روزی شبهای ما ، چه غم داری / ترا که لالهٔ طور است ، برسر بالین
توکم ز غنچه . و ما کم ز عندلیب نه ایم / چرا بصحبت ما ، وا نمیشوی به ازین
بشکر این که ز گلزار حسن سیرابی / مباش تشنه بخونریز عاشقان چندین
وگرنه راه سخن پیش صاحبی دارم / که انتقام کبوتر گرفته از شاهین
بهار عدل ظفرخان که میکند لطفش / شکسته بندی دلهای مستمند حزین
زهی رسیده بجائی ز سربلندی قدر / که پشت دست نهاده است آسمان بزمین
گرد بالش ، خورشید سر فرو بارد / ز دود مجمر خلق تو زلف حورالعین
ستارهٔ تو چو گل برسر سپهر زند / شود بدیدهٔ خفاش بهر گوشه نشین
چو برق ابر ، نیام تو چهره افروزد / فتد برعشه چو سیماب ، خصم بی تمکین
عدو زبان بدر آرد چو مار زنهاری / چو از نیام کشی روز رزم خنجر کین
چنان ز بیم تو ، تلخ است زندگی ، بر خصم / که چشم میپردش بر نگاه باز پسین
بچشم اهل یقین آیه سورهٔ فتح / ز جبههٔ تو نمایان بود بخط مبین
اگرچه قلعهٔ دوران شکوه کابل را / گرفته بود عدو(۱) درمیانه همچو نگین

۱ـ رک: تحت مآثرالامراء.

شدی چو پیشرو لشکر، از جلال آباد
سپاه نصرت و اقبال از یسار و یمین

هنوز عرصهٔ سرخاب، بود منزل تو
که جوی خون عدو، راست رفت تا غزنین

عجب نباشد اگر، از سنان خونخوارت
گریخت تا ببخارا و بلخ خصم لعین

بلی! شهاب چو گردد ز چرخ، نیزه گزار
کنند فوج شیاطین گریختن آئین

بلند بختا! خود گو که: چون تواند گفت
زبان کوتهٔ ما، شکر فتح های چنین

چو آفتاب، دهانی بصد زبان، باید
که مصرعی، ز ظفر نامه ات، کنم تضمین

بنسبت شعراء، در مدیح خود، غزلی
درین قصیده بتقریب میکنم تضمین

ز بسکه ریخت ز کلکم، معانی رنگین
خمیر مایهٔ قوس قزح شدست زمین

هزار، شاعر شیرین سخن، بگرد رود
نهد چو خسرو طبعم بپشت گلگون زین

ز پاک طینتی اشعار من، بلندی یافت
ز نازکی سخنانم گرفت روی زمین

ز فیض پاکی دامان مریم صدفست
که گوشوار نکویان شدست در ثمین

بدوش عرش نهم کرسی بلندی فکر
بوقت فکر چو از دست خود کنم بالین

زمام داری خود، در حصار گردونم
ز بند خانه نگردد خلاص، نقش نگین

تتبع سخن کس، نکرده ام هرگز
کسی نکرده بمن فن شعر را تلقین

بزور فکر، برین طرز، دست یافته ام
صدف ز آبلهٔ دست یافت در ثمین

ز روی آئنه طبعان، حجاب کن صائب
مده بطوطی گستاخ کلک رو چندین

نگار کن بدعا دست خالی خود را
که روح قدس ستاده است لب پر از آئین

همیشه تا ز نسیم شگفته روی بهار
جبین غنچه برون آید از شکنجهٔ چین

موافقان ترا، دل ز مژدگانی فتح
شگفته باد چو گل، در هوای فروردین

مخالفانه ترا، همچو غنچهٔ تصویر
مباد هیچ نسیمی گره کشای جبین

۴ـ قصیده در مدح نواب ظفرخان:

زهی ز چین جبین، آیه آیه سورهٔ نور
ز خال تازه کن داغهای لالهٔ طور

نگه بگوشهٔ چشم تو، موج بر لب جام
عرق بچهرهٔ صاف تو می بجام بلور

تو چون برهنه شوی، گل ز شرم آب شود
تو چون میان بکشائی، کمر نه بندد مور

هزار لالهٔ خون بر زمین گل، بچکد
دم مسیح کنند گر بغنچهٔ تو عبور

چه شعله‌ای که بدل گرمی تو رخ زده است
نقاب سیل آتش به برگ لالهٔ طور

اگر بغمزهٔ سیراب ابر کشت شوی
چو خوشه، سر زند از دانه، نشتر زنبور

بخلوتی که تو از رخ نقاب برداری
چراغ روز بود آفتاب با همه نور

مگر ز چشمهٔ خورشید شسته ای رخسار
که آب، در نظر آرد نظاره ات، از دور

زکوة، خنده شیرین تبسمی، بچشان
نکرده بر شکرت کار تنگ با صف مور

امید بوسه ازآن غنچهٔ دهن دارم
بتنگ چشمی من، میکند تبسم مور

شبی چوگل ورق آن نقاب برگردید
هنوز در عرق خجلت است آتش طور

بخلوت تو کجا راه عندلیب برد
که گل زمین ادب، بوسه میدهد از دور

بخون طپیدهٔ شمشیر، غمزهٔ تو، زند
هزار خندهٔ رنگین، بخضر، از لب گور

به بیت ابروی تو، خویش را رسانده، هلال
ازآن شدست چو خورشید در جهان مشهور

ز گریه شعلهٔ شوقم ز پای ننشیند
کجا بآب گهر کشته گردد آتش طور

بجای لالهٔ داغی شکوه سبز مگر
شهید غمزهٔ اورا بسر آید از لب گور

ز اهل بزم، چرا ناله چون سپند کنم
مراکه شعلهٔ بی طاقتی فکنده بدور

بمرگ نور نشیند چو چشم برف زده
فتد چو دیدهٔ داغم بمرهم کافور

چرا بگوشهٔ چشمی بهم نمینگرند
به بخت کوکب ما سرمه است و دیدهٔ کور

شراب سرکه برآید، چو بخت برگردد
چو جوش فتنه شود، آب سرکشد ز تنور

چو همچو سبحه گره گشته‌ای پیاله بگیر
که خط جام بود، ان ربنا لغفور

چه خنده بود که دستار عقل را بربود
چه باده بود که از چهره شست رنگ شعور

بوام گیر، ز بادام چشم خود، تلخی
مکن چو پستهٔ بی مغز در تبسم شور

وگر نه شکوهٔ بی مهری تو، خواهم کرد
بخدمت خلف الصدق حضرت دستور

بهار عدل ظفر خان که وقت پرسش و داد
نهد ملایمتش پنبه بر دل ناسور

اگرچه دانهٔ دل رزق مور خال بود
ز عدل او نتواند بسینه برد بزور

بزیر چرخ نگنجد شکوه دولت او
کجا بساط سلیمان کجا خزانهٔ مور

بگلشنی که کند سایه چتر دولت او
کند ز بال هما فرش آشیان عصفور

همای فتح بود چتر وار دولت او
بهر طرف رود آید مظفر و منصور

ز آستین بدر آرد چو دست گوهر بار
کند غبار یتیمی ز روی گوهر دور

بلطف، از جگر شعله، آه سرد کشد
بخشم، شعله برون آرد از، دل کافور

عزیز شد بنظرها چو گنج ویرانی
بدور معدلتش بسکه ملک شد معمور

کجاست معین (۱) که گیرد ازو سخاوت بار
کجاست، حاتم طائیؒ! کزو برد دستور

بکشوری که، نسیم عدالت تو، وزید
صبا، رود بسر انگشت راه، از پی مور

سخن پناها! هر چند رسم لاف زدن
بچون تو نکته شناسی، ز عقل باشد دور

نداشتست چو من، نغمه سنج، هیچ چمن
ببین ورق ورق از، دفتر سنین و شهور

باین تنی که، چو تسبیح، سربسر گره است
بچشم سوزن اگر افتدم چو رشته عبور

مثال معنی رنگین من بلفظ مبین
شراب کاخ بود در لباس جام بلور

۱- معین بن معدیکرب.

هزار حیف که عرفی و نوعی و سنجر — ببیند جمع بدرالعیار برهان پور (۱)
که، قوت سخن و لطف طبع، میدهدلد — نسیمشدلد بطبع بلند خود مغرور
همین قصیده که یک چاشت (۲) روی‌داد مرا — ز اهل نظم که گفته است در سنین و شهور
زبان خامه، بکام دوات آتش صالب — میان نغمه سرایان میفگن این شر و شور
نسیم صبح، اجالب بجنبان آمده است — بگیر زلف دعائی بکف، چو طرهٔ حور
مدام تا دل ساغر ز شیشه آب خورد — همیشه تا که مه از آفتاب گیرد نور
مباد چهرهٔ بزم تو بی می گلرنگ — مباد ساغر عیش تو بی شراب حضور

۵ـ قصیده در مدح نواب ظفرخان :

اگرچه از نفس گرم، برق سوزانم — صدف چو وا کند آغوش، ابر نیسانم
اگر بهار رسم، سنگ مغز پردازم — وگر بمور رسم، خاتم سلیمانم
ز طبع من، چمن و انجمن برد، روشن — چو گل بگلشن و چون شمع در شبستانم
چرا سخن بسر زلف کلک من، نکند — بهار میچکد از خط همچو ریحانم
ملامت از سخن من برد، لب یوسف — نمک بشور قیامت دهد نمکدانم
بطوطی، آئینه از شرم، روی ننماید — چو رو بصفحه کند، کلک شکر افشانم
بزیر زلف خرد خال چهرهٔ یوسف — چو نقطه ریز شود کلک عنبر افشانم
ز آب گوهر خود، پرده بر نمیدارم — مبادا چشم کند از حباب عمانم
هزار خیل غزال رمیده، صید کند — شود چو گرم عنان، طبع عرش میدانم
همیشه، از سخن راست، کام من تلخ است — ازآن بخاطر مردم، گران چو بهتانم
چو شانه، اره بفرقم نمود، دندان تیز — بجرم اینکه چرا موشگاف دورانم
کدام رخنهٔ دل را، چو غنچه، بخیه زنم — خزان، بشش جهت آورده رو، به بستانم
هما کشد، که خوردن ز استخوانم، خار — ز بسکه ریشه دواندست نیش بر جانم
توان ز برگ گل تیشه زد مرا در پا — بود بر آب چو قصر حباب بنیانم
بجرم این که، دم از صدق میزنم، چون صبح — لبالب است ز خون شفق گریبانم
رسانده ام جگر تشنه را، بچشمهٔ تیغ — نه همچو خضر هوادار آب حیوانم
همیشه خار رود پیش سیل و این عجب است — که سیل اشک رود پیش پیش مژگانم
ز بسکه چشم من از بخت تیره ام خورده — ز سایهٔ پر و بال هما گریزانم
اگرچه، غنچه دل افتاده ام، درین گلشن — زند بصبح شکر خندها گریبانم

۱ـ این قصیده در برهانپور سروده شده است.
۲ـ در یک چاشت گفته است.

ز خرمنی، پرکاهی نبرده ام، هرگز   چه، برق ریشه دوانده است، در نیستانم
غرور من بفلک سر فرو نمی‌آرد   شکسته است سر آفتاب چوگانم
کلاه گوشه، بخورشید و ماه، میشکنم   باین غرور، که مدحتگر ظفرخانم
ز نوبهار سخایش، چو قطره ریز شدم   قسم خورد بسر کلک، ابر نیسانم
بفکر شعلهٔ رایش، چو سر بجیب برم   چراغ طور، بر آرد سر از گریبانم
بوصف طبعش، اگر تر زبان شوم، چه عجب   که جوشد از قدم خامه، آب حیوانم
نفس چو برق زند، بر سیاه خیمهٔ حرف   اگر، ز تیغ عدو سوز او، سخن رانم
بلند بخت نهالا! بهار تربیتا!   که از نسیم هواداریت، گلستانم
حقوق تربیتت را، که در ترقی باد   زبان کجاست که، در حضرتت فرو خوانم
تو پای تخت سخن را، بدست من دادی   تو تاج مدح نهادی، بفرق دیوانم
بروی صفحهٔ مدحت، که چشم بد مرساد   کشود دیدهٔ شق، خامهٔ سخندانم
ز روی گرم تو، جوشید خون معنی من   کشید جذب تواش لعل از رگ کانم
تو جان، ز دخل بجا، مصرع مرا دادی   تو در فصاحت دادی، خطاب سحبانم
ز دقت تو، بمعنی چنان شدم، باریک   که میتوان بدلی مور، کرد پنهانم
چو زلف، سنبل ابیات من، پریشان بود   نداشت طرهٔ شیرازه روی دیوانم
تو غنچه ساختی، اوراق باد بردهٔ من   وگرنه، خار نمیماند در گلستانم
تو مشت مشت گهر، چون صدف، بمن دادی   چو گل، تو از بپر ریختی بدامانم
طریق شکرگزاری این حقوق، این بود   که در رکاب تو، نقد روان بر افشانم
بدست جذبه، چو دلجوئی رضای پدر   ز هند سوی وطن میکشد گریبانم (۱)
کنون سر همهٔ التفات ها، آنست   که یک دو سال دهی رخصت صفاهانم (۲)
کشادهٔ روی کنی، همچو گل، وداع مرا   شکسته دل نکنی پیش عندلیبانم
نصیب، شعلهٔ جواله باد، خرمن من   اگر بمحض رسیدن عنان نگردانم

۱- این قصیده در سال ۴۰-۱۰۴۱ﻫ گفته شده است، وقتیکه صایب در برهانپور بود.

۲- وقتیکه صایب در هند بود، وطن را یاد میکرد. اشعار ذیل در یاد میهن دارد:

بر حریفان، چون گوارا نیست صائب، طرز نو   به که بفرستی بایران نسخهٔ اشعار را
صایب! پر و بالی بکشا، موسم هند است   دل را بتماشای صفاهان، نتوان بست
غبار آلود اشکی، در خمار و سرمه کی یابی   بگیر از گوشهٔ چشمم، بخاک اصفهان بگزر
ای زمین هند! آیین برومندی ببند   از صفاهان دیدهٔ، چون زنده رود، آورده ایم
خوشا روزی که، منزل در سواد اصفهان سازم   ز وصف زنده رودش خامه را رطب اللسان سازم
سرمهٔ دیدهٔ غمناک کنم، خاکش را   گر میسر شودم روی صفاهان دیدن

٦ـ قصیده در مدح ظفرخان :

ایچنین هجران اگر دارد مرا در پیچ و تاب   زود خواهد خیمهٔ عمرم شدن کوته طناب
داستان حسرتم ، از زلف طولانی تراست   یک الف وارست از طومار آه من شهاب
سنبل خواب پریشان از سر بالین من   میتوان با آستین رفتن چو گل از جامه خواب
حاصلم، زین هستی موهوم، غیر از داغ نیست   آتشین تبخاله باشد گوهر بحر سراب
چشم پوشیدن ، اگر دوری نمی آرد ، چرا   از عنانش دور افتادم چو بوسیدم رکاب
شوق را، از شورش ما نیست پروائی ، که هست   نغمهٔ سیراب آتش گریهٔ تلخ کباب
کوکب بختی ، که من دارم ، عجب نبود اگر   گل فتد در دیدهٔ روزن مرا از ماهتاب
در شب یلدای بخت من ، نباید شد سفید   گر یدبیضا نماید از گل صبح آفتاب
ابر گو، خود را عبث بر تیغ مژگانم مزن   پیش چشم من سپر افگنده دریا از حباب
چرخ ، یاران موافق را جدا ، دارد زهم   دائم ، از هم دور باشد ، نقطهای انتخاب
با منافق سیرتان ، گردون مدارا میکند   نقطهای شک بهم جممند دور از انقلاب
رشتهٔ امید من ، صد دانه گردید از گره   چند خوراهی داشت ای گردون! مرا درپیچ و تاب
اینهمه فریاد من ، ای چرخ! میدانی که چیست   از فراق موکب نواب خورشید انتساب
قبلهٔ ارباب معنی ، کعبهٔ اهل نیاز   آنکه آمد از فلک او را ظفرخانی خطاب
آنکه ، رعد هیبتش ، گر بانگ بر گردون زند   در کمان ، قوس‌قزح را بشکند ، تیر شهاب
ابر جودش ، سایه گر بر روی دریا گسترد   چون صدف آبستن گوهر شود بکر حباب
در شبستانیکه ، حفظ او بر افروزد چراغ   در ته یک پیرهن ، خسپد کتان با ماهتاب
مریم ، بکر صدف را ، از سموم قهر او   آب گردد در مشیمه نطفهٔ در خوشاب
همچو گنج ، از دیدها کشتست ویرانی ، نهان   خانه بر دوش است در ایام عدل او خراب

☜ گلت پا در رکاب جلوهٔ باد خزان دارد   چو غم زور آورد بر خاطرت، یاد صفاهان کن
چند ، بی سرمهٔ مشکین سوادت ، باشم   میپرد چشم من ، ای خاک صفاهان ! مددی
خار خار وطنم نعل در آتش دارد   چشم دارم که کند شاه غریبان مددی
صائب ! از سوختگی ، گر بسرت دودی هست   مشت خاک سینه هند بایران ندهی
پوشیده چشم ، میگذرد ، از در بهشت   صائب، فتاده است بفکر دیار خویش
صایب ! از هند مجو عشرتِ صفاهان را   فیض صبح وطن ، از شام غریبان مطلب
در حریم خلد اگر با حور همزانو شود   خاطر صائب بخوبان صفاهان میکشد
چو حلقه ، بر در دل ، شوق اصفهان بزند   سرشک بر صف مژگان خونچگان بزند
چه نعمتیست که صایب ز هند بر گردد   سرای ، سرد ، ببازار اصفهان بزند
حکمت این بود ، درین سیر و سفر ، صایب را   که بجان ، تشنهٔ دیدار صفاهان گردد

عطر، مغز غنچه را، از بوی گل سازد تهی   در گلستانی که، گیرند از گل خلقش گلاب
گر شود آبستن یک قطره از بحر کفش   سینه بر دریا گذارد از گرانباری سحاب
گر نسیم حفظ او، بر روی دریا، بگذرد   موج نتواند گذشت از تیغ بر روی حباب
چون ید بیضای جودش، سر بر آرد ز آستین   خیره گردد چشم او از موجهٔ سیم مذاب
آب تیغ او، چو از جوی نیام، آید برون   تا گلوی دشمنان، جائی نه استد، از شتاب
صاحبا! در ملک‌گیری، باعث تاخیر، چیست   توسن اقبال رام و فوج نصرت در رکاب
پای بر چشمش نه و آفاق را تسخیر کن   خانهٔ زین، چشم در راه تو دارد، از رکاب
تا نگردیده است بار خاطرت، طول سخن   میکنم ختم مدیحت بر دعای مستجاب
تاز بزم و رزم، در عالم بود، نام و نشان   تا بود جوهر به تیغ و نشه در جام شراب
دوستانت را، لب پیمانه بادا بوسه گاه   دشمنانت را ز زخم تیغ بادا پیچ و تاب

۷ـ قصیده در مدح ظفرخان :

تذرو بال فشان گردد از غبار بسنت   رود بهار بگرد از گل غبار بسنت
گذشت فصل خزان شکسته رنگیها   رسید موسم رنگین نو بهار بسنت
بهار با همه سامان بی نیازی رنگ   کند گدائی رنگ، از گل عذار بسنت
چه نقشهای تماشا فریب زد بر آب   بروی خاک بماند و نو بهار بسنت
هزار رنگ متاع ملال اگر داری   بباد میدهدش یکنفس شمار بسنت
بهار دست بدست از چمن هوا گیرد   چو گل کند ز کف دستها نگار بسنت
گل ز چهرهٔ احباب میتوان چیدن   غنیمت ست چو ایام گل بهار بسنت
چه همچو برگ خزان دیده رفته از دست   رخی برنگ ده از سیر لاله زار بسنت
خمیر مایهٔ قوس قزح، شده است زمین   ز بسکه ریخت ز هر سو، گل از کنار بسنت
سواد هند که چون زاغ آمدی بنظر   شده است چون پر طاوس از بهار بسنت
شده است مرغ هوا، یکقلم چو، بوقلمون   ز بس بلند شد است از زمین غبار بسنت
درین دو روز، که طاوس رنگ، جلوه‌گر است   شکسته رنگی خود میکنم بکار بسنت
بهار را، بحنا بستدی چمن، بگذار   بس است رنگ ز می چهرهٔ غبار بسنت
ز رنگهای عجب کردهٔ بهار، آنست   چرا سپند نسوزم بروزگار بسنت
کجا بچیدن گل دست گلفروش رود   چنین که دست و دلم میرود بکار بسنت
هزار پردهٔ رنگین کشید بر رویم   شکسته رنگ مبادا گل عذار بسنت
بملک هند کنون یک گل زمینی نیست   که چهره اش نبود گل گل از نثار بسنت
چگونه مصرع رنگین ز طبع سر نه زند   که سایه بر سرم افگند شاخسار بسنت
بخاک پای گل و آشنای بلبل   که به ز روی بهار است پشت کار بسنت

چنانکه، صحبت رنگین نمی رود، از یاد
همیشه در دل من هست خار خار بسنت

چرا چو گل، نه زنی خنده، بر جهان صائب!
به بین که با که ترا یار کرده بار بسنت

بهار جود ظفرخان صبح پیشانی
که سرخرو ز گل اوست لاله زار بسنت

باینقدر که گل عارض تو اش روداد
یکی هزار شد امروز اعتبار بسنت

نهانده سودهٔ لعل و زمرد و یاقوت
بروز جشن تو از بسکه شد بکار بسنت

همیشه بزم تو، از اهل طبع، رنگین باد
میان لاله رخان هست تا شمار بسنت

۸- قصیده در مدح ظفرخان :

اقبال مند آنکه بتائید کردگار
در زیر پا نظر کند از اوج اعتبار

تعمیر آب و گل نه کند چون فرو تنان
بر گرد خود ز لشکر دلها کشد حصار

لب را بحرف خواهش، اگر آشنا کنند
غیر از رضای خلق نخواهد ز کردگار

شبها ز دلربای سخاوت بروی دست
در پهن دست سینهٔ مردم کنند شکار

کارش بود، ضعیف نوازی چو کهربا
بر خرمن کسی نشود، ابر شعله بار

سعیش همیشه صرف شود در رضای خلق
جز کار حق شتاب نورزد بهیچ کار

بال همای معدلتش سایه افگنند
نگذارد آفتاب کند رنگ گل نگار

در بزم چون نسیم سبکروح سر کنند
در رزم همچو کوه بود پایش استوار

نگذارد اقویا، بضعیفان ستم کنند
بندد زبان شعلهٔ گستاخ را نجار

چون نخل پر شگوفه خورد، سنگ اگر بفرق
با جبه کشاده چو گل زر کنند نثار

هر روز از غریب نوازی روان کنند
چندین غریب کام روا را بهر دیار

کشتی شکستهٔ اگر افتد ببخت او
چندین سفینه گوهر رحمت کند نثار

چون گل، دهد بخندهٔ رنگین جواب اگر
بر دل، چو غنچه نیش خورد، از زبان خار

قفل گرفتگی نبود بر جبین او
چون صبح خنده روی برآید بزور بار

از بادهٔ غرور نگردد سیاه مست
تا شیشه بشکند بسرش خشکی خمار

صد لعل آتشین اگر افتد بدست او
در یک نفس بباد دهد چون زر شرار

غافل ز یاد حق نشود از هجوم خلق
باشد میان بحر و زند سیر بر کنار

سرچشمهٔ خضر بود از خلق تر زبان
سد سکندری بود از عهد استوار

دنیا نیایدش بنظر با شکوه دین
سجاده مسندش بود و سبحه دستیار

یکسان بخاص و عام بتابد چو آفتاب
بر خاره سنگ لاله فشاند چو نوبهار

صائب! بگو صریح که، این گل ز باغ کیست
پیچیده چند حرف توان گفت غنچه وار

در گلشنی که، این همه گل، جوش کرده است
مصداق این صفات که باشد بروزگار

نواب خواجه بوالحسن، آن بحر بیکنار
آن رحمت مجسم و آن معنی وقار

با نیک و بد، چو آئینه صافست باطنش ننشسته است بر دل موری ازآن غبار
در طبعش، انقلاب نباشد بهیچ باب چون آب گوهر است ستاده بیک قرار
باشد نظام ملک، برای متین او بی رو نظام، پانهند درمیان کار
درچشم همتش نبود قدر سیم را آید بچشم شعله کجا خوردهٔ شرار
حیران طاق ابروی محراب طاعتست روی توجهش نبود سوی هیچ کار
یک نقطهٔ دروغ نرانده است بر ورق در دودمان خامهٔ اویست خال عار
بی باد پا نماند کس از باد دستیش شد تا گل پیاده بطرف چمن سوار
دلهای مضطرب شده را اوست چاره جوی سیماب را بدست نوازش دهد قرار
روی دلش بود بخدا هرکجا که هست معمار رو بقبله بنا کرده این دیار
قدر سخن شناس خدیو آرزوی لطف گوشی بداستان من دلشکسته دار
شش سال پیش رفت، که از اصفهان بهند افتاده است توسن عزم مرا گذار
در سایهٔ حمایت سرو ریاض تو آسوده بوده ام ز ستمهای روزگار
محسود روزگار ظفرخان که همچو او دریا دلی نشان ندهد چشم روزگار
گویا، دعای خیر پدر، درپی تو بود کایزد، ترا چنین پسری داد کامگار
هفتاد ساله والد پیر است، بنده را کز تربیت بود بمنش حق بیشمار
آورده است، جذبهٔ گستاخ شوخ من از اصفهان به آگره و لاهورش اشکبار
زان پیشتر کز آگره بمعمورهٔ دکن آید عنان گسسته تر از سیل بیقرار
این راه دور را ز سر شوق طی کند با قامت خمیده و با پیکر نزار
دارم امید رخصتی، از آستان تو ای آستانت کعبهٔ امید روزگار
مقصود چون ز آمدنش، بردن منست لب را بحرف رخصت من کن گهر نثار
با جبههٔ کشاده تر از آفتاب صبح دست دعا ببدرقهٔ راه من برار

اشعار متفرق متعلق به ظفرخان :

چسان ذکر ظفرخان را، نسازم ورد جان خود که حق عرش پروازی ببال شهرتم دارد
کرا داریم ما غیر از ظفرخان درجهان صائب نهال آرزوی ما درینجا پر برون آرد
صایب! سخن ببزم ظفرخان، چه میبری حکمت کسی بخطهٔ یونان نمیبرد
صایب! از مبداء فیاض خطابم دادند فکر من همچو ظفرخان، همه باشد بصواب
میان این همه نازک طبیعتان صایب منم که شعر ظفرخان پسند میگویم
تلاش نام کند هرکه درجهان صایب سخن ز مدح ظفرخان نیکنام کند
تا اقتدا نمودیم بر فطرت ظفرخان چون فکرهای صائب پیوسته بر صوابیم

چگونه ، جان برم از جور آسمان ، صایب | اگر نه لطف ظفرخان شود هوادارم
جوهری را که ظفرخان نبود جوهری اش | نشمارندش ارباب خرد سنجیده
صایب چو شوم گرم بتوصیف ظفرخان | از خامهٔ من بال سمندر بگریزد
با آنکه حق اوست ادا فهمی سخن | صایب بشعر همچو ظفرخان نمیرسد
خان خانان را ، ببزم و رزم ، صایب دیده ام | در سخا و در شجاعت ، چون ظفرخان تو نیست
روزگاری شد که در سلک نواسنجان اوست | نسبت صایب، بخان قدردان، امروزه نیست(۱)

● **کلیم کاشانی و ظفرخان :** کلیم کاشانی با ظفرخان ارادت قلبی و ربط صمیمی داشت ، و در کشمیر با او وابسته میبود . کلیم در اشعار ظفرخان را یاد کرده است . در غزلی که مطلع دارد :

عزت دیگر بود در دامن صحرا مرا | میگذارد هرکجا خاریست سر در پا مرا

در مقطع میگوید:

هم صفیری نیست ، خاموشم درین گلشن، کلیم | بلبل باغ ظفرخان میکند ، گویا مرا

ظفرخان کرت ثانی در کشمیر از سال ۱۰۵۳ه تا ۱۰۵۶ه بود ، وقتیکه در ۱۰۵۶ه از کشمیر عوض شده بهند شتافت ، کلیم غزلی سرود که از حیث فراوانی سوز و شدت جذبه گویا حکم مرثیه دارد . میگوید :

شکوهٔ درد ترا کی پیش درمان میکنیم | تشنه می میریم و شکر آب حیوان میکنیم
بیتو تاریکست کشمیر ، ای چراغ دیده‌ها! | ما سیه روزیم ، در شب سیر بستان میکنیم
گل اگر تا سینه درکشمیر می‌آید چه سود | ما که گل از اشک خونین در گریبان میکنیم
در کمین عیش ، از پس دیدهٔ بد ، دیده ایم | باده را، از چشم ساغرنیز پنهان میکنیم
از ظفرخان بود، این جمعیت و طرح غزل | با که دیگر ، زلف معنی را پریشان میکنیم

۱- صایب بعد از مراجعت بوطن ، رابطه با ظفرخان میداشت و نامه و پیام بین ایشان میبود . از آنجا غزلی فرستاد که شعر دارد :

دور دستانرا، به احسان یادکردن ، همت است | ورنه هر نخل ، بپای خود ثمر می افگند

ظفرخان بصلهٔ این غزل پنجهزار روپیه فرستاد .

ماجرای دیده، میگوئیم پیش سیل اشک ابلهی بین! شکوهٔ کشتی، بطوفان میکنیم
تا تو رفتی دل بفکر خویشتن افتاده است سر چو میبازیم آنگه، فکر سامان میکنیم
بادهٔ کشمیر، از بزم تو، صاحب نشه بود بیتو ما، خاطر نشان می پرستان میکنیم
داغ میماند کلیم، از لاله زار، از دست رفت هر چه دشوار است، ما بر خویش آسان میکنیم(۱)

کلیم در شاهجهان نامه نیز اشعار دربارهٔ ظفرخان دارد. این یک شعر ازآنست:

ظفرخان ز فتح و ظفر شادمان بکشمیر ازآن مملکت شد روان (۲)

● **خواجه ابوالحسن تربتی ملقب برکن السلطنة** (پدر ظفرخان): تربت، الکائی است از خراسان،(۳) قطب‌الدین حیدر (که مظهر آثار غریبه و امور عجیبه بود، و حیدریان بوی منسوب اند) از آنجاست. خواجه در عهد عرش آشیانی (۹۶۳—۱۰۱۴هـ) بخدمت وزارت شاهزاده دانیال و دیوانی دکن اختصاص داشت. چون جنت مکانی سریر آرای سلطنت شد (۱۰۱۴هـ) خواجه از دکن حضور طلب گردید. سال دوم (که آصف خان میرزا جعفر بمنصب وکالت بلند رتبگی یافت) اورا بهمراهی خود، جهت سر رشته داری،

۱- رک: تحت کلیم.

۲- فهرست بانکیپور نظم فارسی ۳ : ۱۰۴.

۳- تربت حیدری (در آستان خراسان) ۱۸۵ کلومیتر از مرکز آستان مشهد و ۹۰۰ کلومیتری از زاهدان، سر راه شوسه تجارتی جنوب خاوری کشور ایران قرار دارد. و از شش دهستان تشکیل شده به این قرار :— از شمال به بخش کدکن و بخش فریمان از شهرستان مشهد. و از خاور به بخش خواف و دهستان شهر نو، از بخش طبیات و بخش رشخوار. و از جنوب به بخش رشخوار و فیض‌آباد محولات از طرف باختر به بخش فیض‌آباد محولات و کدکن. شهر تربت حیدریه : از شهر های قدیمی است که در سال ۱۲۱۱هـ اسحاق خان قرا تاتار بامر نجفعلی خان، رئیس طایفهٔ تاتار، در جنب مقبرهٔ قطب‌الدین حیدر بنا نموده، و خندقی بدور آن کشیده. و همین سبب شد که بر نام قطب‌الدین حیدر باسم تربت حیدریه نامیده شد. و این سر راه پاکستان واقع شده است. (فرهنگ جغرافیای ایران ۹:۸۵ تا ۸۷)

درخواست(۱) . پس ازآن (که آصف خان بمهم دکن شتافت و دیوانی باعتماد الدوله باز گردید) خواجه در رکاب بادشاهی بقرب و اعتبار امتیاز یافته ، در سال هشتم سنه هزار و بیست و یک هجری (۱۰۲۱هـ) بمنصب والای میر بخشیگری افتخار اندوخت(۲) . چون اعتماد الدوله سفر گزین ملک بقا گشت (وفات۱۰۲۱هـ) خواجه را بتفویض دیوانگی کل و منصب پنجهزاری پنج هزار سوار امتیاز و اعتبار افزودند. در هنگامهٔ مهابت خان در آب بهت پیش روی عماری نورجهان بیگم ، خواجه باتفاق آصف جاهی (ابوالحسن یمین الدوله) و ارادت خان باجمعی قلیل اسپان شنا کرده و یراقها تر گشته رو بروی فوج مهابت خان آمد . ناگاه بباد شپهٔ تیر مخالف جلو مردم بیگم بی اختیار برگشت، و هر یکی از امراء بطرفی افتاد . خواجه درآن آشوب‌گاه و رواروی ناهنجار ، از اسپ جدا گشته ، بمدد ملاح کشمیری، جان بسلامت برد . و چون وکالت بآصف جاهی (ابوالحسن یمین‌الدوله) قرار یافت، در سال نوزدهم صاحب صوبگی دارالملک کابل بعهدهٔ خواجه مقرر گردید ، و بنیابت او پسرش ظفرخان از حضور دستوری یافت . و در عهد اعلیٰ حضرت بمنصب شش هزاری شش هزار سوار پایه افزای دولت خود گشت . چون شب یکشنبه بیست و هشتم صفر سنه هزار و سی و نهم (۱۰۳۹هـ) خان جهان لودی از آگره فرار نمود ، همان شب اعلیٰ حضرت خواجه را با امرای نامدار بتعاقب تعین فرمود . اگرچه بعضی امرای جلادت

۱- در تزک است:- جعفر بیگ قزوینی مخاطب به آصف خان بخدمت جلیل القدر وکالت، سوم صفر سنه یکهزار و پانزدهم هجری (۱۰۱۵هـ) چهرهٔ سعادت بر افروخت. خواجه ابوالحسن تربتی را بهمراهی خود التماس نمود ، تا سر رشتهٔ دفتر و کاغذ بنگاه دارد ، و خواجه اگرچه مرد راست و درست و کارگذار بود ، اما بترش روئی و درشت خوی اتصاف داشت (ص۱۸).

۲- جهانگیر تحت جشن هشتمین نوشته است : روز چهارشنبه یازدهم خواجه ابوالحسن را بخشی کل ساخته خلعت مرحمت نمودیم (ص ۱۲۵) .

کیش سبقت آهنگ پیش شتافته بجنگ پرداختند ، و خان جهان فرار گزیده خود را بدریای چنبل زده، درگذشت . اما خواجه آخر روز بکنار آب رسید و چون بدون کشتی نتوانست عبور نمود تا در پاس روز دیگر متوقف گشت . خان جهان بعلت این فاصلهٔ هفت پاس فرصت‌یافته خود را بملک بندیله انداخت. جگراج پسر جهجهارسنگه پناه داده اورا از ملک خود گزرانید و براهبران لشکر بادشاهی مواضعه نمود ، که پی غلط کرده براه دیگر دلالت نمایند . بنابرین خواجه با سرداران دیگر در جنگلهای انبوه بهر سمت تردد نا مفید داشته غیر از سرگردانی طرفی نبست . چون اعلیٰ حضرت بعزم استیصال خان جهان بخطه برهانپور ورود فرمود، خواجه با سائر کمکیان آمده ملازمت کرد، و باستخلاص ولایت ناسک و ترمک رخصت یافت. و پس از ضبط آن آلکا و تنخواه و جاگیر ساهو بهونسله، حسب‌الحکم بادشاهی بکمک نصیری خان (که محاصرهٔ قلعهٔ قندهار داشت) رو آورد. و از میانه راه خبر فتح شنیده برگشت . و بقصبه پاتور شیخ بابو (که پرگنه ایست از پایان گهات برار) بکنار رود آبی تنگ آب فرود آمد، میخواست ایام برشگال را در آنجا گزراند ، که ناگاه سیلابی عظیم از سرکوه رو بلشکر نهاد، مردم از تاریکی شب و شدت آب سراسیمه گشته از بیم جان بهرسو گریزان گشتند . خواجه بامرای دیگر بر اسپان بی زین سوارشده خود را ازآن مهلکه بر آورد . و قریب دو هزار کس و مجموع اسباب خواجه را با لک روپیه نقد آب برد. در سال پنجم بصوبه داری کشمیر سرفراز گشته . ازآنجا (که انتقال دولت بود) اعلیٰ حضرت بی ضرورت دوری اورا روا نداشته، ظفرخان پسرش را بنظم مهام آن ملک ، بنیابت رخصت فرمود . خواجه سال ششم سنه هزار و چهل و دو

هجری (۱۰۴۲ھ) درسن هفتاد سالگی مرحله پیمای عقبی گردید. طالب کایم تاریخ فوتش یافته :

با امیرالمؤمنین محشور باد (۱۰۴۲ھ)

خواجه مرد راست و درست کار گزار بود. لیکن بترشروئی و درشتگوئی اتصاف داشت. خلف رشیدش ظفرخان است و پسر دیگر میرزا خورشید نظر است. (مآثرالامراء۱: ۲۳۷-۲۳۹)

● **مخدومه جهان** :(مادر ظفرخان) زاهده متدین و موزون طبع بود. شعر نیز میگفته. مقبرهٔ خواجه ابوالحسن بنا کردهٔ این خاتون بود. بعد از فوت خواجه ابوالحسن یک هزار حفاظ قرآن هر روز قرآن خوانی میکردند، و خرج و خوراک، مخدومه جهان برای همه، مهیا میکرد. و حافظ حامد قاری ــ که مزارش قریب مقبرهٔ علیمردان خان ست ــ منتظم و متولی مقبره بود (۱). مدرسهٔ عالی بنا نموده بود که از ممالک همجوار نیز دانشجویان برای درس گرفتن می آمدند. و در مدارس دورهٔ مغلیه، این مدرسه، از حیث حسن و زیبائش، مهم ترین و زیبا ترین مدرسه بشمار میرفت (۲).

● **آثار ظفر خان** : هیچ از آثار ظفر خان تا کنون چاپ نشده است. مثنویات و دیوان خطی وی بقرار ذیل در کتبخانهای مختلف موجود است :

۱- مثنویات :

یک نسخه بسیار زیبا و خوشخط، کتابخانهٔ رائل ایشیاتک سوسائتی لندن دارد (۳) که دارای چند تابلوهائ هست که ظفرخان درآن با شعراءدیده

۱- مقالهٔ دکتر چغتائی.

۲- ماه نو اکتوبر ۱۹۶۲ع ص ۱۳۰.

۳- فهرست مورلی صفحه ۱۱۷ شمارهٔ مخطوطه ۲۰۳ جورنل رائل ایشیاتک سوسائتی ج ۲۴ (سنه ۱۸۹۲) شماره ۳۱۰ صفحه ۵۴۱ و مقالهٔ دکتر چغتائی، راجع به ظفرخان در نذر رحمٰن و ARIS ORIENTALIS Vol-2--1927 صفحه ۲۱۸.

میشود . بعد از تحقیق ممکن است که میتوان شناخت که کدام شعراء درآن مجلس حضور دارند . در کشمیر هم صحبتان ظفرخان ، میرزا صایب، کلیم کاشانی، محمد جان قدسی، محمد قلی سلیم تهرانی ، سالک یزدی، سالک قزوینی و رضی دانش وغیره بودند .

این نسخهٔ خطی چند عبارات دارد و ازآن ظاهر میشود که این نسخه در ملک خود ظفرخان بود و بعد او بدست پسرش عنایت خان آمد و در دست سیف خان نیز بود .

در آخر کتاب هست :

ــ بتاریخ سنه ۱۰۷۳ ھ در دارالسلطنت لاهور تحریر یافت تمت .

ــ ظفرخان بن ابوالحسن

صفحهٔ اول عبارت دارد :

ــ مثنویهای والد مرحوم و مغفور . آنجناب بتاریخ چهاردهم شهر ذی حجه هزار و هفتاد و هفت در نزهتکده عشرت آباد کشمیر بی نظیر بقید شیرازه در آورده . از جملهٔ مثنویهای مذکور نخستین مثنوی که مصور است، کار بشن داس . خان عالمی (؟) است، که نوکر والد مرحوم و مغفور بود

ــ حرره عنایت خان بن ظفرخان عفی عنه

بر صفحه دویم است :

ــ کلیات مثنویات ظفرخان مرحوم بخط اوست و چند صفحه تصویر هم دارد . در سنه ۱۰۸۹ ھ در دارالخلافه آورده شد . . . اتباع نموده شد .

ــ حرره سیف خان (۱)

۱- این عبارات از مقالهٔ دکتر چغتائی گرفته شده است . آقای دکتر نوشته اند که: سیف خان مذکور، پدر بزرگ خانم زوجه ظفرخان است . ولی این اشتباه است زیرا که سیف خان پدر ☜

۲- مثنوی هفت منزل :

شاهجهان چهار مرتبه بکشمیر رفته است و بار سوم (سنه ۱۰۵۵) وقتیکه در کشمیر مراجعت کرد و بر مقام سمگام برکنار آبشار اهرابل منزل کرد، ظفرخان حاضر شد و مثنوی ــ هفت منزل ــ که در تعریف کشمیر سروده بود، تقدیم نمود . این دو شعر ازوست :

الهی! تا بود کشمیر آباد   ز گلزار خراسانم مده یاد
بهرکس، هر چه خواهد، بی سخن ده   مرا کشمیر و بلبل را چمن ده (۱)

بزرگ خانم در سال ۱۰۴۹ھ درگذشته است . این سیف خان، سیف الدین محمود، معروف بفقیرالله پسر تربیت‌خان شاهجهانی است، که دو بار بصوبیداری کشمیر رفته بود . کرت اول از تغیر اسلام خان در سال ششم عالمگیری (سنه ۱۰۷۳) و کرت ثانی در سال دوازدهم عالمگیری (سنه ۱۰۷۹ھ) بنظامت کشمیر رسید و تا سال چهاردهم (سنه ۸۱-۱۰۸۲ھ) آنجا بود و در سال ۱۰۹۵ھ وفات یافت . (مآثرالامراء ۲: ۴۷۹)

۱- نگارستان کشمیر ص ۱۹۹ . راجع به این منزل ـ عمل صالح ـ عبارت ذیل دارد و ذکر تقدیم مثنوی ندارد :

' بیست و هشتم محرم‌الحرام سنه ۱۰۵۵ھ در بارهٔ مولا نزول اجلال واقع شد . درین تاریخ ظفرخان ناظم کشمیر بانوارهٔ شاهی و سائر تعیناتیان آنجا آمده ملازمت نمود . روز دیگر شهنشاه فلک جاه با پردگیان مشکوی دولت ، کشتی نشین شده قریب شام نزدیک بخانهٔ قاضی محمد قاسم بخشی کشمیر رسیده ، شب درسفائن گذرانیدند . بامداد غرهٔ ربیع الاول موافق نهم اردی بهشت ساحت دولت خانهٔ سپهر نشانه از پرتو ورود مسعود بادشاه، فرخنده مقدم مسیحا دم ، حسرت افزای بهشت برین گشت . موسم شگوفه و گل گذشته ، لاله و نافرمان و سوسن بآخر رسیده بود . چهار ماه بتماشای ارغوان باغیچهٔ منزل آصف صفات مرحوم ــ که بجهت بودن خان دوران مقرر شده بود ــ تشریف برده ، از تفرج آن محظوظ و مسرور گشتند. خان مذکور یک قطعه لعل گرانبها با دو مروارید ــ که قیمت همگی لک روپیه باشد ــ بعنوان پیشکش گذرانید ، و طالب‌کلیم ــ که در کشمیر بنظم مآثر دولت ابد طراز می پردازد ــ (۱)

۱- کلیم بادشاهنامه نظم میکرد که باسم شاهنامه و شهنشاه نامه هم معروف است و از این بیت شروع میشود :

بنام خدائی که از شوق جود   دو عالم عطا کرد و سائل نبود

و بر بیان فتح ظفرخان بر تبت خورد (بلتستان) درسال ۱۰۴۶ھ ختم میشود . رک: فهرست بانکیپور (نظم فارسی) ۳ : ۱۰۲

۳- مثنوی جلوهٔ ناز :

این مثنوی در کلیات احسن (نسخهٔ بانکی پور) است . در دیباچهٔ کلیات (بانکی پور) ظفرخان نوشته است: که اولین مثنوی در عمر هیژده سالگی سروده بود که صایب تاریخ او نوشت :

تاریخ شروع خواستم ا گفت خرد: نو باوهٔ زبوستان فکر احسن چید (۱۰۳۲ھ)

معلوم نیست که آن کدام مثنوی بود .

۴- مثنوی میخانهٔ ناز :

این مثنوی نیز در کلیات بانکی پور موجود است، و در شش ماه سروده شده است

۵- بیاض شعراء :

یک بیاضی در کشمیر ترتیب داده بود ، که ذکر آن در سرخوش و مآثرالامراء است . در آن بیاضی هر شاعر غزلی بخط خود نوشته بود و بر پشت آن صفحهٔ اشعار، تصویر (۱) صاحب آن اشعار بود .

آن بیاض از بین رفته است . سرخوش گوید که : یک ورق از او، پیش شاه عیان دیده بود که بر آن شبیه کلیم (کاشانی) بود . (۲)

قصیده در تهنیت مقدم مبارک بسمع اشرف رسانیده بانعام خلعت و دویست اشرفی مباهی گردید (رک : تحت کلیم) . چون رعایا و تمام مردم کشمیر از حسن سلوک ظفرخان راضی و شاکر بودند، بادشاه حق پسند یک لک روپیه بمطالبه ــ که بر ذمهٔ او بود ــ بخشیدند . . . . بیست و دوم صفاپور بسواری کشتی، از برکت قدوم و یمن مقدم مبارک، مهبط صفا و نور ابدی گشت . روز دیگر براه خشکی معاودت بدولت خانهٔ کشمیر نمود .

(عمل صالح ۲: ۲۲۷-۲۲۸)

۱- غالباً بشن داس این مجموعه را مصور کرد .

۲- کلمات الشعراء طبع مدراس ص ۷.

۶- کلیات :

۱) نسخه کلیاتش که بخط خود ظفرخان است ، در کتابخانهٔ بانکی پور بشماره ۳۲۹ مضبوط است، و در سال ۱۰۵۳ھ استنساخ شده است . از دیباچه معلوم میشود که : ظفرخان وقتیکه این دیباچه مینوشت ، پسرش عنایت‌الله بدنیا چشم کشود . و طالب‌کلیم تاریخ تکمیل این دیوان گفته است :

گلها که چید از چمن طبع ، دسته شد ۱۰۵۳ھ

قبل ازین نیز یک دیوانی ترتیب داده بود که آنرا رد کرده بجایش دیوان دیگر درست کرد ، و همان دیوان در این کلیات شامل است . کلیات به این قرار مضامین دارد :

ابتداء دیباچه : بلبل خوش الحان قلم در بستانسرای داستانسرای . . . . الخ

دیباچهٔ ثانی : حمد بیحد و سپاس بیعد مر حضرت واهب‌الصور و نگارندهٔ پیکر بشر را سزاست . . . . الخ .

ساقی نامه ترجیع بند : (ورق ۱۲ تا ۱۶)

نی نشهٔ می ، در سر من هوش خمار است نی نغمه ، بر آئینهٔ دل عیش غبار است

غزلیات : (ورق ۱۷ تا ۱۵۰)

چو گردد شرمساری در قیامت عذرخواه ما بسوزد خرمن عصیان خلق از برق آه ما

رباعیات : (رباعیات پانزده عدد از ورق ۱۵۱ تا ۱۵۴)

افسرده شد از هجر تو ، هنگامهٔ ما

مثنوی جلوهٔ ناز : (ورق ۱۵۴ تا ۱۹۵)

ازآن نامش نهادم جلوهٔ ناز که کرده جلوهٔ حسن بتان باز

دیباچهٔ دیگر : (ورق ۱۹۵ تا ۱۹۸)

صاف نوشان خمخانهٔ افلاک به نشاء حمد باده پیمای سرخوشند . . . . الخ

مثنوی میخانهٔ راز : (ورق ۱۹۸ تا ۲۲۸)

بشش ماه، این نسخه منظوم گشت بمیخانهٔ راز موسوم گشت

ترقیمه : ــ راقمه احسن‌الله بن ابوالحسن المخاطاب بظفرخان ــ

اوراق : ۲۳۰ سطر ۹ قطر : 4¼ x 2¼ 7½ x 4½ (۱)

۲) نسخهٔ دیگری از کلیاتش، مسلم یونورستی علیگر دارد (۲)

۷- دیوان :

۱) یک نسخهٔ دیوان ظفرخان در اورینتل ریسرچ لائبریری سری نگر هست، که مهر ۱۱۴۶ھ دارد و ناقص الآخر است.

۲) یک نسخهٔ دیوان کتابخانهٔ آسیای بنگال (کلکته) دارد.

۳) یک نسخهٔ دیوان کتبخانهٔ اندیا آفس دارد (اوراق ۱۲۲ شماره ۱۶۰۱ - تاریخ ۲۱ شعبان ۱۰۳۹ھ).

۴) یک نسخهٔ دیوان بادلین دارد. (۳)

۵) یک نسخهٔ دیوان در کتابخانه بانکی پور است (بشمارهٔ ۳۳۰ اوراق ۱۰۲)

۸- احسن‌الدعوات :

این کتاب در اذکار اهل بیت، تألیف ملا علی رضا حسینی است، که بنام ظفرخان موشح کرده و برای تقدیم کردن از ایران در خدمت وی رسیده بود. نسخهٔ خطی ازو در کتابخانهٔ مجلس شورای ملی تهران بشماره

۱- فهرست بانکیپور ج ۳ نظم فارسی ص ۱۱۷-۱۲۰.

۲- مقاله بر ظفرخان از دکتر چغتائی در نذر رحمن.

۳- فهرست بانکی پور ص ۱۱۷ تا ۱۲۰ ج ۳ نظم فارسی - کلکته سنه ۱۹۱۲ و فهرست دیوان هند ج ۱ ص ۸۷۸ بحواله فهرست بودلین ۲۴۱.

۱۲۱۷۷ مضبوط است (۱)

● **ظفرخان و دیدار نبیّ کریم :** گفته شده است که: ظفرخان در جوانی از امر و نواهی بی پروا بود و هرچند مذهب امامیه میداشت ولی در لهو و لعب مشغول بود و هیچ علاقه یا میل به مذهب نداشت. شبی در خواب بدیدار حضرت نبیّ کریم مشرف شد و بر دست مبارک ایشان تائب شد و از لهو و لعب دست برداشت. تاریخ این خواب گفته اند :

ظفرخان، خواب دید از بخت بیدار که بر دست رسول، آورد انابت
برای خواب خود، تاریخ میجست خرد گفت : آگهی بوده بخوابست (۲)

این واقعه بتاریخ ۲۳ جمادی‌الاول ۱۰۶۲ھ ظهور یافت(۳)

● **لختهٔ برف :** وقتیکه ظفرخان در کشمیر بود، در سال ۱۰۵۵ھ لختی برف که طول هفتاد ذرعه و عرض سی ذرعه داشت، از آسمان بزمین آمد. (در موضع بدرو پرگنه آدون) تاریخ است :

در سال هزار و پنج و پنجاه، ای یار! در گوشهٔ کاشمیر بهنگام بهار
هفتاد گزش طول و سی گز عرضش لختهٔ برفی افتاد بتشکیک میار

این تاریخ از سلیم تهرانی است که بر حاشیهٔ بیاض بخط خودش ثبت است. (۴)

● **وابستگان ظفرخان :** از دیباچهٔ دیوان ظفرخان و مصادر دیگر ظاهر است که شعراء و علماء و خطاط که به ظفرخان منسلک بودند بقرار ذیل هستند:

۱ـ دکتر چغتائی در مقالهٔ ظفرخان بحوالهٔ فهرست کتابخانهٔ مجلس ملی تهران ابن یوسف شیرازی ۳ : ۴۲ (سنه ۱۳۲۱).
۲ـ مقاله خسرو دانش از ثروت صولت ماه نو اکتوبر ۱۹۶۲ ص ۱۳۱.
۳ـ ذکر چغتائی در مقاله ظفرخان ص ۲۰۹ در نذر رحمن.
۴ـ نگارستان کشمیر ص ۲۰۰ و دکتر چغتائی بحوالهٔ تاریخ حسن.

۱- نادم گیلانی ، شهسوار بیگ. شاگرد نظیری (متوفی ۱۱۰۰ھ دفن در هارون ولایت اصفهان) (۱)
۲- رونقی همدانی ، (متوفی ۱۰۳۱ھ) (۱)
۳- صوفی همدانی (رک : نصر آبادی ۳۱۳) (۱)
۴- وارسة ، ملا وارسة چکنی ، متوفی ۱۰۷۵ھ (رک : نصرآبادی ۳۳۵) (۱)
۵- ملا رفعتی ، میرزا ابراهیم تبریزی، در کشمیر بود و در شیروان فوت شد (رک : نصر آبادی ۳۹۹) (۱)
۶- میرالهی همدانی، عمادالدین محمود متوفی ۱۰۶۳ھ (رک: نصرآبادی ۲۵۵)(۱)
۶- ملا طاهر غنی کشمیری . متوفی ۱۰۷۹ھ مدفن کشمیر .
۸- طالب کلیم . متوفی ۱۰۶۱ھ . مدفن کشمیر (۱)
۹- طالب آملی . متوفی ۱۰۳۶ھ ملک الشعرای جهانگیری (۱)
۱۰- میرزا صایب اصفهانی، محمد علی . متوفی ۱۰۸۰ھ مدفن اصفهان .
۱۱- محمد قلی سلیم تهرانی . متوفی ۱۰۵۷ھ .
۱۲- محمد جان قدسی . متوفی ۱۰۵۶ھ مدفن کشمیر . (۱)
۱۳- محمد مقیم جوهری . ولد استاد میرزا علی زرگر تبریزی ، ساکن عباس آباد : بهند آمد (نصرآبادی ۱۳۶) (۱)
۱۴- رضی دانش . متوفی ۱۰۶۵ھ .
۱۵- سالک یزدی ، ملا سالک . وفات در دکن در سدهٔ یازدهم .
۱۶- سالک قزوینی ، محمد ابراهیم بیگ . وفات در قزوین در سدهٔ یازدهم .
۱۷- میر محمد باقر علوی . (۱)

۱- رک : دیباچهٔ کلیات (نسخهٔ بانکیپور).

۱۸- حکیم ضیاء الدین یوسف، مخاطب برحمت خان پسر حکیم قطبا و برادرزادهٔ حکیم رکنای کاشی و داماد طالب آملی (اطبای عهد مغلیه ۱۲۲). (۱)
۱۹- کلیم رکن‌الدین مسعود. (۱)
۲۰- مولانا حیدر محمد خصالی خطاط. استاد ظفر خان بود. (عمل‌صالح ۱: ۴۹۳) کرت اول (۱۰۴۲ھ) بهمراهیش بکشمیر رفت. (۱)
۲۱- قاضی محمد قاسم الشهیر بقاضی زاده. (۱)
۲۲- میرزا محمد قزوینی. (۱)
۲۳- ملا علی رضا حسینی.
۲۴- سعیدای زرگر.
۲۵- ملا حسین آشوب مازندرانی، متوفی ۱۰۹۹ھ.
۲۶- بشن داس مصور معروف عهد جهانگیری و شاهجهانی.

۱۱- احقر کشمیری

● روز روشن: احقر کشمیری نبیرهٔ میرزا داراب بیگ جویا ست.

رباعی:

یا شاه نجف! نه سیم و زر میخواهم نی لعل و نه یاقوت و گهر میخواهم
خواهم که شود مدفن من، کرب و بلا از هر دو جهان، همین قدر میخواهم
(ص ۳۲)

۱۲- احمد، ملا احمد ملک الشعرا

● تاریخ کشمیر: فصیح و عالم و شاعر و ظریف و مصاحب و ندیم سلطان بود. (۲) شملهٔ دستار بر پیشانی میگذاشت. سلطان که طبع موزون

۱- رک: دیباچهٔ کلیات (نسخه بانکی پور).
۲- سلطان زین‌العابدین بد شاه، پادشاه کشمیر (۸۲۳ھ- ۸۷۴ھ) عادل و علم دوست و ادب پرور بود. ملا احمد سرخیل شعرای دربار ایشان و ملک‌الشعراء بود.

داشت(۱) ، روزی بزم آراسته بودند ، بجانب مولانا نگاه کرد و گفت .

شاخ پیشانیء ملا احمد کشمیر ، بین گر ندیدستی تو در آفاق، انسان شاخ دار

مولانا مذکور در جواب بدیه گفت :

شاخ پیشانی، خدیوا ! گرگ واری داشتم تا نیایم ، درمیان ماده گاوان ، در شمار

سلطان تحسین نمود و انعام و اکرام افزود .

وقتی مولانا را بیک گناهی از شهر بدر نموده به پکلی (هزاره) فرستادند ، مدتی در تیه حیرت سرگردان بود ، آخرالامر از پکلی این رباعی نوشته فرستاد و سلطان خوشوقت شده مولانا را باز آورد و بیش از پیش انعام و اکرام نمود . رباعی اینست :

نی ز نحوم ز مبتدا خبری نی بمنطق ز جزو و کل اثری
بر من ، این کسر و جر ، چرا رانند احمد از غیر منصرف خوانند (ص۱۰۵)

● تاریخ بدشاهی : ملا احمد بحکم سلطان زین‌العابدین — تاریخ رتنه پوران — و تاریخ راج ترنگین — را بفارسی آورد . ترجمۀ رتنه پوران را بنام — وقایع کشمیر — موسوم ساخت . مها بارت نیز (در سال ۸۴۹ھ) بفارسی ترجمه کرد .

روزی فقیری بدربار سلطان زین‌العابدین حاضر شد و کاسه‌ئی را روبروی پادشاه بکمال بی باکی گذاشت . پادشاه بسیار خشمگین شد و گفت : این کاسه بتو که داده است؟ تا گدای جواب دهد ملا احمد فی‌البدیه عرض کرد که :

ای آنکه ! ترا تاجوری داد ، سری داد در دست گدا ، کوزۀ دریوزه گری داد (۲)

این ابیات ازوست:

تا خبردار شدم ، بی خبر خویشتنم نیستم نیستم ار ، در نظر خویشتنم

۱- رک : تحت قطبی.

۲- محمد الدین فوق بحوالۀ بیاض خواجه محمد اسمٰعیل متخلص بنامی سرینگری.

شکوهٔ واقعه هائی که ازل بر ما بست	سوی افتاد ملال و گهر خویشتنم
از کوی که شد، موج خیالم، که ازآنجا	هر کاوش دل، گل بکنار است درین باغ
مرهون رگ گل شده، نالهٔ بلبل	زان سان،که صدا درپی خاراست درین باغ

علامه هدایت‌الله(۱) در تاریخ خود نوشته است که: بعد تحصیل کمالات علمی در عنفوان جوانی بکشمیر رسید. ازین ظاهر است که زاد بومش کشمیر نبوده.

ملا محمد افضل بخاری ثم کشمیری استاد ملا احمد بود و شاگرد در حیات استاد بمرتبهٔ ملک‌الشعرائی رسید.

ملا احمد در ملک‌پوره (که معروف بمزارالسلاطین است) دفن شده.
(ص ۳۹۲-۳۹۵)

● **تاریخ نظم و نثر در ایران و در زبان فارسی**: ملا احمد کشمیری، از شاعران دربار سلطان زین‌العابدین (۸۲۳-۸۷۳ھ)پادشاه کشمیر بوده و تاریخ کشمیر را از زبان کشمیری بفارسی ترجمه کرده است. (۲: ۷۹۱)

۱۳- احولی سیستانی

● **عرفات‌العاشقین**: احولی سیستانی، از نهایت فطرت، چهار مصرعه رباعی را بحساب مصرعی میبیند، و هر گلی را در باغ فکرت از چندین شاخسار میچیند. در سیستان میباشد. سوای وی، احولی دیگر هم درعرصهٔ وجود هست. بنده هر دو را دیدم. اول را در سیستان و دوم را در گجرات،

۱- در عهد نورالدین بامنیری (ناظم کشمیر۱۱۸۱-۱۱۸۲ھ) زندگانی میکرد. تاریخ کشمیر تألیف وی در پرتاب پبلک لائبریری سرینگر مضبوط است.
هدایت الله از سال ۱۱۷۵ تا ۱۲۰۶ھ شیخ الاسلامی کشمیر داشت (تاریخ بدشاهی ص ۳۹۵)

وقتی که بهند آمده بود و قصیدهٔ بجهت نظیری گفته. شعر وی چیزی بخاطر نیست.

و احولی سیستانی در ۱۰۲۴ه به هند آمده بود، او را باز در اجمیر دیدیم. دیوانش پنجهزار بیت بنظر بنده رسید. ازوست:

آنکه برگل شب نقاب از تار سنبل بسته بود   صد دل شوریده در هر چین کاکل بسته بود
شب که، مینالیدم از یاد گل رویش، بباغ   خون دل چون لاله در منقار بلبل بسته بود
آه! درد آلودم از دلهای محزون میرسم   گرد باد حسرتم، از خاک مجنون میرسم (۱)
سموم وادیم، از جلوهٔ من شعله میخیزد   نسیم گل نیم، کز طره ام بوی بهار آید
جوشد بلا ز غمزهٔ عاشق نواز او   ریزد قیامت از نگه فتنه ساز او
نازم به بی نیازی حسنی که کوته است   دست نیاز عشق، ز دامان ناز او
نه بشهرم دل کشاید نه به صحرا، در غمت   بیتو بر من شهر زندانست و صحرا آتشست
گر لبم شد آشنا باخنده، سوزم کم نشد   برق هم میخندد و چون من سراپا آتشست
من خون شهیدان، شهادتگه عشقم   تا حشر، مجالست که از جوش نشینم(۱)
مهر، در عهدت چنان گم شد که، باور میکنم   گر کسی گوید که: با یوسف، زلیخا دشمنست(۱)
هرکه تخمی کشت، زین بستان بری خورد، احولی   آفت گردون، همین با مزرع ما دشمنست
عقل ترسد ز نگاه تو، چو طفلی که بود   گرم بازی، و برو دیدهٔ استاد فتد
صبح عیدی گذراندم بیتو   که بروزم شب ماتم بگریست
کار، چون با دم تیغ تو، فتاد   زخم زد خنده و مرهم بگریست
نازم ای حسن! بفیض تو که گر مورچه   در ره عشق تو بنشست، سلیمان برخواست
صدای بال جبریل، آیدم در گوش دل، گویی   جواب نامه ام بر بال مرغ نامه بر بسته
بعصیان غرقه ام، تسبیح چون در گردن اندازم   باین آلودگی زنار نتوان بر میان بستن
سر برزده از تنگی دل شعلهٔ آهم   همچون پر بلبل، ز شگاف قفسی تنگ
کرد احولی، از خوردن می توبه، وگل گفت: می را چه گنه! ظرف تو افتاده بسی تنگ
فلک برعشه در آید، چو آه سر دهم از دل   چو گرد باد بجنبد ز جا گیاه بلرزد
بسکه رفتم راه عشقت، پایم از رفتار ماند   جیب جان، از بس که کردم چاک، دست از کار ماند
در تماشای مه رویت، دهان آفتاب   باز، چون چشم کلیم، از حسرت دیدار ماند

۱- روز روشن دارد.

و این ابیات از جلال سیستانی پدر احولی است:

دلی دارم، که غیر از مهر ورزیدن، نمیداند | کشد هر چند آزار از تو، رنجیدن نمیداند
سراپا زخم کاری خوردهٔ شمشیر بیدادم | بنازم توت دل را که نالیدن نمیداند
چنان محوست، چشم خون فشان، بر روی زیبایت | که هنگام طپیدن لذت دیدن نمیداند

(دانشمند عزیز آقای گلچین معانی در میخانه ص ۹۰۹)

● **تذکرهٔ میخانه** : احولی سیستانی، مولد این مداح خاندان مصطفی و ماوای این ستایندهٔ دودمان آل عبا، از ولایت نیمروز است. در آن دیار بسن رشد و تمیز رسیده. از قدرت یزدانی بی واسطه دیدهٔ ظاهری، صفای باطن بهمرسانیده، چنانچه بی نوشتن، خط بهم رسانده، سواد تحقیق بغایت کرده شعر میگوید. آنچه از طبیعت او وارد شده و میشود، همه در نعت سیدالمرسلین و منقبت امیرالمؤمنین است.

در سنه ست و عشرین و الف (۱۰۲۶ھ)مؤلف این تألیف را با احولی در بلدهٔ دلپذیر کشمیر ملاقات واقع شد در ملازمت خلف ارشد میرزا یوسف خان، صفدرخان بسر میبرد. و دران ایام عمرش بپنجاه رسیده بود و دران سن بغایت پیر و نحیف شده. باوجود آن ضعف و شکستگی از ایزد سبحان غافل نمیگردید. و آنچه بعد از فراغ حق پرستی ازو سرمیزد، همه در مدح حضرات رفیع الدرجات آئمهٔ معصومین ــ رضوان‌الله‌علیهم اجمعین ــ بود. ترجیعی بروش ساقی نامه منظوم ساخته در هر بندآن گریز بمدح جناب ولایت پناه زده. مسود این اوراق پریشان، چند بیت از ترجیع آن مداح خاندان نبوی، که مناسب بسیاق این مجموعه دانسته، بر بیاض برد. امید که پسند خاطر ارباب فهم و اصحاب ذکاء گردد، منتخب آن این است:

ساقی! بده آن باده، که غارتگر هوشست | چون عشق، کلید در دلهای خموشست
آن آتش گلفام، که در چشم صراحی | چون خون بدل اهل محبت، همه جوشست

بشکن قدح ای واعظ! و بشنو صفت می
خواهم می، غم کاه طرب زای، ولیکن!
نی شیرهٔ انگور و نه ته جرعهٔ منصور
زان باده که، جامش بکف ساقی کوثر
ساقی! بشکن جام که ما، دوست پرستیم!
ساقی! بده آن می که، جگرگوشهٔ نور است
آن زیبق بگداخته، بر آتش دل، ریز
از قاف قدح، در شکم پیر فلک، ریز
بشکستن جام می و افسردن مستان
گر خون چکد، از چشم گل و دیدهٔ بلبل
جوشیده نوائی ز زمین دل شیشه
از جام که، هدهد ز میش، گرم طرب ساخت
آن می که، دهد جلوه در آئینهٔ جامم
شاها! می یکرنگی آل تو، مرا بس
ساقی! بشکن جام که ما، دوست پرستیم!

از بربط نالان، که هم آواز سروشست
زان می که، نه خاصیت او آفت هوشست
آن باده که، یک قطره ازآن چشمهٔ نوشست
چون ابر کرم، خنده زن و جلوه فروشست
از جام می مهر علی، واله و مستیم!
آن آب که، درد قدحش، آتش طور است
یعنی بزن اکسیر، مس فطرت ما را
تا همچو قدت، راست کند [پشت دوتا را]
کی درد کند زاهد افسرده لسوا را
دامان مژه، تر نشود باد صبا را
کآهنگ سما، فطرت ارض است شما را
هنگامهٔ، بلقیس و سلیمان و سبا را
خورشید نجف، کهف امم، شمع هدا را
بر سنگ زدم، ساغر تزویر و ریا را
از جام، می مهر علی، واله و مستیم!
(ص ۹۰۹)

● روز روشن : احولی سیستانی . در سلطنت اکبر پادشاه (۹۶۳-۱۰۱۴ھ) بهند رسیده، آزادانه زندگانی مینمود :

جیحون، برودخانهٔ چشمم، شنا کند — طوفان، بموج گریهٔ من، اقتداء کند
دادیم بهم صلح شب جمع و می را — چون عید، کنون در پی دفعی رمضانم

(پنج بیت دیگر دارد که تحت عرفات ثبت شده ص ۳۶)

۱۴- ازلی، ملا مهدی ولی کشمیری

● المغنم البارد : نواب صدیق حسن خان در جنگ اشعار، رباعی ذیل را ثبت کرده است . از شرح حال وی هیچ اطلاعی بدست نیست :

در روح، همی غوطه زند گفتارت — در ناز، همین شنا کند رفتارت

در زم زم اشک، غسل ناکرده گنـاه ننهـد قـدمی بـکـعـبهٔ دیـدارت
(ص ۱۶۲)

۱۵- اظهر، میر اظهر خان بخاری

● **روز روشن** : میر اظهرخان بخاری، از منصب داران عهد عالمگیریست که در سلطنت فرخ سیر پادشاه (۲۴-۱۰۳۱ه) شهید، بدیوانی کابل و پس بدیوانی کشمیر رسید :

خوش نمی آید بچشم هیچ مـصر و منزلی تـا بنای خانـهٔ زنجیـر شـد برپا مرا
کله بفرق و کمر بر میان و پرده ز رخ برای بردن دلها، شکست و بست وکشاد
(ص ۵۲)

۱۶- مولانا اظهری (۱)

● **ریاض‌الشعرا** : از شعرای عهد جهانگیر پادشاه(۱۲- ۱۰۳۷ه) بود . بامظهری کشمیری پیوند خویشی داشته . و مظهری با آنکه مربی اظهری است، مشاعرات و مباحثات با یکدیگر دارند . ازآن جمله روزی، اظهری بمظهری میگوید که: تو مظهری تخلص داری و مظهری محمل اظهر یست! مظهری میگوید : آری اگرچه مظهری محمل اظهری است لیکن مستعمل مظهر یست . و یر است :

مرا بسینه، ز عشقت هزار پاره، دلست که چون لباس گدایان هزار پیوند است (۲)
غم تو، مرحلـه پیمای و میر منزل بود بهر زمین که رسیدم، بهر کجا رفتم (۲)
گر به بت خانه خرامی، ز خرامیدن تو بت شود برهمن از بهر پرستیدن تو (۳)
هم چراغ دیرم و هم شمع کنج خانقاه عاشق یکرنگم و از کفر و ایمان فارغم
از دشمنان برند شکایت، بپیش دوست چون دوست دشمن است، شکایت کجا برم (۳)

۱- نسخه ریاض‌الشعراء بسیار مغلوط است تخلصش اظهری باط نوشته شده است صحیح اظهری است.
۲- مجمع‌النفائس دارد.
۳- مجمع النفائس و صبح گلشن دارد.

درین اشعار ـــ که خواهد آمد ـــ نیز صایب مرحوم بنام اظهری نام شاعری نوشته. معلوم نشد که از همین اظهریست یا از اظهری دیگر. و آن این است:

در مانده ام ز خویش و ز تدبیر عاجزم ... چون گنگ خواب دیده ز تقریر عاجزم
خواه با اظهری و خواه به بیگانه نشین ... من همی شرم ترا بر تو نگهبان کردم (۱)
در دین نبی، هر که حقائق دان است ... بر آل و بر اصحاب تحیت خوان است
هستند چو چار یار چون چار کتاب ... زآن چار، علی مشابه قرآن است
(خطی)

● **مجمع النفائس**: سراج الدین(۲) اظهری، از معاصرین تقی اوحدی است، چنانکه گفته که: با ملا مظهری خویشی دارد و همه روز مابین ایشان مباحثات و منازعات می افتاد. مظهری در گذشت و او هنوز زنده است، در کشمیر و الکای هند سائر و دائر. اگرچه او تتبع مظهری کردی با او گفتی که: تو محمل منی! چه مظهری محمل اظهری است! و مظهری در جواب گفتی که: تو مستعمل منی! ازو است:

منه بر بختی (۳) حرص، آنقدرها بار خرسندی! ... که نقل حمل بیرون آورد از سینه کوهانش

رباعی:

ای دل! چو بود عارضی، این عمر عزیز ... زنهار که حرفش مکن الا بدو چیز
یا بهر نگاری که پسندیده بود ... یا صحبت یاری که بود اهل تمیز
خواه با اظهری و خواه به بیگانه نشین ... من همین شرم ترا با تو نگهبان کردم

در کلمات الشعراء مسطور است که: ملا اظهری که نابینا بود، اتفاقاً با ملا

۱- مجمع النفائس تذکرهٔ حسینی و صبح گلشن دارد.
۲- در نام اختلاف است در صبح گلشن حیدر علی ثبت است.
۳- بختی شتر قوی هیکل، دو کوهانه، تنومند، سرخ رنگ، از نواحی خراسان پیدا میشود (عمید).

شیدا ملاقات می کند و همین بیت را می خواند . شیدا که شیاطین‌الانس بود ، از راه شوخی ، مثل هندی ، در برابرش میگوید ، که ترجمه اش در فارسی این است که : زن نابینا را خدا حافظ است(۱) . و در بیاضی ، که بخط میرزا صایب است ، بیت مذکور بنام مظهری مرقوم است . اول اقوی است . (ص ۹ - ب)

● **تذکرهٔ حسینی** : اظهری ، وی اعمی بود و ملا شیدا در کلامش دخل مینموده . لهذا در مجمعی که وی میبود از اشعار خود نمیخواند . روزی در مجمعی سخن فهمان جمع آمده بودند ، اظهری را تکلیف نمودند که از منظومات خود بخواند ، گفت: زرد گوشی در اینجا حاضر نیست! گفتند: همه مخلصان شمایند ! اظهری غزلی برخواند که مطلعش این است :

دیده را بر رخ زیبای تو حیران کردم — عشق داند که باین دیده چه احسان کردم (۲)

چون به مقطعش که این است ، مقطع :

خواه با اظهری و خواه به بیگانه نشین — من همین شرم ترا بر تو نگهبان کردم

رسید ، شیدا گفت: مخدوم گفته اید ، مثل هندست ـــ زن نابینا را خدا نگهبان! . زرد گوش قلبتان را گویند . (ص ۴۱)

● **صحف ابراهیم** : اظهری ، اسمش سراج‌الدین (۳) است . بعضی او را از ایران و جمعی از کشمیر دانسته اند . بهر تقدیر از خویشان مظهری کشمیری و شعرای عهد جهانگیر است . و در شاعری با مظهری و شیدای هندی معارضه داشت . (ص ۷۰ ب)

۱- سندی نیز این ضرب المثل دارد : ـــ انڌي جي جوءِ اله جي امان !

۲- صبح گلشن دارد.

۳- نسخه آلمانی سریع‌الدین دارد . ممکن است این سهو کتابت باشد . نامش سراج‌الدین است .

● **صبح گلشن** : اظهری نابینا، نامش حیدر علی ست . از خویشان ملا مظهری کشمیری و میان هر دو اتحاد دلی . پدرش از موصل بهند رسید . اظهری از وی در دهلی سر بعرصهٔ ظهور کشید، و در عهد اکبری (۹۶۳ھ - ۱۰۱۴ھ) و جهانگیری (۱۰۱۴ - ۱۰۳۷ھ) بعیش و تنعم گذرانید . وی با ملا مظهری و ملا شیدا با وی شوخیها کردی و بمطایبهٔ همدگر، ارباب صحبت را بخنده آوردی . روزی اظهری با مظهری گفت که : تو محمل منی ! وی جواب داد که : تو محمل مستعمل منی ! و یکبار اظهری در مشاعره غزل طرح میخواند ، چون بمقطع رسید :

خواه با اظهری . . . . الخ

ملا شیدا گفت : راست گفتی ! خدا حافظ زن نابینا ! دهان یاران رنگین آشنای قهقهه گردید و اظهری خجلت کشید . سال انتقالش، ازین دار ناپائدار سوی دارالقرار ، یکهزار و چهل و چهار (۱۰۴۴ھ) است .

(چهار شعر دارد ص ۳۷)

۱۷- اعجاز ، محمد اعجاز

● **ادبی دنیا** : از کشمیر است و معاصر ملا طاهر غنی (م۱۰۷۹ھ) . از گجرات و دکن تا شیراز و اصفهان شهرت داشت . این مطلع از وی مشهور است :

کشیده ام ز جنون ساغری ، که هوش نماند　　دگر معامله با پیر میفروش نماند

وقتیکه ظفر خان در کشمیر بود و میرزا صایب هم آنجا تشریف داشت محمد اعجاز همراه پدر بحضور ایشان میرسیدی ، و میرزا صایب ویرا بسیار دوست میداشت . این دو شعر ازوست :

در پریشان حالی آخر ، کار من صورت گرفت　　بسکه مو آمد بکلکم خامهٔ تصویر شد
در نامهٔ زمانه ، بجز جنگ ، حرف نیست　　گویا که ، از سیاهی لشکر نوشته اند

(ص ۱۳۶.)

۱۸- اعظم، خواجه دیده مری

● **تذکرهٔ علمای هند** : خواجه محمد اعظم دومری (؟) ابن خیرالزمان کشمیری مجددی . از علمای نامدار و مشائخ کبار کشمیر بود . از ملا عبدالله شهید و مراد بیگ و کامل بیگ و میر هاشم وغیرهم (۱) کسب علوم کرده و دست ارادت بدست شیخ محمد مراد مجددی داده . در شعر گوئی و تاریخ نویسی مهارت کامل داشت . ـ تاریخ اعظمی معروف بتواریخ دومری ـ در حالات پادشاهان و مشائخ و علماء و شعرای کشمیر، در سال یازده صد و چهل و هشت هجری (۱۱۴۸ه) تألیف نمود . ـ واقعات کشمیر ـ (۲) نام تاریخی آن کتاب است . و نیز کتاب ـ فیض مراد (درحالات و مقالات پیر خود) ـ و ـ فوائدالمشائخ (در بیان فقر) و ـ رسالهٔ اثبات الجهر ـ و ـ تجربة الطالبین ـ و ـ اشجارخلد ـ و ـ ثمرات الاشجار ـ و ـ شرح کبریت احمر ـ ازو یادگار اند. در سن یازده صد و هشتاد و پنج هجری (۱۱۸۵ه) رحلت فرمود . (ص ۱۸۰)

● **تاریخ اعظمی** : محمد اعظم شعر نیز میگفت . در تاریخ خود جابجا اشعار دارد و در تاریخ گوئی درکی بسیار داشت . ازوست :

۱- در ادبی دنیا است که: اعظم در شعر شاگرد محمد رضا مشتاق کشمیری بوده (کشمیر نمبر ص ۲۳۸) و خود گوید که : اصلاح سخن از میرزا نورالدین شارق گرفته است (تاریخ اعظمی ۲۲۸).

۲- در دیباچهٔ کتاب این تاریخ گفته است :

پر مخزن فیض است برات کشمیر   تا دور جهان ، باد ثبات کشمیر
شد سال شروع ، واردات کشمیر   بـا نـام کتاب : واقـعات کشمیر

۱۱۴۸ ه

تاریخ ـ واقعات کشمیر ـ در موارد التواریخ (ص ۵۰۰) نیز ثبت است .

۱۱۴۸ ه

(۱) همین چار تن نائب سرورند — همین چار تن خاص پیغمبراند
همین چار تن والی ملک دین — همین چار تن خلق را رهبراند
شده از حسد چشم اغیار کور — که این چار تن عین یک دیگراند
(ص ۵)

(۲) چون کسی تا حال تاریخ آنحضرت (شیخ‌الانام شاه بلبل متوفی ۷۲۷ھ) بقلم نیاورده . وقت تحریر این احوال حضرت بابا (۱) تاریخ وصال آن جناب در خاطر این احقر — که از پرورده‌های جوار ایشانست — بجهت سعادت خود توسلاً و تشفعاً بقلم آورد :

سال تاریخ وصل حضرت شاه — بلبل قدس گفت : خاص اله (ص ۳۱)
۷۲۷ھ

(۳) اعظم خان در اوائل سال ۱۱۳۶ھ بکشمیر رسید .... از واقعاتی که درعهد او در کشمیر رو داد یکی .... و دوم که — سخت تر از همه است — وقوع قحط عظیم در کشمیر است . هر چند آغاز آن در نیابت ابوالبرکات (۲) خان شده بود، و لیکن در عهد اعظم خان قحطی بکمال رسید که، از قرون سابقه هم مثل آن بوقوع نیامده است . بهشت روپیه خرواری شالی بدست نمی آمد، برنج حکم طلا گرفت . مردم بسبب گرسنگی فوج در فوج هلاک شدند . راقم این نسخه ، مثنوی طولانی — محتوی بر حالت آن — نوشته بود . چند بیت ازآن مناسب حال مرقوم میشود :

مثنوی قحطیه

ز بس در اضطرارند ، اهل کشمیر — غم خود هم نخورده هیچ کس سیر

۱- بامر مرشد از دکهن در سال سنه ۷۲۵ھ بکشمیر وارد شد و خانقاهی بر کنار دریا بنا نهاد و این اولین خانقاهیست که در کشمیر بنا یافته است . محلهٔ که درو مدفن ایشان است به بلبل نگر معروف است . (ص ۳۰)

۲- نواب ابوالبرکات صوفی رک : تذکرهٔ شعرای کشمیر محمد اصلح شماره (۱۵۵) چاپ بنده .

ز سوز جوع از بس آتش افروخت
بیاد دانه پختن اشتها سوخت

چو چشم مردمان از قحط برگشت
گرفته انقلاب از شهر تا دشت

نشان غله پیدا نیست یکسر
بغیر از حسن گندم گون دلبر

ترقی منحصر دانند مردم
در افزونی نرخ و کال گندم

تنور آسا، شکمها گشته بریان
بسوز آرزوی یک لب نان

بجز ماهی، که دل فارغ زغم داشت
میسر نان آبی از درم داشت

ز ماکولات حاصل غصه خوردن
بهای مشت شالی جان سپردن

ز انبار کسی، گر دانه چیند
پی یک کال صد دشنام بیند

اگر جای، ظهوری کرد مهمان
نمکدانش بود از شور و افغان

جهان، پامال سرچنگ جفا شد
ز قحط آب و دانه، کربلا شد

ز پا افتادگان سست حالی
همه سرچنگ خوار مشت شالی

بیاد کال ارزن محو خاکنند
برای جو، چو گندم سینه چاکند

جو و گندم اگر پیش کسی هست
چو شانه بر نمیدارند از دست

شده هر فرقه غرق بحر تشویش
نخورده بهره غیر از حسرت خویش

خلائق بر سر دریا و بازار
چو مور دانه جو خوار و لکد خوار

چو مار گنج، قوت هر که و مه
بغیر از خاک نیست، از شهر تا ده

سپاهی بسکه داده تن بمردن
غنیمت میشمارد زخم خوردن

هزاران بیت شاعر میسراید
ز بیت المال، یک پشمش نیاید

تسلی میدهد مادر، پی خواب
بطفل خویشتن از شیر مهتاب

نویسد کاتب از بهر تسلی
برنجی یافت اصطرلاب خود را

بحسرت گفت خرادی: بخاتون
نمانده در کفم جز چمچهٔ خون

طبیب از دیدن اهل مرض سیر
ز جستن همچو نبض مرده جاگیر

مکرر نسخهای نان و حلوا
منجم نفس را داده تسلی

نیاید چون بکار قوت زرها
برنج و جو، ازآن به در نظرها

غذای اهل سودا غصه خوردن
محالست از تجارت سود بردن

همه افتاد در فکر محالند
ز شب تا روز محو این خیالند

کمیت فکر هر سو، میدواند
بغیر از سنبله برخی نداند

شده رمال انکیس (؟) مجسم
مکدر ز اجتماع فاقه و غم

طریق قبض و داخل، رفت از یاد
فرح در قرعه‌اش هرگز نیفتاد

گدا یابد اگر حب الملوکی
کند شاهانه با هرکس سلوکی

ز فقر و فاقه بلبل، بس نوا کرد | دگر با ریزۀ گل، اکتفا کرد
نبرده مورچه، راهی بشکر | بجز شیرین لب نو خط دلبر
(الی آخرالابیات)

بعد چند ماه آتش قهر قحط، بآب باری فضل و احسان الهی فرو نشست.
(ص ۲۳۵)

(۴) شیخ محمد مراد نقشبندی، مرید میر محمد رضای دهلوی بعد از واقعۀ مرشد بکشمیر آمد. محمد اعظم نوشته است که: فقیر بعد واقعۀ مرشد مراد، درخدمت ایشان رسیده، زیاده بر سه سال بهره اندوز نظر آن عالیشان گردیده. .... در سن هفتادو پنج در هفتم ماه شوال سنه هزار و یکصدو و سی و چهار (۱۱۳۴ھ) رحلت فرمودند .... فقیر باشاره عامل عارف کامل مولانا ابوالفتح سلمه‌الله قائم مقام آنجناب (شیخ محمد مراد نقشبندی) تاریخ وفات بدین صورت موزون کرده تاریخ:

شیخ آفاق و مراد عشاق | آنکه سرخیل ولایت بوده
بود او عین بصیرت، الحق | چشم بر غیر خدا نکشوده
آخر از وحشت کثرت یکبار | گنج سان زیر زمین آسوده
همچو خورشید ره عالم قدس | سربسر بی سر و پا پیموده
شده تاریخ وصالش مسموع | محرم راز خدا او بوده (ص۲۳۸)
۱۱۲۵ھ (؟)

(۵) احترام خان از تغیر ابوالبرکات (نائب امیر خان انجام) بنیابت کشمیر رسید .... اتفاقاً قلت غلات رو داد .... شهر آشوب طرفه بعمل‌آورد. عوام‌الناس ـ پاره‌ای باضطرار خود و قدری بتحریک اهل فساد و اغوا ـ از دست رفته، متوجه بخانهان مردم شدند .... اول روز جمعه مولانا عنایت‌الله معروف بفضیلت‌الله .... (میر عدل و داروغۀ عدالت شرعیه) و مولانا محمد اشرف (مفتی

اعظم) ... را ... از خانه بر آورده بمسجد جامع بردند، و هر دو فاضل را بشهادت رسانیدند .... هر دو فاضل از غرائب روزگار بودند .... دلهای مردم بدرد آمده و در شهر شورش عظیم شد. تاریخ شهادت هر دو بزرگوار .... راقم حروف چنین یافت :

دی بهر نثار مشهد مفتی دین | اعظم گهر اشک بحسرت میسفت
تاریخ شهادتش ز دل پرسیدم | با ــ آه زهی سعادت اشرف ــ گفت

۱۱۴۴ھ

تاریخ دیگر :

صد حیف ز افعال شیاطین سفیه | گشتند ز بس مرتکب فعل کریه
دل با سر بیداد بسال تاریخ | میگفت: زهی شهادت هر دو فقیه

ب = ۲   ۲ + ۱۱۴۲ = ۱۱۴۴ھ (ص ۲۲۳)

(۶) بر فوت ملا عبدالحکیم ساطع(۱) پسر ملا غالب این تاریخ گفت:

مهر اوج سخنوری ساطع | از صفا ذهن انورش لامع
رایت عالی فصاحت را | بود رای متین او رافع
صحبتش، وقت نکته پیرائی | بفقیر و غنی بسی نافع
از غلو فطانتش استاد | بود جویای ، او زهی طالع
بزم آرای شعر شد یک چند | آن باصناف معرفت جامع
شده مقراض موت ، آخر کار | صفحات بقاش را ، قاطع
پرد ؛ جسم ارچه فانی گشت | روح قدسش شده بحق راجع
گفت اعظم ، بسال تاریخش: | نور ایمان بمرقدش ساطع (ص ۲۵۰)

۱۱۴۴ھ

(۷) تاریخ وفات شیخ محمد مراد (۱) نقشبندی :

حیف از دهر بی وفا بگزشت | قبلهٔ عارفان حق آگاه
متحد شد ، بوحدت مطلق | آنکه بوده بملک عرفان شاه

الف = ۱

۱ـ رک : تذکرهٔ شعرای کشمیر از محمد اصلح چاپ بنده (بشماره ۱۱۰).
۲ـ این شیخ مراد، غیر از شیخ مراد نقشبندی است که بر صفحه ۸۸ ثبت شده .

چون گل سبز سر ز باغ جهان / دست بر دست رفت تا درگاه
بعد ازو ملک دل خلل بگرفت / حال ارباب شوق گشته تباه
بیدلان را ز شوق فرقت او / کرده اندر گلوست ناله و آه
گفت تاریخ وصل او اعظم / وارث کامل رسول اله

۱+۱۱۳۰=۱۱۳۱ھ

ایضاً :

از جفای سپهر غم بنیاد / سر کنم با دل حزین فریاد
چشم از سیل گریه جیحون است / دامن آسمان همه خون است
شاه دین، شیخ آسمان درگاه / مقتدای زمانه مرشد راه
اختر برج لی مع اللهی / گوهر معدن حق آگاهی
بندهٔ از قیود آزاده / نقشبندی، از این و آن ساده
علم خویش بر سپهر افراخت / رفت و احباب را ز غم بگداخت
سال تشریف او، بخلد برین / گفت دل : نقشبند ثانی دین

۱۱۳۱ھ

گوهر فکر را چو میسفتم / باز ــ شیخ المکملین ــ گفتم

۱۱۳۱ھ

باز در دشت فکر گردیدم / ــ آه از شیخ راه ــ بشنیدم

۱۱۳۰ھ (۱)

ایضاً :

شد قیامت آشکارا دور نیست / ماتم درویش سلطان همت است
سال تاریخ وصال است آن امام / گفت هاتف : او مراد وحدت است

۱۱۳۱ھ

ایضاً :

در خیال سال وصل مرشد عالی جناب / کرد دل در چار مصرع هشت تاریخ انتخاب
شیخ اهل علم و حال و خازن اسرار هو / قطب شیخان جهان، و صاحب خلعت بیاب

۱۱۳۱ھ ۱۱۳۱ھ ۱۱۳۱ھ ۱۱۳۱ھ

۱ــ شاید عدد یک از مدگرفته شد است که غلط است .

قدوهٔ اهل شریعت گفتم : و غواص دل باز بحرالفیض ، و شیخ دهر بود، آمد خطاب

۱۱۳۱ھ ۱۱۳۱ھ ۱۱۳۱ھ ۱۱۳۱ھ

(۲۲۳-۲۲۴)

(۸) تاریخ خواجه نورالدین محمد آفتاب نقشبندی ولد خواجه نظام‌الدین ابن حضرت اشرف‌الدین بن حضرت خواجه معین‌الدین . مرید و ارشاد یافتهٔ خواجه احمد یسوی است. در ۱۰۸۶ھ بجهان آمد و در ششم شعبان ۱۱۵۶ھ در سن هفتاد و دو (۷۲) سالگی فوت شد . تاریخ :

رفت آن سالار ملک معرفت در رکابش صد هزاران فوج دل
کشتی چشم جهان پر آبیست در عزایش این بود یک موج دل
اعظم ، از ذره کم، تاریخ یافت بود خواجه آفتاب اوج دل(۱)

۱+۱۱۵۵=۱۱۵۶ھ (ص ۲۶۲)

● استوری : خواجه محمد اعظم دیده مری بن خواجه خیرالزمان خان کشمیری مجددی . در حدود سال ۱۱۰۱ھ یا ۱۱۰۲ھ بدنیا چشم کشود . و شاگرد ملا عبدالله و مراد بیگ و کامل بیگ و میر هاشم وغیره بوده . و در طریقت نقشبندی مرید محمد مراد نقشبندی (متوفی ۱۱۳۴ھ) (۲) بود . و در سال ۱۱۸۵ھ (؟) وفات یافت . از آثار وی است :

(۱) فایض‌المراد در ملفوظات محمد مراد نقشبندی.
(۲) فوائدالمشائخ
(۳) رسالهٔ اثبات‌الجهر.
(۴) تجربات‌الطالبین .
(۵) اشجارخلد .

۱- عدد یک از مد آفتاب گرفته شده است .
۲- ریو ۱ : ۳۰۰.

(٦) ثمراة الاشجار.

(٧) شرح کبریت احمر (بنام وسائل الاعظم).

(٨) واقعات کشمیر. در سال ۱۱۴۸هـ آغاز کرد و در سال ۱۱۶۰هـ باختتام رسانید. و از نامش تاریخ بر میآید. بتاریخ اعظمی نیز معروف است. یک مقدمه و سه قسم و یک خاتمه دارد (۱). در لاهور بنام ــ تاریخ کشمیر اعظمی ــ در سال ۱۳۰۳هـ بچاپ رسیده است(۲). و ترجمهٔ اردو از منشی اشرف علی (دهلی کالج) بنام ــ تاریخ کشمیر ــ در دهلی بسال ۱۸۴۶ع چاپ شد. (ص۶۸۳)

● **قبر محمد اعظم:** شاد روان محمدالدین فوق در ــ تاریخ بدشاه ــ نوشته است که: محمد اعظم و پدرش خواجه خیرالزمان در احاطهٔ گورستان شیخ بهاءالدین ــ که بمزار کلان معروفست ــ مدفون هستند.

قبر خواجه محمد اعظم ویران و برباد شده است و به دیوار خانهٔ شخصی پیوسته است. همین طور قبر خواجه خیرالزمان پدرش نیز در حالت خراب و زبون است.

این همان قسمت گورستان است که خواجه خیرالزمان برای گورستان خانوادگی مخصوص کرده بود و ــ بمزار دیده مری ــ معروف است. علاوه این دو قبر، دیگر هیچ آثاری برجا نمانده است، و حالت این دو قبر

۱- **مقدمه**: در بیان احوال و صفات این شهر.
قسم اول: در حالات ارباب حکومت که پیش از دور ظهور اسلام درین ملک حکمرانی کردند.
قسم دوم: در حالات سلاطین که بعد از فروغ اسلام بسلطنت رسیدند و از کشمیر برخواستند.
قسم سوم: در ذکر سلاطین دودمان علیه چغتائیه که متصرف شهر شدند.
خاتمه: در بیان بعضی عجائب و غرائب که خاصهٔ این شهرست.

۲- چاپ اول از فقیرالله و عبدالعزیز تاجران کتب لاهور(۱۳۰۳هـ) و چاپ دوم از غلام محمد نور محمد تاجران کتب سرینگر (۱۳۵۵هـ) است.

پدر و پسر طوریکه گفته شد، نیز زبون هست .

فوت خواجه اعظم را دهم محرم ۱۱۶۹ھ نوشته‌است . (۱)

● **ضمیمهٔ تاریخ اعظمی** (۲) : شرافت پناه ریاست دستگاه خواجه محمد اعظم دیده مری ، از جملهٔ مشاهیر کشمیر بود . در محلهٔ دیده مر - از محله جات سرینگر ، پائین تر از صفا کدل ، بر لب دریای بهت - نشو و نما یافت.

نسبش با خواجه محمد اسحاق ملک‌التجار میرسد . عشیرهٔ او بخاندان دیده مرها شهرت دارد . با خاندان شیخ یعقوب صرفی گنائی ، مخدوم بابا عثمان اوچپ گنائی ، خواجه حبیب‌الله گنائی ، و بابا عبدالنبی خانقاهی تعلق قرابت پیدا کرد .

خواجه محمد اسحاق سر دایرهٔ اعیان دوران ، حاضر بخدمت بابا عثمان قادری چچه بلی شد و روحانی تربیت یافت . خواجه محمد حسین فرزندش باوجود آنکه — از علم ظاهری نا آشنا بود — مگر مشرف بخدمت خواجه عبدالرزاق کبروی فرزند خواجه ممه بزاز ، باشندهٔ محله ملچمر متصل عالی‌کدل، شده ، صدقاً و یقیناً نقش عقیدتش بر لوح سینهٔ خود نگاشت .

فرزند ارجمند او ، خواجه خیرالدین در سنه ۱۰۸۰ھ از شبستان عدم

۱- تاریخ بدشاهی ص ۵۰۷ ، فوق این کتاب را در سال ۱۹۴۴ع چاپ کرده است که برآن بیست و سه سال گذشته است . نمیدانیم درین وقت قبر محمد اعظم و پدرش به آن حال زبون هم دیده میشود یا کلیةً از بین رفته است . مصنف از ضعف گرده فوت شد و از لفظ — ضعف گرده — (۱۱۶۹ھ) تاریخ بر میآید .

۲- چاپ دوم تاریخ اعظمی که بتصحیح محمد شاه مفتی متخلص بسعادت در سال ۱۳۵۵ھ از طرف غلام‌محمد نورمحمد تاجران کتب سرینگر چاپ شده است ، ضمیمه در شرح حال محمد اعظم دارد که عیناً ثبت کرده میشود .

در بزم وجود آمد. صغیرالسن بود که لکنت زبان بحدی داشت، حتی که تکلمش بغایت متعذر می شد. بخدمت لاله بابای ریشی ساکن موضع دوکره، آمده قدری از بقیه طعامش خورد، فوراً لکنت زائل گشت. در بدایت شعور نسبت آگاهی پیدا کرد، کتب بسیار دیده، ذایقهٔ علوم چشیده بمقام ارجمند رسید. بر دوکان تجارت پشمینه فروشی نشست. محمل مسافرت بر بست، سیر و سیاحت بحر و بر کرد، خود را در دارالحکومت بلدهٔ دهلی رسانید، جبین حاضر باشی، در دربار دُرربار اورنگ زیب عالمگیر شده، مالید. عالمگیر شاه، حذاقت و لطافت طبیعت و سلیقهٔ دیانت داری او دیده، خصوصیت دربار داری بخشیده مورد عنایات بیغایات گردانید. خیرالزمان خان خطاب مستطابش داد. آمدنی چند دهات بطور جاگیر بوی سپرد. چون تشریف بکشمیر واپس آورد، جهت ادای شکریهٔ این عنایت الهی، که بواسطهٔ ظل سبحانی رسید، مسجدی مضبوط مشتمل برحمام گرم، متصل دولت خانهٔ خود، بمقام ملک یار من محلات فتح‌کدل، تعمیر کنانید. همواره بصحبت فیض درجت لاله بابو همدانی ساکن موضع پانپوره سعادت باطنی و روحانی اندوخت. در حالت حیات خود، احاطه مزار وسیع در حدود قبرستان مله کواه بمقام واله گری محله، بیرون مقبره متبرکه قطب‌العالم شیخ بهاء الدین گنج بخش، آراست. در سنه ۱۱۶۵ھ وفات یافت. در همان مزار پر انوار که الحال بمزار دیده مرها مشهور است، مدفون شد. تاریخ وفات بر اوح مزارش منقول است:

چو خان ملک خوی هفتاد و شش سال — شده مظهر وصل حق، بی تناهی
به خلقش، مزین ریاض بهشت است — بذاتش مروت خراسان کماهی
معینش بود، حضرت پاک عزت — شفیعش بمحشر، رسالت پناهی
رقم کرد اعظم، بسال وصالش — که: خیر الزمان محو وصل الهی

۱۱۶۵ھ

دو فرزند داشتند . یکی خواجه محمد اعظم ، دیگری خواجه نعمت‌الله .

خواجه نعمت‌الله تجارت پیشه شد و در سنه ۱۱۸۰ھ بقضا پیوست . خواجه حمیدالله فرزندش بجای پدر نشست . در محلهٔ ملک یار — بر لب دریای بهت — سکونت پذیرفت . طریقهٔ قادریه از حضور میان گل محمد کنگال و خلیفه اش صاحبزاده میان محمد رفیق کنگال فتح کدلی، اخذ کرد . محترم زیست . محمد خان و عطاء الله، دو فرزند از وی اند .

خواجه محمد اعظم در سنه ۱۱۰۳ھ بعهد اورنگزیب عالمگیر شاه — هنگامیکه ، ابو نصر خان در کشمیر آمده ، فرایض نظامت ادا میکرد — قدم در دائرهٔ وجود نهاده . صغیرالسن بود که کمر همت جهت تحصیل فضائل انسانی چست بربست . در مدرسهٔ اخوند ملا عبیدالله شهید سعید ، باشندهٔ محلهٔ بلدیمر (یکی از شاگردان اخوند ملا محسن کشو) آرمید ، سه سال گذرانید. روش مطالعه و مذاکره از دست نداد . علم و ادب و دینیات و منطق وغیرهٔ از ملا ابوالحسن کاوه داری ولد قاضی محمد فایق بخوبی آموخت . در مدرسهٔ ملا عبدالرزاق گوجواری آمد و رفت داشت ، زانوی تلمذ ته کرد . میل خاطرش بشعر گوئی افتاد . اصلاح شعر و سخن از میرزا نورالدین شارق گرفت . چراغ خاطر عاطر، از انفاس قدسیهٔ میرزا محمد رضای مشتاق ساکن نوشهره و ملا عبدالحکیم ساطع، افروخت، و منسلک در زمرهٔ شعراء شد .

جذبات شباب و خود داری در کمال خروش و بهیجان بود که، ناگاه جذبهٔ روحانی و باطنی در پیش آمده ، رجوع بحق حقیقت شناس نمود . اشتغال به تهذیب الاخلاق ورزید . از مشائخان عظام حاضر شده برخورد . در سنه ۱۱۱۹ھ وقتیکه عمر عزیزش از هفده سالگی متجاوز نبود

شرف خدمت قدوةالسالکین شیخ محمد مراد تنگ، فرزند ملک محمد طاهر نقشبندی، دریافت و نسبت عزیزان حاصل کرد. منازل سلوک بانجام رسانید و مطابق بمشاغل حضرات مجددی شغل گرفت. خلعت ارشاد در بر نمود. مدت دوازده سال در سلک ملازمتش منخرط ماند. عرصهٔ پنجماه در صحبت میرزا اکمل‌الدین محمد کامل بیگ خان بدخشی بسر برده. نه سال بملازمت شیخ محمد مراد متو گذرانیده می عرفان چشید. در سال ۱۱۲۳ھ بحضور سیادت پناه قاضی دولت شاه بخاری یسوی خرامید و دامن از غبار خود پرستی برچید. در سال ۱۱۳۰ھ پایهٔ بلند از جناب سید میر محمد هاشم قادری گوجواری ــ که مدفنش در مقام باچه دروازه متصل قلعهٔ شاهی در عین باغات سرکاری واقع است ــ دریافت، مقام ارجمند از معارف لطایف ربانی حاصل نمود. در سنه ۱۱۳۲ھ احرام بملاقات حاجی عبیدالله بلخی بر بست نکات سلوک و رموز تصوف ازو شنید. در سنه ۱۱۳۸ھ اتفاق ملاقات با خلیفه عبیدالله بخاری فاروقی افتاد، مورد الطاف روحانی شد. در حلقهٔ صحبت بابا قاثم بچهواری و مخدوم العرفاء شیخ محمد علی رضا دهلوی سرهندی و عبدالرحیم قادری زینه کدلی و شیخ عبداللطیف کهوسه و خواجه محمد زاهد بلخی وغیره در آمده، قوت روحانی بهم رسانید. باوجود تعلقات دنیا در جود و سخا و صدق و صفا بی همتا بود و طبعی موزون داشت. در نظم و نثر درهای بی بها میسفت و اشعار آبدار میگفت. تصنیفات او بر صفحهٔ روزگار یادگار اند. عجب تر آنکه سال تصنیف هر کتاب از نام او، راست بر آورد. در سنه ۱۱۳۵ھ ــ فیض مراد ــ در حالات شیخ محمد مراد تنگ بضبط تحریر آورد که مشتملست بر هفتاد و پنج تاریخ موزون، منشور عربی و فارسی با نقطه و بی نقطه. درینجا بریک تاریخ رحلت ازو اکتفا رفت:

گفت تاریخ وصل او، اعظم وارث کامل رسول الله
۱۱۳۰ھ (؟)

شیخ محمد رضا دهلوی در ینجا آمده ، اشاعت طریقهٔ شریفهٔ مجددیه کرد که در ـ رسالهٔ فوایدالرضا ـ مصنفه خواجه‌محمد اعظم، صورت ضبط و ربط گرفت. ـ فوایدالرضا ـ نام و تاریخ (۱۰۳۲ھ) اوست. در ۱۱۳۵ھ خلیفهٔ عبیدالله بخاری فاروقی، فرزند شیخ محمد الیاس فاروقی عمری، چون رحلت نمود ـ رسالهٔ فراقنامه ـ را بر نام او ترتیب داد. چند مرثیه های درد آمیز و ترکیب بند سپرد بقلم کرد. ازانجمله این ترکیب بند پسند تر آمد :

یا شاه نقشبند ببین! حال زار ما	رحمی بکن ، بحالت پر اضطرار ما
ما را مگر فراق جمال تو نبود	کن عقدهٔ دگر، زده گردون، بکار ما (؟)
شد غرق خون ز اشک روان ز بحر دل	هست استخوان سینهٔ ما آبشار ما (؟)
گر نه بمن حمایت آن مقتدا رسد	در چنگ نفس دون، چه بود اقتدار ما
بادا بیمن جاذبهٔ زائران تو	ریگ روان براه تو مشت غبار ما
اعظم خموش باش که‌خوش گفت، هر که گفت :	با اختیار حق، چه بود اختیار ما

در سنه ۱۱۳۶ھ ـ قواعدالمشائخ ـ بجمع آورد ، و نشان از آداب پیری مریدی داد. رساله ـ اثبات‌الجهر ـ (۱۱۴۳ھ) متضمن بر بسط دلائل و فوائد ذکر جهر مطابق طریقهٔ یسویه مرتب‌گذرانید. تصنیف او در ۱۱۴۳ھ دست بهم‌داد. در سنه ۱۱۴۳ھ ـ تجربة‌الطالبین ـ تصنیف کرد. ـ اشجارخلد ـ در ۱۱۳۹ھ بسلک ترتیب آورد ، که نام او بر تاریخ تصنیف وی اطلاع می دهد. ـ ثمرة‌الاشجار ـ در سنه ۱۱۴۰ھ بضبط تحریر آورد. ـ کبریت احمر ـ مجموعهٔ محبوب سبحانی جناب عبدالقادرجیلانی را ببسط هرچه تمامتر فارسی شرح کرده است ـ وسائل‌الاعظم ـ (۱۱۴۹ھ) نام و تاریخ تصنیف او پسندید. در سنه ۱۱۴۸ھ دست در تحریر ـ واقعات کشمیر ـ یعنی تاریخ اعظمی داد. عرصهٔ ده سال ، بوجه آنکه عوارض جسمانی درمیان آمدند ، منقضی شده و در ۱۱۵۹ھ اتفاق اختتام آن افتاد. تاریخ افتتاح و اختتام بدین نمط مذکور شد :

شد سال شروع ، واردات کشمیر با نام کتاب: واقعات کشمیر
۱۱۲۸ھ

ایضاً :

اگر پرسند، تاریخش چسان یافت بگو: ترتیب ابوالجنان یافت
۱۱۵۹ھ

قصائد، غزلیات، قطعات تاریخ و مناقب اولیاء که از حد مقبول اند و شاهد کمالات عالیات او دارند. میر کمال‌الدین اندرابی از سادات ملارته و شیخ محمود تاره بلی خلف‌الصدق آخوند ملا رحمت‌الله مدرس تاره بلی وغیره از نظر یافتگان وی اند. در سنه ۱۱۷۹ھ دهم محرم وفات یافت. درمزار دیده مرها همدوش والد خود مدفون شد. مولانا علامه هدایت‌الله مفتی ولد مولوی کرم‌الله متو در ـ تکملة التواریخ ـ مینگارد که: خواجه محمد اعظم از مدت مدید بعلت ضعف گرده بیمار شد. هنگام نزع رسید، شخصی بعیادتش آمد. از حکیم پرسید که: خواجه چه علت دارد! حکیم گفت: ضعف گرده! خواجه فرمود: همین لفظ بشمارید که تاریخ وفات من است:

اگر پرسند ، اعظم از چه مرده بگو سال وفاتش: ضعف گرده
۱۱۷۹ھ

خدایش بیآمرزد. (ص ۲۹۱ تا ۲۹۴)

۱۹ـ اقبال، علامه محمد اقبال لاهوری

اجداد وی از برهمن زادگان کشمیر بودند، خود گوید :

برهمن‌زاده‌ای رمز آشنای روم و تبریز است

نیز گوید :

تنم گلی ز خیابان جنت کشمیر دل از حریم حجاز و نوا ز شیراز است

بتاریخ ۹ نومبر ۱۸۷۷م در سیالکوت چشم بدنیا کشود و در ۲۱ آوریل ۱۹۳۸م در لاهور از جهان فانی رخت بربست . مدفنش در صحن مسجد پادشاهی لاهور ، مرجع خلائق عالم هست .

مرحوم اقبال آرزو داشت که: تذکرهٔ شعرای کشمیر باید که بهمت کسی تألیف گردد . (۱) متن تذکرهٔ شعرای کشمیر تألیف محمد اصلح که بتصحیح راقم این حروف چاپ شده است ، به پیروی آرزوی آن فقید بوده و این تذکرهٔ شعرای کشمیر که ــ تکملهٔ تذکرهٔ اصلح ــ آنرا باید دانست، نیز به همین سلسله ترتیب یافته است .

علامه مرحوم هرچه راجع بکشمیر فرموده است ، تبرکاً اینجا داده میشود : ازوست :

زیارت امیرکبیر حضرت سید علی همدانی و ملا طاهر غنی کشمیری

حرف رومی ، در دلم سوزی فگند — آه پنجاب! آن زمین ارجمند
از تپ یاران، تپیدم در بهشت — کهنه غم ها را خریدم، در بهشت
تا درآن گلشن صدای دردمند — از کنار حوض کوثر شد بلند

جمع کردم مشت خاشاک که سوزم خویش را
گل گمان دارد که بندم آشیان در گلستان ، (غنی)

گفت رومی: آنچه می آید، نگر — دل مده ، با آنچه بگذشت، ای پسر!
شاعر رنگین نوا طاهر غنی — فقر او ، باطن غنی ظاهر غنی
نغمهٔ میخواند ، آن مست مدام — در حضور سید والا مقام
سیدالسادات ، سالار عجم — دست او معمار تقدیر امم
تا غزالی ، درس الله هو! گرفت — ذکر و فکر از دودمان او گرفت
مرشد آن کشور مینو نظیر — میر و درویش و سلاطین را مشیر

۱ـ رک : مکتوب بنام محمدالدین فوق بتاریخ ۱۲ مارچ ۱۹۲۲م (انوار اقبال ص ۷۰)

خطه را آن شاه دریا آستین　　داد علم و صنعت و تهذیب و دین
آفرید آن مرد، ایران صغیر　　با هنرهای غریب و دلپذیر
یک نگاه او کشاید صد گره
خیز ! و تیرش را بدل راهی بده

در حضور شاه همدان

زنده رود

از تو خواهم، سر یزدان را، کلید　　طاعت از ما جست، و شیطان آفرید
زشت و ناخوش را ، چنان آراستن　　در عمل ، از ما نکوی خواستن
از تو پرسم : این فسون سازی که چه　　با قمار بد نشین بازی که چه
مشت خاک و این سپهر گرد گرد　　خود بگو! می زیبدش کاری، که کرد ؟
کار ما، افکار ما، آزار ما　　دست با دندان گزیدن، کارما

شاه همدان

بندهٔ کز خویشتن دارد خبر　　آفریند منفعت را از ضرر
بزم با دیو است، آدم را وبال　　رزم با دیو است ، آدم را جمال
خویش را ، بر اهرمن باید زدن　　تو همه تیغ، آن همه سنگ فسن
تیز تر شو، تا فتد ضرب تو ، سخت　　ورنه باشی، در دو گیتی تیره بخت

زنده رود

زیر گردون ، آدم ، آدم را خورد　　ملتی ، بر ملتی دیگر چرد
جان، ز اهل خطه سوزد، چون سپند　　خیزد ، از دل ناله های، دردمند
زیرک و دراک وخوش گل ملتی است　　در جهان، تر دستی او، آیتی است
ساغرش غلطنده ، اندر خون اوست　　در نئی من ، ناله از مضمون اوست
از خودی، تا بی نصیب افتاده است　　در دیار خود ، غریب افتاده است
دست مزد او ، بدست دیگران　　ماهی رودش ، به شست دیگران
کاروانها سوی منزل ، گام گام　　کار او ، نا خوب و بی اندام و خام
از غلامی ، جذبه های او ، بمرد　　آتشی، اندر رگ تاکش ، فسرد
تانه پنداری ، که بود است این چنین　　جبهه را همواره سود است این چنین

در زمانی ، صف شکن هم بوده است
چیره و جانباز و پر دم بوده است

کوه های خنگ سار او نگر — آتشین دست چنار او نگر
در بهاران ، لعل میریزد، ز سنگ — خیزد از خاکش، یکی طوفان رنگ
لکه های ابر ، در کوه و دمن — پنبه پران از کمان پنبه زن
کوه و دریا و غروب آفتاب — من خدا را، دیدم آنجا، بی حجاب
با نسیم آواره بودم در نشاط — بشنوازنی - می سرودم در نشاط
مرغکی میگفت اندر شاخسار : — با پشیزی می نیرزد این بهار!
لاله است و نرگس شهلا دمید — باد نوروزی گریبانش درید
عمرها بالید ازین کوه و کمر — نستر از نور قمر پاکیزه تر

عمرها ، گل رخت بر بست وکشاد
خاک ما ، دیگر شهاب‌الدین نزاد !

نالهٔ پرسوز آن مرغ سحر — داد جانم را تب و تاب دگر
تا یکی دیوانه دیدم در خروش — آنکه برد از من متاع صبر و هوش

بگذر ز ما ، و نالهٔ مستانهٔ مجوی
بگذر ز شاخ گل، که طلسمی است رنگ و بوی
گفتی که : شبنم از ورق لاله می چکد،
غافل دلی است این که، بگوید کنار جوی!
این مشت پر کجا و سرود این چنین کجا
روح غنی است ماتمی مرگ آرزوی!
باد صبا ! اگر به جنیوا گذر کنی
حرفی ز ما ، به مجلس اقوام باز گوی
دهقان وکشت و جوی و خیابان فروختند
قومی فروختند و چه ارزان فروختند !

شاه همدان

با تو گویم رمز باریک ای پسر! — تن همه خاک است و جان والا گهر
جسم را از بهر جان، باید گداخت — پاک را از خاک می باید شناخت
گر ببری ، پارهٔ تن را ز تن — رفت از دست تو ، آن لخت بدن
لیکن آنجانی که گردد جلوه مست — گر ز دست او را دهی ، آید بدست

جوهرش ، با هیچ شی مانند نیست
هست اندر بند و اندر بند نیست
گر نگهداری ، بمیرد در بدن
ور بیفشانی ، فروغ انجمن
چیست جان دادن؟ بحق پرداختن
کوه را با سوز جان ، بگداختن
جلوه مستی، خویش را دریافتن !
در شبان ، چون کوکبی ، بر تافتن
خویش را نا یافتن ، نا بودن است
یافتن خود را ، بخود بخشودن است
هرکه خود را دید و غیر از خود ندید
رخت از زندان خود بیرون کشید
جلوه بدمستی ، که بیند خویش را
خوشتر از نوشینه داند ، نیش را
در نگاهش جان چو باد، ارزان شود
پیش او، زندان او لرزان شود
تیشهٔ او، خاره را بسر میدرد
تا نصیب خود ، ز گیتی میبرد

تا ز جان بگذشت ، جانش ، جان اوست
ورنه جانش ، یک دو دم مهمان اوست !

زنده رود

گفته‌ای از حکمت زشت و نکوی
پیر دانا ! نکتهٔ دیگر بگوی
مرشد معنی نگاهان بودهٔ
محرم اسرار شاهان بودهٔ
ما فقیر، و حکمران خواهد ، خراج
چیست اصل اعتبار تخت و تاج ؟

شاه همدان

اصل شاهی چیست اندر شرق و غرب؟
یا رضای امتان ، یا حرب و ضرب
فاش گویم ، با تو ای والا مقام !
باج را ، جز با دوکس ، دادن حرام
یا ‹اولی‌الامر›یکه ‹منکم› شان اوست
آیهٔ حق حجت و برهان اوست
یا، جوان مردی، چوصرصر، تندخیز
شهر گیر و خویش باز اندر ستیز
روز کین ، کشور کشا از قاهری
روز صلح ، از شیوه های دلبری
میتوان ، ایران و هندوستان خرید
پادشاهی را ز کس ، نتوان خرید
جام جم را ، ای جوان با هنر!
کس نگیرد از دکان شیشه گر
ور بگیرد ، مال او جز شیشه نیست
شیشه را ، غیر از شکستن، پیشه نیست

غنی

هند را این ذوق آزادی که داد ؟
صید را سودای صیادی، که داد؟
آن برهمن زادگان زنده دل
لالهٔ احمر ز روی شان خجل

تیز بین و پخته کار و سخت کوش   از نگاه شان، فرنگ اندر خروش
اصل شان، از خاک دامن‌گیر ماست   مطلع این اختران کشمیر ماست
خاک ما را بی شرر دانی اگر   بر درون خود یکی بکشا نظر
این همه سوزی که داری، ازکجاست؟   این دم باد بهاری، از کجاست؟

این، همان باد است، کز تأثیر او
کوهسار ما بگیرد، رنگ و بو!

هیچ می دانی، که روزی در ولر (۱)   موجهٔ میگفت، با موج دگر:
چند در قلزم، بیک دیگر زنیم   خیز! تا یک دم بساحل سر زنیم
زادهٔ ما، یعنی آن جوی کهن   شور او، در وادی و کوه و دمن!
هر زمان، بر سنگ ره، خود را زند   تا بنای کوه را، بر میکند
آن جوان، کوشهر و دشت و درگرفت   پرورش، از شیر صد مادر گرفت
سطوت او، خاکیان را محشری است   این همه ازماست، نی از دیگری است
زیستن، اندر حد ساحل، خطاست   ساحل ما، سنگی اندر راه ماست
با کران، در ساختن، مرگ دوام   گرچه، اندر بحر غلطی صبح و شام

زندگی، جولان میان کوه و دشت
ای خنک موجی، که از ساحل گذشت

ای که! خواندی خط سیمای حیات   ای! به خاور داده، غوغای حیات
ای ترا! آهی که می سوزد جگر   تو ازو بی تاب ما بی تاب تر
ای ز تو! مرغ چمن را های و هو   سبزه، از اشک تو، میگیرد وضو
ای که! از طبع تو، کشت گل دمید   ای! ز امید تو جانها پر امید
کاروانها را، صدای تو، درا   تو ز اهل خطه، نومیدی چرا؟
دل میان سینهٔ شان، مرده نیست   اخگر شان زیر یخ، افسرده نیست
باش! تا بینی که، بی آواز صور   ملتی برخیزد از، خاک قبور
غم مخور، ای بندهٔ صاحب نظر!   برکش آن آهی، که سوزد خشک و تر
شهرها، زیر سپهر لاجورد   سوخت، از سوز دل درویش مرد
سلطنت، نازک تر آمد از حباب   از دمی، او را، توان کردن خراب
از نوا، تشکیل تقدیر امم   از نوا، تخریب و تعمیر امم

۱- دریاچهٔ معروف کشمیر.

نشتر تو، گرچه در دلها خلید، مر ترا، چونانکه هستی، کس ندید
پردهٔ تو، از نوای شاعری است آنچه گوئی ماورای شاعری است
تازه آشوبی فگن، اندر بهشت
یک نوا، مستانه زن اندر بهشت!

(جاوید نامه: ۱۸۴ تا ۱۹۵)

ساقی نامه

(در نشاط باغ کشمیر گفته شد)

خوشا روزگاری، خوشا نوبهاری نجوم پرن رست از مرغزاری
زمین از بهاران چو بال تذروی ز فواره الماس بار آبشاری
نه پیچد نگه، جز که در لاله و گل نه غلطد هوا، جز که بر سبزه زاری
لب جو، خود آرائی غنچه دیدی! چه زیبا نگاری، چه آئینه داری
چه شیرین نوائی، چه دلکش صدائی که می آید، از خلوت شاخساری
به تن جان، به جان آرزو، زنده گردد نه آوای ساری، نه بانگ هزاری
نواهای مرغ بلند آشیانی در آمیخت با نغمهٔ جوئباری
تو گوئی، که یزدان، بهشت برین را نهاد است، در دامن کوهساری
که تا رحمتش، آدمی زادگان را رها سازد، از محنت انتظاری
چه خواهم درین گلستان، گر نه خواهم شرابی، کتابی، ربابی، نگاری
سرت گردم! ای ساقی ماه سیما بیار از نیاگان ما یادگاری
به ساغر، فرو ریز آبی که جان را فروزد چو نوری، بسوزد چو ناری
شقایق برویان ز خاک نژندم بهشتی فروچین بمشت غباری
نه بینی، که از کاشغر تابه کاشان همان یک نوا بالد از هر دیاری
ز چشم امم ریخت آن اشک نابی که تأثیر او گل دماند ز خاری
کشیری که با بندگی خو گرفته بتی می تراشد ز سنگ مزاری
ضمیرش تهی از خیال بلندی خودی ناشناسی، ز خود شرمساری
بریشم قبا خواجه از محنت او نصیب تنش جامهٔ تار تاری
نه در دیدهٔ او، فروغ نگاهی نه در سینهٔ او، دل بیقراری
ازآن می، فشان قطرای بر کشیری
که خاکسترش، آفریند شراری

(پیام مشرق: ۱۳۲)

غنی کشمیری

غنی، آن سخنگوی بلبل صفیر نوا سنج کشمیر مینو نظیر
چو اندر سرا بود، در بسته داشت چو رفت از سرا، تخته را واگذاشت
یکی گفتش: ای شاعر دل رسی! عجب دارد از کار تو، هر کسی
بپاسخ چه خوش گفت مرد فقیر فقیر و باقلیم معنی امیر
ز من آنچه دیدند یاران، رواست درین خانه، جز من متاعی کجاست
غنی تا نشیند به کاشانه اش متاعی گرانیست در خانه اش
چون آن محفل افروز، در خانه نیست
تهی تر ازین هیچ کاشانه نیست
(پیام مشرق : ۱۶۰)

تنم گل ز خیابان جنت کشمیر
دل از حریم حجاز و نوا ز شیراز است
(پیام مشرق : ۲۱۳)

کشمیر

رخت به کاشمر کشا! کوه و تل و دمن نگر سبزه جهان جهان، ببین! لاله چمن چمن نگر
باد بهار موج موج، مرغ بهار فوج فوج صلصل و سار زوج زوج بر سر نارون نگر
تا نه فتد به زینتش، چشم سپهر فتنه باز بسته بچهرهٔ زمین برقع نسترن نگر
لاله ز خاک بردمید، موج بآبجو تپید خاک شرر شرر ببین آب شکن شکن نگر
زخمه به تارساز زن، باده به ساتگین بریز قافلهٔ بهار را، انجمن انجمن نگر
دختر کی برهمنی، لاله رخی، سمن بری
چشم بروی او کشا باز بخویشتن نگر
(پیام مشرق : ۸۵۵)

۲۰- اکبر، محمد اکبر خان

● صحف ابراهیم : محمد اکبرخان، اکبر مخاطب بامیرالدوله، خلف نواب

عبدالمجید خان(۱) ، و کهین برادر مجدد الدوله عبدالاحدخان(۲) از اعیان خطهٔ دلپذیر کشمیر است . و بزرگانی ایشان بمناصب و خدمات لائقه از منسلکان پادشاه دهلی بودند . مشارٌالیه چندی نظارت شاه عالم پادشاه(۳) و بعد ازآن بهمان خدمت در حضور صاحب عالم جهاندار شاه (۴) خلف مهین شاه عالم بسر برده . الحال که سال یکهزار و صد و چهار (۱۱۰۴هـ) است ، در بنارس بخدمت شاهزاده میرزا خرم بخت ، خلف جهاندار شاه ، میگذراند، و با راقم آثم اتحاد و وداد دارد . طبعش موزونست . (ص۸۴ـ الف)

● **روز روشن : اکبر ، محمد اکبرخان امیر الدوله ، خلف عبدالمجید خان دهلوی . از ملازمان شاهزادهٔ جهاندارشاه ، که برفاقت میرزا خرم بخت شاهزاده ، در بنارس بود :**

۱ـ نواب عبدالمجید خان مجدد الدوله در سال ۱۱۶۵هـ در دهلی فوت شد . تاریخ است :
حیف، آن امیر دانا ، رفت از جهان فانی   وا کرد بر رخ او ، رضوان در جنان را
تاریخ رحلتش را پرسیداز خرد، گفت :   فردوس باد مسکن عبدالمجید خان را
عدد لفظ فردوس (۳۵۰) را با عدد عبدالمجید خان (۸۱۵) یکجا باید کرد .
(مفتاح التواریخ ص۳۳۴).

۲ـ مجددالدوله عبدالاحد خان ، نیاگانش در کشمیر توطن داشتند ، پدرش عبدالمجید خان از وطن آمده ابتداً با عنایت الله خان بسر میبرد و پس از فوت او ، رفیق اعتماد الدوله قمر الدین‌خان گردید . . . . بعد واقعهٔ نادر شاه در عهد فردوس آرامگاه بدیوانی خالصه و پتنه و از اصل و اضافه بمنصب شش هزاری شش هزار سوار . . . . و خطاب مجدد الدوله بهادر بدرجهٔ بلند رتبگی تصاعد نمود . دو پسر داشت یکی محمد یوسف خان دوم عبدالاحد خان (که در مزاج پادشاه وقت شاه عالم بهادر جا کرده) محیط مقدمات سرکار پادشاهی گردیده، جزئی و کلی امور سلطنت برای او منوط شده، بخطاب پدر و منصب عمده سر افراز گردید . . . . (مآثرالامراء۳: ۸۰۷).

۳ـ ۱۱۱۹هـ تا ۱۱۲۴هـ بن عالمگیر پادشاه .

۴ـ جهاندار معزالدین (چند ماه در ۱۱۲۴هـ برتخت بود).

خو گرفتم، بسکه باجور و جفای چرخ دون
در نظر یکسان کند جلوه، غم و شادی مرا
بوسهٔ زان عارض گلگون ندادی، هیچگاه
زین چه حاصل، گر گل، گاهی فرستادی مرا
(ص ۶۴)

۲۱- اکمل، اکمل الدین محمد بیگ بدخشی

● **تاریخ اعظمی: المشهور بمیرزا کامل بیگ بدخشی، از اولاد حضرت سلطان خواجه احمد یسویست (۱). جد ایشان از تاشقند آمده در بدخشان**

۱- شیخ احمد یسوی پسر شیخ ابراهیم، در نصف آخر سدهٔ ششم هجری در شهر سیرام (ترکستان) (ISFIDJAB-SAYRAM) بوجود آمد. بعد از مرگ پدرش، که درانوقت احمد هفت ساله بود، خانواده اش در شهر یسی سکونت ورزید. (سیرام کنونی اسبیجاب قدیم لسترنج ۵۱۵) احمد شاگرد ارسلان بابا و مرید شیخ یوسف همدانی بود، و ازو در سال ۵۵۵ھ خرقهٔ خلافت حاصل کرده از بخارا به یسی برگشت. درسال ۵۶۲ھ ازدنیا رخت حیات بربست و آنجا مدفون شد. مقبره اش که تاکنون برجاست و تحت تحفظ باستانشناسی شوروی نگاه داری میشود، بناکردهٔ تیمور است. (رک: لسترنج (فارسی) ص ۵۱۷ - یسی اصل شاوغر بوده. فعلاً حضرت ترکستان گویند از نسبت شیخ احمد) فرقهٔ یسوی که در ترکستان نفوذ بسیاری داشت، منسوب به ایشان است.
شیخ احمد شاعر ترکی زبان هم بوده و اشعار بسیاری راجع به سلسلهٔ طریقهٔ خویش سروده است.
(دائرة المعارف اسلامی ۱: ۲۰۹۸- چاپ جدید)
خواجه احمد یسوی نقشبندی. که درکشمیر آمد و آباد شد، از اولاد حضرت خواجه احمد یسوی مذکور بوده است. خواجه محمد اعظم در تاریخ اعظمی شرح حالش را به این قرا دارد: حضرت خواجه احمد یسوی نقشبندی از اولاد حضرت سلطان خواجه احمد یسوی ترکستانی قدس سره عزیز، خوش اوقات و اکابر منش بود. چون بحسب تقدیر از وطن جدا شده، اطراف و اکناف عرب و بیت المقدس و شام و بغداد وغیره سیر نموده، از آنطرف به هندوستان رجوع نموده، رفته رفته به کشمیر دلپذیر آمد. اکثر این همه سفرها بر قدم تفرید و تجرید داشته. اوائل بر کوه ماران در مزار مرزا شیر بیگ ملا شاهی میگذرانید، بعد از چند سال خواجه نظام الدین احمد نقشبندی مرحوم، مطلع بر احوال کرامت منوالش شده، خود رفته ازکوه ماران فرود آورده، در همسائگی خویش، جای بودن مقرر نمود.
چون خواجه نظام الدین برحمت حق پیوسته، خلف الصدق ایشان، فضائل و شرافت مرتبت، کمالات منزلت، خواجه نورالدین محمد آفتاب — که امروز بقیه حضرات خواجگان عالی شان

متوطن شد ، بدخشی ازان جهت گفتند . در عهد اکبر پادشاه بهند رسیده نوکری اختیار کرد ، چندی ناظم کشمیر بود ، ملک محمد خان خطاب داشت . بالجمله والد ماجد مرزا ممدوح، عادل خان در صغر سن قضا کرد ، در طفولیت منظور نظر حضرت خواجه حبیب‌الله شد، در دوازده سالگی شرف انابت آنجناب یافت و کمر مجاهده و ریاضت سخت بر بست . ترک نوکری بادشاهی نموده در کنج فقر و قناعت نشست . و خدمت و فدویت مرشد بزرگوار ، بمال و جان نموده، بپایه مردان رسید . در بیست و پنج سالگی بخلافت آنجناب فائز شد و بر مسند ارشاد این طریقهٔ علیه تمکین فرموده . چشمهٔ معانی و معارف

(بقیه) و جانشین مسند ایشانست ـــ، آمده و تفقد بیش از بیش نموده و اشغال باطنیهٔ طریقهٔ نقشبندیه گرفته و مردم شهر هم پاره داخل طریقه شده و استمداد از ایشان در هر باب می نمودند . خدمت خواجه احمد ، از اول تا آخر بر یک وضع و تمکین بودند . . . . و صحبت و خلوت در فیوض و اثر یکسان بود . از جبه ایشان علامات بزرگی هویدا و از کلام شریفش آثار فیض و جذبه پیدا می شد . در تعلیم مردم افراط نداشت و در خوش آمد رجوع مبالغه نمی کرد . بهر حال مصداق آن بود که بزرگان فرمود اند :

تکلف گر نباشد خوش توان زیست　　　تعلق گر نباشد خوش توان مرد

راقم حروف بنا بر صغر سنی، شرف صحبت خواجه احمد را در نیافته ، اما سر راه یک دو بار دیدار نوربار ایشان را دیده که طرفی سواره میرفتند و خواجگان دیگر هم همراه بودند . در لقمه احتیاط زیادی داشتند . چون اجل گریبان حیاتش گرفت، سوم ذی‌الحج سنه یکهزار و یک صد و چهارده (۱۱۱۴ھ) روز جمعه وقت عصر رحلت فرمود . جای در بیرون مرقد شریف زبدة اولیای خواجگی خواجه معین‌الدین نقشبندی بیافت . ـــ رحمة‌الله تعالی رحمة واسعة ـــ مریدان قبر سنگین و کتهرهٔ چوبین ساختند و عجائب و غرائب از حالاتش نقل میکنند . الحق که مظهر حق بود .

خدمت با برکت معارف آگاه حاجی عبیدالله البلخی ، از رفقای جناب محرم راز خواجه نیاز نقشبندی ـــ که رفیق سفر حضرت خواجه احمد بودند و اوصاف ایشانرا از خواجه نیاز شنیده، بشوق دیدن خواجهٔ مذکور ، شایق سیر کشمیر شده به کشمیر رسیده بودند . لیکن خدمت خواجه احمد را در نیافتند و چندی سکونت همانجا فرمودند و جناب خواجه نیاز هم پیش ازآن درین شهر عبور کرده بودند و مدتی تمکن فرمودند . (۲۰۰-۲۰۱)

از دل حق منزلش بجوش آمد و بر تبعیت شیخ بزرگوار فرید الدین عطار و مولوی معنوی، جواهر اسرار، بمنصهٔ اظهار آورد. چون طبع شریفش موزون بود هشتاد هزار ابیات شیرین تر از قند و نبات در معارف نظم فرمود و جامع معارفش — کتاب بحر العرفان — ست که چهار جلد مرتب و مکمل شده. و سوای آن هم معارف موزون نموده. درین رساله بیتی چند از قصیده مسمی به — مخبر الاسرار — که در اثنای سیر و سلوک بنظم آورده تیمناً می آرد. قصیده:

چون بدیدم دو جهان را که سواد الرجهند
چشم پوشیدم و بر هردو نظر بکشادم

خویش و بیگانه بلا منکر و من زین دلشاد
هیچ در گوش نمی آید ازآن فریادم

فکری از دل متولد شد و بر اصل رسید
رستم از باطل و حق، راه بحق بکشادم

سر پس زانوی خود مانده ام از فکرت
دل معلم شد و تعلیم تصوف دادم

تلخ شیرین شد و غم شادی و وسواس برفت
مرکبم رائض و من چابک و ره آبادم

انس حق وحشتم از غیر بجان و دل داد
کرد از ظلمت کثرت ز جهان آزادم

فتح کارم شد و امراض بصحت پیوست
ذائقه نیز بحال آمد و لذت دادم

شد تمیزم که چه تخست و چه شیرین ز غذا
چیست نافع بدلم و انچه مضر افتادم

طاعت و ذکر و غذا گشت بجانم چوملک
نیست آرام شب و روز بجز اورادم

آ کل نور شدم نیست غذایم خاکی
لله الحمد که من در چه مقام افتادم

خلعت فکر که فخر است، مرا بخشیدند
چون بخاک در مرشد سر خود بنهادم

سالها خاک درش را، چو بمژگان رفتم
تاکه بالغ شدم و چشم خرد بکشادم

دید مرشد، که شدم پخته و آماده بکار
در همه قید تعلق ز جهان آزادم

جبروتست ازین پیش منازل در راه
گوش دل، جانب من‌کن که بشرح افتادم

آنگهان گفت: که بی‌مرگ نخواهی ره‌یافت
در زمان مردم و مردانه بره افتادم

مردم ازخویش، ولی زندگیم، حضرت اوست
جان باقی عوضم داد چو این جان دادم

قالبم قلب شد و روح صفت بسیار است
بر قدم آنچه نظر داشت درین ره دادم

اصل ثابت شد و از فرح منزه شده ام
لازوالیت خود دیدم و زآن دل شادم

من چه هرکس‌که بدل گشت تو ابدال شناس
خیر مقدم همه عالم که بخیر افتادم

لذتی یافته ام من، و کنون، سی سالست
جان من مست همانست و برفت از یادم

کاشکی، هر سر مویم، به تنم جان بودی
کآن درین راه بشکرانهٔ آن میدادم

تا دو سه سال درین حال بسر میبردم
نه ز ماضی و نه مستقبل ازآن در یادم

و این قصیده سه صد ابیات دارد و طویلست ، بنابر اختصار در رساله بهمین مقدار اکتفا رفت. چون جدهٔ والدهٔ راقم، در عقد پیر بزرگوار ایشان بود ، خاندان جد مادری راقم ، ارادت خاص بجناب ایشان داشتند . در خوردی نظر عنایت و التفات براقم حروف میگماشتند . بعد واقعهٔ حضرت مرشدی مرادی، پنج ماه برابطهٔ خاص مداومت ملازمتش میسر شده مورد الطاف مخصوصه گردید ، وصحبتهائی با امتیاز حاصل نمود. در خلوت و جلوت مخصوص، بعض عنایات آن مظهر کمالات شد .

آنجناب اوائل سال هفتاد و هفتم عمر شریف، امراض بدنی بهم رسانیده. در اشتداد مرض کمال بی پروائی و صبر و شکیبائی داشت . بروز شنبه بیست و نهم شهر ذی الحجه سنه هزار و یکصد و سی و یک (۱۱۳۱ھ) بمرض حبس بول که منجر بامراض دیگر شد ، بوصال لا یزال فائز گردید . تاریخ رحلت آنجناب را احقر الامم چنین یافت :

ز عالم، پیر کامل رفت ، گفتم (ص ۲۲۴)

۱۱۳۱ھ

● **صوفی** : میرزا کمال‌الدین اکمل . جدش محمد قلی خان بدخشانی از تاشقند به بدخشان آمد و از آنجا بهند (دهلی) رسید ، و بنسبت بدخشانی معروف شد . در عهد اکبری از ۹۹۹ھ تا ۱۰۱۰ھ صوبیداری کشمیر داشت . در سرینگر فوت شد و همانجا در محلهٔ سنگین دروازه مدفن یافت .

پسرش میرزا عادل بیگ خان در سری نگر سکونت دائمی اختیار کرد . شاهجهان پادشاه در کشمیر بود وقتیکه پسر مهین عادل خان بدنیا آمد و پادشاه اورا کامل بیگ خان نام بخشید و علامه ابوالفتح کلو قلاش پوری را برای تربیت و تعلیم او مقرر فرمود .

همین کامل بیگ در شاعری شهرت یافت و اکمل تخلص کرد . و بر طرز مثنوی مولانا ــ مثنوی بحرالعرفان ــ که دارای هشتاد هزار بیت است ، تصنیف کرد . این مثنوی همهٔ تلمیحات و تشبیهات و استعارات محلی دارد .

اکمل در سال ۱۱۳۱ھ بعمر هفتاد و هفت (۷۷) سال دنیا را پدرود گفت و در سرینگر مدفن یافت . (۲: ۴۷۶)

● پارسی سرایان کشمیر : اکمل الدین میرزا محمد کامل در سال ۱۶۴۲ میلادی (۱۰۵۲ھ) در خانوادهٔ اعیان در کشمیر متولد شد . و در کودکی مورد لطف شاهجهان قرار گرفت . مدتی در دهلی بسر برد . پس از باز گشت بمولد خویش، هوی و هوس دنیوی را ترک گفت و راه فقر و تصوف اختیار نمود . . . خواجه حبیب‌الله گنائی (کشمیری) مرشد او بود .

اکمل در سال ۱۷۱۸میلادی (۱۱۳۱ھ) در سن هفتاد و چهار سالگی ازین جهان در گذشت و در کشمیر مدفون است . مثنوی ــ بحرالعرفان ــ که بتقلید مولانا سروده است، شصت هزار بیت دارد . و این اثر در چهار مجلد تنظیم گردیده . اکمل مکرراً نسب معنوی خود را بمولانا میرساند و و اُورا پیر کامل میدانست . علاوه بر مثنوی قصیدهٔ بنام ــ مخبرالاسرار ــ دارد که دران احوال و مقامات راه سلوک را بیان داشة است . این اولین شاعر کشمیری است که داستانهای محلی چون ــ اکه ننden ــ را بمثنوی سروده است .

یکجلد از مثنوی ــ بحرالعرفان ــ بکوشش میر حبیب‌الله کاملی متولی مقبرهٔ اکمل در سال ۱۳۸۱ھ در سرینگر چاپ شده است .

در شرح حالش ــ تحفةالاکملیه ــ نوشته شده است که در لاهور بسال ۱۳۵۰ھ چاپ شده است . (بتغیر اندک ۵۶-۶۷)

بر سردر مقبره‌اش ، این کتبه بخط زیبا نوشته شده است .

ای کامل اکمل اکمل دستم گیر   وی هادی مهدی السبل دستم گیر
از کردهٔ من درگذر بهر خدا   و ز حرمت ختم‌الرسل دستم گیر

مقبره اش از شهر سرینگر سه میلی دور واقع شده . (۱)

۲۲- میر الهی ، میر عمادالدین محمود

● **شاهجهان نامه** : مظهر فیض نامتناهی میر الهی که رابطه با فیض الهی دارد و با سخن استیناس طبعی . طراز سخنش بسیار تازه و اشعارش بلند آوازه . لطف کلامش از قیاس افزون و جزالت الفاظش از خیال بیرونست. در قصیده قصدهای نیکو میکند و در غزل معنی برجسته میبندد . استعاره و تازه گوئی را بمرتبهٔ کمال رسانیده و در خانهٔ بیت، خصوصیات دیگر را طفیلی دانسته . بیشتر در تازگی ادا و نزاکت و استعاره میگوید .

مولودش همدان است و بمواجبی در خور داخل بندگان درگاه فلک نشان . در وقت مراجعت حکیم حاذق (۲) از حجابت بخارا (۳) در خطهٔ

۱- پارسی سرایان کشمیر از قصیدهٔ مخبرالاسرار و از بحرالاسرار اقتباسات دارد . از بحرالاسرار اشمار قصهٔ اکه ننده دارد . (رک: ۵۷-٦۷)

۲- حکیم کمال‌الدین پسر حکیم نجیب‌الدین همام گیلانی . محمد حاذق نام و حاذق تخلص میکرد . در پادشاه نامهٔ لاهوری عبدالحاذق هست ، در فتح پور سیکری بدنیا چشم کشود و در سال ۱۰٦۸ھ یا بقول مرآة‌العالم در سال ۱۰۸۰ھ وفات یافت . این اشعار ازوست :

دلم بهیچ ، تسلی نمیشود حاذق   بهار دیدم و گل دیدم و خزان دیدم
بلبل ازگل بگزرد ، گر درچمن، بیند مرا   بت پرستی کی کند ، گر برهمن بیند مرا
زگردش فلک اسرار مهر و مه خاموش   بیک کلاه ، دو سر مشکل است پوشیدن
ما قدر جوانی چه شناسیم، کز اول   تصویرکشان، قامت ما پیر کشیدند

میرزا صائب غزلش را تضمین کرده است :

جواب آن غزل حاذق است این صائب   بهار دیدم و گل دیدم و خزان دیدم ☜

کابل، چون میر مذکور بدیدن حکیم حاذق رفت، قضارا نقش حکیم بامیر کج نشست و صحبتش باهم راست نیامد. میر رنجیده خاطر گردیده و از شوخی طبیعت — که لازمهٔ شعر است — این رباعی در هجو آن مجموعهٔ مدایح پرداخت:

دائم ز ادب، سنگ سبو، نتوان شد | در دیدهٔ اختلاط، مو نتوان شد
صحبت بحکیم حاذق از حکمت نیست | با لشکر خبط روبرو نتوان شد(۱)

این چند بیت نیز از نتائج طبع اوست:

چشمت از هرگردشی، با ناز، عهد تازه بست | خط مشکینت، بیاض حسن را شیرازه بست(۲)
نشئه از تیغ او دارم، که چاک سینه ام | چون خمار آلود نتواند لب از خمیازه بست(۳)
سینه کندم، دل خراشیدم، ولی از قحط خون | ناخنم برخویش نتوانست رنگ تازه بست

دو نسخهٔ خطی دیوانش در بانکیپور است، یکی بشمارهٔ ۳۲۳ که ۲۳۱ ورق دارد و دیگری بشمارهٔ ۳۲۴ ۱۸۴ ورق دارد (فهرست ۳: ۱۰۹ نظم فارسی).
یک نسخهٔ خطی دیگر در موزهٔ برطانیه است بشمارهٔ ۳۲۵ (ریو: ضمیمه).
(شرح حال رک: مآثرالامرا ۱: ۵۸۷ - سرو آزاد ۹۱ - نصرآبادی ۶۱ - صدیق حسن خان ۱۲۷ - سرخوش ۳۰ - قدرت ۱۹۱).

۳- راجع به این سفارت رک: پادشاه نامه ۱: ۲۳۱ — این سفارت در سال اول شاهجهانی (۱۰۳۸ھ) در ماه ربیع الاول بخدمت امام قلی خان والی توران پسر عبدالله خان والی توران فرستاده شد، نامه که حکیم از طرف شاهجهان، نزد امام قلی برد، در پادشاه نامه ثبت شده است (۱: ۲۳۴).
پدرش حکیم همام نیز همین طور پیش عبدالله خان رفته بود. نذرمحمد خان پسر امام قلی بود که شاه جهان بلخ را از او فتح کرد.
حکیم در سال ۱۰۴۰ھ از توران مراجعت کرد، میر الهی را در همین سال با حکیم در کابل ملاقات دست داد. در پادشاه نامهٔ است: حکیم حاذق ولد حکیم همام که برسم سفارت نزد امام قلی خان والی توران رفته بود، هفدهم (ربیع الاول) مطابق غرهٔ ماه آبان شرف اندوز ملازمت گشته، نامهٔ خان گذرانید. (۱: ۳۱۸)

۱- بزرگان و سخن سرایان همدان دارد.
۲- تاریخ کشمیر اعظمی و ریاض الشعراء و بزرگان و سخن سرایان همدان دارد.
۳- تاریخ کشمیر اعظمی و ریاض الشعراء و مجمع النفائس و بزرگان و سخن سرایان همدان دارد.

بر روی تابان، بازکن، زلف بهم تابیده را
بشکن که مشمولیست خوش این مصرع پیچیده را
از زلف خوبان فارغم اما پریشانم هنوز
آری به بیداریست غم خواب پریشان دیده را(۱)
هیچ است ترا جهان چون تند
مائیم و دل بهیچ خورسند
از ما، دل اگر کنند، سهل است
دل از دل ما، نمی توان کند
به زبان، آنچه نگفتم، بنگه خواهم گفت
مردم دیدهٔ ما هم، لب گویا دارد
ما از همه کس بیش بهائیم، الهی!
در شهر اگر، مردم بیکار، فروشند(۲)
(ص ۲۰۶)

● نصرآبادی: میر الهی از سادات اسدآباد همدان است. بسخنوریست درست سلیقه. ذات شریفش در کمال تقدس بوده، ذره تعلق باسباب دنیا نداشته. در اکثر اوقات باحکیم شفائی مشاعره میکرد. بهند رفت. اعتبار عظیم بهم رسانیده. چنانچه ملا طغرای مشهدی در منشآت خود، درویشان صاحب حال هند را که تعداد نموده، سر دفتر میر الهی است. وقتی در اصفهان، باملا شکوهی در قهوه خانهٔ عرب قهوه چی، بوده اند که شاه جنت مکان شاه عباس ماضی بقهوه خانه آمده. اول از ملا شکوهی استفسار احوال میکرد و کیفیت آن در تحت اسم او نوشته شد. از میر میپرسد که: تخلص شما چیست! میگوید: الهی! شاه پنجه بر سر میر میگزارد و میگوید: الهی! غرض که در هند فوت شد شعرش اینست:

دل خود بروزگار جوانی کباب بود
موی سفید شد نمکی بر کباب بود
حرف نخست ابجد، لوح جدای نیست
هر جا که برکنم، الف تازیانه ایست
چشمت از هرگردش با ناز عهده تازه بست
خط مشکینت کتاب حسن را شیرازه بست (۳)
نشهٔ از تیغ او دارم، که چاک سینه ام
چون خمار آلوده نتواند لب از خمیازه بست (۴)

۱- بزرگان و سخن سرایان همدان دارد.
۲- ریاض الشعراء دارد.
۳- نتایج الافکار و شمع انجمن دارد.
۴- نتایج الافکار دارد.

مشکین خطان، برای تماشای روی تو مثل نظاره، بر ورق لاله میکنند (۱)
نگسهم، گرفته نقش خم ابروی کسی است که بروبش عرق از پاس حیانشهند (۱)
زمانه بسکه مرا خاکسار مردم کرد بآب دیدهٔ من مهمان تیمم کرد (۲)
گرفتار پست، چندان سایه را ! از سرو آزادش که نتواند کشیدن بر ورق بی سایه استادش (۳)
صبا بر دوش او، چون افگند زلف سیه پوشش سیه مستی است پنداری که، می آرند بر دوشش
تا عشرا نر گرد بمستی حواله ام چون شیشه میل قهقهه دارد پیاله ام
از بسکه خشک شد نفس من، ز تاب دل مانند استخوان بگلو ماند ناله ام
دیده هر نال، که از قرعهٔ اشکم گیرد صورت حال پریشان دل آید بیرون

رباعی :

از دوریت، ای تازه گل باغ مراد! چون غنچهٔ چیده، خنده ام رفته ز یاد
گریان، چو پیاله پرم، بر کف مست نالان، چو سبوی خالیم، در دم باد (۲)
(۲۵۵-۲۵۶)

● کلمات الشعراء: میر الهی همدانی، در عهد جهانگیر پادشاه از ولایت همدان به هندوستان آمده. شاعر نازک مزاج و خوش خیال بوده. دیوانی مشهور دارد. چون نام الهی تخلص کرده تعظیماً ابتدا از وی نموده شد. من اشعاره :

مطلع خورشید میسازد رخت، کاشانه را سوده میگردد زبان در وصف زلفت شانه را (۵)
دهر، انتقام آن کشد اکنون ز من، که داشت آسوده، چند روز به پشت پدر مرا (۶)
لیم جوگام، از فلک حاصل نه شدگان تنگ چشم خوشه سان درکیسه پنهان میکند، هر دانه را
روی درهم میکشد از روی ما آئینه هم چین پیشانی است گویا، آیهٔ در شان ما (۶)
(ص ۴)

۱- ریاض الشعراء و سخن سرایان همدان دارد.
۲- شمع انجمن دارد.
۳- ازین شعر تا شعر پنجم سخن سرایان همدان دارد.
۴- نتائج الافکار و آتشکده ریاض الشعراء و سرو آزاد و شمع انجمن دارد.
۵- نتائج الافکار دارد.
۶- شمع انجمن دارد.

● **تاریخ اعظمی**: میر الهی، از سادات ایران و از نوادر دوران بود. آباء و اجداد او در مقام اسدآباد(؟) من توابع همدان سکونت پذیر بودند. مدتی در اصفهان ماند. در عهد جهانگیری بنکته سنجی و سخندانی شهرت تمام داشت و از انعام آن پادشاه دریا نوال پیوسته فیض یاب بود. چون تخت و تاج بوجود شاهجهانی زینت و رواج یافت، جانب گلشن کشمیر عنان عزیمت و توجه بر تافت. و در کشمیر جنت نظیر طرح اقامت انداخته و مدتی به گلگشت آن گلزار همیشه بهار پرداخته. چون خلعت صوبداری بظفرخان عطا شد، شاهجهان پادشاه در دیوان فرمود که: از ظفرخان ضامن بگیرند که سکنهٔ کشمیر را از خود راضی بدارد! میر الهی حاضر بود بدیهه بعرض رسانید:

خدا ضامن رسول[ص] و چار یارش!

بادشاه محظوظ شد و ظفرخان عرض کرد که: حکم شود که میر الهی رفیق و امین باشد! منظور شد و با ظفرخان در کشمیر آمده. آخوند ملا شاه فرموده بود که:

بادشاهی را گزار از دوست آگاهی گزین چون بآگاهی رسیدی، هر چه میخواهی گزین

این بیت را بآب طلا نوشتند. وقتیکه بمیر الهی رسید بدیهه زیر همین بیت نوشت که:

من نمیگویم: گدائی یا شهنشاهی گزین خویش را بگزین و دیگر هر چه میخواهی گزین

این معنی موجب غیظ و غیرت آخوند ملا شاه گردید.

چون میر الهی وفات یافت، در مزار حضرت شیخ بهاءالدین گنج بخش (۱) نزدیک مقبرهٔ ایشان جانب غرب، مدفن یافته. سنگی بر بالین

۱- تربیت یافتهٔ شاه اسحاق ختلانی (خلیفه امیر کبیر علی ثانی) بوده، نامش بهاءالدین معروف بگنج بخش بود. در زمان سلطان زین‌العابدین بود و پادشاه ارادت باو میداشت. در سال ۸۴۹هـ از دست دزدان شهید شد و در گورستان دامن کوه ماران (بیرون قلعه) مدفون شد. بیهقی بیگم ملکه سلطان زین‌العابدین زیور خود را فروخته، مقبره اش را قبل از شهید شدن ایشان ☜

قبرش استاده است(۱) در آنجا کنده شد . بیت :

میر الهی ، ملک ملک نظم بود در اقلیم سخن بی قرین
سال وفاتش طلبیدم ز عقل گفت ، بگو: بود سخن آفرین
۱۰۶۳ھ

ازینجا معلوم شد که در سنه هزار و شصت و سه (۱۰۶۳ھ) از دنیا رفته است . والله اعلم بالصواب . غنی کشمیری تاریخ وفات او گفته است :

برد الهی ز جهان گوی سخن
۱۰۶۴ھ (؟)

و از منظومات اوست بیت :

یا الهی ! ز الهی تو چه پرسی در حشر آنچه او کرد، تو دیدی و چه گفتن دارد
شب هجران زبس، لبریز کلفت گشته ام، ریزد چو گرد از دامن مژگان نگاه حیرت آلودم
(ص ۱۵۳)

● ریاض‌الشعراء: مولانا الهی همدانی ، اسم وی میر عمادالدین محمود بن حجةالله سعید آبادیست (؟) . و در عربی و فارسی صاحب دستگاه است . و بهند آمده و با تقی اوحدی معاصر و همصحبت بوده . در خدمت امرای هندوستان کمال اعزاز داشته :

صفحهٔ سینه ام بود ، محضر عشق نو خطان صورت زخمها برآن ، هست خط گواهیم

در سال ۸۴۰ھ بنا کرده بود . (تاریخ بدشاهی ص ۲۲۳)

بیهقی بیگم بی بی خاتون نام داشت و تاج خاتون و مخدومه بیگم و بیهقی بیگم نیز گفته میشد . این خاتون دختر سید تاج الدین بود که همشیر زادهٔ سید نورالدین (پدر سید میر حسن منطقی بیهقی) بود . اولاد نداشت. سید محمد امین اویسی — که از اولیای کشمیر است — پسر خواندهٔ وی بود . رک: متن حاضر .

بیهقی بیگم در سال ۸۷۰ھ فوت شد و در گورستان خانوادگی (که در احاطهٔ مقبرهٔ شیخ بهاءالدین است) مدفون شد . سنگ مزار این شعر دارد :

جانب شرق :
وفات حضرت مخدومهٔ خاتون که سال هشت صد و هفتاد بگذشت
جانب غرب :
شب ...... ز هفتم ماه شوال بهفت و بیستم اعداد بگذشت
(تاریخ بدشاه ص ۹۹)

۱- رک: تحت تاریخ بدشاهی .

شب که ، نم در جگر دیدهٔ بیخواب، نبود ... اشک را نیز فشردیم ، درو آب نبود (۱)
افگنده کوه محنت عشق ، از کمر مرا ... برخاستن فتاد، بعمر دگر مرا (۲)
نزدیکی آن چنان بدلم، کز دلم بتو ... چندین خبر رسد که، نباشد خبر مرا
هر صید را که ، داد رهائی ز دام زلف ... در خاک میطپد و نظر سوی دام داشت
از آه حسرتم ، جگر شعله آب شد ... در آتش دلم ، دل آتش کباب شد
بیداری که ، زو مژه بر هم نمیزدم ... در چشم بخت من، گزر افگند خواب شد
عنوان نامهای سر سر نوشت ما ... دیباچهٔ کتاب محبت سرشت ما
در گریه ، زان دلیر نباشم که بیخبر ... از دل ، مباد آبلهٔ را بدر کنم
نتوان قصاص خون من از تیغ او گرفت ... تاوان آب رفته ، نشاید ز جو گرفت
ز تاب روی تو نظاره ، آب میگردد ... ز طلعت تو ، نقاب آفتاب میگردد
چو بر فروختمی نیم شب، ز آتش می ... نگاه بر سر مژگان کباب میگردد
عاقبت کو سر خود گیر و برو از بر ما ... ما نداریم سر آنکه ندارد سر ما
دل خود بروزگار جوانی کباب بود ... موی سفید شد نمکی بر کباب ما
دگر مشکن، بدینسان در دل عاشق تمنا را ... که هرگزکس نشکند بال مرغ رشته بر پا را
بوی گلی نمیرسد، آه اگر به بخت من ... خواب گرفته، در چمن قافلهٔ نسیم را
بی سوز عشق فائده با داغ سیر نیست ... ورنه از این متاع ، بسی هست لاله را
از بخیه ، زخم لاله و گل ، بیشتر شود ... راضی نیم که، چاک دلم را رفو کنند
نگذاشت غمت، همنفسی شعله کسی را ... بر حالت تنهائی دوزخ، جگرم سوخت
مشتاق آب تیغ تو، لب تشنه، جان دهد ... کز همچو موج، غوطهٔ در آب خود، خورد
منم افتادهٔ ناز تو ام، زآن سان که، در محشر ... بدوزخ گر درآیم ، آتش از من، رو بگرداند
آنچه در خورد لب ماست، دهانت دارد ... انچه مقصود کنار است، میانت دارد
دو عالم گرچه، بر روی نگار ما حجاب آمد ... ز پیدای جمالش در نظر پیش از نقاب آمد
ازآن جرعه‌که‌از لعلت، نصیب‌خاک کیشان‌شد ... لب هر گل که بوسیدم، ازو بوی گلاب آمد
یک چشم زدم رخصت نظاره گرفتم ... لذت ز سرم آمد و از پای برون شد
چندین قفس، ز شومی بال و پرم شکست ... آه! از کجا نصیب من این، اضطراب شد
صد خون خورم‌که، ناله بآن بی وفا رسد ... این آه نا شکسته، ندانم کجا رسد (۳)

۱- بزرگان همدان دارد .
۲- مجمع النفائس دارد .
۳- مجمع النفائس و بزرگان و سخن سرایان همدان دارد .

از لـذت صلحش خبـری نیست، و لیکـن هر جا که رود، جنگ بود بر سر جنگش (۱)
از بسکـه، بخون دل ما ، نشو و نما یافت چـون زلف بتـان، تا کمر آمد مژهٔ ما
هرگز از دستم، گریبان من، آسائش نیافت تا نشد پیراهنم صد چاک ، آرائش نیافت (۲)
نرگس ، قدح شکسته، ز چشم سیاه اوست زهـر اجـل ، چکیـدهٔ تیغ نگاه اوسـت (۱)
حرف نخست ابجـد لوح جفای اوست هر جا کـه بر تنم الف تـازیانهٔ اوست
ز گوشه گیـری خود، شرم باد عنقا را که گم شدن ز میان، غیر خود نمائی نیست
گریهٔ ابر گـر کنم خنـده بمن نمیکنـد بلبل اگـر بخون طپد غنچه سخن نمیکنـد
هوای باغ، رهائی چنان غم انگیز است که مرغ در چمن از حسرت قفس میرد
چون گل روی تو، از خاطر بلبل گزرد شنود بوی گل از سایهٔ بال و پر خویش(۲)
بر دل ، ز تـازیانهٔ الـفت، نشانهاست عشق تـو آتش است کـه آتش زبانهاست

رباعی :

رخسار تـو، آب در رخ گل ، نگذاشت زلف تو، شکن بزلف(۳) سنبل، نگذاشت
تـا همـچو بـهار، از گلستان رفـتی گل نوبت فریاد ، بـه بلبل نگذاشت(۲)
(خطی)

● **مجمع‌النفائس : میر الهی همدانی ، نام وی عمادالدین محمود است ، پسر میر حجت‌الله سعدآبادی بود و سعدآباد از توابع همدان است. در سنه ۱۰۲۰ھ بهند آمده . و در صفاهـان ذوقی اردستانـی (۴) را اهاجی بسیار کرده . و از شعرای عصر جهانگیر بادشاه است . طغرای مشهدی ـــ با آنکه**

۱ـ مجمع النفائس دارد .
۲ـ مجمع‌النفائس و بزرگان و سخن سرایان همدان دارد .
۳ـ در بزرگان و سخن سرایان همدان بجای زلف به جعد نوشته .
۴ـ ملا علی‌شاه ذوقی اردستانی متوفی ۱۰۲۵ھ این شعر ازو ست :
نه شگوفهٔ و نه برگی ، نه ثمر نه سایه دارم همه حیـرتم که دهقان بچکار کشت مـا را
(نتائج الافکار صـ ۲۵۸ و سفینهٔ شیخ حزین صـ ۸۴)
حکیم شفائی هجا گفته است (حسینی ۱۲۶) دیوانش پانزده هزار بیت دارد . این ازو ست:
انگشت مزن، بر لب پر حوصلهٔ ما بگذار که سـر بسته بمانـد گلهٔ ما
(شمع انجمن صـ ۱۶۰)

شعرای عصر خود را هجوهای رکیک بی هیچ کرده — مدح میر نموده . غرض که، در درستی مضمون و زبردستی زبان و تازگی خیال، میر مذکور مسلم‌الثبوت است ، و همه باستادی او قائل اند . الهی تخلص دیگر نیز گذشته . . . . از میر مذکور است:

می کش و رنگ تازه ده، حسن هوس فزای را صبح ، دو آفتاب کن ، چهرهٔ دلکشای را
خون جگر تلف شد و شوق گریستن کشد از مژه ام بجای اشک آبله های پای را
هر گل داغی، کزآشوب جنون، بر سر شگفت طره داری شد بلند از گوشهٔ دستار ما
ما همه حاجت روای رشتهٔ تسبیح زهد خاک بر سر میکند از غیرت زنار ما
لاله سان هر عضو میراث خوار داغ اوست کی بمرهم صاف گردد سینهٔ افگار ما
ازآن لب، نیم بوسی، مایهٔ بیهوشی ما شد چه مستیت که بخشید این شراب نیمرس ما را
در دشت سینه ام بنگه سیر لاله را بردوش سبزهٔ مژه بین رقص ژاله را
بیداریٔ کرشمه درآن چشم نیمخواب شب زنده دار سینهٔ من کرد ، ناله را
در کارم آرزو شکنان چاشنی یکیست غمهای کهنه و طرب دیر ساله را
چندان گزند مردم نادیده دیده ام کز آشنائی مژه ، ترسد نگاه ما
افگنده سایه تا بسر ما، همای عشق بار سفید ما شده بخت سیاه ما
بر دل ، ز تازیانهٔ عشقت ، نشانه هاست عشق تو آتشی است که اینش زبانهاست
زخم خون گرمی ازان خنجر مژگان خوردم که بدل سرد کنند دوستی مرهم را
افسوس که، بی گریهٔ مینا ، شب ما رفت سامان شکر خندهٔ صبح، از لب ما رفت (۱)
تلخکامی ستم ، بسکه کشیدم ، همه عمر زهر شد نیمهٔ دل ، نیمهٔ دیگر، خون است
نه ترحم نه تبسم نه تغافل نه ستم صلح وجنگت همه از راه و روش بیرون است
جوشد مرا نگه ز جراحت بجای خون گر نشترم، ببزم تو در تن، فرو کنند
سرشک، از رخم پاک کردن ، چه حاصل علاجی بکن ، کز دلم خون نیاید (۱)
خوش بود، هر مژه از گریه، گل افشان دیدن قطره بر قطره گره بستهٔ طوفان دیدن
ما بجای دانه در دل تخم سودا کاشتیم بود صحرا آتشین و دانه آنجا کاشتیم
فرو نشسته بهم قامتم ز غم چندان که خانه ساخته صد رنگ خار پا در چشم

۱ـ بزرگان و سخن سرایان همدان دارد.

لب خود میگزد گل، خنده برگل، میزند شبنم(۱) صبا، گویا بگلشن میبرد بوئی که من دارم(۱)
الهی! داغ او را خال رخسار جگر دیدم مرا این گل شگفت از عشق دلجوئی که من دارم(۱)
باقلیم شهیدان تو، آهنگ سفر دارم جراحت نامهٔ خواهم، که از تیغ تو بردارم
جهان چون آتش گوگرد دارد، رنگهای خوش من از وی ناخوشی صد رنگ چون اکسیر کردارم
دلی دارم، چو پیکان خصم پهلو سری، چون غنچه مادر زاد زانو
شکستی گر خورم، باری ازآن زلف بلای گر کشم، باری ازآن مو (۲)

شیدای (۳) هندی قطعه در هجو میر الهی گفته که این بیت ازآن است:

این رطب و یابس که، بود در کلام تو گر، منکر کلام الهی شوم، بجاست

میر مذکور در هجو او گفته :

شیدا بسر دانا بحذر می آید در مجمع ابلهان بسر می آید
سازند اگر ز استخوانش هر بار که افگنند، خر می آید
خاطر بلبل بگلشن شاد، لیکن پیش من داغهابر روی، هم چونبرگ گل، خندان خوش است
تا نشاء مجاز و حقیقت یکی شود کاش این دوباده را همه در یک سبو کنند
پائی برخم بند کند ناله هر قدم کز سینه رفته رفته بلب چون دعا رسد
زآن خط سبز، چرا بال کشوده است مدام طوطی حسن ترا، گر سر پروازی نیست

رباعی :

تاکی بجهان، غم معیشت خوردن در مفلسی، آبروی همت بردن
میخواهم، از این بلا رهائی یابم از بی کفنی، نمیتوانم مردن (۴)

در هجو ذوقی اردستانی گفته :

به بینیت چو رود از دهانی آتشبار بود چو کرم شب افروز، درمیانهٔ غار
مصالحی نتوان یافت به ز بینی تو اگر زمانه کشند پل بروی دریا بار
خدانخواسته، گر افگنی نظر بکتاب ز بوی گنده دماغت که هست مزبله زار
رمند مورچه‌های حروف، از پس و پیش مثال کبک، جهد نقطه، بر یمین و یسار
ز بسکه لاشهٔ بینیت، سر باوج کشد همیشه کرگس گردون، ازو خورد مردار

۱- بزرگان و سخن سرایان همدان بجای شبنم، بلبل نوشته.
۲- بزرگان و سخن سرایان همدان دارد.
۳- فتح پوری (اکبرآباد) متوفی ۱۰۸۰ء. آخر در کشمیر سکونت گرفت. رک: تحت شیدا.
۴- بزرگان و سخن سرایان همدان دارد.

تماقه، گر طلبد بینی تو، چون شاهین کنند سهیل یمن، نه سپهر را یلغار
نشسته، بر کمر بیستون بینی تو سپهر عربده جو، چون پلنگ بر کهسار
ز نیستی بمیان آنچه هست بینی تست که از بنای رخت گنده باد این دیوار
نگاه کس نشود محرم گریبانش بروی باد بخندد در گلستانش

و از اتفاقات تذکره تقی اوحدی(۱) آنست که ، تذکرۂ مذکوره ظاهراً از نظر میر الٰهی گزشته که بر حاشیۂ آن نوشته ـــ راقمۂ میر الهی الحسینی الهمدانی ـــ و چند بیت بخط نوشته. ازآن جمله است این بیت که، بیت اولش را تقی نوشته بود، درینجا هر دو نوشته آمد و ظاهر از مثنوی میر است :

اگر خوانی افسون، پی دفع غم دم از تیغ بستان و بر خود بدم
شناسم که غم آدمی زاده نیست ازآن قابل مجلس باده نیست
(ص ۱۰-۱۱)

● سرو آزاد : الهی ، میر الهی . از سادات اسد آباد من توابع همدان است. کلامش لطافتی و عذوبتی دارد و مذاقها را لذتی خاص بخشد .

درصفاهان بسیار بوده و با حکیم شفائیؒ (۲)وآقا رضی(۳) صحبت داشته. آخر به نزهتکدۂ هند شتافت و در سلک ملازمان شاهجهانی انتظام یافت . بسیار خوش خلق و درویش مزاج بود . و نزد اکابر معزز و محترم میزیست .

۱- عرفات العاشقین . تقی اوحدی در بین سنوات ۱۰۲۲-۱۰۲۴ھ تألیف کرد .

۲- حکیم شفائیؒ اصفهانی، نام شرف‌الدین حکیم حسین خلف حکیم ملا اصفهانی. قرابا دین او مشهور است ، صائب گوید :

در اصفهان که بدرد سخن رسد صایب کنون که نبض شناسی سخن شفائیؒ نیست

فوتش ۱۰۳۷ھ. مثنوی دیدۂ بیدار ـ نمکدان حقیقت ـ مهر و محبت ـ و یک دیوان یادگار دارد. (سرو آزاد ۲۷)

۳- آقا رضی اصفهانی بسیر هندوستان آمد و برگشت. در سال ۱۰۲۴ھ درگذشت. ازوست :

نه هرکه چهره بر افروخت، از غم آزاد است که سرخروئیِ گل، از طپانچۂ باد ست
(صبح گلشن ۱۷۸)

فوتش در سنه اربع و ستین و الف (۱۰۶۴ھ) واقع شد. غنی کشمیری این مصرع تاریخ یافت:

برد الهی ز جهان گوی سخن
۱۰۶۴ھ

سیف کلکش جوهرها باین خوبی عرض میکند:

زمانه بسکه مرا خاکسار مردم کرد   ز آب دیدهٔ من میتوان تیمم کرد(۱)
(ص ۸۵)

● **آتشکده**: الهی، اصلش از اسدآباد من توابع همدان است. بیشتر عمر را در هند بسر میبرده. دیوانی ازو بنظر نرسیده. این دو رباعی ازو نوشته میشود (۲)

رخسار تو آب در رخ گل گذاشت   زلف تو شکن بزلف سنبل نگذاشت
تا همچو بهار، از گلستان رفتی   گل نوبت فریاد به بلبل، نگذاشت (۲)
(یک رباعی دارد ۲۲۵)

● **نتائج‌الافکار**: میر الهی. میر الهی از اکابر اسدآباد من متعلقات همدان است. بطبع همه‌دان در نظم گستری پسندیدهٔ سخنوران و بمتانت و اطافت کلام برگزیدهٔ با نظم گستران. مدتی در صفاهان گذرانیده. بصحبت حکیم شفائی و آقا رضی رسیده، آخر الامر بهندوستان بهجت نشان بر خورده و بسلک ملازمین شاه جهانی منسلک گردید. مرد خوش اخلاق و درویش سیرت بوده و نزد اعاظم روزگار عزت و اعتبار بیش از پیش حاصل نموده. و در سنه اربعین و ستین و الف (۱۰۶۴ھ) ره نورد سفر آخرت گشت. از افکار خوش و اشعار دلکش اوست:

عیب و هنر مجوی، الهی! زی او ردین   عاشق بملت خود و عارف بدین خویش(۳)
(هشت بیت دیگر دارد ص ۷۱-۱۸)

۱- بزرگان و سخن سرایان همدان دارد.
۲- نتائج‌الافکار و شمع انجمن دارد.
۳- شمع انجمن و سخن سرایان همدان دارد.

● **شمع انجمن :** الهی میر عمادالدین محمود ، از سادات همدان است در صفاهان بسیار بوده و باحکیم شفائی و آقا رضی همنشین مانده . آخر بنزهتکدهٔ هند شتافت و در سلک ملازمان جهانگیر پادشاه انتظام یافت . و در سنه ۱۰۶۴ھ بگذشت . کلامش لطافت و عذوبت دارد . دیوانش پنج هزار بیت دیده شد . تیغ کلکش جوهر سخن باین خوبی عرض میکند :

در عالم گرچه ، بر روی نگار ما، حجاب آید ز پیدای جمالش درنظر پیش از نقاب آید
(چهار بیت دارد ۴۱-۴۲)

● **بزرگان و سخن سرایان همدان :** میر الهی . میر عمادالدین فرزند محمود بن حجةالله . مولدش را غالب تذکره نویسان اسدآباد همدان میدانند ، ولی واله داغستانی و مؤلف عرفات اورا سعدآبادی میخوانند .

میر الهی ، باشکوهی همدانی (۱) و تقی اوحدی و حکیم شفائی معاصر بود : یک چند در اصفهان(۲) میزیست. در اواخر سلطنت اکبر شاه یعنی بسال ۱۰۰۹ هجری بهندوستان مهاجرت کرد و تا آخر عمر درآن دیار ماند ، و در نزد بزرگان آن سر زمین عزت و احترام و اعتباری بسزا یافت.

میر الهی مردی وارسته و درویش و آزاده بود ، بامور دنیوی مطلقاً تعلق خاطر نداشت . در عربی و فارسی دارای اطلاعاتی عمیق بوده در سخنوری نیز شاعری باسلیقه و نازک خیال و استاد بشمار میرفت . اشعارش بسیار

۱- ملا شکوهی همدانی در عهد شاه عباس اول .

۲- در گنج الهی نوشته است که: در سال ۱۰۱۰ھ بقصد تحصیل باصفهان رفت و در آنجا سه سال و نیم اقامت کرد و بعد میگوید که : در سال ۱۰۱۵ھ برای همین مقصد بشیراز رفت .
(تذکره نویس صه ۱۹۱)

و دیوانش بخصوص در هندوستان مشهور بود . در آخر عهد جهانگیر شاه (۱۰۱۴-۱۰۳۶ه) در کشمیر وفات یافت .

الهی صاحب دیوانی است که مؤلف سفینه خوشگو آن را دیده ، و نیز کتابی بنام ــ گنج الهی ــ در تراجم احوال (شعراء) داشته است . ازوست :

خشکد ز دل ما ، هوس زلف و خط و خال
این قطعهٔ سهو از ورق مشرب ما رفت

این بیت او معروف و جزء امثال سائره است :

سرشک از رخم، پاک کردن چه حاصل
علاجی بکن، کز دلم خون نیاید

فسرده شد جگرم شعله زار داغ کجاست
هلاک شیوهٔ پروانه ام ، چراغ کجایست

ز بس طراوت رویش، نمیتوان دانست
که شبنم است بگل یا گره به پیشانی

در پیش ، آن گروه که از ، اهل ظاهر اند
غیر از نماز کار دگر دست بسته نیست

هر گه ندا رسد که : الهی فدای تو!
تو نیز لب کشا که : الهی چنان شود!

دل خود بروزگار جوانی کباب بود
موی سفید شد نمکی بر کباب من

حرف نخست، ابجد لوح جفای تست
هر جا که، بر تنم الف تازیانه ایست

روی درهم میکشد ، از روی ما ، آئینه هم
چین پیشانی است گویا آیهٔ در شان ما

پیشت بخنده گو مکشا یاسمین دهن
گل کیست تا بروی تو خندد باین دهن

بر غنچهٔ شگفته ، تبسم کنان گذر
تا گیرد از حجاب تو در آستین دهن

(۱: ۲۲۱-۲۲۲)

● **باغ الهی** : میر الهی در کشمیر (در سال ۱۰۵۰ه) در جنوب نوشهره باغ احداث کرد که ــ بباغ الهی ــ معروف شد .

ظفرخان در تعریف این باغ گفته است :

ز دل چون جانب صحرا نهی روئی
مگر صحرا گلستانیست خود روئی

ببینی، سربسر صحرا، شگفته
بفرش سبزه ، گل مستانه خفته

هزاران گلشنش ، از هر کنار است
که مرغ دست آموزش بهار است

یکی از باغها ــ باغ الهی ــ است
که رضوان را ز رشکش چهره کاهی است

درآن گلشن یکی کهنه چنار است
ز نخل طور گوئی یادگار است

پندت آنند کول در مقاله (۱) نوشته است که: این کهنه چنار تا حال (۱۹۳۳م) بر جا است و ۴۸ فت دور دارد. این باغ نزد باشپوره است، و بنام باغ چنار هم معروف است.

شاعری گفته است:

گریبان میکند، خواهی نخواهی بسوی خود، مرا باغ الهی!

تاریخ است:

فلک آشفته بود، از بهر سالش ملک گفتا، بگو: باغ الهی

۱۰۵۰ه

● قبر الهی: مؤلف تاریخ اعظمی نوشته است که: میر الهی در احاطهٔ مقبرهٔ حضرت شیخ بهاءالدین جانب غروب مقبرهٔ ایشان مدفن یافته و سنگی بر بالین قبرش ایستاده است که این کتبه دارد:

میر الهی، ملک ملک نظم | بود در اقلیم سخن، بی قرین
سال وفاتش، طلبیدم ز عقل | گفت، بگو: بود سخن آفرین

۱۰۶۳ه

سرو آزاد سال ۱۰۶۴ه دارد و مصرعه تاریخ داده است:

برد الهی ز جهان گوی سخن

۱۰۶۴ه

همین طور نتائج و شمع انجمن نیز ۱۰۶۴ه دارد.

شادروان محمد الدین فوق مؤلف تاریخ بدشاهی (زین‌العابدین) مقبرهٔ شیخ بهاءالدین را دیده است و میگوید که: هیچ آثار از قبر الهی پیدانیست، یک کتیبهٔ سنگ آنجا دیده شد که اشعار از الهی داشت ولی بدون نام الهی. گمان است

۱- The Mughul Gardens in Kashmir. By P. Anand Koul Sunday Times,10th May 1933. جویهای قبر بری وصف باغ الهی دارد.
(رک: تحت جویا)

که این کتیبهٔ سنگی از قبر الهی باشد ، که بعد از انهدام قبر این سنگ باقی مانده است و در یک گوشهٔ گورستان زیر دیوار افتاده است . (۱)

● آثار الهی : بدین قرار است و هیچ از آن بچاپ نرسیده است:

۱) تذکرهٔ خزینهٔ گنج الهی : این کتاب را بین سالهای ۱۰۴۲ و ۱۰۵۲ھ تألیف کرده است . و شرح حال چهار صد شاعر دارد که در قرن نهم و دهم زندگانی میکردند . بعضی از شعرای قرن هشتم نیز دارد .

بقول اشپرنگر بالتمام نرسیده است و نسخهٔ که اشپرنگر داشت ، بخط مؤلف بوده .

نسخهٔ خطی از همین کتاب در برلن هست بشماره ۶۲۶ . این نسخه بخط مؤلف است . فهرست اسامی شعراء اشپرنگر دارد . (ص ۶۷-۶۸) (۲)

۲) دیوان : چاپ نشده است . نسخهای خطی بقرار ذیل است :

(۱) نسخهٔ موزهٔ برطانیه مورخ ۱۰۴۲ھ شماره Add 25,330

(۲) نسخهٔ کتابخانهٔ اوده مورخ ۱۰۵۲ھ

(۳) نسخهٔ برلن مورخ ۱۰۵۲ھ (۳).

۲۴- الک، روپ بوانی

● گلشن کشمیر : این عارفهٔ هندو از کشمیر بوده ، پدرش پندت مادهو جو نام داشت. برادرش باله پندت نیز شعر فارسی میگفته. نامهای منظوم فارسی ایشان داده میشود (۴).

۱- تاریخ بدشاهی ص ۵۰۹

۲- تذکره نویسی در هند و پاکستان ۱۹۱. ممکن است که این همان نسخهٔ باشد که اشپرنگر داشت.

۳- ممکن است که این همین نسخهٔ اوده باشد .

۴- شرح حال الک، گلشن کشمیر جلد اول (۸۶-۵۶۷) دارد که فعلاً دستیاب نشد .

عرضداشت منظوم من کلام باله پندت مرید صادق و برادر حقیقی روپ بوانی صاحبه که در هند رفته بود و از آنجا نوشته فرستاد.

عرض [illegible] سرگذشتم، بشنوید   لا علاجم، چاره ساز من شوید
بودم [illegible] ز ایام شباب   روز و شب مشغول ذکر خورد و خواب
هم زپای کار غافل، هم ز سر   بودم از اصل خبر، پر بی خبر (؟)
مدتی بودم ز الطاف کمال   بهره مند از دولت قرب وصال
قدر آن دولت بسی نشناختم   خود بد او راستی کج باختم (؟)
وای بر من جرم غفلت کرده ام   سر بسر تقصیر خدمت کرده ام
چون چنین جرمی ز من گشته ظهور   بر کنار افتادم از دریای نور
صد بیابان دور ماندم، زان جناب   خانهٔ هجران شود یا رب خراب
باز رو از راه غفلت تافتم   بر در رحمت سراغی یافتم
رفت در پای دلم، خار طلب   دم بدم شد گرم بازار طلب
پی بسوی ره نه بردم چندگاه   دور ماندم زان در عالی پناه
تاکه روزی خضر وقتی شد دوچار   گو ز راه ظلمتم شد دستیار
چونکه پیمودم ز ره، چندین قدم   ناگهان گشته سگی، سنگ رهم
آن نه سگ، هم سنگ گرگ و شیر بود   دهشتش از عالمی جان می ربود
سگ، بیک لقمه وفاداری کند   این سگ، از خوردن جفاکاری کند
زین سگ درنده! یاران الحذر!   الحذر! ای زیرکان! کردم خبر!
چون سگ بدخوئی دامنگیر شد   پس بپای رفتنم زنجیر شد
از کشاکشهای آن سگ دمبدم   صد دلاسا کرده رفتم یک قدم
قلعهٔ دیدم، چو رفتم چند گام   بود در رفعت بسی عالیمقام
جانب خود ناگهان دیدم دوان   از نگهبانان او ده پهلوان
هر یکی دیدم عیار و رهزنی   در ره یزدان شده آهرمنی
هر یکی در گمرهی غولم شده   سد راه راه مقبولم شده
هر یکی راهی بچاهی مینمود   در حیاتی دستگاهی مینمود
بسکه با آنها ندیدم کس حریف   در غریبی یافتم خود را نحیف
ناگهانم جذبهٔ آن خضر راه   از کشاکشهای آنها شد پناه
جذبهٔ توفیق چون شد دستیار   یافتم پس بر در آن قلعه بار
کوچهٔ دیدم بسی تاریک و تنگ   . . . .(؟)
راه کوچه در حریم خاص بود   رهنمایش جذبهٔ اخلاص بود

میشدی هر گه سعادت راهبر	بر سر آن کوچه میکردم گذر
بر سر آن کوچه چون باد صبا	گاه گاهی یافتم بوی وفا
بر سر آن کوچه هستم خاکسار	تابه بینم نقش پای آن نگار
لیک در ره خلوت خاصم کجاست	گر نمائی راه آن خلوت، بجاست
زآنکه از دل بندهٔ آن درگهم	جذبهٔ فرمای ، ای خضر رهم
داشتم حد ادب چون در نظر	عرض حال خود نمودم مختصر

پاسخ از روپ بوانی صاحبه الک

جواب باصواب بزبان معجز بیان شری روپ بوانی صاحبه الک در هندوستان نوشته فرستاده است.

دل پسندا ! فضل حق یار تو باد	در حریم خاص دل، بار تو باد
مهربان ، پیوسته اهل دل، بتو	کام دل بادا همه حاصل بتو
گوش کردم جمله شرح نامه ات	خوش بیان بادا ! زبان خامه ات
گر بصورت دوری ، از هجرم منال	لیک در معنی بمن داری وصال
هیچ دوری نیست از ما تا بتو	درمیان گر هست منزلها بتو
نور من، بنگر بهر جا، جلوه گر	عام در حیوان و خاصه در بشر
نور پاکم در گرفت آفاق را	لیک داند هرکه شد مشتاق ما
رتبهٔ مشتاق ما ، بالاتر است	هر که شد مشتاق ما ، نیک اختر است
نور من تابنده از ماه و خور است	نور من رخشنده در هر اختر است
در حقیقت گشته از ما نامور	اسم و جسم و رنگ و روی هر بشر
در حریمم نیست بار خود پرست	وصل ما یابد کسی گر، خود برست
خود فروشی ، باب این بازار نیست	خود فروشان را درینجا کار نیست
هستی خودبین ، بود بار گران	خود فروشی هست آزار گران
شیوهٔ مرادن ره ، نبود خودی	از خودی بگذر بما واصل شوی
بی نشان آمد نشان بیخودان	سر بنه بر آستان بیخودان
بیخودان هستند والا دستگاه	شاه وقت و صاحب تاج و کلاه
بیخودان خود مظهر خاص حق اند	بیخودان خود محو ذات مطلق اند
باش فرمان بخش، شهر بیخودی	آشنای بر و بحر بیخودی (؟)
تابود قائم قرار کائنات	تا بود دائم مدار شش جهات
باش از الطاف ما، ای جان جان !	کامران ، در این جهان و آن جهان !

بسکه از تأثیر الفت های ما — در دلت اسرار عرفان کرده جا
واقعی خود از رموز فیض وصل — از فرع پی میبری زآن سوی اصل
درحقیقت ، هر چه گفتم ، ای رفیق! — ... دلان بود از شرط طریق (؟)
از سدانند(۱) دعا گوی قدیم — که اوست بر درگاه اخلاصت مقیم
صد دعا بادا بر احوالت شمول
زآنکه میباشد دعای او قبول (۲ :۸۲۱-۸۲۲)

۲۴ـ امام ، امام الدین

● **سخنوران چشم دیده** : امام تخلص ، امام الدین نام پادشاه جمجاه کشمیر بود . فقیر آن حضرت را در ابتدای عمر ، وقتیکه از کشمیر بدارالسلطنت لاهور تشریف فرما شده بود، دیده بودم . و بیش از این احوال آن والا حشم ، رقم کردن سر بسر طوالت را کار فرمودن است . ازآنکه ، فقیر تذکرهٔ شعراء می نویسد نه که شاه نامه ، که در وی ذکر شاهان سلف و حال باشد . و خود از یک شعر آن خلد نشین قدری حال پر ملال بظهور پیوندد ، بر فقیر بسیار لطف می فرمودند. هنوز عمر شریف شان به پنجاه نرسیده بود که جهان فانی را گذاشتند (۲) و مزار آن والا تبار در پائین مزار داتا گنج بخش لاهوریست . شعر اینست :

امام! از باغ کشمیرم گرفته — بزندان خانهٔ لاهور بردند (ص ۹)

۲۵ـ امین ، مولانا محمد امین کشمیری

● **ریاض الشعراء** : از شعرای کشمیر و از فرزندان صیرفیست(۳) . درست

۱ـ ازین ظاهر است که این پاسخ سدانند سروده است و گفتهٔ شری روپه بوانی الک نیست .

۲ـ شیخ امام الدین امیرالملک جنگ بهادر بن شیخ غلام محی الدین در سال ۱۸۴۵ع بعد فوت پدر (۱۲۶۲ھ) بجایش آمد و در سال ۱۲۷۵ھ فوت شد . کتیبهٔ قبرش این عبارت دارد :
چون که ، نواب شیخ امام الدین — شد ز دنیا ، و رو بخلد نهاد
گفت : هاتف بسال تاریخش : — احمد مجتبیٰ شفیعش باد
تاریخ دوم شهر شعبان ۱۲۷۵ھ
چون بخاکم بگذری ، دامن کشان — از سر اخلاص الحمدی بخوان
(صوفی ۲ : ۷۴۹)

۳ـ رک : تحت صیرفی .

طبیعت و صاحب فهم بوده . تقی اوحدی نوشته که : ویرا در مندو دیده ام ، هفتاد (۱) سال عمر داشت و صاحب ده پسر رشید قابل بوده هم درآن آوان گزشته (۲) . اوراست :

رسید دستم بر عارضی و در خور آ نم — که آفتاب سر از آستین من بدر آرد
دردی که یافت دل ، بجنون است ، آشنا — آبی که ، ریخت دیده، بخون است آشنا
بر ما مخند، گریهٔ بنیاد، چشم تو — فریاد ما ، به درد درون است آشنا
من خنده نیم ، بطبع عاشق ناساز — یا اشک که ، بر روی دوم ، چون غماز
یا ناله که ، سر بگوش بیگانه نهم — من درد دلم ، خلوتی پردهٔ راز
(خطی)

● **صبح صادق** : مؤلف کتاب میرزا صادق پسر میرزا صالح اصفهانی ، ملا محمد امین امینی (یا امین) را در جونپور دیده است . مینویسد که : از شعرای جونپور بود ملا محمد امین امینی کشمیری، که اکنون نیز درآن دیار است و بلطف طبع اتصاف دارد و عمرش بصد رسیده .
(گل زعنا خطی - ۶۶۷- الف)

۲۶- انجب ، میر ضیاء الله کشمیری

● **روز روشن** : انجب ، میر ضیاء الله (۳) کشمیری فرزند میر نعمت الله است :

دشمن روشندلان باشد زبان خویشتن — شمع در سوز و گداز ست نو بیان خویشتن
(ص ۸۷)

۱- باین حساب در سال ۹۵۴هـ تولد یافته باشد .
۲- در حدود ۱۰۲۲و۱۰۲۴هـ .
۳- صحف ابراهیم محمد ربیع انجب خلف قاضی میر نعمت الله نوشته است ((ص ۹۷) ولی در نام اشتباه شده است . انجب حاجی محمد ربیع مغربی، شاعری از دهلی بود و تلمذ از مرتضی بیگ صفاهانی داشت . (رک : روز روشن - ۸۷)

۲۷- انسان، اسدالله یارخان

● **سفینهٔ هندی :** اسدالله یارخان ، انسان تخلص . از رفقای نواب امیرخان (۱) مغفور بوده، و بوسیله اش ترقیات کرده، چنانچه بصوبه داری کشمیر و بخشی رسالهٔ شمشیر داغ و بخطاب اسدالله سرفرازی یافته بود . هنگامیکه نواب بنظامت صوبه الهآباد مأمور و منتقل بود ، خان مسطور بامر وکالتش بحضور می ماند . فردوس آرامگاه نظر بلیاقت او در کمتر زمان نوعی متفقد حالش گردیده . چون نواب بحضور رسیده، رشک برتبه اش میبرد . ازوست :

از کوی یار، باز سفر میکنیم ما فردا قیامت است، خبر میکنیم ما (ص ۱۰)

● **روز روشن :** انسان، اسدیارخان اکبرآبادی . مرد سخی و باذل و متواضع بود . با شرفاء و نجباء مفلوک ، سلوک برادرانه مینمود . با عمدالملک امیرخان راه و رسمی بهمرسانیده، بذریعه اش بارياب حضور محمد شاه گردید و بخطاب اسدالدوله و منصب شش هزاری سرفرازی یافت . در سنه ثمان و خمسین و مایة و الف (۱۱۵۸ھ) در دارالخلافه دهلی بدار آخرت شتافت و نعش او در اکبرآباد مدفون گشت . رباعی :

گه، با صنم شفیق، میباید زیست گه، تنها بی رفیق، میباید زیست
انسان! این بزم شکر و گله نیست یکچندی بهر طریق میباید زیست
(ص ۲۹)

۲۸- بدرالدین کشمیری

● **تاریخ نظم و نثر نفیسی :** بدرالدین بن عبدالسلام بن ابراهیم حسن

۱- امیر خان انجام .

کشمیری، از شاعران پرکار هندوستان بود و تا پایان قرن دهم هم زنده بوده است. و کتابهای فراوان بنظم فارسی ازو باقی مانده: ازآنجمله:

۱- **دیوان غزلیات**. وی که در (۹۸۸ھ) تدوین کرده است:
۲- **اسکندر نامه**. معروف بقصهٔ ذوالقرنین.
۳- **شمع دل افروز**. بر وزن خسرو و شیرین نظامی اتمام در (۹۷۶ھ).
۴- **معراج الکاملین**. اتمام در (۹۸۱ھ).
۵- **روضةالجمال**. اتمام در (۹۸۳ھ).
۶- **سراج الصالحین**. اتمام در (۹۸۶ھ).
۷- **بحرالاوزان**. اتمام در (۹۸۸ھ).
۸- **مجمع الاشعار**. تقلید از مخزن الاسرار نظامی.
۹- **ماتم سرای**. تقلید از منطق الطیر.
۱۰- **زهره و خورشید**. بر وزن حدیقهٔ سنائی.
۱۱- **مطلع الفجر**: بر وزن سبحة الابرار جامی.
۱۲- **لیلی و مجنون**.
۱۳- **رسل نامه**. بتقلید بوستان سعدی. (۱: ۲۲۴)

۲۹- بزرگی کشمیریه

● **مرآة الخیال**: اصلش از کشمیر است و لولی بود. در عهد جهانگیر پادشاه از غایت علو فکر ترک پیشهٔ خود کرده، در گوشهٔ قناعت و توکل خزیده بود: روزی چهار شاعر برای دیدن او رفته بودند. درین اثنا عرب بچهٔ — که خالی از اثر تعشق نبود — چون دعای او می رسد اورا میطلبد. این معنی برخاطر شعراء گران آمد و این رباعی نوشته نزد وی فرستادند:

ای شیوهٔ کفر و دین، بهم ساختهٔ غم را بوجود خود، عدم ساختهٔ
آثار بزرگی ز جبینت پیداست گه با عرب و گه بعجم ساختهٔ (۱)

بزرگی فی‌البدیه این بیت مشهور نوشته بیرون فرستاد :

روزی که نهادیم درین دیر قدم را گفتیم: صلاح است عرب را و عجم را (۲)

و این بیت مشهور ازوست :

موبمو در ناله ام، گوئی که استاد ازل رشتهٔ جانم، بجای تار در طنبور بست (۳)
(ص ۳۳۶)

● **حدیقهٔ مسرت** : بزرگی کشمیریه ، در نازک خیالی استعدادی بزرگ داشت و به عهد نورالدین جهانگیر (۱۰۱۴ - ۱۰۳۷ه) در شاعری علم جهانگیری می افراخت . (یک بیت آورده است ص ۱۲)

۳۰- بقا ، پندت سترام

● **بهارگلشن** : از کهنه کدل سرینگر بود. از سخن سرایان فارسی زبان بود . بعمر شصت سال در عهد شیخ امام الدین حاکم کشمیر (۴) وفات یافت .

قسم بجان تو، بیمارم و نخواهم زیست طبیب آمد و نبض مرا گرفت و گذاشت

۱- تذکرة النساء و حدیقهٔ مسرت دارد .

۲- فیضی در قصیده که بمدح اکبر پادشاه گفته است و مطلع دارد:
آن روز که بر لوح نهادند قلم را از نقش تو خوشتر نکشیدند رقم را
در آن بیت دارد :
گر چشم ز دل خود کنی اصلاح همانست کآرام دهی ملک عرب را و عجم را
و غزلی دارد که در آنست :
مجنون که و فرهاد چه داند ره غم را در عشق صلائیست عرب را و عجم را

۳- این مطالب را عیناً آقای علی اکبر مشیر سلیمی در تذکرهٔ زنان سخنوران آورده است .
(۱: ۳۴)

۴- رک : تحت امام شماره (۲۴)

تا پرده بر فتاد ازآن رو، بیکطرف یکسو پرید رنگ ز گل، بو بیکطرف(۱)

از آثار وی ــ سوزن نامه ــ و ــ دستور العمل ــ و ــ بحر طویل ــ یافته میشود ، دیوان هم داشت ولی از بین رفته است . (۲:۸۴۴)

۳۱ـ بلبل ، ملا اشرف دائری

● صوفی : بلبل ، ملا اشرف دائری، پدرش ملا داؤد نام داشت . بلبل در قصبهٔ دیره فوت شد : از رضانامه اوست :

حمد :

رسانندهٔ روزی مور و مار بقدرت ، نه با آلهٔ دستکار

نعت :

یتیمی که بیدرس قران بخواند خط نسخ بر صحف دیرینه راند (۲)
کشادند از لب زبان سکوت که سبحان حی الذی لا یموت

تمهید :

اگرچه نظامی بسی رنج برد ز گنجینهٔ معنوی گنج برد
من از روح او ، یاریٔ خواستم سخن را بمعنی ، بیا راستم
دو چیز است ، اندر جهان پائدار سخا و سخن ، نکتهٔ آبدار

خاتمه :

چو ابیات این نامه کردم شمار خرد گفت با من بگو: ده هزار

ازین بیت ظاهر است که ــ رضانامه ــ ده هزار بیت دارد. (۲: ۴۷۹)

● پارسی سرایان کشمیر : بلبل ملا محمد اشرف در دهکدهٔ بنام دیر (در بخش پلوام واقع کشمیر) بسال ۱۶۸۲م (۱۰۹۴ه) پا بعرصهٔ وجود گذاشت و در سال ۱۷۵۵م (۱۱۶۹ه) در همان قریه پدرود حیات گفت و در گورستان خانوادگی خود مدفون است .

۱ـ بهار گلشن کشمیر ۲ : ۸۴۴ ــ ۱ : ۱۳۷ و ۲۸۷ و ادبی دنیا کشمیر نمبر ص ۲۲۴ .

۲ـ سعدی گوید :

یتیمی که نا کرده قرآن درست کتب خانهٔ چند ملت بشست (بوستان)

خمسهٔ در تقلید نظامی سروده که ازان یک مثنوی بنام ــ رضا نامه ــ موجوده است .

بلبل اولین شاعر کشمیر است که داستان کربلا را بنظم سروده است . مثنویهای او چنانکه از ــ رضا نامه ــ استنباط میشود عبارت اند :

۱) ارزن و بیه مال . داستانیست محلی که بفارسی اولین بار سروده شده هست.
۲) هشت اسرار .
۳) مهر و ماه .
۴) هشت تمهید .
۵) رضا نامه . (۱) (ص ۱۱۲)

۳۲- بهاء ، ملا بهاءالدین متو

● صوفی : بهاء، ملا بهاءالدین متو ، از خانوادهٔ علمای کشمیر بود . ملا مقصود ، مولوی محمد انور ، ملا نورالله ، اخوند ملا عبدالحق ، مفتی هدایت‌الله ، از همین خانواده برخواسته اند .

بهاء در سال ۱۱۸۰ھ (۱۷۶۶ع) بوجود آمد. ملا محمود بلخی در علوم دینی استادش بود . و خود نیز از همه اشغال کنار گرفته پیشهٔ معلمی اختیار کرد . بتقلید نظامی خمسه دارد که عبارت است از :

۱) رشی نامه . چهار هزار بیت
۲) سلطانی نامه . سه هزار سیصد بیت
۳) غوثیه . پنج هزار پنجصد بیت
۴) نقشبندیه . چهار هزار ششصد بیت

۱- پارسی سرایان کشمیر از ــ رضا نامه ــ اشعار دارد ص ۱۱۲-۱۲۰.

۵) چشتیه . سه هزار بیت

بهاء در سال ۱۲۴۸ھ (۱۸۳۲ع) حیات را پدرود گفت و در محله مسجد پتوانی دفن شد .

ابتدای مثنوی غوثیه :

ای بهیا ! دفتر دگر سر کن — رو سوی طلبهای اذفر کن
لشکر آوردهٔ تو شاه بیار — اختر آوردهٔ تو ماه بیار
کیست آن شاه ، شاه جیلانی — قطب اقطاب غوث صمدانی
(۲: ۴۸۰)

۳۳= بهار ، پندت لسه کول

● بهار گلشن کشمیر : از کشمیر بود ، پدرش تیکارام جیو نام. نیز شعر میسرود و آخون تخلص داشت .

اشعار ذیل از قصائد بهار داده میشود :

آمد بهار و سبزه ز هر سو کشید سر — از سبزوار داد نشان باغ کاشمر
بلبل! بیا که، مطرب بزم چمن تولی — بر چنگ ناله زن ره نوروز را دگر
بر گرد چشم سبزهٔ نورسته میدهد — از خط نو دمیدهٔ چاه ذقن خبر
سرخاب وش ز عکس گل لعل و لالهها — هر طائری بر اوج هوا گشته سرخ پر
از نیش هجر گل ، دل بلبل فگار بود — صبح بهار پنبه نهادش بزخم پر
از بس نشاط سال نوو خال فرخش — بنشسته برو سادهٔ دولت بجاه و فر
رسید مژده که، ایام عیش و ناز آمد — بجوئبار امید ، آب رفته ، باز آمد
بداین نوید دل دوستان ببالیده — ز تاب رشک گل خصم در گداز آمد
شگفت غنچهٔ دلهای خویش و بیگانه — چو این نسیم بشارت باهتزاز آمد
ز دستگیری الطاف ظل سبحانی — ستارهٔ تو بصد نور بر فراز آمد
(۲: ص ۸۵۸)

۳۴- بیتاب ، پندت تابه رام ترکی

● **بهار گلشن کشمیر :** از رعنا وادی سرینگر بود. در سال ۱۱۴۱ھ (۱۷۷۷ع و ۱۸۳۳ بکرمی) چشم بجهان کشود و بعمر هفتاد و یک سالگی در ۱۲۶۶ھ (۱۸۴۸ع و ۱۹۰۴ بکرمی) حیات را پدرود گفت . از آثار وی است ـــ جنگ افغانان و سکهان ـــ و ـــ رنجیت نامه ـــ و ـــ اکبرنامه ـــ و دیوان که کم یاب است .

ملا توفیق کشمیری شعر داشت :

شکسته رنگ من ، با طبیب در جنگ است　　علاج درد سزم حسن .صندلی رنگ است

بیتاب فی‌البدیه جواب رسانیده :

سیاه بختم و از بخت خویش خورسندم　　چرا که بخت من و زلف یار هم رنگ است

(۲ : ۸۵۹)

● **ادبی دنیا :** بیتاب ، پندت تابه رام ترکی از رعنا واری سرینگر بود و در عهد مهاراج گلاب سنگھ (۱۸۴۶-۱۸۵۷ع) جهان را پدرود گفت . ـــ جنگ نامه ـــ مشتمل بر وقایع جنگ بین محمد عظیم خان حاکم کشمیر و مهاراج رنجیت سنگھ (۱۸۱۹-۱۸۳۹ع) سروده (۱) و از ین سبب شهرت یافت . پایان جنگ نامه بر این اشعار است :

۱- وقتیکه ، کشمیر بدست رنجیت سنگ افتاد شاعری گفت :

جرم ما ، ما را چو دامنگیر شد　　قوم سنگان وارد کشمیر شد

وقتیکه ، گرمک سنگ صوبیدار شد شاعری گفت :

کور سنگ حاکم و رنجیت چو باشد سلطان
شکوه از جور مکن ، عالم کورا کوری ست

رنجیت سنگ از یک چشم کور بود و صوبیدار کور سنگ نام داشت . به همین رعایت شاعر لفظ کورا کور آورده است . که : عهد کوران است ، شکوه کردن سود ندارد.

(صوفی ۲ : ۷۲۵)

خدایا ! نیاید ز من پوزشی — نه شد گرم هنگامهٔ سوزشی
ز مهر تو بر سینه داغ نسوخت — دلم را به بالین چراغی نسوخت
ز چشمم نیامد گهر ریزای — چو شبنم نکردم سحر خیزای
بگلزار عمرم بهاری نماند — بدستم جز از خار خاری نماند
همه خرمن عمر برباد رفت — مرا توشهٔ راه از یاد رفت
عقوبت مکن ، انفعالم بس است — مرا طعنهٔ آن ، ز عالم بس است
خدایا توئی خلق را چاره ساز — نداری بناز کسی را نیاز
به درگاه تو نا امیدی کجاست — گر امید بی تاب داری بجاست
کریما ! نگر انکسار مرا — به بخشای احوال زار مرا
ز خمخانهٔ فیض در انتظار
بده یک دو ساغر که چشم است چار (ص ۲۲۵)

۳۵- بیخبر ، منشی غلام غوث کشمیری

● **نگارستان سخن** : منشی غلام غوث کشمیری منشی گورمنت شمالی و و جنوبی اله آباد است . این دو شعر از او بگوش افتاد :

نیست آشوبی که از دست ستمگر بر نخاست — فتنهٔ ننشست از پا ، تا که دیگر بر نخاست
بیخبر جائی که من مشغول ضبط گریه ام — در بهاران ابر هم بادیدهٔ تر بر نخاست
(ص ۱۷)

● **روز روشن** : بیخبر ، خواجه غلام غوث خان کشمیری، که از مدتی بعهدهٔ جلیلهٔ امیرالانشاء حکومت مغربی و شمالی هندوستان معزز و ممتاز است . اصلش از خطهٔ دلپذیر کشمیر و تا زمان استقرار محکمهٔ گورنمنتی ، در اکبرآباد اقامت داشت ، و مستقر آن محکمه شهر اله آباد گردیده ، درین شهر موطن گزیده . طبعی بلند و فکری ارجمند دارد و اوقات فرصت بمصاحبت و موانست دقیقه سنجان و نقطه رسان می گذراند و شعر غزلش که در نگارستان سخن از زبان کسی مرقوم شده بصحت روایت اینست:

تا نقاب زلف ، زآن رخسار انور بر نخاست — پردهٔ شب ، از رخ خورشید خاور بر نخاست
صاحب تمکین ، گهی بر خود بنالد از هوا — اندرین دریا ، حباب از آب گوهر بر نخاست

از خدا خواهم بروز شمع بنشیند مدام
شب ز بزم او رقیب رو سیه گر بر نخاست
اندرآن وادی که من مشغول ضبط گریه ام
در بهاران ابر هم بسا دیدهٔ تر بر نخاست
تا نه دود از خود بر آورد وتپ دل جان نسوخت
بیخبر مانند شمع، از بزم دلبر بر نخاست
(ص ۱۱۱)

۳۶- بیخود، محمد عاصم

● صحف ابراهیم : خواجه محمد عاصم بیخود. اصلش از کشمیر است اما در شاهجهان آباد (دهلی) نشونما یافته و بواسطه مهارتی که در فن طب داشت، مدتها ملازم و مقرب خدمت بلند قدران آن شهر بود. ایامی که آبادی دارالسلطنت بخرابی تبدیل یافت. ازآنجا سفر کرده، بعظیم آباد آمده سکنی اختیار کرد و روزگاری بعزت گذرانید. تا در سال هزار و دو صد و یک هجری (۱۲۰۱ه) داعی حق را لبیک اجابت گفت. بمقتضای موزونی طبع، گاهی فکر اشعار میکرد. (ص ۹۳ ب)

● روز روشن : بیخود دهلوی، اصلش از کشمیر بود و در شاهجهان آباد اقامت داشت. ازآنجا برخاسته درعظیم آباد مسکن گزید و در سنه احدی و مائتین و الف (۱۲۰۱ه) رخت بدار آخرت کشید :

بی پر و بال کرده اند مرا
فارغ البال کرده اند مرا
چه باک از گردش چرخ است تا پیمانه میگردد
حصار امن دور جام باشد باده خواران را
چاک دلها ، نه پی جلوه گری ، بود غرض
پردهٔ دیگر ، ازین پرده دری، بود غرض
داغ بر داغ نهادم، چو نگین از مهرت
که ز داغ تو مرا ناموری بود غرض
(ص ۱۱۱)

۳۷- بیخود، پندت سترام کشمیری

● روز روشن : پندت ست رام کشمیری ، شاگرد رشید میرزا مجرم کشمیری ست :

شبی کز مهر ماه عارض چون شمع در گیرم
فروزم مشعل آهی و شب را در سحر گیرم
چو در تحریر وصف لعل شیرینی شکر ریزم
ورق از برگ نی آرم قلم از نیشکر گیرم
بدر بسفتن چو آید لعل سیرابی بایثارش
هزاران لعل یاقوت تر از کان جگر گیرم
(ص ۱۱۲)

۳۸- بیغرض، پندت نند لال در

● **بهار گلشن کشمیر**: از سرینگر است جدش پندت واسه کاک در عهد عظیم‌خانی(۱)، هرکاره‌باشی بود و با سکر تخلص میکرد. یک ماه پیشتر از کشته‌شدن ماه قبل گفته بود:

گفتمش: از بهر باغ باسکر هاتفی، از غیب گفتا: خشک شد
۱۲۲۴ھ

پدر بیغرض، پندت تیکا لال در، نیز شعر میگفت و تخلص قانع میکرد.

بیغرض پیشهٔ مدرسی داشت، جام وحدت (المعروف ترانهٔ بیغرض) در دو مجلد ازوست:

گفتم: ببوسم خاک پا! گفتا: به کوی من درآ
گفتم: مزن تیر جفا! گفتا: همین از من وفا
گفتم که بنشین روبرو! گفتا: دوئی را دور کن
گفتم: که میرم در غمت! گفتا: که دل شادم شود
گفتم: کجاداری مکان! گفتا: مکانم لا مکان
گفتم: چه باشد نام تو! گفتا: ز دنیا بیغرض
شدم بیخود چو مجنون، در پی دیدار آن لیلی
رسیدم عاقبت، در خدمت ساقی به میخانه

گفتم: ندانم راه او! گفتا: برو دیوانه باش
گفتم: چسان بینم ترا! گفتا: که‌در بتخانه باش
گفتم: که‌قربانت شوم! گفتا: که‌چون‌پروانه باش
گفتم: زکواة حسن ده! گفتا: که‌چون‌پیمانه باش
گفتم: توئی جان جهان! گفتا: توهم جانانه باش
گفتم: که‌پیشت‌چون‌رسم! گفتا: زخودبیگانه باش
به شوق سنگ طفلان هر طرف دیوانه می رقصم
به گرد شمع رویش چون پر پروانه می رقصم
(۳: ۸٦۵)

۳۹- بینش، محمد اسمٰعیل کشمیری

● **کلمات‌الشعرا**: تمام دیوانش را سیر کردم، غیر ازین دو بیت بنظر در نیامده:

هر پارهٔ دلم چمنی از نگاه اوست آئینه چون شکسته شد آئینه خانه ایست (۲)
در راه وصال تو، ز بس چشم براهم چون جاده بود خاک نشین، مد نگاهم (۳)
(ص ۱۸)

● **تذکرهٔ شعرای متقدمین**: بینش کشمیری، در تمام دیوانش این دو بیت در نظر آمده: (دو شعر دارد که در کلمات است ص ۳۳)

۱- سال ۱۸۱۳ع.
۲- تذکرهٔ شعرای متقدمین، همیشه بهار و بیاض بنده علی باسط دارد.
۳- تذکرهٔ شعرای متقدمین و بیاض بنده علی باسط دارد.

● **همیشه بهار:** در کشمیر بسیر کشتی عمر بسر برد. از مردم ایران است. قماش سخن اش بر نکته سنجان، از اشعارش معلوم است:

درین محیط، تلاش من از ره تدبیر ‌ ‌ بهیچ جا نرسد، چون شنای کشتی گیر (خطی)

● **ریاض الشعراء:** در زمان اورنگزیب پادشاه در هندوستان بوده. دیوان شعر ترتیب ابیات خوب از وی بنظر رسیده:

درین بهار نشد نو گلی دو چار مرا ‌ ‌ که زیر سایهٔ خود جا دهد چو خار مرا(۱)
کسی که کشتهٔ ابروی او، مرا داند ‌ ‌ بجای شمع زند تیغ بسر مزار مرا(۲)
پاس عزت، کس چو من، میخانه را هرگز نداشت ‌ ‌ داده ام در چشم خود جا همچو نرگس جام را
تا براحت، یک جهت سازم فغان خویش را ‌ ‌ چون جرس، بادل یکی کردم، زبان خویش را(۱)
ماند در دل چو لاله داغ گره ‌ ‌ دود آهم ز نارسائیها
ما را بغیر دیدهٔ شب زنده دار نیست ‌ ‌ گاهی مگر بچشم تو بینیم خواب را
از گل بدست باد صبا نامه داده ام ‌ ‌ یعنی که بی تو دفتر دل پاره پاره ایست
بی تو مارا، ز سوز گریه، چو شمع ‌ ‌ آتش از سر بجای آب گذشت (۳)
لذت شمشیر نازت هر کرا شد دلنشین ‌ ‌ همچو گل، زخم ترا قسمت بر اعضاء کرده اند
آن قدر فرصت نظاره بچشمم ندهی ‌ ‌ که نگاهی برخت، درد دل اظهار کند
تا یک سخن توان ز لب داستان شنید ‌ ‌ از هر کسی هزار سخن میتوان شنید (۴)
تا دیدن رخت چمن آرای دیده شد ‌ ‌ گل میکند بشمع چو مژگان نظاره ام
از باده نداریم چو گل تاب جدائی ‌ ‌ پیمانهٔ ما گر شکنند خانه خرابیم
بصد تمکین گذشت از من که، استغنای ناز است این ‌ ‌ شدم خاک رهت من هم که تسلیم نیاز است این (۵)
(خطی)

● **مجمع النفائس:** بینش گمان دارم که از کشمیر است. تعریف اماکن تنزهه کشمیر بسیار نموده. مثنوی دارد در تعریف کشمیر که بسیار خوب گفته.

۱- صبح گلشن دارد.
۲- مجمع النفائس دارد.
۳- مجمع النفائس و نتائج الافکار و صبح گلشن دارد.
۴- مجمع النفائس و آتشکده و نتائج الافکار دارد.
۵- مجمع النفائس و نتائج الافکار دارد.

دیوانش بنظر آمده خیلی معنی یاب است، اکثر جواب غزلهای عنایت خان آشنا گفته . ظاهراً معاصر او است . شعرش خیلی متین و لغزش مطلقاً ندارد. انتخاب دیوانش نوشته میشود :

دل، بزور گریه ام ، آخر بچشم تر رسید — سیل این وادی بدریا می برد ویرانه را(۱)
ابروی کجا طاق کمانخانهٔ ناز است — کز چین بجبین بر سر هم چیده کمانها
ریشه دارد چو سرو در پایم — خار راه برهنه پاییها
سر زند چون حرف خواهش، از لب اظهار ما — می زند، سیلی شکست رنگ ، بر رخسار ما
ز ابرو چشم مست یار می ماند بآن ترکی — که بربالای سر بگذارد و از شوخی کمانش را(۲)
جبین من، چوگل یارب! سراپا لب شود بینش — که میخواهم بوقت سجده بوسم آستانش را(۳)
روزی که منع ناله کند داد رس مرا — گردد گره چو آئینه در دل نفس مرا
خاکیم گرچه خاک سر کوی دلبریم — باشد بنای کعبهٔ دلها ز خشت ما
بی اختیار ناله ، ز دل میکشم چو نی — در دست دیگریست عنان نفس مرا (۲)
عزت ایام، بی زحمت نمی آید بدست — سنگ بت گردد ، بخود بیند چو زخم تیشه را
در چمن، بی تو کی از ضعف توانم گشتن — بسوی گل ، دام کشد در ره پرواز مرا
بخشک سال جهان، فارغم ز منت ابر — که نم چو آئینه دارد زبان زمین مرا
تنگدستی بین که، غیر از چنگل شهباز نیست — از برای آشیان ، گر مشت خس باشد مرا
بلبلم اما بیاد چشم شوخ نو گلی — بسته ام بر شاخ آهو آشیان خویش را
جام عشرت ، برکف از میخانهٔ دل میرسد — داغ رشک لالهٔ خونی کفن داریم ما
دلدار بی مروت و فریاد بی اثر — دیگر که میکشد ز فلک انتقام ما
تا بگلگشت چمن، گل بر سر از شوخی زدی — کردهٔ معراج بلبل گوشهٔ دستار ما
بیتو گردید قفس گلشن آزادی ما — خنده چون غنچه، گره شد بلب شادی ما (۲)
دارند آفتابی در حلقه حلقه موها — از شرم آه عاشق زلف تو ساخت روها
در لحد، از داغ حسرت، استخوانم را مسوز — گر ببالینم بیائی بر سر خاکم بیا
شوق آن لب از دل بینش بر آورده است گرد — خون او، بسیار مانند است لعل سوده را

۱- نتائج‌الافکار دارد — سیل این دریا بوادی میبرد دیوانه را .
۲- نتائج الافکار دارد .
۳- صبح گلشن دارد .

یک صبحدم، ز چهره بر افگن، نقاب را
از فریب چرخ، در هر صورتی، ایمن مباش
ز دیده، پای ازآن ساختم که، می دانم
طرح چمنی، ریخت ز هر مشت غبارم
یک دم ز فکر زلف تو بیرون نمی رویم
کار آسان از تعلق میشود بسیار سخت
تو که، دستی بخم زلف نگاری، نزدی
دو جهان، چون دو سر رشتهٔ سوزن باشد
تا دست من، ز دامن وصل تو، کوته است
از حرف پوچ مغز سر آدمی خورند
جستم نشان، کلبهٔ درویش یافتم
گوید مدام بالب پر خنده صبحدم
دلی که در جگر از مفلسی ندارد آه
پرده چون از خویش برخیزد عیان پیداست کیست
شعلهٔ برگی، از نهال ریشهٔ دیوانگی است
جز روی او که در شکن زلف خوشنماست
واقف شد از کشاکش دریا که همچو موج
ز شرم خط، چو شود چهرهٔ تو، رنگ برنگ
رونق شادابی میخانه با گلشن کجاست
بر اهل صبر، عشق ستم ابتدا کند
بزندانخانهٔ زلف تو، هر تابی که می آرم
ساکنان در میخانه، بمعراج رسند
خست اهل جهان بسکه بطغیان آمد
هیچ کس راز تو در دل نتوانست نهفت
برای مردمان روزی برون از سنگ می آید
از نظر افتادهٔ جام است، بی معشوق می
بینش! از هر نگهی عرض تمنا کردیم
بصد امید بر آید رقیب از سر کویت

بنشان بزور شبنم گل آفتاب را
در غلاف ماه نو دارد نهان شمشیرها (۱)
براه وصل تو هرگز نمی رود در خواب
عشق تو که، هر روز برنگ دگرم سوخت(۱)
دائم بزیر سایهٔ گل آشیان ماست
بادشاهی میتوان کردن ولی بی تاج و تخت
رشتهٔ عمر چه دانی، که سراسر گره است
که سر باز بود یک سر و یک سر گره است
همچون سر بریده سزاوار دوش نیست
بار زبان خلق کم از بار دوش نیست
آن خانهٔ که حلقهٔ در خاتم جم است
سرخوش نشین که شادی عالم همین دم است
براه فقر تو کشکول بی خریدهٔ ماست
در دل هرکس بیکرنگی نهان پیداست کیست
شیر طفل نی سوار بیشهٔ دیوانگی است
در زنگبار آئنه را اعتبار نیست
سر رشتهٔ حیات تو در دست دیگریست
گمان برند که، طاؤس خفته در دام است
در چمن، چون شیشهٔ می، سبزهٔ شاداب نیست
اول بکوه تیغ کشد آفتاب صبح
بپای دل، مرا مشکل تر از زنجیر میگردد
گر بیاد لب میگون تو، ساغر گیرند
بحر را خشک پسندند، که گوهر گیرند
شور برداشت چو دریا گهری پیدا کرد
ازین رو آسیا انگشت حیرت در دهن دارد
روز هجران تو بر عاشق شب آدینه بود
مردم دیدهٔ ما، نیز زبانی دارد (۲)
امیدوار چنینم که نا امید بر آید

۱- نتائج الافکار دارد.

۲- نتائج الافکار و صبح گلشن دارد.

ز آب تیغ کشائیم روزه، ما و تو بینش — بشکل ابروی او گر هلال عید برآید
گر پارهٔ ز حال دل خود رقم کنم — دیگر تلاش نامه دریدن نمی کنند
هرکس که رسد، دیدهٔ خود فرش رهش کن — چون آئنه، شرمندهٔ مهمان نتوان بود
ز بس درد جدائی شکوه پرداز است در عالم — بهنگام شکستن هرچه را بینی صدا دارد
نیست جز ناله مرا داد رسی در ره عشق — همچو گم گشته که فریاد بکهسار کند
آستین همه کس، در شکن کوتاهیست — مژه اشکی مگر از دیدهٔ ما پاک کند
آن قدر، طبع تو نازک شده از ناز که من — در گلستان کسی، گل نتوانم بو کرد
هرکه در بزم وصال یار، دل از دست داد — موسم گل بلبل را از قفس آزاد کرد
ز رویش خانهٔ آئینه، سامان دگر دارد — پری درشیشه، می‌در جام، گلشن در نظر دارد(۱)
از بس، هوای وادی شوق تو، گرم بود — مانند شمع کشته، سرم بی کلاه ماند
بر نمی تابد هوس را، دل چو صاف از عشق شد — از هوا چون آب این آئینه برهم میخورد
از تنگی دل خاطرم آرزده نباشد — ترسم که خیال تو درین خانه نگنجد
بعد عمری، مهربان چون شد برغم آسمان — کرد با ما آنقدر یاری، که پنداری نکرد
یاقوت، غلام لب خندان تو باشد — الماس، کمر بستهٔ مژگان تو باشد (۲)
ترا قفس چمن و دام سایهٔ بید است — کجا بقید تو مرغ اسیر مینالد
ابرها، تابش برق نگهت را، دیدند — گریه، بر حال من سوخته خرمن کردند
پر پروانه، دل سوختهٔ عشق تو بود — بر سر خاک من، آن شمع که روشن کردند
نم بچشم اشکبارم، زاتش سودا، نماند — غیر دل، یک قطره خونم، در همه اعضا نماند
اهل را، صحبت نا اهل، زیانها دارد — آب، در کوزهٔ نا پخته، گل آلود شود
سر بزیر افگنده دیدم، غنچه های لاله را — شرم ظاهر کردن داغ دلم، آمد بیاد
روز می بندیم بر بلبل ره فریاد را — ما که، می سوزیم از پروانه، شبها بیشتر
سخن با زلف، چشمت کی کند، بی گوشهٔ ابرو — که ترکان را ست با هندوستانی، کینهٔ دیگر
بداغ سینه ام، چندان لب دلدار می خندد — که امروز است یا فردا، توان گفتن نمکدانش
هرگز نشد بحرف طلب، آشنا لبم — از آرزوی خویش، چو دریا لبالبم (۲)
سرو قد تو، در نظرم بود، جلوه گر — روزی که شد، بحرف الف، آشنا لبم (۱)
هست با هر ذرهٔ خاکم، خیال روی دوست — آفتابی میشود، گر آید این اجزا بهم
چو بحر، از بردباری پیش خود، هموار میسازم — اگر پست و بلندی از زمین و آسمان دیدم

۱- نتائج الافکار و صبح گلشن دارد.
۲- نتائج الافکار دارد.

شکست بیضهٔ بینش شکست افگند درکارم
در باز قفس را ، از شگاف آشیان ، دیدم

چو آسیا نخورم رزق دیگری ، بینش !
ز حرص ، گر همه اعضا شوند دندانم(۱)

چو شانه پا کنم از شوق پنجهٔ مژه را
که ره بکوچهٔ آن زلف مشکبو دارم

ز دست ساقی کوثر ، شراب ناب می خواهم
گیاه تشنه ام ، از ابر رحمت ، آب می خواهم

هر صورتی ، برنگ دگر ، جلوه میکند
حیران نقش بندی این کارخانه ام

محبت آشنای ناز ، مستی فتنه استغناء
ز شوخی ، هرچه با من میکنی ، نیکوست ! میدانم

ز بی پروائی آن جنگ جو ، بامن چه می گوئی ؟
ستمگر ، بیوفا ، نا مهربان ، بد خوست ، میدانم

گشته عمری که بجور و ستمت ساخته ایم
گر نسازی تو بما ، ما بغمت ساخته ایم

در دل ، خیال روی تو ، پرتو گر افگند
سوزد چراغ کعبه ، ز رشک کنشت من

از بسکه ، جا بدیدهٔ مردم گرفتهٔ
هر کس که دید آئنه را ، دید روی تو (۱)

سرم ز آتش شوق تو آن چنان گرمست
که همچو لاله ، مرا داغدار گشته کلاه

عمرها از بت ، برهمن سنگ بر دل میزند
گر کند حسن تو یکره جلوه در بتخانهٔ

طوق در گردن و زنجیر بپا ، میکردیم
قمری از سرو ، و من از جلوهٔ رفتار کسی

صد بهار آمد ، و یک گل نزدم ، بر سر خویش
که مبادا ، رسدم سرزنش از خار کسی (۱)

ز جام ناز امشب ، بسکه سرخوش در چمن بودی
مرا از بلبل و خود را ز گل نشناختی ، رفتی

رشتهٔ آه ، بانگشت نفس میبندم
تا ز یادم ، نرود زلف گره گیر کسی (۱)

در تعریف بهار کشمیر :

بسان تاک در اطراف بستان
توان گردید بر گرد درختان

نمی باشد بگردونش جدائی
بزرگان را ست باهم آشنائی

در وصف کوه کشمیر :

فلک خم گشته پیری ، در کنارش
بود موی سفید از آبشارش

در تعریف کوه پیر پنجال :

درین کهسار جوش نو بهار است
که قاف قدرت پروردگار است

رهش را ، سبزه و گل ، درکنار است
که موی کلک نقاش بهار است

بود یکدسته گل این کوه دلخواه
که پیچیده است برخود ، رشته از راه

چو رهرویند این کوه تنومند
که آنرا با رگ ابر است پیوند

بپا از بسکه رنگش میکند جا
شبیه سنگ پا گرد و کف پا

۱- تذکرهٔ نتائج الافکار دارد.

چـو قطع ره سپهر پیـر سازد مـه نو را عصـا شمشیر سازد

در تعریف کوه ماران و تخت سلیمان :

دو کشمیری جوان گل فروش اند کـه از ابر بهاری شال پوشند

در تعریف عمارتی :

چنان سنگش ، بصافی روی بنمود که شد از عکس گل ، آب گل آلود

در تعریف فیلی :

به پشتش زین بسی صاحب‌شکوه است چو طاؤسی که بر بالای کوه است
سر او شـاه برجـی قلعهٔ تـن بود خرطوم توپ دشمـن افگن

در تعریف چشمهٔ صفاپور :

در آبش بسته عکس کوه آئین کشیده سرمـه گوئی چشم شیرین
(صـ ۶۱ الف)

● **آتشکده** : بینش ، ازآن دیار است و در زمان اورنگزیب در جهان‌آباد میبوده ازوست :

تا یک سخن ، توان ز لب دوستان ، شنیـد از هرکسی ، هـزار سخـن ، میتوان شنید
(صـ ۲۶۶)

● **صحف ابراهیم** : ملا بینش کشمیری ، اسمش محمد اسمٰعیل(۱) . گویند موطن‌آبایش ایران است و او در کشمیر نشو و نما یـافتـه . در زمان پادشاه عالمگیر خلد مکان، از مشاهیر سخنوران کشمیر بود . در مجمع‌النفائس آمده که: غالباً معاصر عنایت خان آشنا باشد . چه اکثر بجواب غزلهای او پرداخته است و اشعـارش بلا قصور یافتـه شـد . مثنوی در تعـریف امـاکـن کشمیر بخوبـی در سلک تحریر کشیده و کلامش مدون و سخنور معنی یاب است . راقم آثم، ابیاتش را از مجمع‌النفائس و بعضی سفائن بر گرفته، در ین اوراق

۱- در نتائج‌الافکار و صبح گلشن جعفر بیگ نام ثبت است .

اثبات ساخته (۱) . (ص ۹٦ الف)

● **نتائج الافکار** : بینش . رنگ بخش گلستان خوش تقریری، جعفر بیگ بینش کشمیری، که لطف سخن از اشعارش پیدا و ادابندی مضامین از کلامش هویدا ست . اواخر مأته حادی عشر، جهان گزران را گذاشته . از اشعار آبدار اوست . (هیژده بیت دارد ص ۱۰۹)

● **صبح گلشن** : بینش ، جعفر بیگ کشمیری . از سخن سنجان عهد شاهجهانی ست. بکمال دانش و بینش و تلاش دلچسپ مضامین و برجسته معانی . در اواخر مأته حادی ـشر ازین سرای محن و غرور رخت بدارالسرور کشید . مثنوی و دیوان لطافت نشانش قابل دید :

کم بمن عربده ای شوخ بسر باید کرد روی خود دیده مرا منع نظر باید کرد
(هفت بیت دیگر دارد ۶۵)

● **پارسی سرایان کشمیر** : بینش میرزا اسمعیل در کشمیر متولد شد . و پس از تحصیل در مولد خود ، به دهلی سفر کرد و مدتی در خارج از کشمیر بسر برد . در پایان عمر . . . . به کشمیر باز گشت و همانجا در قرن یازدهم هجری وفات یافت . آثار وی عبارت است از :

۱) **خمسهٔ** : ــ بینش الابصار . به تقلید مخزن الاسرار .
ــ گنج روان . بمدح اورنگ زیب و امرای کشمیر .
ــ ساقی نامه .
ــ گلدسته . در بارهٔ خلقت
ــ شور خیال . یک داستان عشقی از شهر بنارس (۲)

۱- نسخهٔ دستنویس المانی دارای اشعار نیست ، فقط شرح حال شعراء دارد .

۲- علی حزین راجع ببنارس گفته است :

از بنارس نروم معبد عام است اینجا ! هر برهمن بچهٔ لچهمن و رام است اینجا!

ــ رشتهٔ گوهر. داستان عشقی امیر و گوهر.

۲) **دیوان** : غزلیات و قصائد دارد. در موزهٔ برطانیه موجود میباشد (۱) ازوست :

مثنوی

چرخ چو در عالم مستی رسید — مجلسی آراسته، از شوق دید
جرعهٔ از جام ازل نوش کرد — خواهش آرام فراموش کرد
گشت چو بدمستی دل پیشه اش — ریخت شراب سخن از شیشه اش
هر که ازین باده خبردار شد — محرم میخانهٔ اسرار شد
جوهر ذاتی که بود روح پاک — نیست بغیر از سخن تابناک
همچو زبان بر سر شاخ گلی — نیست بآئین سخن بلبلی
شعر بود قدر سخن را کمال — نیست درین سلسله او را زوال
اوج سخن را پر پرواز کن — شعر بگو، فکر فلک تازه کن
عشق سخن، عقل سخن، جان سخن — دیده سخن، دل سخن، ایمان سخن
غنچهٔ لب باز شود از سخن — اوست کلید در باغ دهن
گر نبود پای سخن درمیان — ره نتوان برد بکار جهان
رتبهٔ او مرتبهٔ جبرئیل — وادی تاریک جهان را دلیل

صفت لیلة المعراج

تازه شبی ز فضای بهشت — رشک ده جنت عنبر سرشت
شب نه صفای گل نوروز وصل — خرمن صبح دل افروز وصل
نرگس مخمور خوش کوکبی — خواب ندیدست بدینسان شبی
ظلمت شب محو ز هر خانهٔ — چون بچراغان پر پروانهٔ
خلد کشاده در گلزارها — راستهٔ گل شده دیوارها

۱ـ رک ریو ۲:۶۹۱ بانکیپور نیز دارد (شمارهٔ ۳۳۹) که مشتمل بر ۵۹ ورق است و بتاریخ ۸ ربیع‌الاول ۱۳۲۲هـ استنساخ شده است. رک : فهرست بانکیپور (شعر فارسی) ۳: ۱۲۵ـ قصائد در مدح صف شکن خان دارد که همراه اورنگ زیب در کشمیر بود.

ابتدا : سر زند، چون حرف خواهش، از لب اظهار ما
میزند سیلی شکست رنگ، بر رخسار ما

جبرئیل امین

پیک خداوند جهان ، جبرئیل   گشت در آن شب ، به محمد دلیل
بعد زمین بوسه درود و سلام   داد ، ز فیاض جهانش ، پیام
ای تو! بمعراج یقین قبله گاه   مرتبهٔ عرش ، ترا فرش راه
چند ز دیدار تو افلاکیان   رشک برند از نظر خاکیان
ماه ، بدیدار تو، ای بی بدل   چشم سیه کرده ز روز ازل
چشم ثوابت ، شده نظاره سنج   تاکه نثار تو کنند، نقد گنج
داشت چو دیدار ترا ، در نظر   کرد دل مهر ، کواکب بدر
عرش چو آوازهٔ وصلت شنید   فرش شد و پای ز کرسی کشید
پرده نشینان حریم حجاب   روی چو گل، تافته اندر نقاب
در رهت ، ای باعث ایجاد کل!   ریخته از کوکب و مهتاب گل
سرور آفاق تو، لی تاج شو   تخت نشین سر معراج شو

براق

لب، چون ازین گونه، سخنها کشود   عرش براقی بجنابش نمود
چشم فلک ، با نظر دور بین   سیر نکرد است براقی چنین
صورتش آئینهٔ حسن پری   حور نما چهره اش از دلبری
برق پرش بوده و بالش حجاب   ماه نوش گردن و سر آفتاب
طرح گلستان ز روش می نمود   گرد رهش ، جلوهٔ طاوس بود
سم چو مه چاردهش ، تند رو   ساق سبک سیر تر از ماه نو
پشت وی از عرش مگو غیر بود   تخت شهنشاه فلک سیر بود
تخت نشین شد چو به پشت براق   راست شد آرایش این نه رواق
دید ، چو جبریل امینش ، سوار   شد ز دو بال از دو طرف، چتردار
گشت بفرقت چو زمین مبتلا   نقطه صفت شد ز محمد جدا
تخت براقش بهوا شد سوار   دید سلیمان نوی روزگار

مجالس فلک

جلوه ، چو در مجلس اول ، نمود   زنگ غم از آئینهٔ مه زدود
یافت عطارد به مقام دوم   نام ازو منشی زرین قلم
کرد چو، در بزم سوم سروری   ساز شد آوازهٔ پیغمبری

برد چو بر قصر چهارم جناب   بست مسیحا نظر از آفتاب
رفت چو در خلوت پنجم سپهر   صولت مریخ بدل شد بمهر
مشتری از اوج ششم بارگاه   گوهر یکدانه فگندش براه
تاخت چو در انجمن هفتمین   نحس زحل شد بسعادت قرین
مجمع هشتم شد ازآن حق ظهور   تا ابدالدهر چراغان نور
صاحب خرگاه نهم زین نوید   در قدمش پیشکش اطلس کشید
راند براقش، چو بکرسی نشست   قدر براقش ز روش ماند پست

عرش اعظم

تا بسرا پردهٔ رب جلیل   تاج خرد شد بسر جبرئیل
مرتبهٔ عرش چو شد جای او   ناز بخود کرد ز بالای او
ماند ز پرواز چو روح الامین   فرد شد آن سالک راه یقین
همتش از عرش شه پر کشود   شوق برویش در دیگر کشود
دید فضای همه ظلمت نما   وسمه بر ابرو همه موج هوا
آمدی از واهمهٔ تیرگی   در نظر از شش جهتش خیرگی
تیرگی از بسکه، تلاطم نمود   نور خدا سایهٔ خود، کم نمود
سایه چو از همرهیش ماند دور   کرد ﷴ احدیت ظهور
خواست در آن عالم اندیشه گاه   محو شود سایهٔ ذات اله
پرتوی از دور نمودار شد   آتش موسیٰ بشب تار شد
کرد چو پروانهٔ آن نور چشم   مست تجلی شدش از دور چشم
بر اثر شعلهٔ دیدار رفت   رفت بجائی که خود از کار رفت
وسعت پر شورشی، از نور دید   از نمکستان ازل شور دید
داشت درآن بادیه، هر ذره خاک   در بغل خود گهر تابناک
گرم چو از تابش آن نور شد   پیرهن جسم ازآن دور شد
واحد مطلق چو شد آن روح پاک   خواند درآن مرتبه، روحی فداک

آمدن بزمین

داد چو آگاهیش از غزو پوست   رخصت بیرون شدنش داد دوست
رفت چو از عالم خالی ز قسم   کرد بدر سر ز گریبان جسم
شاه چو، در تیرگی آباد شد   عالم نو دامنیش از یاد شد
شد چو درآن مرتبهٔ خیرگی   سایهٔ خود دید همه تیرگی

سایهٔ آن خضر الهی صفات
گشت به ظلمت کده آب حیات

نیر حق ماند چو از سایه دور
زد به سر عرش برین گل ز نور

تا ورق کرسی و بـال بـراق
جوهر گل داشت بچشم اتفاق

گلشن هشتم چو شدش جلوه گاه
لالهٔ خود ساخت ز حل جلوه گاه

تا به ریاض ششم افگند جوش
مشتری از وصل شدش گل فروش

شد به رهش در چمن پنجمین
شعلهٔ مریخ گل آتشین

چون بگلستان چهارم فتاد
رنگ بجوغا سری خورشید داد

باغ سوم یافت ازو تا نوا
زهره شدش بلبل دستانسرا

از گل داؤدی آواز خویش
کرد گل افشان برهش ساز خویش

سر چو به گلزار عطارد کشید
از قلمش دیده چو نرگس دمید

خلوت باری تعالی

وحی شناسنده، سروشی شنید
صاحب آوازه خروشی شنید

یعنی ازین طرفه بیابان نور
سعی نما شد به حریم حضور

بال چو بکشاد بفرمان پری
آئینه ای دید چو چشم پری

جانب آن آئینه، چون رو نمود
دوست برویش در خلوت کشود

داخل آن خلوت بیچون و چند
گشت باندازهٔ بخت بلند

دید، نظر کرده، ز نزدیک و دور
روضهٔ پاکی، نه ز جسم و نه نور

صاف تر از عالم انصاف بود
وحدت ذاتش همه اطراف بود

سیر چو در عالم اسرار کرد
دیدهٔ جان محرم دیدار کرد

پرده نشین حرم کبریاء
داد باو سروری انبیاء

خاطرش از لطف چو خرسند شد
در ره دین نظم و نسق بند شد

بعد زمین بوسی قرب اله
شد بگناه همه کس، عذر خواه

عذر پذیره بر هر خاص و عام
کرد دعایش باجابت تمام

راز ازل تا به ابد، آنچه بود
کرد بآن محرم جان وا نمود

راهبر شرع مبین ساختش
پادشه دنیی و دین ساختش

شد چو به بستان نخست آفتاب
ریخته شد یاسمن ماهتاب

تا شده آتش به خلیل آشکار
شعله شد از تربیتش گلعذار

نور چو رو تافت ز نار اثیر
موسم گل گشت روی زمهریر

مژدهٔ وصلش چو شنید از صبا
ماند هوائی بهوایش هوا

یافت ز باز آمدن او نوید
آب که سر از همه نهری کشید

تازه شد از مقدم آن، نور پاک / بار دگر، دانهٔ مقصود خاک
پا بزمین سود چون آن پاکباز / رفت بر افلاک سر خاک باز
روح قدس را چو مرخص نمود / دیده پر از خواب به بستر غنود
آمد و رفتش همه یک دم زدن / چون مژه بکشادن و برهم زدن
صاحب معراج ز بخت بلند / نیست بجز احمد دانا پسند

غزلیات

چشم گریان مرا، جوش خریداری هست / چون کهن اشک مرا طالع سرشاری هست
میکند رو بقضا سیر جهان را خورشید / دردلش از تو مگر حسرت دیداری هست
چمن عشرت من گلخن قائم باشد / می ز نم گل به سرآندم که بپا خاری هست
آسمان را سبک از جای نگیری بینش / که درین گرد نهان قافله سالاری هست

چمن شگفت و ز بند غمم رهائی نیست / میانهٔ من و گل، بی تو آشنائی نیست
بهر کجا که تومنزل کنی، خوش است مرا / میان چشم و دل عاشقان جدائی نیست
به باغ نرگس و در دشت لاله میگوید / چراغ چشم مرا بی تو روشنائی نیست
دل شکسته ام آرایش سیه بختی است / چو زلف یار که کاوش به مومیائی نیست

پر پروانه ام، دود چراغم می توان گفتن / زبان بلبلم گلبرگ باغم می توان گفتن
بجانان همرهم باآنکه چون گرداب بادریا / هنوز ازشوق گردش درسراغم می توان گفتن
شدم ازخودتهی باشیشه ام نسبت توان کردن / پراز خوناب دل گشتم ایاغم می توان گفتن
ز اشکم گلشن دل آنقدر شاداب می گردد / که چون ابر بهاری تر دماغم می توان گفتن
هوای سیر گلشن بسکه دارم در تمنایت / چو بوی گل سراسر کرد باغم می توان گفتن
خیال سرمهٔ چشم تو چندان دلنشینم شد / که بی آتش برنگ لاله داغم می توان گفتن
ز بس بینش بپرواز نشاط ازشوق شیرازم / پر پروانه و شاه چراغم می توان گفتن

بر نیاید تا خطش کی از نقاب آید برون / چون بهار آید گلستان از حجاب آید برون
صاف دل هموار می گوید جواب سخت را / افگنی بر آب اگر سنگی حباب آید برون
بحر طوفان خیز چشمم بسکه ماتم آشناست / گوهرش را گر بیفشارند آب آید برون
داغ گیسوی تو ظاهر کی شود در زندگی / بعد مرگ از ناف آهو مشک ناب آید برون

۴۰ـ تائب ، خواجه ابوالحسن

● **صبح گلشن :** خواجه ابوالحسن از مردم کشمیر بحرفهٔ تجارت در فرخ آباد معیشت مینمود و بسخنان موزون دلهای خریداران میربود :

جنونم کوس وحشت زد خبر شد کوه و صحرا را ره خودگیر، ای مجنون! وطن‌کن‌کوی لیلا را(۱)
ز یاران زبانی دشمن جان قدردان باشد دم آخر که همدم جز سکندر بود دارا را
مگر تائب تو حال پیرکنعان از غنی بشنو که روشن‌کرد نور دیده اش چشم زلیخا را(۱)

● **تذکرهٔ شعرای فرخ آباد :** خواجه ابوالحسن تائب از مردم کشمیر ، در فرخ آباد به عنوان تجارت بسر میبرد و خود را در شعر منتسب به توفیق (۲) شاعر مشهور کشمیری مینمود (۳) .

۴۱ـ تجلی ، علی رضا اردکانی

● **طاهر نصرآبادی :** ملا علی رضا تجلی از کدخدا زادگان اردکان من اعمال فارس است . بزیور فضایل نفسانی و حلیهٔ کمالات روحانی آراسته . تجلی شمع شعورش بزم قدسیان را منور ساخته و چراغ کمالاتش در محفل روحانیان پرتو انداخته . در مجلسی که ایشان بافاده مشغول باشند فحول علما را قدرت دم زدن نیست . درکمال پاکی طینت و پرهیزگاریست ، بطریق بعضی از طلبه، هرگز متوجه منهیات نشده .

روزی بفقیر میگفت که : اگر خوردن شراب مباح بود، باز هم ارتکاب آن، از امثال ما جماعت نامناسب نمودی . الحق ــ الظاهر عنوان الباطل ــ در بارهٔ او صادق است . در اوائل سن جهت تحصیل باصفهان آمد مدتی از تلامذهٔ

۱ـ تذکرهٔ شعرای فرخ آباد دارد .

۲ـ رک : تحت توفیق .

۳ـ رک : سامی ۱۶۲۱ ــ بزرگ ط الف ۱۶۳ .

بحر معرفت آقا حسین بود. بعد ازان ارادهٔ هندوستان نموده در آنجا بتعلیم ابراهیم خان ولد علیمردان خان مشغول بوده. مشار الیه و سایر امرا، کمال مهربانی باو داشتند. باز شوق ایران و موانست دوستان باعث شده باصفهان مراجعت کرد....

در شهور سنه ۱۰۷۲ھ پادشاه قدردان شاه عباس ثانی، محلی از محال اردکان را، بسیورغال او عنایت فرمودند. و نواب اشرف اقدس، هم درین سال ایشانرا بمجلس طلبداشته. در سفر ییلاق در رکاب ظفر انتساب بودند. و الحال در اصفهان بمباحثه و تالیف مشغولند. گاهی بعد از مباحثه متوجه ترتیب نظم غزل و رباعی میشود. تجلی تخلص دارد و اشعارش اینست.

(۲۴ ابیات دارد ۱٦۸)

● **کلمات‌الشعرا** : ملا علی رضا تجلی. در زمان سعادت عنوان شاهجهان پادشاه از شیراز بهند آمده. شاعر صاحب تلاش و خوش خیال بوده. در قصائد و غزلیات و مثنوی ــ معراج‌الخیال ــ معنی های تازه بفکر کرده. این چند بیت ازوست : (یازده بیت دارد ص ۳۸)

● **ریاض الشعرا** : والدش از کدخدایان اردکان یزد است. شعله شمع فطرتش نمونهٔ تجلی طور، و کوکب سپهر درکش چون مهر انور پر نور. در فضیلت و کمالات یگانهٔ دوران، و در اخلاق حمیده منفرد زمانه است. از تلامذه آقا حسین خوانسار یست ــ رحمة الله علیه ــ بهندوستان آمده. ابراهیم‌خان مرحوم ولد علی مردان خان در خدمت وی استفاده نموده تربیت کلی یافت. بعد از چندی بایران مراجعت نموده. در سنه ۱۰۷۴ھ شاه عباس ثانی مغفور محلی از محلات اردکان را بسیورغال او مقرر فرموده. شاه سلیمان مبرور

نیز بدستور والد مغفور همان سیورغال را بوی مفوض داشت پادشاه و جمعی امراء پاس حرمتش و رشته در رعایت خاطرش میکوشیدند . اکثر در اصفهان بافاده مشغول میبود . گویا در همان زمان از دار فنا رحلت نموده . اشعارش مدون است و این ابیات ازوست :

باز آ که ا بیجمال تو آغوش عشرتم — همچون کمان حلقه زهم وا نمیشود (۱)
در راه دلم ضعف تن انداخت سنگی — عمری گذرد تا روم از رنگ برنگی
بسکه در مشت غبارم یاد رویش نقش بست — کردهٔ تصویر او شد هرکجا کردم نشست (۲)
نسبت من بتو چون نسبت عکس‌است بشخص — با تو ام، گر همه در عالم دیگر باشم (۱)

مثنوی مسمی بمعراج الخیال دارد . این چند بیت در وصف معشوق ازآن ثبت میشود . این است :

بر سرم دیگر همای عشق یار — ریخت طرح آشیان از خار خار
شوق ، بر گرد دلم ، پر میزند — در طپیدن حلقه، بر در میزند
همچو فانوس ، از فروغ روی اوست — جمله خونم ، نور شد در زیر پوست
بر دلم ، برخیزد آه شوق یار — چون ز تاب مهر آذر ما بخار
خود بخود سامان عشقم شد درست — بر تنم چون فلس ماهی داغ رست
کاوش غم ، میکند در دل ، شیار — ناله میکارد درو تخم شرار
جان ز نیش غمزه ، چون پرویزن است — پردهٔ دل ، کهنهٔ پر سوزن است
سوز غم در استخوانم راه یافت — شد تنم چون شمع ، صرف اشک و آه
یاد زلفش ، سوخت خون در پیکرم — بوی عنبر میدمد خاکسترم
باز در مغزم شراری ریخت ، عشق — روغنم با شعلهٔ آمیخت عشق
دلبری برد از دلم ، صبر و قرار — کز رخش برقع بود صبح بهار
فتنه خوابی ، آفت صبر و شکیب — نوگلی چشم غزالش عندلیب
زلف پرچین کردهٔ عمر دراز — نوک مژگان خامهٔ تصویر ناز
گردش چشمی ، چو دور روزگار — صد هزاران فتنه اش ، در هر کنار (۱)
تا بناگوش ابروش دنباله تاب — تیغ خودرا ز آتش گل آب داد

۱ـ مجمع‌النفائس دارد.
۲ـ طاهر نصرآبادی و مجمع النفائس دارد.

از زنخدان پر کباب دل ز دور — سرنگون کرده نمکدان بلور (۱)
از صفا، سیب ذقن کوکب شده — کشت شبنم هالهٔ غبغب شده
افتد از سروش اگر، عکسی در آب — قمری آرد بیضهٔ پوچ حباب
با در گوشش فسون دلربا — صد پری را داده در یک شیشه جا
چون گلاب از ناز، پاشد بر بدن — در غریبی بوی گل یابد وطن
چشم جادویش، که شد تسخیر جان — انکه سازد صد تبسم را عیان
لب هم از پرکاری، چشم سیاه — از تبسم میکنند کار نگاه (۱)
میشود در سیبها طفل امید — از جبینش شیر مست صبح عید
کرده بر گل دستگاه حسن تنگ — غنچه اش از شبنم مهتاب رنگ
از خیال آن دو لعل آبدار — بوسه بر لب میطپد بی اختیار (۱)
از سخن نرخ حیات ارزان کند — یک نفس را قالب صد جان کند (۱)
مرغ جان، از سحر چشمش، در قفس — میدود تا دل، نگاهش چون نفس
گوهر از گوشش کند کسب شرف — سینه مالد از کفش پای صدف
گردن و رخسار چون حورش نگر — شاهنهٔ نور علی نورش نگر (۱)
از صفای گردش مه در گزار — غبغبش از آب گوهر طوق ساز
لعل دندان، روح بخش مرد و زن — عقد دندان، غنچهای یاسمن
زلف و کاکل، سنبل گلزار طور — ساق و ساعد ماهی دریای نور
مهرش از شوقش دل آوارهٔ — قرص سر از سینه اش انگارهٔ
صبح را، در خون گل حل کرده حسن — تا بناگوشش چنین پرورده حسن
از نگاه آن دو چشم نیمخواب — آب دریا قوت میگردد شراب
غمزه اش در سینه ناوک میزند — خنده اش بر بوسه چشمک میزند
میتراود از بناگوشش صفا — آه زان آئینهٔ مهتاب را
عنبر از سودای زلفش تر دماغ — سینهٔ ماهی ز پشت پاش داغ
از خیال سرو قد آن صنم — گشته قمری چشم آهوی حرم
دست نور افشانش افتد از صفا — زاب و رنگ لعل گر بندد حنا
بسکه، جان بخشد خرام آن پری — سازد از نقش قدم کبک دری
صاف مروارید مه را بیختند — طرح لوح سینه اش را ریختند
سینه اش، از بسکه باشد نرم صاف — بوسه از لغزش ناستد تا بناف
سینه اش، دل برده در خوبی، ز حور — در صفا، چون چشمهٔ آب بلور

۱- مجمع النفائس دارد

یاسمن بر یکدگر پیوسته اند — یا ز شیر صبح قرصی بسته اند
بوی گل، در نسترن پنهان شده — غنچه سان پالیده و پستان شده
صفحه سیم شکم جان بخش در — ساغر نان از زلال صبح پر
وه چه خرمن بهتر از ماه تمام — داده از سرمی طراوت را قوام
کشته آغوش هوس زان رشک در — از بلور صاف دست افشار پر
چون کند آغاز رقص دلبری — سازد از موج هوا بال و پری
پیچش موی میان زان نونهال — شوخ تر از گردش چشم غزال
گوشهٔ ابرو زند ناخن بدل — تا کشاید عقده‌های جان گسل
از اشارتهای پر نیرنگ و فن — بر رگ قانون دل مضراب زن
بر جبین چین فسونسازش نگر — شاهراه جلوهٔ نازش نگر
هر حدیثی کز دهن بیرون شود — از اصولش در هوا موزون شود
عضو عضوش سحر دیگر میکند — فتنه هردم صورتی بر میکند
ناز، چون طاؤس مست، اندر بهار — میکند هر لحظه جائی اختیار
ابرویش از ناز چشم نیمخواب — میزند پشت کمان بر آفتاب

غزلیات:

ز باغ حسن که گردید کامیاب هوا — که گشته بلبل در بیضهٔ حباب هوا
غریبم بی تو، در بزم نکورویان، بیا بنگر — که چون پروانه در باغم چو بلبل در چراغانها
بسکه دارد عضو عضوم روی خواهش سوی دوست — پای خواب آلوده‌ام درخواب بیند روی دوست
بی تو، از چشم ترم سوزش جیهون پیداست — چون رگ لعل مرا هر مژه درخون پیداست
در قطره قطره خونم پیکان آبدارت — چون استخوان، که پنهان در دانهٔ انار است
مرا همشرب تبخاله دارد روز و شب دوران — بود گر سر نگون جامم همان لبریز خوبانست
قد، برنگی هردم آن، سرو خرامان میکشد — بر زمین از سایه، تصویر گلستان میکشد
فلک را، آه گرم عشق بازان، مضطرب دارد — چو فانوس خیال، این آسیا از دور میگردد(۱)
نا امیدیها، درین ره خضر راه مدعا ست — کم (۲) کنم مطلب اگر فریاد رس پیدا شود(۱)
ایام شادمانی است وقتی که، یار باشد — پروانه را چراغان، فصل بهار باشد
چکد بدامن از دیده لخت دل، با رشک — برنگ شعله که، با روغن از چراغ چکد
گلت ازتاب عشق چون خودی افسرده جانم سوخت — پرید از چهره ات رنگی و برق خرمن من شد(۱)
نگاری را که، دل در پردهٔ جان داشت، مستورش — چسان نزدیک غیری میتوانم دید از دورش

(خطی)

۱- مجمع النفائس دارد .
۲- مجمع النفائس دارد : می شوم خاموش ، تا فریاد رس ، پیدا شود .

● **مجمع النفائس:** ملا علی‌رضا تجلی، در عهد محمد اورنگ‌زیب عالمگیر پادشاه، وارد هندوستان گشته. عالم فاضلی بود. عالیجاه ابراهیم خان ولد امیرالامراء علی مردان خان تلمذ او مینمود. باز از هندوستان بایران رفته در صفاهان درس میداد. و چون بایران رفت، شاه عباس ثانی محال اردکان را از راه قدرشناسی بسیورغال او بخشید، پس بمباحثه و تألیف مشغول گردید. نکتهٔ لطیف ازو نقل کرده اند که: اگر شراب مباح هم بودی، ارتکاب آن، از امثال ما جماعت نامناسب بود! اگرچه کم شعر است، لیکن خوب گو است و بطرز شوکت(۱) راه میرود. مثنوی دارد مسمی ـ بمعراج الخیال ـ و چند قصیده خالی از تلاش نیست.

دریتولا انتخاب اشعار نوشته میشود:

عشق تو ندارد سر خاکستر سنجاب   این برق فروزان، شود از ابر نمدها
شوقت بهجر، رخصت پرواز، اگر دهد   برهم زند چو بال ز هرسو کنارها
چون روم بر درگه ارباب دنیا کز ستم   میخلد چون شیشه در پا سایهٔ دیوارها
هر سرشکم بیضهٔ کبکست در دامان دشت   بسکه کردم گریه از هجران خوش رفتارها
گریه را، ازبسکه در جیب نفس، دزدیده ام   ناله ام سیماب بر میگردد از کهسارها
هزاران نشهٔ ناقص، ندارد فیض یک کامل   شبی هرگز نشد روز از فروغ نور کوکبها
ازگریه، سوخت در دل صد چاک من، فغان   باز ایستد ز ناله چو باشد جرس در آب
کس آگه‌ازحیات‌وموت‌جان در دار دنیا نیست   ره آمد و شد تمثال در آئینه پیدا نیست
شعله را در خواب دیدن سیم‌و زر تعبیر اوست   زین بشارت یافتم کا سباب دنیا آتش است
کرد جولانش بصحرا آهوئی رم کرده است   نقش نعل توسنش ابروی گرد آلوده است
سبزه زاری کشت چون دامان صحرا دیده ام   بسکه بی روی تو در چشمم نگه زنگار بست
کشتهٔ تیغ تو، همچون مغز در بادام تر   خفته در تابوت و از شوقت بخود بالیده است
در قطره قطره خونم پیکان آبدار است   چون استخوان که تنها دردانهٔ انار است
توئی کز ماه رخسارت صفای یاسمین پیداست   سخن زیر لبت همچون خط از زیر نگین پیداست
شب که در دل رقم نامهٔ دلبر میشد   دیده هر قطره که میریخت کبوتر میشد

۱ـ غالباً شوکت بخارائی.

حسرت پیری نکرده کم ز اسباب جهان
صد گهر، کی میتواند کار یک دندان کند

گریزانست چندان خاطرم از بیم آمیزش
که نور شمعها در محفلم از هم جدا افتد

غیر نا راستی، از طبع درشتان مطلب
کج رود جاده، چو هم صحبت کهسار شود

کامجو، تا از کف آن شوخ رعنا، سبحه شد
خون گره شد، در تنم چندانکه، رگها سبحه شد

غزالان را درین وادی ز خون بوی جنون آید
کشودم نافه را مغز سر دیوانه پیدا شد

برد نامت در بیابان عاشقی از شوق او
جادها چون گرد باد از خاک سر برداشتند

طور ویران شد ز عشق و نخل ایمن سبز شد
یک وجود است اینکه گاهی برق و گه شبنم بود

تواند خاکساری کرد کار زور بازو را
ز تیر دام آید، آنچه از تیر کمان آید

نیم غافل ازو، چون دل طپیدن قاصدی دارم
کسی گر میکند یادش بگوش آواز می آید

ز بس جسم مشبکها ازآن ناوک بره دارد
فتد چون سایه ام بر خاک ره شکل زره دارد

همچو مرغی کز درون بیضه سر بیرون نکرد
دیده ام در تنگنای دهر زندانی و بس

پاره کردم بسکه بر تن جامهٔ هستی ز شوق
همچو موجم ماند بر جا طرف دامانی و بس

صاف طینت نکند عیب خود از خلق نهان
هر رگ لعل زبانی ست که گوید بر خویش

کند طفل دلم نشونما همواره در آتش
که باشد همچو داغ لاله اش، گهواره در آتش

رقم کرده رموز عشق را در پردهای دل
چو گل شیرازه در یک جلد بستم دفتر آتش

از صبح بود پیرهن آئنهٔ رایش
قفل در گلزار بود بند قبایش

هر جا دو دل، چو شیشهٔ ساعت شوند رام
از یکدگر غبار کدورت کنند وام

چو نوری کز درون پردهٔ فانوس با شمع است
باو پیوسته ام هر چند بیرون گرد از بزمم

خواهم چو بهله، با تو دمی همرهی کنم
دستی برآن کمر زده قالب تهی کنم (۱)

بر مجرد ره نمیبندد حصار آسمان
سد راه نکهت گل، نیست دیوار چمن

میان، عالم بود و نبود، در بندم
کشاکشی دو طرف دان، نفس کشیدن من

بزیر خاک هم در جست و جوی دیدنت باشم
مرا چون دام میروید ز هر تار کفن چشمی

رباعی:

هر راه و روش که بینی، از اهل جهان
حال تو بود که یا بیش از دگران

هر کس که، سرش بگردش آید بیند
عالم همه را برنگ خود، سر گردان

هر کس دلش از مال جهان، مسرور است
از راحت و عیش، در حقیقت دور است

ای خواجه! توانای اسباب جهان
چون فربهی گزیدن زنبور است

اشعاری که نصرآبادی ازو نوشته داخل دیوان او نبود این است:

ز بس دزدیده ام یاقوت اشک آتشین خود
نگه در چشم من حکم خط زیر نگین دارد

۱- سرو آزاد دارد.

نقابش، از صفای چهره، صبح اندود میگردد　　گل رخسارش از مهتاب گرد آلود میگردد

رباعی :

آن را که منزه نبود ذات و صفات　　از درس کلام و حکمتش نیست نجات
در طبع بدان، بجهل بر گردد علم　　در طینت مار، سم شود آب حیات

در حسن حیا آب روان در کشت است　　در دل اثرش چو شعله در انگشت است
مشهار نکو، حسن خراباتی را　　چون معنی بیت همچو خویش زشت است

قامتش ریزد بگاه سیر ناز　　بر زمین از سایه رنگ صد ایاز

(شش بیت دیگر دارد که تحت ریاض الشعراء ثبت است. ص ۷ الف)

● سرو آزاد : تجلی ، ملا علی رضا اردکانی . از کد خدا زادگان اردکان من اعمال فارس است . بعد ازآن که قدم در مرحلهٔ سن شعور گذاشت ، به ارادهٔ تحصیل علم به اصفهان رفت . و نزد آقا حسین خوانساری که از مشاهیر نحاریر است، تلمذ نمود و تحصیل را بپایه تکمیل رسالد . آنگاه عازم کشور هند گردید . علی مردان خان ولد گنج علی خان که در سال یازدهم (۱۰۴۷ﻫ) جلوس شاهجهانی از قندهار بهند آمد . و بمنصب هفت هزاری و خطاب امیرالامراء سرمایه مباهات اندوخت (۱) ، مقدم اورا گرامی داشت و به تعلیم فرزند خود ابراهیم خان (۲) مقرر نمود . و رعایت

۱- علی مردان خان وقتیکه در کشمیر بود علی رضا همراهش بوده. رک: تحت جویای تبریزی علی مردان خان دو بار حکومت کشمیر داشت از سال ۱۰۴۸ﻫ تا ۱۰۵۰ﻫ و کرت ثانی ۱۰۵۹ﻫ تا ۱۰٦۷ﻫ (رک : مآثرالامراء ۲ : ۷۹۵)

۲- ابراهیم خان سه بار حکومت کشمیر را یافت. اول ۱۰۷۲ﻫ تا ۱۰۷۴ﻫ بار دوم در سال بیست و یکم (عالمگیری) ۱۰۸۹ﻫ از تغیر قوام الدین به ایالت کشمیر نامزد شد . و بار سوم در سال ۱۱۱۳ﻫ تا ۱۱۱۸ﻫ. و بعد از فوت عالمگیر صوبهٔ کابل یافت و بخطاب علیمردان خان ـــ که پدرش داشت ـــ سرافراز شد ولی تا پشاور رفته بود که معزول شد و در ابراهیم‌آباد (پنجاب غربی کنونی) آمد و چند ماهی آنجا بسر کرد تا در همان سال ۱۱۲۱ﻫ اجلش آمد . (مآثرالامراء ۱ : ۲۹۵)

فراوان بعمل آورد. و همچنین سائر امراء ایران با او مهربانی و گرم جوشی بتقدیم میرسانیدند.

بعد چندی هوای وطن اصلی در حرکت آمد. و ازین دیار به صفاهان معاودت نمود. شاه عباس ثانی مشمول رأفت ساخت و در شهور سنه اثنتین و سبعین و الف (۱۰۷۲ھ) قریهٔ از مضافات اردکان در سیورغال اورا عنایت فرمود.

در سنه ثلث و ثمانین و الف (۱۰۸۳ھ) شاه سلیمان صفوی اورا به درگاه طلب کرد. و بحضور مجلس خود اختصاص بخشید. ازان وقت در صفاهان مقیم بود، و بر جادهٔ ذکر علم و تألیف فنون مستقیم، تا آنکه بمنزل خاموشان شتافت.

شاعر خوش خیال معنی یاب و بطالع شهرت کامیاب است. دیوان غزل و قصائد دارد. و مثنوی — معراج الخیال — او مشهور است. منتخب دیوانش بنظر در آمد و این چند بیت به تحریر رسید:

خیالش چون شود خمیازه فرمای برو دوشم
لبالب میشود چون هاله، از مهتاب آغوشم

در ره محمل نشینان وفا واپس مباش
تا توانی، بوی گل گردید، خار و خس مباش

بیا که بی تو، بچشمم نظاره، زندانی است
نگه، بدیده چو زنار در سلیمانی است

هرچه آید در نظر آئینه دار ناز اوست
کفر و ایمان چون دو چشم از یک ادا درگردش است

نفس بد را گر رسد فیضی نصیب دیگر است
آنچه با زنبور میماند همین نیش است و بس

● آتشکده: تجلی، نام نامیش میرزا علی رضا. اصلش از اهل اردکان فارس است. پدرش از دهاقین آنجا بوده و خود نظر بفطرت اصل در اوایل عمر خاصه در اصفهان در خدمت مرحوم آقا حسین خوانساری کسب فضایل کرده، بعد ازآن بهندوستان رفته. آخرالامر مراجعت کرده در ایران بنشر علوم مشغول و بین الانام محترم بوده.

شعری از ایشان ملاحظه نشد که بکار کسی آید. اگرچه درآن عهد از مشاهیر شعراء بوده. چند بیتی از مثنوی که در وصف سراپای معشوق گفته است ملاحظه شد و انتخاب نوشته میشود. (چهار بیت دار ۲۸۰)

● **نتائج الافکار**: شمع شبستان سخندانی، ملا علی رضا تجلی اردکانی، که در ریعان شباب بذوق تحصیل علم باصفهان شتافت و بخدمت آقا حسین خوانساری، بکسب کمالات پرداخته، مراتب تحصیل را بتکمیل رسانید. پس ازآن سری بهند کشید و بصحبت علی مردان خان که از پیش‌گاه شاهجهان بمنصب هزاری و خطاب امیر الامرائی سرفرازی داشت، آرمید. خان مذکور مراعات فراوان بعمل آورده و بتعلیم فرزند خود ابراهیم خان مأمور نمود. بعد چندی بمقتضای حب الوطنی باصفهان مراجعت کرده مورد عنایات شاه عباس ثانی گردید و بحصول قریه بطریق انعام از مضافات اردکان، طمانیت خاطر بجمع رسانید. و در عهد دولت شاه سلیمان صفوی بحضوری مجلس خاص اختصاص یافته، ازان باز در اصفهان اقامت گزیده. و اواخر مأته حادی عشر رهگرای عالم بقا گردیده. در مراتب نظم گستری طبع بلند و فکر رسا داشت. دیوان دارد و مثنوی ـ معراج الخیال ـ از تصنیفات اوست. این چند بیت از کلامش بنظر درآمده. (نه بیت دارد ص ۱۲۶)

● **شمع انجمن**: ملا علی‌رضا تجلی اردکانی. بعد تحصیل علوم درسیه بهند آمد و معلم فرزند امیرالامراء علی مردان خان گردید. باز هوای وطن اصلی اورا بحرکت آورد و بصفاهان معاودت نمود و از شاه عباس ثانی قریهٔ از مضافات اردکان در سیورغال عنایت شد. بعد در ۱۰۸۳ه مصاحب شاه سلیمان صفوی گردید و بحضور مجلس او مختص شد و بر جادهٔ ذکر علم

و تألیف در صفاهان مقیم ماند ، تا آنکه بمنزل خاموشان شتافت .

شاعر خوش خیال و معنی یاب و بطالع شهرت کامیاب است . دیوان غزل و قصائد دارد و ــ مثنوی معراج الخیال ــ او مشهور ست . این چند بیت از وی بتحریر رسید . (دوازده بیت دارد ص ۹۶)

● **روز روشن** : تجلی شیرازی(؟) از زمرهٔ علمای کرام و فضلای عظام بود . و در زمان سلطنت عالمگیر پادشاه (؟) بهندوستان رسیده تمتع وافی برداشت. پس عود بوطن خود انگاشت، و آنجا از حضور شاه عباس ثانی، محال اردکان بسیورغال یافت و بفراغت مصروف تدریس و تألیف گشت .

(شش بیت دارد ۱۲۷)

۴۲ـ تحسین ، آغا عبدالعلی

● **همیشه بهار** : تحسین، آغا عبدالعلی نواسه مرزا داراب جویا ست. اکثر دیدنش همراه محمد احسن سامع (۱) میسر میشود. جوان خوش خلق و آرمیده وضع است و فکر رسا دارد. خوب و سنجیده میگوید :

باشد مکان ز گرم روی لامکان مرا — در زیر پا ، چو آبله است ، آسمان مرا (۲)

بخود هرکس که پیچد در سخن، خواهد سخنور شد — که شمشیر زبان را پیچ و تاب فکر جوهر شد (۳)

(خطی ص ۸۹)

● **سفینهٔ خوشگو** : عبدالعلی ، تحسین تخلص ، کشمیری الاصل و نبیسهٔ میرزا داراب بیگ جویا ست . به فضائل اخلاق حمیده موصوف است . نهایت آدمیت و آرمیدگی و خوش خلقی دارد . اکثر اوقات در مسجد بیگم (۴)

۱ـ رک : نگارستان سخن ص ۳۸ .

۲ـ سفینهٔ خوشگو و سفینهٔ هندی و صبح گلشن دارد .

۳ـ سفینهٔ خوشگو دارد .

۴ـ زینت‌المساجد . رک : تحت گلشن در ، تذکرهٔ شعرای کشمیر اصلح ، چاپ راقم حروف .

بحضرت گلشن‌الله (۱) می آمد ، دیدنش درآنجا اتفاق می افتاد . روزی برلب جو در تکیهٔ درویشی با دو سه یاران بنگآبه در دست داشت . تعریف بنگ بهندی زبان می کرد که : یاران بنگآبه را رینی گویند که هندیان شب را رین گویند چون نسبت رنگ بنگ به شب رنگی نزدیکیست ، ازین جهت باشد. و یا در هندی رین خاک را گویند . هر که ازو دمی در کشد خاکساری ورزد . درین اثناء فقیر خوشگو حاضر شدم و استاده استماع آن کلمات میکردم. چون مرا دیدند، بعد سلام گفتم : که صاحبا ! لفظ رینی از مصطلحات رنگرزان هندوستان است . بمعنی ظرفی که صباغان پر از رنگها دارند . خاصه خاصه (کذا) رنگ سرخ و قماشها را درو غوطه داده رنگ کنند . پس اینجا مشابهت بنگابه رینی ظاهر است که ، هر گاه درو غرق شوند رنگین گردند ! تحسین فرموده و گفت : چون هندو هستی، این کارتست! مدتی در اردوی نواب برهان‌الملک سعادت خان (۲) صوبهٔ اوده و لکهنو بود، بسیار رنگین طبع و خوش فکر و صاحب تلاش است . قصیدهٔ معنیهای بلند دارد . (دو شعر دارد ص ۲۶۶)

● **سرو آزاد** : تحسین، عبدالعلی کشمیری . آزاد در شرح حال سید جعفر روحی(۳) نوشته است که: ... ملاقات آخر (با روحی) این است که در تاریخ هژدهم ذی‌الحج سنه ثمان و اربعین و مأته و الف (۱۱۴۸ھ) عبور فقیر بر لکهنو

۱- شاه گلشن شاهجهان آبادی متوفی ۱۱۴۰ھ رک : تذکرهٔ اصلح چاپ راقم حروف .

۲- میر محمد امین سعادت خان برهان‌الملک بن نصیر خان از سادات موسوی نیشاپوری . در دور بهادر شاه (۱۱۱۹-۱۱۲۴ھ) وارد هند شد و در عهد فرخ سیر منصب هزاری یافت . و در عهد محمد شاه در جنگ نادر شاه زخمی شد و دهم ذی‌الحج ۱۱۵۱ھ فوت شد . (مآثرالامراء ۱:۳۶۳) برهان‌الملک سر سلسلهٔ شاهان اوده است . علی قلی واله گفته است :

دور از تو سپهر ، واژگون میگرید بنگر که زمانه بیتو ، چون میگرید
رفتی ز جهان و پشت شمشیر شکست با قامت خم همیشه ، خون میگرید
(خزانهٔ عامره ص ۷۶)

۳- متوفی ۱۱۵۴ ھ

و نزول در تکیهٔ ایشان اتفاق افتاد. آن روز در آنجا مجمع صاحب طبعان بود. مثل شیخ عبدالرضا متین اصفهانی و آقا عبدالعلی تحسین کشمیری و میرزا داؤد اکبرآبادی. از آخر روز تا نیم شب صحبتی رنگین گزشت. (ص ۲۰۸)

● **گل رعنا**: در شرح حال سید غلام نبی محب بلگرامی خلف سید غلام مصطفیٰ فارغ نوشته است که. محب بلگرامی صحبت خوشگویان عصر، مثل شیخ عبدالرضای متین صفاهانی و آقا عبدالعلی تحسین کشمیری دریافت. (ص ۱۰۱۰)

● **عقد ثریا**: تحسین که مرزا عبدالعلی نام دارد، شاگرد جد مادری خود میرزا داراب بیگ جویا ست. در عین جوانی از کشمیر برآمده در لکهنو بملازمت نواب برهان‌الملک سعادت خان بهادر عز امتیاز اندوختهٌ، و پیوسته با شیخ رضائیٌ که ذکرش در حرف میم (۱) تحریر خواهد پذیرفت. هم‌طرح بوده، طبع وقادی و ذهن سلیمی داشت. مدتی ست که در لکهنو بجوار رحمت الهی پیوسته. (ص ۱۸)

● **صحف ابراهیم**: عبدالعلی تحسین از مردم کشمیر و اقربای میرزا داراب جویاست. (ص ۱۱۱ ب)

● **سفینهٔ هندی**: آقا عبدالعلی، تحسین تخلص. نواده میرزا داراب بیگ جویاست. موطن آبایش بلدهٔ ری بود. خودش بحسن خلق مشهور عصر بوده،

۱- شیخ عبدالرضای متین، اصلش از نجف اشرف بود. خود در صفاهان تولد یافت. در عهد شاه عالم (۱۱۱۹-۱۱۲۴ه) به هند رسید. از میر نجات اصلاح شعر میگرفت. در عظیم آباد فوت شد (عقد ثریا ص ۵۱).

هرگاه که سید عالی جاه نواب برهان‌الملک سعادت خان بهادر مرحوم، ناظم اوده شد، در سلک ملازمانش انخراط یافت. (یک شعر دارد ص ۲۱)

● صبح گلشن : آقا عبدالعلی کشمیری تحسین. دختر زادهٔ میرزا داراب جویا است، خوش خلق و رنگین طبع بود، بفصاحت و بلاغت گویا. در زمرهٔ ملازمان نواب برهان‌الملک سعادت خان ناظم ملک اوده، انتظام داشت. غالباً در لکهنو رخت هستی ازین جهان برداشت :

این شیوهٔ که نامش آشنائی ست　　در مذهب ما سر جدائی ست
در پرده برنگ شمع فانوس　　کار تو، همیشه خودنمائی ست
تحسین ز غمت هلاک گردید　　من بعد تخلصش فدائی ست
(یک شعر دیگر دارد ص ۸۱)

۴۳- تسلیم، میرزا فتح علی بیگ

● روز روشن : تسلیم میرزا فتح علی بیگ کشمیری، برادر کوچک میرزا داراب بیگ جویا هست :

شبی که، عارضی اورا بخواب می بینم　　ستاره می شمرم آفتاب می بینم
(ص ۱۳۳)

۴۴- تمکین، میرزا محمد علی

● صبح گلشن : میرزا محمد علی تمکین. برادر زادهٔ میرزا عبدالرسول استغنا کشمیری (۱) نژادست. شاگرد عم خودش و در مدرسهٔ خوش خیالی و شیرین مقالی اوستاد. در بزم سخن سرایان، بترانه‌های شیرین و دلکش شور خوشدلی می انداخت. حیف که در سنه الف و مأته و اثنین و ثلثین (۱۱۳۲هـ)

۱- رک : تحت استغنا شماره (۱۴) تذکره شعرای کشمیر محمد اصلح چاپ راقم حروف.

ارغنون جسد را از نغمات روحی پرداخت :

ز بوستان محبت ، طمع چه دارد کس / که نخل عشق بتان را ، ثمر ز سنگ بود
ز رویت هر نظر آئینهٔ دیدار میخواهم / بجان خود ، ترا ای دلستان! بسیار میخواهم
(ص ۹۱)

۴۵- توفیق ، ملا محمد توفیق لاله جو

● **تذکرهٔ حسینی :** شاعر وثیق ملا توفیق ، سخن سنج دلپذیر است و ساکن کشمیر جنت نظیر . و یراست :

فغان دردمندان یافتم دارو باورانی / سپند آسا بدنبال فغان خویشتن رفتم
در یاد دو زلف بت کشمیر نژادی / شد تارسر و مارسر از گریه دو چشم

مخفی نماند — تارسر و مارسر — دو تالابست که در کشمیر واقع است . (ص ۷۹)

● **مجمع النفائس :** توفیق ، محمد توفیق تخلص از کشمیر است . نام اصلیش لاله جو است بر زبان ملک کشمیر . گویند : مثل اوی درین عصر بملک مذکور نیست . تلاش معنی بسیار میکند اشعار او کم رسیده . ازوست :

تیرت از سینهٔ من ، دل زده ، آید بیرون / همچو آنکس ، که ز ماتم‌کده آید بیرون (۱)
(ص ۳۷ ب)

● **عقد ثریا :** توفیق ، مولوی محمد توفیق کشمیری لاله جوی ، بهشتاد و نه سال در کشمیر وفات یافته . در هند نیامده . در معنی بندی و تلاش مضمون تازه — چنانکه از قدیم طور اهل کشمیر است — نظیر نداشت . و در مثنوی و قصائد و غزل وغیره بطور خود یگانهٔ روزگار است . گویند : ذهانت طبعش بحدی بود که روزی حسب‌الالتماس عزیزی ، چند مصراع صایب را مصرعها بهم رسانیده.

۱- نتائج الافکار و شمع انجمن دارد.

چون دیوانش کشادند بعینه همه مصرعها بودند. روزی، نظر بکمال خود، میگفت که: در شهر دو نیم شاعر است، یکی من و یکی مولوی عطاء الله هما و نیمی تمام شهر! (۱) قوت و قدرتش از ینجا قیاس باید کرد. مثنوی که در وصف سراپای معشوق گفته، درو داد معنی یابی ها داده. الحق که کار وسعت بستهٔ اوست. شعری در وصف بینی و چشم و ابرو گوید:

بینی و چشم و ابروی تو ای سیم اندام! شاخ بادام دو بادام و دو برگ بادام!
(ص ۱۸)

● **صحف ابراهیم**: محمد توفیق، توفیق تخلص کشمیری. احوالش معلوم نیست ظاهراً از سخنوران عهد محمد شاه بود. (ص ۱۱۲ الف)

● **تذکرهٔ نتائج‌الافکار**: توفیق، صاحب طبع بریق مولوی محمد توفیق. که اصلش از کشمیر است، با کمالات علمیه در نظم پردازی هم مناسبتی شایسته داشت و فکر رسا. گویند که: بایمای دوستی چند مصاریع میرزا صایب را مصرعها بهم رسانیده. چون در دیوان میرزا دیدند بعینه همان مصرعها یافتند. آخر کار در عمر هشتاد و نه سالگی در کشمیر اواخر مأته ثانی عشر ره نورد عالم بقا گشت. ازوست:

می دهد توفیق! داد عاشقان آخر، فلک خاک اگر امروز زیر پاست فردا برسراست!
(ص ۱۳۱)

● **شمع انجمن**: توفیق، مولوی محمد توفیق کشمیری. در نظم طبعی داشت. در عمر هشتاد و نه سالگی اواخر سدهٔ دوازدهم ره نورد عالم بقا گشت. (یک شعر دارد ص ۹۹)

۱- این قول بمیر تقی میر، (شاعر اردو) نیز منسوب است. میگفت که: در زبان اردو دو و نیم شاعر هستند، یکی خود میر تقی میر دیگر سودا و نیمی خواجه میر درد. (آب‌حیات ۲۱۸)

● **روز روشن :** توفیق ، مولوی شیخ محمد توفیق کشمیری . مادام‌الحیاة از وطن بیرون نرفته و بعمر تسعه و ثمانین (۸۹) داعی اجل را لبیک اجابت گفته . این اشعار در شان جناب سرور عالم ــ صلی‌الله علیه وآله وسلم ــ ازوست :

سرورا ! جای تعجب نبود ، سایهٔ تو — خویشتن را ، اگر از اهل نظر پنهان کرد
پادشاه دو جهانی ! و زمین بوس ترا — آن شرف نیست که ، خود را گم ازآن نتوان کرد
رسیده بود بدان‌کار ، سرورا ! که شود — جهان بدیدهٔ مردم ، ز دود کفر سیاه
که آمدی ، پی اطفای آن ز محفل قرب — بدان شتاب که ، وا مانده سایه ات ، در راه
(ص ۱۳۶)

● **پارسی سرایان کشمیر :** محمد توفیق لاله جو ، نام او لاله جو(۱) بود و بقول تذکره نویسان سال ۱۱۰۸ھ (۱۶۹۶م) در شهر سری نگر متولد شد و سال ۱۲۰۱ھ (۱۷۸۵م) در سن ۸۹ سالگی در کشمیر وفات یافت . اشعارش نخست توسط ملا ساطع(۲) و بعداً بوسیلهٔ مشتاق (۳) اصلاح میشد ، و در دوران راجه سکه جیون مل (۴) بمقام ملک‌الشعرائی رسید .

صرف نظر از ، مثنوی احوال ملک کشمیر ــ که قریب به (۲۰۰۰) بیت است ــ آثار منظوم وی عبارت است از ــ بحر طویل ، متفرقات ، سراپای ، قصیدهٔ شبیه ، غزلیات و رباعیات (۵) :

دوش بر عشق چو سیماب براتم دادند — نقد آرام گرفتند و حجابم دادند

۱- ـ جو ـ از کلمه ـ جی ـ سانسکرت گرفته شده که بجای آقا و بعد از نام شخص بکار می رود .
۲- رک : تذکرهٔ شعرای کشمیر اصلح چاپ راقم حروف تحت ملا عبدالحکیم و کتاب حاضر ابوالحسن ساطع .
۳- رک : ایضاً تحت محمد رضا مشتاق .
۴- رک : تحت سکه جیون لال کتاب حاضر .
۵- نسخهٔ خطی در کتابخانه سرینگر موجود است .

گل رسوائی عشق تو، بخود مالیدم — من هما روزکه، تشریف حیاتم دادند
جگر تاب و تب ما، دل اینخاک نداشت — خاک دیگر، ز خود ایجاد، چو آتش کردیم
نه بازرگان، نه شه، نی مال دارم — یکی از عاشقان جانسپارم
بود گر در بساطم مالی، ای جان! — همین عشق است، آنهم از تو دارم
صبا، گردی که از کوی تو، آرد — به از، صد گنج باد آور، شمارم
درین دشت غریبم، بعکس من — که کس جز آسمان بر سر ندارم
نه زان سان خاستم در جستجویت — که گردم خاک و بنشیند غبارم

مثنوی در احوال ملک کشمیر

چنین کرد استاد رنگین سخن — گل رفته را بار زیب چمن
که چون گشته کشمیر بار دگر — بفرمان یوسف شه نامور
دل مردم شهر و ده، کرد شاد — بجود و به بخشش بعدل و بداد
رسوم ستمهای شاهان پیش — بهم بر زدن ساخت، آئین خویش
ز پس عدل را کار ازو شد سترگ — شبانی، که سگ می گرفتی ز گرگ
به اخلاق نیکو به نیکو روش — بتدبیر احسان بداد و دهش
چو آورد دلهای مردم بدست — بجمیعت دل بعشرت بشست
که شد پیش هر شهری و هر دهی — مثل در جهان عیش یوسف شهی
نبودی بغیر از شراب، آب او — بجز نغمه، افسانهٔ خواب او
یکی روز، از روزهای بهار — که صبحش ز وی خنده بر روی یار
هوا روح بخش و صبا جانفزا — چمن دلکش و دشت خاطر زدا
عروسان بستان، کشاده نقاب — بریحان مشکین[1] در افگنده تاب
بتکلیف گل ز اقتضای سمن — پی سیر آب و هوای چمن
بطرف لب جوی در صحن باغ — بر آراست بزمی ز جام و ایاغ
چه بزمی که رنگین تر از باغ بود — چه باغی که فردوس ازآن داغ بود
می و شاهد و مطرب و چنگ و رود — مهیا بد انسان که دلخواه بود
ز هر سو بمی داده ساقی صلا — ز هر گوشه مطرب کشیده نوا
بگردش در آورده در پای سرو — می لاله گون تر ز خون تازه رو
بر آواز مرغان شیرین سخن — کهن پیر زال فلک چرخ زن
بهر گوشه ترک خطا می نهاد — فگنده بچین زلف زنگی نژاد
مهی آتشین چهره ساغر بکف — بتی عنبرین طره مجمر بکف

۱- نسخهٔ خطی در کتب خانهٔ سرینگر هست.

بتان مست، در ساغر آویخته   قدح رفته، از دست می ریخته
قدح کرده پر خون غم سرخ چشم   چو ترکان بیرحم هنگام خشم
صراحی بخود تاچه سنجیده بود   که خون گریه در خنده پیچیده بود
چو پر، از می آتشین شد ایاغ   عیان کرد مضمون چشم چراغ
نی آواز داده، که عیش جهان   بود یک دو دم، دم غنیمت بدان
همین گفت: چنگ از نوای حزین   شدم پیر و بزمی ندیدم چنین
قمر طلعتان صف زده برکنار   چو دور قمر رقص شان فتنه بار
ز رقص روان سهی قامتان   برقص آمده در بدنها روان
شراب عقیقی و تا یک سرود   لب لعل ساقی و آواز رود
ز جان حریفان، ربوده قرار   ز دست ندیمان، برون برده کار
حریفان، همه مست عشرت شده   ندیمان، همه گرم صحبت شده
بدینگونه، بزم طرب گرم بود   ز راگ و ز رنگ و ز ساز و سرود
که ناگه، درآن وقت عیش و سرور   خبر آوری، آمد از، هیرپور
زمین را ببوسید و شه را ستود   بخدام درگاه ظاهر نمود
که آمد فرستادهٔ با حشم   ز درگاه اکبر شه جم خدم
بود میرزا طاهرش نام و هست   بنام آوران جهان چیره دست
بپوشانه خواهد ز اهل عمل   بشرط اجازت عبور از کتل
بفرمود: تا مردم راهدار   پذیره شوند و ببندش گذار
بجویند، هرجا رضای دلش   فرستند اقامت بهر منزلش
بیارند با عزت و احترام   بروزی که گوئیم بهر سلام
پس آنگاه خود رو پی بندوبست   بدیوان شد و بزم را در شکست
بیا ساقی! ای خضر راه صفا   بمن بخش آن رنگ خاطر زدا
که روشن از آن دیدهٔ دل کنم   سواد خط صبح حاصل کنم
گذارندهٔ نامهٔ راستان   چنین شد گذارش گر داستان
که چون صبح دم، پیر دیوان فیض   رسانید طومار شب را به بیض
اشارت شد از شاه جم اقتدار   بدستور دانای سنجیده کار
که آرد بجا لازم اهتمام   بترتیب و تزئین دیوان عام
بحسب اشارت بوفق مراد   جلوس ملوکانه ترتیب داد
سرا پردهٔ چرخ اطلس زدند   علم بر رواق مقرنس زدند
همه راه با پیش دیوان شاه   گرفتند در اطلس راه راه

ز بس مشقهای کیانی درفش مرقع قبا گشت چرخ بنفش
ز بس فرش قالین دیوان شده فضای زمین نقش میدان شده
ز زرین سرا پرده‌های بتاب همی کرد گم خویش را آفتاب
بپیش اندر اسپان بازی نژاد مشکل بشکل پری گشته باد
نهاده امیران گیتی پناه سر چاکری بر در بارگاه
غلامان زرین قبا صبح وار گرفته بکف مجمر زرنگار
زده بانگ نقاره بر هوش راه ازو این صدا کرده در گوش راه
دو رنگی ندارد جهان و درنگ دمادم دمادم رود بی درنگ
ز سر بسکه سرنا من و من گذاشت بکام و زبان غیر تو تو نداشت
بآئین ترتیب در پیشگاه دو جانب ستاده چو مژگان سیاه
ز بس جور زرین کلاهان شده همه بارگه یک چراغان شده
بتخت طلا خسروی نامور بسان مکین در مکین دان زر
سران سپه صف زده گرد تخت بدمسازی جاه و اقبال و بخت
چو شد ساخته بزمگاه جلوس بزیب و بزینت چو روی عروس
بفرمود : کارند در بارگاه فرستادهٔ شاه گیتی پناه
دویدند خاصان پاک اعتقاد همه تن شده پای زرین چو باد
نمودند با عزت و احترام فرستاده را بارياب سلام
فرستاده چون ، لازم بندگی ادا کرد ، با فرد فرخندگی
بتعظیم فرمان شاه جهان به فرمان بتعویذ بازوی جان
باورنگ آرای کشمیر داد شه از وی گرفت و بچشمش نهاد
پس آنگه دبیر سخن سنج را بفرمود وا کردن آن گنج را
چو آن غنچه گردید گل شد دبیر
ز حرف سرآغاز بلبل صفیر (۱۲۱-۱۳۱)

● **صوفی** : ملا محمد توفیق نزد جامع مسجد سرینگر (۱) خانهٔ داشت و

۱- جامع مسجد سرینگر بنا کردهٔ سلطان سکندر است که تعمیرش در سال (۸۰۱ھ) شروع شد و در سال (۸۱۸ھ) بتکمیل رسید . از ــ جامع مسجد کشمیری ــ تاریخ شروع شدن بر می آید . در سال (۸۷۵ھ) مسجد از آتش سوخته شد . و بکوشش سلطان حسن شاه بر همان بنیادهای قدیم دوباره تعمیر یافت . تاریخ این تعمیر از کلمهٔ ــ مسجد اسس علی التقوی ــ بر میآید . این تعمیر در ۸۸۵ ھ

آنجا زندگانی میکرد :

دیوان و چند رسائل دارد . ازوست :

می سزد ، فتنهٔ دوران شدنت ، ای کافر! که ترا پشتیبانی است چو کاکل بر سر
(۲: ۴۷۴)

☜ حیات سلطان حسن بتکمیل نرسید و ابراهیم بن احمد باکری وزیرش در سال (۹۰۹ھ) کامل کرد . سقفش درسال (۹۹۴ھ) بعهد یعقوب شاه چک بکوشش قاضی موسیٰ شهید ترمیم یافت . در سال (۱۰۲۹ھ) بروز عیدالفطر در شهر آتش افتاد که یک قسمت شهر کاملاً سوخته شد و مسجد جامع نیز سوخت . جهانگیر همانوقت در سرینگر بود و خود پیاده آمده همراه اهل شهر به فرو کردن آتش کوشش کرد . این بار بحکم جهانگیر به اهتمام رئیس‌الملک حیدر ملک تعمیر نو شروع شد و هفده سال (۱۷) گرفت تا به تکمیل رسید . بیادگار این تعمیر بر دروازهٔ جنوبی یک کتیبه است که بخط ملا مراد زرین قلم نوشته شده است و این اشعار دارد :

نخستین مسجد جامع ز شه اسکندر ثانی عمارت یافت ، و انگه سوخت از تقدیر سبحانی
دگر باره حسن شاه آنکه بعد از نسل پاک او بشد بانی این مسجد هم از توفیق ربانی
و لیکن از دوجانب ، نی ستون آراست ، نی سقفش ز ابراهیم احمد باکری شد راست نادانی
ز هجرت نه صد و نه بود ، تا دور محمد شاه که این جنت‌سرا شد زینت دین مسلمانی
بتاریخ هزار و بست و نه از هجرت سید بروز عید روزه سوخته در نوبت ثانی
ملک حیدر رئیس الملک ، در عهد جهانگیری نهاد ، از نو بنایش ، باز روز عید قربانی
چو تاریخ بنایش جست ، گفتا هاتف غیبی :
نهاد از نو اساسش باز گاه عید قربانی
۱۰۲۹ھ

بر دیوار همین دروازهٔ جنوبی ، فرمان شاهجهان ــ که ذکرش در شرح حال ظفرخان گذشت ــ کنده شده است . در سال (۱۰۸۴ھ) که عهد عالمگیر بود ، بار سوم آتش در شهر افتاد و مسجد جامع با دوازده هزار خانهای مردم سوخته شد . عالمگیر پادشاه نواب قیام‌الدین خان و ملا محمدطاهر نقشبندی را برای تعمیر نو حکم داد و از خزانهٔ شاهی همه اخراجات را ادا کرد . سه سال این تعمیر طول کشید . در دور تیمور شاه درانی در سال (۱۱۹۰ھ) بحکم حاجی کریمداد خان صوبیدار ترمیم شد در سال (۱۲۰۳ھ) آزاد خان افغان مرمت کرد . ☜

● بیاض خطی : جنگ خطی که درسال ۱۲۷۵ه استنساخ شده است و در دست آقای احمد حسین قلعداری است ، یک غزل در بحر طویل و یک مثنوی سراپای مهر عرب (سراپای رسول) و شش غزل و سه قصیده ،

☜ در عهد سکهاشاهی بحکم دیوان موتیرام در سال (۱۲۳۵ه) مسجد در تصرف حکومت آمد و دروازها بر مسلمانان بسته شدند . در سال (۱۲۵۷ه) بکوشش شیخ غلام محی الدین صوبیدار آنجا واگذار شد . در سال (۱۲۸۲ه) از طرف مسلمانان کشمیر مرمت یافت . در سال (۱۲۹۸ه) بقیه مرمت بتکمیل رسید. در سال (۱۹۰۷ع) و در سال (۱۹۱۱ع) نیز مرمت شد. در سال (۱۹۱۵ع) بکوشش سر جان مورشل رئیس باستان شناسی کل‌هند کاملاً مرمت یافت.

جانب مشرق یک چشمه‌ایست که در سال (۱۱۵۶ه) خواجه محمود دیده مری اوپا تعمیر کرد و کتیبه، سرودهٔ خواجه محمود، بر آن کنده شده است که تاکنون برجاست :

بر آمد چشمهٔ فیض الهی — بحسن سعی مشت خاک راهی
بتوفیق خدا، این کار محمود — گرفت انجام از امداد شاهی
خلوص نیت و صدق ارادت — شده صرف بنایش از دل و جان
ازین خوش چشمه ، بانی چشم دارد — که یابد شست و شو طومار عصیان
گناه خلق ، گردد شسته ، زین آب — که باشد منبعش دریای عرفان
بود وجهه کرایه از دکاکین — پی ترمیم حوض فیض احسان
چو نامم در ازل محمود کردی — الهی عاقبت محمود گردان
پی تاریخ ، این فرخنده بنیاد — خرد گفتا که : جاری فیض ما باد

۱۱۵۲ ه

مسجد برای (۳۳۳۳۴) نماز گذاران جای دارد . (نگارستان کشمیر ص ۲۶۱)

جهانگیر در سال پانزدهمین جلوس در تزک مینویسد :

ـــ در شهر مسجدی است بغایت عالی از آثار سلطان سکندر. در هفتصد و نود و پنج (۷۹۵ه) اساس یافته . بعد از مدتی سوخته و باز سلطان حسین تعمیر نموده ، هنوز با تمام نرسیده بود که قصر حیات او از پا در افتاد و در نهصد ونه (۹۰۹ه) ابراهیم باکری وزیر سلطان حسین، حسن انجام و آراستگی بخشید . ازآن تاریخ تا حال یکصد و بست (۱۲۰) سال است که بر جا ست . از محراب تا دیوار شرقی یکصد و چهل و پنج (۱۴۵) ذرع و عرضی یکصد و چهل و چار (۱۴۴) ذرع است . مشتمل بر چار طاق و بر اطراف ایوان و ستونهای عالی نقاشی و نگاری کرده ، الحق از حکام کشمیر اثری بهتر ازین نمانده ـــ (ص ۳۰۲)

از ملا محمد توفیق دارد. ازوست :

طور و طرز نگه عشوه پسندش بنگر — راه مردم زدن چشم کشندش بنگر
تا تنش با همه موزونی اعضا دریاب — استخوان بندی مصراع بلندش بنگر
غمزهٔ ناوک ابروی کمانش، دیدی — چشم عیار ببین، زلف کمندش بنگر
کرده جا خال سیه بر رخ آن (عاشق) کش — با دل سوخته ام کشته سپندش بنگر
مگذر سرسری از نرگس جادو نگهش — دلفریبی و فسون سازی خندش بنگر
دل به گیسو چه دهی! در پی کاکل چه روی — حال توفیق پریشان و نژندش بنگر
عاشق نغمه ام و شیفتهٔ آوازم — سرخوش از کاسهٔ طنبور کدوی سازم
نبض از خود شدنم درکف موسیقار است — چه کنم، هست ببال دگری، پروازم
گرکدورت زده ام، عیب مکن، کز غم دهر — آنقدر وقت نیابم که بخود پردازم
در سرم هست که امداد بزرگان باشد — که زیارت گه خود، پای خم می سازم
پیش پیمانه برم سجده چو مینا به نیاز — سر پیمانه پرستی بفلک افرازم
شهر میدان سماعم نتوانم گردید — گرد بادی شوم و جانب صحرا تازم
گر خراباتی و رند و بره کارم، توفیق — بر خطاپوشی الطاف الهی نازم

● **بیاض بنده علی باسط** : از توفیق کشمیری این اشعار دارد :

چو گردید شان عسل از موم شمع — زبان آتشین کرد و گفتا به جمع
فلک تا که، یک خانه، روشن کند — دو صد قصر شیرین، بهم بر زند
ساخت آئینه و این نکته به پیشش زده نفس — دهر، صد خانه کند از پی یک خانه، خراب
زاندم که رفت مجنون، کار جهان بتر شد — سر گشته گشت سودا، زنجیر دربدر شد

این رباعی در تعریف پالکی راجه سکهه جیون، که حاکم بلدهٔ کشمیر بود، گفته است :

این پالکی پیک که مطبوع، نکوست — چشمی هست که بانس بر فرازش ابروست
چترش پلک دیدهٔ مژگان جهان — چون مردمک دیده، مهاراج دروست
(۴۷ ـ الف)

● **گلستان مسرت** : این ابیات از توفیق دارد :

زلف امروز، در جور بما نکشوده است — مار، از روز ازل دشمن آدم بوده است ص۵۲
دهنت را، عدم و ذره و جان، بشمارند — شاعران مفتریانند خیالی دارند ص۹۹
از لبت رشتهٔ دندان تو، گاه تقریر — مینماید دو خط نقرهٔ لعلی تحریر ص۱۰۰

نه سنجم با سر پستان آن حور دو اختر شد بلند از مطلع نور ص ۱۲۵
مپرس از گوهر ناسفتهٔ او ز راز غنچهٔ نشگفتهٔ او
مپرس از من ازان بادام توام دل عاشق دو نیم آنجاست از غم ص ۱۳۱
پیش ساق نرم صاف ساده ات شیر ماهی مشت خاری بیش نیست ص ۱۳۳

۴۶- تیکارام جیو، پندت آخون

● بهار گلشن کشمیر: پندت تیکارام جیو، آخون تخلص، بسال ۱۸۳۰ بکرمی در سری نگر چشم بدنیا کشود. مدرس فارسی و عربی بود و بعمر نود سال در سنه ۱۹۲۰ بکرمی، زندگانی را وداع کرد. پندت لسه کول پسرش نیز شاعر بود و بهار تخلص میکرد.

آخون یک مثنوی — کبک نامه — سروده است که ۱۱۰ شعر دارد. چند شعر از آنست:

چو کبک صبح نورانی، بصد ناز ز کوه چرخ کرده خنده آغاز
سیاهی بلبل آسا پر زد از باغ حواصل سر کشید از بیضهٔ زاغ
سمن بویان، چو سرو استاده گشتند همه ثابت قدم چون جاده گشتند
بخدمت یک بیک از رای صائب زدند احوال هر مغلوب و غالب
یکی گفتا شبانگه شمع سرکش فگنده بر سر پروانه آتش
ز شربت های شیرین بسکه تر بود زبان در کام برگ نیشکر بود
فرود آمد ز باد کوه تمکین بخانه نقل کرد از خانهٔ چین
چنین باشد ره شاهان عادل که بر گردند خوش منزل به منزل

(۲ : ص ۸۱۴-۸۲۰)

۴۷- ثنا، شیخ آیت الله

● تذکرهٔ نتائج الافکار: نکته سنج پیرا شیخ آیت الله متخلص به ثنا، که اصلش از کشمیر است. در علوم عربیه مهارتی داشت و بفکر سخن طبع

با لطافتی . اصلاح شعر از شیخ محمد علی حزین می گرفت . اوسط مأته ثانی عشر بدار عقبی شتافت . از اوست :

قضای آسمانی خواست ، از یاران جدا افتم — کمان سخت است ، و بازوچست ، بینم تا کجا افتم
کجا از زندگی پرسیدی از شبهای تار من — که بعد از مرگ من ، شمعی فروزی بر مزار من
(ص ۱۳۷)

● صبح گلشن : ثنا ، شیخ هبة الله (؟) وطنش خطهٔ دلپذیر کشمیرست . در شعر و سخن تلمیذ شیخ حزین لاهیجانی و کلامش دلنشین و دلپذیر . در اوسط مأته ثانی عشر، بدار عقبی رفت . لآلی سخن چنین می سفت :

شرم زان روز که، یارم بسر بالین گفت : — سخت جانی که! هنوزت نفسی می آید

رباعی :

زآن حسن مدام ، شور غوغا شدنی ست — زآن زلف دراز ، فتنه برپا شدنی ست
از قامت او ، قیامتی در عالم — امروز اگر نگشت ، فردا شدنی ست (۱)
(ص ۹۹)

۴۸- جامع ، خواجه محمد مقصود (۲)

● همیشه بهار : شاگرد رشید مرزا عبدالغنی بیگ قبول . متوطن خطهٔ کشمیر بهشت نظیر . در ادا بندی و سخن پردازی داد سخنوری میدهد . سلاست عبارت و متانت الفاظ ، بدرجهٔ دارد که ، ناطقه از بیان آن بعجز و قصور معترف است . و از فضائل علمیه و حکمیه نیز آشنا .

من اشعاره :

سخن سازی نه آسان است، عمری باید و جهدی — چو مویم شد سفید، اشعار رنگینم بیاضی شد(۳)

۱- المغنم البارد نیز دارد . (ص ۶۷)
۲- شمع انجمن نامش خواجه مسعود نوشته .
۳- سفینهٔ خوشگو و شمع انجمن دارد .

در کرم کوش ، ای که ! جوی دولت دلخواه را بهر سائل سیل میگردد بنائی ، جاه را
از فیض عشق جامع ، پیرانه سر جوانم وصل پری‌رخان کرد، دیروز من، پریروز (۱)

● **سفینهٔ خوشگو** : جامع ، خواجه مقصود جامع تخلص . کشمیریست، شاگرد میرزا عبدالغنی بیگ قبول بوده ، مشق سخن بپایهٔ رسانید و به همان طرز فکر میکند . از فضائل علمی و حکمی نیز بهره برداشته . صاحب دیوان است .

● **صحف ابراهیم** : جامع ، جامع کشمیری اسمش خواجه مقصود . از شاگردان عبدالغنی بیگ قبول و سخنوران عهد محمد شاه فردوس آرامگاه بود . (ص ۱۲۷ الف)

● **شمع انجمن** : جامع ، خواجه مسعود کشمیری . شاگرد عبدالغنی قبول است . (یک شعر دارد ص ۱۱۲)

۴۹- جنون ، خواجه ابوالفتح

● **سفینه خوشگو** : خواجه ابوالفتح خان ، جنون تخلص . کشمیرالاصل است . به فضائل و کمالات آراسته بود و در لباس نوکری از درویشی بهرهٔ داشته . در عهد عالمگیری (متوفی ۱۱۱۸ھ) بخدمت دیوانی گورکپور من اعمال صوبهٔ اوده سرفراز بود و در آنجا توطن گزیده و در عهد شاه عالم بهادرشاه (۱۹-۱۱۲۴ھ) به دیوانی لکهنو و بعد ازآن به دیوانی صوبه عظیم‌آباد پتنه رسید . و بعد معزولی همانجا در اوائل عهد محمد فرخ سیر (۲۴-۱۱۳۱ھ) در گذشته . نعش او بگورکپور نقل نموده در مقبرهٔ — که خود ساخته بود — دفن کردند . محمد عاشق

۱- سفینهٔ خوشگو دارد .

همت، با او بسیار مربوط بوده . شاعر صاحب زبان و صاحب دیوان است . امروز نبیره ایشان خواجه مظفر در عظیم‌آباد معزز و مکرم زندگانی می نماید . بر فقیر خوشگو خیلی لطف میفرماید . این شعر خواجه ابوالفتح در پنجاب شنیده بودم و در دیوانش نیز دیدم :

پیر، کار تیشه فرهاد، از سوزن کند ما، به مژگان سفیدی، جوی شیر آورده ایم(۱)
(ص ۸۲)

● **صحف ابراهیم** : جنون ، ابوالفتح خان جنون تخلص کشمیری . در زمان عالمگیر خلد مکان بدایونی گورکپور و بعهد (شاه عالم) محمد بهادر شاه بدیوانی لکهنو مأمور بود ، و بعد ازآن بدیوانی عظیم‌آباد شد و بعهد فرخ سیر بادشاه در عظیم آباد رحلت نمود . و در گورکپور مدفون شد . محمد عاشق همت از متوسلان او بود . گویند اشعارش مدون است . (خطی ص ۱۲۷)

● **صبح گلشن** : جنون ، خواجه عبدالفتح خان کشمیری که در عهد جهانگیری بدیوانی گورکپور — متعلقه صوبه اوده — سرفراز بود و در عهد شاه عالم بهادر شاه کار دیوانی لکهنو و در آخر سرکار دیوانی صوبهٔ پتنه سربراه نمود و همانجا ازین عالم در گذشت . و نعشش بگورکپور — که وطن اقامتش قرار داده بود — منتقل گردیده و در مقبرهٔ معمرهٔ خودش مدفون گشت . مشق شاعری از محمد طاهر غنی کشمیری نموده و از ارادت مندان شیخ محمد افضل اله آبادی (۲) و مائل بدرویشی و آزادی بوده .
(یک شعر دارد ص ۱۰۹)

۱- صبح گلشن دارد .

۲- ولادت شب دهم ربیع‌الاول سال سی و هشتم از صدی یازدهم، بوطن اصلش قصبه سید پور توابع غازیپور زمانیه بدنیا آمد . از خدمت میرسید محمد کالپی اجازهٔ سلسلهٔ چشتیه و قادریه و سهروردیه و مداریه و نقشبندیه حاصل کرد . حسب حکم مرشد به اله آباد مقیم شد و بر مسند هدایت و ارشاد نشسته مرجع انام گشت — شرح گلستان— شرح بوستان — شرح

۵۰- جویا، میرزا داراب تبریزی

● **همیشه بهار** : از دیر باز خطهٔ خوش بهار کشمیر توطن داشت . در عالم غزل و قصائد ، معنی های غریبه بزبان می آورد . بسیار خوش فکر و ادا بند بود . در سنه یکهزار و یکصد و هیجده (۱۱۱۸ھ) ازین دار دنیا انتقال نمود . تاریخش سر زمرهٔ سخنوران فحول میرزا عبدالغنی بیگ قبول مدظله ، چنین فرمود :

میرزا داراب جویا ، آن که از حب علی — در صف احرار او را ، رتبهٔ قنبر بود
از نظر تا رفت ، شد عالم بچشم ما سیاه — مهر چون گردد نهان، کی روشنی دیگر بود
سرمه نبود این ، که میبینی بچشم مردمان — دیده را، خاک سیه از ماتمش، برسر بود
چون صدف، کز فرقت گوهر کند، قالب تهی — آن چنان از مردن او حالت ما در بود
در تمام عمر، مدح ساقی کوثر، نوشت — با سخنهایش ازآن رو، نشهٔ دیگر بود
چون سخن را ، درکنار خویشتن پرورده بود — سال تاریخ وفات او: سخن پرور بود

۱۱۱۸ھ

در منقبت امیرالمؤمنین علی اسدالله الغالب قصیده گفته که این قطعه ازآن قصیده ایست :

کمند را ، چو تو کار سنان ، فرمائی — بفرض باشد اگر، دشمن تو روئین تن
بروز معجز سر پنجهٔ عد و بندت — گزر کند ز تن او، چو رشته از سوزن

من اشعار جواهر عیار :

کبود، از بوسهٔ امشب لعل آن رشک پری دیدم — گل شفتالوی این باغ را، نیلوفری دیدم(۱)
محراب بندگی است شهیدان عشق را — این تیغ کج ، که در کمر قاتل من است

☜ زلیخا — شرح فصوص‌الحکم — شرح قصائد خاقانی — شرح منظوم مثنوی معنوی — از تالیفات اوست . تصنیفاتش از پنجاه مجلد متجاوز است . هشتاد و هفت یا بنود و دو سالگی ، پانزدهم ذیحج روز جمع سال یازده صد و بست و چهار هجری (۱۱۲۴ھ) فوت شد و در اله آباد مدفون گشت . (رحمان علی ص ۱۸۱)

۱- مجمع النفائس دارد .

سر گشتگان چاه زنخدان یار را   در گریه عضو عضو چو دولاب میشود
از پلک دو چشم تو بردیم   گویا که رباعی سحابی است
مباش غافل ازآن‌دل که یافت از تو شکست   بشیشهٔ که ز دستت فتاد پا مگذار
کمر بر خواریٔ ارباب همت بسته چرخ دون   بآب روی مردان روز و شب این آسیا گردد
جمعی که، چون عقیق یمن پاک گوهر اند   خون میخورند و آرزوی نام میکنند
امروز نگین، آن لب لعل   در کشور حسن، نام دارد
غنچه مانند آن دهن باشد   چون دهان تو بی سخن باشد
ماه نو امروز گر با ابروش در هم سریست   هفتهٔ دیگر تماشا کن، سپر می افگند
اگر طاؤس رنگین جلوهٔ من، در خرام آید   تو هم زاهد، سراپا چشم از دنبال خواهی شد
بی سخن نیست ترا یک سر مو بیش دهن   موشگافست دهانت چو در آئی بسخن
نه همین لالهٔ داغی، ره صحرا بگرفت   تا تو از باغ شدی خاک نشین گشت چمن

● **تاریخ اعظمی : میرزا داراب جویا، پسر ملا سامری است. صاحب سخن و معنی یاب بود، و در فن سخن پردازی تتبع مرزا صایب مینمود. با محمد سعید اشرف و ملا علی رضای تجلی(۱) صحبت داشته. این هر دو شاعر مذکور مشهور، همراه ابراهیم خان، بنوبت در کشمیر آمده و از استادان او بودند. مرزا داراب از شعرای عهد خود امتیاز داشت و صاحب دیوان فصاحت بیان است، درین وقت این چند بیت از حافظه بر صفحه تحریر بر آمد.**
(هفت شعر دارد ص ۲۰۷)

مرتبه اخیر که ابراهیم خان ناظم بود، قرب بسیار داشت. میرزا داراب در شهور سنه هزار و یکصد و هژده (۱۱۱۸هـ) سفر گزین عالم آخرت شد. چون در مرتبه بعض اکابر اهل سنت و جماعت بمهمل گوی شوخی کرده چنین گفت :

بر سرش گل باد گرز آتشین   برتنش نار جنهم نور باد

در هنگام رحلت مرزا، بعض شعرای سنیه هم، در تاریخ وفاتش جواب

۱- رک : تحت اشرف و تجلی .

ده شدند و چنین شوخی کردند. تاریخ :

رافضی تاریخ جویا، بست و هفتش بود کم　　چونکه گز کردند او را گشت تاریخش درست

هر چه عوض دارد گله ندارد . (ص ۲۰۷)

● **ریاض الشعراء:** میرزا داراب جویا ، اصلش از ایران است و تولدش در کشمیر واقع شده . بصحبت ابو طالب کلیم و میرزا صائب در آنجا رسیده . در زمان عالمگیر پادشاه وفات یافت . او را ست :

مگر بگذشت ، دل آزردهٔ ناشاد ، ازین صحرا　　که همچون آه درد آلود، خیزد باد ازین صحرا(۱)

در گرد کلفتم دل بیتاب میتپد　　بی باده ، همچو ماهی بی آب ، بر زمین

● **مجمع النفائس** : داراب بیگ جویا ، از مردم خوب کشمیر است . بعضی گویند که: آبایش از ایران بودند که در کشمیر توطن اختیار کرده اند. العرض، جویا هنگامی که ابراهیم خان پسر علی مردان خان صوبداری کشمیر داشت، در وطن خیلی بجمعیت و آبرو می گذرانید ، و خان مسطور هم بسبب اتحاد مشرب ، رعایت کلی باحوالش میفرمود . اکثر صاحب سخنان کشمیر ، که در عهد فقیر بودند ، شاگرد میرزا داراب جویا بودند . مثل ملا ساطع و عبدالغنی بیگ قبول . هر چند طریقهٔ شعر قبول و جویا یکی نیست ، چه قبول از قدماء بطریقهٔ سلمان و کمال خجندی و از متأخران بروش سلیم و تاثیر راه میرفت. و جویا اکثر تتبع طرز میرزا صایب است ـــ علیه الرحمه ـــ و اندکی بروش میر معز فطرت نیز رفته ، و در بعضی از مقاطع ، خود را بشاگردی میر معز فطرت ذکر کرده . بهر حال داراب بیگ جویا بسیار خوش فکر و معنی تلاش است . قصائد و غزلهای او مشهور است . مثنوی مختصری نیز دارد ، آن هم خالی از تازگی نیست . بعضی گویند پدرش

۱ـ صبح گلشن و دانشمندان آذر بائیجان دارد .

سامری تخلص می کرد. و یکی از ستم ظریفان کشمیر در هجو برادر او که گویا تخلص داشت، گفته:

گوسالهٔ سامری، ببین! گویا شد.

غرض تمام خانوادهٔ او اهل سخن بودند.

روزی جویا بیکی از اهل سخن میگفت که: ما دو برادر جویا و گویا باشیم. نام و تخلص طالب کلیم را باهم برادرانه قسمت کرده گرفتیم! آن عزیز از راه شوخی گفت: چنانکه مضامین او را!

بهرحال از متأخران کشمیر مثل اوی کم خاسته، بلکه میتوان گفت که: تمام شعرای کشمیر که هستند، از دامن تربیت او یا تربیت کردهٔ او، برخاسته اند. در ینولا دیوانش بنظر آمده انتخابش نوشته می آید.

شد بهار و بیخودیم از نشهٔ جام هوا / توبهٔ مارا شکست امروز ابرام هوا
مخور فریب رعونت، که از پشیمانی / بسی زنند بسر دست بر کمر زده را
پیری که دید قامت شوخ ترا کشید / بر نام هوش حلقهٔ قد خمیده را
نامهٔ پیچیدهٔ عشاق، زخم بسته است / دست در خون میزنی، گر وا کنی این نامه را
بسکه می کوشیم در کتمان، راز عاشقی / غنچه آسا تکمهٔ پیراهن چاکیم ما
یاقوت را مناسبتی نیست بالبش / یعنی که با نبات چه نسبت جماد را
از توگویم بعد ازین کز خویشتن ببریده ام / از مرا گفتن پشیمانم کنون خواهم ترا
در حیرتم که، جان بکجایش فدا کنم / از بس گرفته شوق سراپای او مرا
چنین در خاک باشد گر تپش جسم نزارم را / زند بر شیشهٔ چرخ برین سنگ مزارم را
همچو آن عینک که در جزوی فراموشش کنند / کردم از شوقش نهان درنامه، چشم خویش را(۱)
دام جذب خلق خوش با سینهٔ صافی توأم است / هیچ کس بی رو دهی هرگز ندید آئینه را
طاقت یکدم خمارم نیست با پیر مغان / از قطار هفته، بیرون کن شب آدینه را
از دل ما یعنی از وسعتگه مشرب مپرس / نه فلک سرگشتهٔ چندند این ویرانه را
مدد جو در حوادث دائم از آل عبا، جویا / ز صر صر، آفتی نبود، چراغ زیر دامن را
نمی باشد ز مرگ اندیشهٔ پرهیزگاران را / سفر فیض صباح عید بخشد روزه داران را

۱- صبح گلشن و دانشمندان آذر بائیجان دارد.

ز شور نالهٔ بلبل، بموج می آئی
در قطار بیگناهانت شمردن می توان
تیغ صاحب جگران دست کشیدن ز جهان
چه دولتست، که در عشق، بشکند رنگی
اشکم ز دیده بیضهٔ طوطی فرو چکید
با همه اعضا، رود چون سایه، از دنبال او
چشم او، پردل چرا نبود، پی خونریز خلق
نزدیک تر بخلوت او، هر قدر شدیم
نهادی بر دلم، ای نازنین! دست
بود چون غنچهٔ نارسته، از شاخ
آب گردد، بسکه از شرم صفای، عارضش
در دلائل راه حق، چون رشتهٔ گوهر گم ست
از دریدن در غمت، دل غنچه وار
ای که، می پرسی ز احوال دل جویا، مپرس
سبزهٔ خط را، دهد نشو و نما
می کند چشم تو، تا بیخود ز ساغر گشته است
کس را، بخوبی خط رخسار او، چه حرف
عشق جویا که بتعمیر خرابی پرداخت
جویا فریب چشم سخن گوی او مخور
گفتی که: بدشنام دلت را نخراشم
از تپیدنهای بسمل، شرم می آید مرا
مر نوید آمدن، جویا! حیات تازه است
فارغ از قید عیادت نیست در عالم، ولی
از دود آه، کرد سیه خیمه ها بلند
هرطرف دیوانه‌سان زآنروی‌می بینم، که هست
چون توان آسود زیر چرخ کین ویرانه را
سنگ نمک، بود محک اهل روزگار
اطلس در خون طپیدن، بالش آمیزش است
از ما، چو یافت خلعت عریان تنی، رواج

خدا زیاده کند، ای گل! آب و رنگ ترا
گر توانی، در شمار آری گناه خویش را
چشم بستن ز دو عالم، سپر مردان است
بدستم آئنه از دست خویش طشت طلاست
زآن حسن سبز، بسکه دلم، آب خورده است
آهوی کز تیر آن ابرو کمان، افتاده است
هرکرا دیدیم درعالم، باو دل داده است(۱)
جویا! توان و صبر ز ما، دور تر نشست
ازین دست است احوالم ازین دست
ترا پنهان میان آستین دست
دست ازآن آئینه می شویم که او برکف گرفت
جادهٔ این ره، ز بس سنگ نشان معلوم نیست
یک بغل چاک گریبان دسته بست
دردمندی، عاشقی، بیچارهٔ غم پیشه ایست
داد از حسنت! که دشمن پرور است
آن قدر مستی، که مژگانم ازو برگشته است
آری هرانچه سر زند از نیکوان نکوست
طرح ویرانی دلها، ز دل ما برداشت
کس از زبان آن مژه نشنیده است راست
در مشرب رسوای تو، دشنام همین است
این قدرها، از برای رفتن جانی نداشت
وصل را، در مشرب ما، لذت پیغام نیست
این نگین را نقش غیر از بندهٔ درگاه نیست
در گرم سیر عشق، دل ما غریب نیست
جلوهٔ دیدار و مقصود نگاه از شش جهت
هر طرف دیدیم دیوارش باین سو مائل است
نامرد و مرد را، بهمین می توان شناخت
مخمل خواب فراغت، بستر بیگانگی ست
بازار گرم خرقهٔ پشمینه را شکست

۱- صبح گلشن دارد.

احتیاج شاهدی، در دعوی عشق تو، نیست — مهر داغی ، بر سر طومار آه ما ، بس است
پیش آنکس، کزغمت با تنگی دل، خو گرفت — وسعت آباد جهان، یک خاطر آزرده است
مست و بیخود ، شوخ من ، افتاده است — بر زمین ، همچون چمن افتاده است
هر که در تعریف خود، کوشد مدام — بر زبان خویشتن افتاده است
نوخط گرد کدورت نبود چهرهٔ دل — گره جبهه ، غم مهرهٔ گهوارهٔ اوست
هر قدر بیگانه تر معنی بدل نزدیک تر — یار اگر دوری گزیند از بر ما دور نیست
ریزد از هر حلقه آن ، زلف عنبربار کج — صاف کیفیت برنگ ساغر سرشار کج
مژده یاران! کز وفور ناز، امشب دور نیست — چشمش استغنا ، اگر در کار ، استغنا کند
اگر در گریه خود داری کنم چشمم خطر دارد — ز ضبط اشک ترسم این جراحت آب بردارد(۱)
نیندیشد ز مردن، هر که در ذکر خدا باشد — چو بندد رخت هستی از زبان برگ سفر دارد
نگاه او چو خونریز است از پهلوی مژگانش — چوماهی با خود این خنجر، هزاران نیشتر دارد(۲)
ز عجز نالهٔ بلبل، دلم را درد می گیرد — کسی چون کام بر دارد ز معشوقی که زر دارد
برنگ پرتوی، کز شمع محفل، هرطرف افتند — هوا، از پهلوی رخسارهٔ او ، رنگ بر دارد
سروکار دل دیوانه ام ، افتاده با طفلی — که هر جا ناله برمیدارد این، او سنگ بردارد(۱)
وطن، درگرم سیر عشق، رندی را سزد جویا — که از خاکستر پروانه، رنگ خانه می ریزد
ز پس دور از تو در گرد کدورت گشته ام پنهان — شکست رنگ رویم رخنهٔ دیوار را ماند
خبر دهم بتو، از حال خویش، در شب وصل — گرم ز دیدنت ، از حال خود خبر ماند
اسیر ساده دلی های زاهدم ، جویا — غم زمانه بخورد و شراب ناب نخورد(۳)
بسکه وحشت کرد ، از طبل طپیدنهای دل — رنگ ما چون طائر تصویر در پرواز ماند
موسم بهاران است ، دور دور مستان است — محتسب غزل خوان است، شیخ باده نوش آمد
صبح روز باران است، مفت میگساران است — باده بی محابا زن ، ابر پرده پوش آمد
طومار شکوه‌های دل من ، بدست چرخ — نکشوده، همچو غنچهٔ شاخ شکسته ماند
ز حادثات ، اگر خواهی ایمنی ، بگریز — بکشوری که ، در او آسمان نمی باشد
بقدر بودن دنیا ، بفکر دنیا باش — کسی همیشه درین خاکدان نمی باشد
چو می از شیشهٔ واژون نگار ناز پروردم — گر آید سوی ما از ناز در هرگام برگردد
کباب خود دلم را شعلهٔ آواز او دارد — چو شمع بزم ، پنداری که آتش در گلو دارد

۱- صبح گلشن و دانشمندان آذربائیجان دارد.
۲- صبح گلشن دارد .
۳- مرآة آفتاب نما و صبح گلشن و دانشمندان آذر بائیجان دارد .

بر مآل خویش خندم، یا بر اوضاع جهان
منکه همچون گل، لبی یکخنده دارم داده اند

می رسد جان، از گداز تن، بمعراج قبول
استخوانی تا نماند، از ماه نو کامل نشد

عیب نخوت، در لباس فقر، عریان تر شود
در ضعیفیها رگ گردن نمایان تر شود

هست دل، در طلب آنچه، میسر نشود
آنچه از دیده نهان بود، پریزادم بود

بسکه از تیغت، دم آب دگر را تشنه است
زخم بر اندام من، مانند ماهی، می طپد

بروی بوریای فقر، یا آلائش دنیا
منه پای هوس، زین بیشه، بوی شیر می آید

آنانکه، میل وصل تو، خود کام میکنند
آخر ز بوسه، صلح به پیغام میکنند

امشب ز می چو، مجلس دلدار، گرم بود
بازار گل فروشی رخسار گرم بود

همچو آن بلبل، که بر روی گلی، مستی کند
بوسه، از لبها برخسار تو، بال افشان شود

از حریم حرم حضرت دل می آید
آه ما سوختگان، راه بجائی دارد

میرود از بس جوانی، زود گوئی باخزان
چون گل رعنا، بهار ما بیک محمل بود

لطف تو دهد، شیرینی جانم
اما نمک تلخی دشنام ندارد

بی او نخورم باده، اگر جان، بلب آید
ساقی! بنشین، این همه ابرام ندارد

گریهٔ مستی، شگون دارد، حریفان سر کنید
باده گر یک قطره هم باشد که چشمی ترکنید

می پرستان می نهم، لب بر لب مینا، مباد
موسم گل بگذرد، تا باده در ساغر کنید

قصر دل، از پستی همت، خراب افتاده است
صاحب اقبال آن جوانمردان، که تعمیرش کنند

آتش افروز دلم، آنکه بیک ساغر شد
گر خورد جام دگر، آفت دوران باشد

بطپش، از قفس امید رهائی، غلط است
این طلسمی است که، بر بازوی بسمل بستند

شوق را، چون اختیار باده پیمائی دهند
جام گردون را کند خالی اگر یک کش زنند

عمر بیباکی تیغ مژه هائی تو، دراز
که ز هر چاک، دری بر رخ دل، وا کردند

بسکه می پیچم بخود، زنجیر می آید برون
از جراحتهای من، هر کس که پیکان میکشد

ساقی امشب، کوتهی در دادن پیمانه کرد
ورنه از خود رفتنم آخر، بجای می رساند

شادم، بنسیم کویش، آن هم
گر شام آید سحر نیامد

قمری مستی است پنداری، بپرواز آمده
چون کف خاکستر ما از هوا گردد بلند

تشنه لب زخمی که، من دارم در آغوش هوس
تیغ اورا بسکه می افشارد، آبش می چکد

از خمار باده جویا! بسکه امشب خشک ماند
هر لب من کار دندان میکند مقراض وار

وسعتی در خورد وحشت آرزو دارد دلم
عالم دیوانگی صحرا ندارد آن قدر

عاشق از پهلوی بخت تیره، رسوا تر شود
آتش کم بیش آید در نظر، شبها ز دور

تاک را بنگر که سر تا پا رگ گردن بود
نیست جویا! باده نوشان را گریزی از غرور

می کند با عشق، دل زور آزمائیها هنوز
می رود دشت وبغل، چون موج با دریا هنوز

ساقی! از جام میش، مشت گلابی برفشان
شوخی او، خفته در آغوش استغنا هنوز

برنگ شمع، بگدازد ز سوز سینه ام، تیرش   چو موج باده، گردد آب خون آلود، شمشیرش
چسان بیند خرابی، ملک سلطان جنون، جویا   بود ریگ روان لشکر بیابان شهر معمورش
چنان پرورده آغوش نزاکت، در کنار او را   که گردد خار پیراهن عبیر بوی نسرینش
سرت گردم! چه باشد این که، در پیمانه می ریزی   ز خوی گرمت، آتش آب شد یا آب شد آتش
بوادیٔ که، کند تیغ عشق، تسخیرش   دل دو نیم بود نقش پای نخچیرش
برویت، هر که چشمی کرد، روشن   رود از خود براه دیده، چون شمع
از پی هم بسکه آب دیده بر رخسار ریخت   جاده‌ها در راه اشکم، گشته پیدا همچو شمع
ز رفتنت، دل پر اضطراب من، در خون   نهان شده است، چو سیماب در دل شنجرف
باوجود بی وفائی، دوست می دارم ترا   سخت پیش من عزیزی، همچو دنیا پیش خلق
چو غنچه، کیسه لب تشنگان، تهی نشود   بفکر زر، مخروش و برای مال، منال
بستان ز کفم ساغر می، گر همه درد است   کز آب گل آلود نیفتد ز صفا گل
بسکه با سامان شد از حسن ملیحی دیدنم   بر کباب دل، نمک پاشد نگه دزدیدنم
ساقی مروتی، که من و دل، ز خویشتن   دستی بدست هم بدهیم و سفر کنیم
چون غنچه های لاله نشگفته در چمن   گلهای داغ در غم او دسته بسته ام
با زبان حال، تا حال دلم، گوید بیار   نامهٔ صد پاره، چون بال کبوتر داشتم
از سیل سراب است خطر، خانه ما را   چون نقش قدم، پر حذر از ریگ روانیم
بهست مرا جدا ز گریبان، مکن خیال   چون گل، یکیست پنجه و جیب دریده ام
غافل ز من مشو، که جگر گوشهٔ دلم   جویا سرشک از سر مژگان چکیده ام
دور از تو، ز بسکه، بی دماغم   داغ دل شب بود چراغم
پیر گشتم در جوانی ها، ز درد عاشقی   چون لباس تازهٔ گل، در نوی فرسوده ام
چسان بینم بدام طره ات، آن مرغ دل را من   که بر گرد تو می گرداندم و آزاد می کردم
چو می دیدم داش را، مائل بیتابی عاشق   باندک جور او، دانسته صد فریاد، میکردم
آرائش سودای تو، چون کرم شب افروز   هر شام، چراغ خود و پروانهٔ خویشم(۱)
پای تا سر، بسکه داغش کرده رشک غربتم   جلوهٔ طاؤس دارد چند در ویرانه ام
تا زبان شکوهٔ بیداد او، سامان دهم   غنچه آسا یک بغل لخت جگر می خواستم
دل بیادش ده که، در نزد مروت خوشنما ست   دیده و دانسته بازی را بمهمان باختن
ز خویشتن نفسی گر قدم نهی بیرون   همان بود که بتی آری از حرم بیرون
ز پس هرذره ام را، شوق استقبال او باشد   چو شمعم داغ دل از جای خیزد یک سرو گردن
پا شید گل ز شرم صفای تو، در چمن   از برگ برگ خویش زد، آئینه بر زمین

۱- صبح گلشن دارد.

خصم را ، از بردباری ، کن زبون خویشتن   تا توانی ، جز تغافل ، حربه بر دشمن مزن
برون آ از نقاب و مشهدم را رشک ایمن کن   چراغی بر مزار کشتگان خویش، روشن کن
ز کتمان غمش تنگ آمدم بی طاقتی رحمی   گل چاک دلم را لاله سان در جیب و دامن کن
بسر عاشق دل خسته ندانسته نگاهش   صد بار فدای سر دانسته ندیدم
گلی دارم که ، از جوش نزاکت   کم از چیدن نباشد ، دیدن او
درد عشق خوبرویان هر قدر باشد، کم است   آن قدر غم کو که گردد خاطر کس شاد از او
دل خرابی را ، غمی امشب ، عمارت میکند   کاشیان جغد را محکم بود بنیاد از او
بسکه نرم و صاف باشد سربسر اعضای او   همچو کفش افتد برون رنگ حنا از پای او(۱)
مرض بی غمی ، شفا طلب است   آب نیسان چشم گریان ، کو
چون گره از طرهٔ مشکین، کشاید در چمن   از شمیم گل، غبار آلود گردد، موی او
ما نظر بر بخت خود، دست از وصالش شسته ایم   گر بیمن عشق شد، جویا! میسر واه واه
روز وصلست ، مردم چشمم ، بسان عنکبوت   می دود، از شوق دیدار تو، بر تار نگاه(۱)
دل بتنگ آمد چه خوش بودی اگر می ریختند   طرح دنیای نوی در روزگار تازهٔ
نظاره خار پیرهن اختلاط اوست   چندان نگه مکن که ، بطبعش خلد نگاه
دل دیوانهٔ عشق تو، از هر قطرهٔ خونی   کند در دشت وسعت مشربی ایجاد مجنونی
بقید جسم ، تا هستی گرفتار   گل آلوده است ، آب زندگانی
اگر یکبار گلهای تماشا چینند از رویت   کشد بلبل بگلشن از خیابان خط بیزاری
خود را ، چو ز خود جدا ، بیابی   شاید که ، نشان پا بیابی
می ریختی و سبو شکستی   ای محتسب! از خدا بیابی

رباعیات :

جویا! خود را بشعر مشهور مکن   بسیار ازین مقوله، مذکور مکن
باشد نمک صحبت احباب ، سخن   بی قاعده اش، صرف مکن، شور مکن
معشوقی او اگرچه باشد بکمال   بیگانه دیده هاست آن حسن و جمال
همچون نرگس بهیچ جا ره نبرد   گر چشم ز شش جهت برآرد پر و بال
در سینهٔ تو، چون گذر کینه فتد   آن کینه دگر بکین دیرینه فتد
عیب دگرت ، اینکه ز بس بیرونی   عکس تو، محال است در آئینه فتد
زآن خنجر مژگان ز بدنها جان شد   زآن هندوی چشم غارت ایمان شد
پامال خرام گشت خون دل خلق   تا کفش حنا بپای او چسپان شد
دل خون شدم از نگاه و ز دیدن تو   و ز دامن اختلاط بر چیدن تو

۱- صبح گلشن دارد.

از لذت آشتی، خبر یافتهٔ — پیداست، ز لحظه لحظه رنجیدن تو
ز آغاز وجود خویشتن تا انجام — هرگز نزدم در ره حق جوئی گام
افسوس که پرکار صفت در غفلت — دورم همه در لغزش پا گشت تمام
خواهی دل روشن ار، چو مهر انور — صیقل کنش از موجهٔ خونناب جگر
بر صاف دل، اسرار خفی، نیست نهان — خط از عینک نمی نماید بنظر
غفلت ای شیخ در ریا افزوده است — در چشم تو هر زشت نکو بنموده است
شیطان تو عقلیست که در سر داری — در گنبد دستار تو دید آسوده است
گویند مدام عارفان آگاه — کاندر خلق است جلوهٔ سر اله
نقصی، بعلو شان گردون، نرسد — هر چند که، خویش را نماید در چاه
در بتکده و کعبه نباشد، جویا! — مطلوب، بجز معرفت ذات خدا
مقصود یکیست مؤمن و کافر را — منظور یکیست دیده و گوش دوتا
گر عاقل و دیوانه و گر زاهد و مست — باید همه را رخت ز دنیا بربست
در دهر منه دل که، مانند حباب — آمادهٔ نیستی است هر هست که هست
حرصت، ای شیخ! ذوق بریان دارد — دندان نه و میل خوردن نان دارد
میجاوی نان چو آسیا، در شکمت — گویا فم معدهٔ تو، دندان دارد

(صه ۸۲ ب)

● **صحف ابراهیم:** میرزا داراب جویا، آبایش اگرچه از ایران بوده اند اما مولد و موطنش کشمیر و از مشاهیر شعرای اورنگ زیب عالمگیر است. هنگام صوبه داری نواب ابراهیم خان بن علی مردان خان مغفور، روزگاری باحترام داشت و ندیم و مقرب نواب مذکور بود. درآن زمان اکثری از سخنوران خطهٔ دلپذیر کشمیر، مثل عبدالعلی طالع و عبدالغنی قبول و ملا ساطع نسبت شاگردی بوی داشته اند. هرچند قبول مذکور متبع سلیم و سلمان و کمال خجند است، اما استکمال از وی نموده.

جویا طرز میرزا صائبا و معز فطرت را گرفته. در تلاش معنی سعی رسا داشت و برادرش گویا تخلص میکرد. جویا بطریق لطیفه میگفت که: من و برادر گویا نام و تخلص طالب کلیم را برادرانه تقسیم نموده ایم! بهر

تقدیر در متأخران کشمیر بی نظیر بود . قصیده و غزل و مثنوی مختصر او شهرت داشت . کلیاتش قریب بهشت هزار بیت است . بسال یک هزار و یک صد و هیجده(۱۱۱۸ھ) از ین دار ملال انتقال نمود و در کشمیر مدفون گشت. چون سخن را در کنار جویش پرورده بود ، تاریخ وفات او ـــ سخن پرور ـــ (۱۱۱۸ھ) بود . (ص ۱۲۴ ب)

● **مرات آفتاب نما** : جویا ، نامش داراب بیگ اصلش از ایران متوطن کشمیر . پرداخت ابراهیم خان بن علی مردان خان و صحبت بمیرزا محمد علی صائب و ابو طالب کلیم دریافته . در عهد اورنگزیب پادشاه وفات نموده (۱) ازوست : (یک شعر دارد ص ۲۱ ب)

● **تاریخ محمدی** : داراب متخلص بجویا . شاعر مشهور ساکن کشمیر و هم در کشمیر (۱۱۱۸ھ) فوت شد . پدرش از ایران آمده بود . (سماع ص ۲۱)

● **اشعار جویا راجع بکشمیر** : دیوان جویای تبریزی بکوشش دوست دانشمند آقای دکتور محمد باقر لاهوری چاپ (۱۹۵۹ع) شده است . جویا هرچه راجع بکشمیر گفته است از دیوانش اینجا ثبت کرده میشود .

۱ـ قطعه در تعریف ابراهیم خان (۲)

امن تا باشد ز دست انداز شیطان روزگار تا روند ابنای دهر از کفر در مهر امان

۱ـ نیز رک : صبح گلشن ، دانشمندان آذربائیجان .

۲ـ ابراهیم خان ولد علیمردان خان حکومت کشمیر چهار بار یافت :

اول ۱۰۷۲ھ تا ۱۰۷۴ھ

دوم ۱۰۸۹ھ تا ۱۰۹۷ھ

سوم ۱۱۱۳ھ تا ۱۱۱۸ھ

چهارم ۱۱۲۱ھ بعد از چهار ماه فوت شد .

هر سحر بر حلقهٔ سربستهٔ گردون زند　　مهر از خورشید تابان خاتم پیغمبران
شه پر قهر تو تا شد سایه افگن بر عدو　　همچو صبحش بر فلک رفته‌است گرد استخوان
دارم از نعتت ثواب منقبت گوی امید　　از تو فرقی نیست پیشم تا امام انس و جان
اینقدر دانم که باشد گوهرت از یکصدف　　با علی مرتضی همچون دو مغز تو امان
مهربانی، یا رسول الله! ولی نعمت مرا ست　　کز وجود او، قوی پشتند یکسر مؤمنان
خاکدان تیرهٔ هند، از وجودش روشن است　　همچومه در شب بود امروز در هندوستان
بهر تحصیل رضای حق، بامید جهاد　　در ره توفیق زد دامان همت برمیان
یا رسول الله خواهم جلدوی این نعت را　　از تو فتح و نصرت نواب ابراهیم خان!
آسمان قدری، که چون برمسند بخشش نشست　　بحر و کان را تخته شد از ریزش قدرش دکان
آنکه میریزد چو از باد خزان برگ چنار　　بر زمین از هیبت او پنجهٔ شیر ژیان
دیده تا قصر جلالش را، ز حیرت باز ماند　　چشم چرخ از مهر و مه چون دیدهٔ قربانیان
بسکه در مهد امان، خلق جهان آسوده اند　　تخته شد در عهد او دکان شمشیر از میان
صیت عدلش تا بصحرا شد بلند، ایمن بود　　کاروان نقش پا، از رهزن ریگ روان
دست حفظش، سایه گسترگشت تا، بر روی بحر　　جمع شد، از بس دل دریا، ز آشوب جهان
همچنان کاهل جهان، زر را بهمیان میکنند　　بحر همیان را ز ماهی میکند در زر نهان
تا نگردد شوری، از دریا بدورانش، بلند　　بحر میدوزد زبان، در خویشتن، از ماهیان
بسکه ترک ظلم کرد از بیم عدل او نهنگ　　میکشد خود را، بکام خویشتن، گرداب سان
شبروان‌را، بسکه هست از شحنهٔ امرش، هراس　　بی اجازت خواب نتواند رود در دیدگان
اشک ریزان، کس بدورانش ندیده، شمع را　　خاست در عهدش، ز مرغان چمن، رسم فغان
تا بسوی بیشه، باد گلشن حفظش وزید　　چون گل بیخار باشد، پنجهٔ شیر ژیان
غم بدورانش، نمی گیرد بخاطرها، قرار　　نیست درس گریه، ابر نو بهاران را، روان
همچون باران، فتنه گر از آسمان بارد، چه غم　　دست حفظش برسر خلق جهان شد سایه‌بان
هرکرا دیدیم، صاحب مایه، از انعام اوست　　ره بحال کس پریشانی ندارد غیر کان
دوختیم، بر قدر دانیهای رو، چشم امید　　قدر خود در خدمتش خواهم فزون از همگنان
من کجا و رتبهٔ مدحت سرائی، از کجا　　لرزد از دهشت، چو شمع محفلم، جویا! زبان
بعد ازین آرم، بمحراب دعا، روی نیاز　　تا شوند آمین سرای شش جهت کروبیان
نیست بادا دائم از تیغش عدوی روسیاه　　همچو فوج ظلمت شهباز مهر خاوران

۲- در وصف آئینه خانه نواب ابراهیم خان.

این آئینه خانه ازو نور لمعان　　و ز صافی و روشنی بود چشم جهان
نواب، درو نشسته، چون مردم چشم　　خدام، بدورش زده صف، چون مژگان
(ص ۲۴۲)

۳- در صفت پان و ابراهیم خان .

نسبتی باشد بتان هند را با پان هند — حاصلی نبود بجز خون خوردن از سبزان هند
میکنند از بس ز موی سر خودآرایی بجاست — گر بدرد آید سر معشوقی مردان هند
در سواد هند، دست از لذت دنیا، بشوی — جز جگر خواری نباشد نعمتی برخوان هند
از فریب وعدهٔ هندی نژادان ، غافلی — ضعف ، درپیمان این قوم است ، چون پیمان هند
کشت امیدش درین ، کشور نیابد ، خرمی — تا نریزد آبرو از مرد ، چون باران هند
هر کرا باشد گزافش بیش ، بهتر میخرند — هست آری خود فروشی باب در دکان هند
کی غریب کشور هندیم ما، جویا! که هست — مجلس نواب ابراهیم خان ایران هند
(۵٦۴)

۴- قطعه در معذرت حفظ الله خان . (۱)

زهی خجسته بیانی که ، بال شهرت یافت — ز جنبش دو لبت گاه نطق مرغ سخن
بعهد نور ضمیرت ز پرتو خورشید — غبار آرد هر روز دیدهٔ روشن
ز بهر آنکه ، صفا گیرد از ضمیرت، وام — ز کوهسار شود آئنه جلای وطن
نسیم خلق تو، بر گلستان وزید، که نیست — ز غنچه فرقی تا نافهٔ غزال ختن
چراغ لاله وگل ، در خزان بیفروزد — ز چرب نرمی خلق تو، یابد ار روغن
خدیو ، کشور دلها ، بحسن خلق توئی — چنانکه باشد دل، بادشاه ملک بدن
شمیم غنچه ز فانوس میشنیدندی — عبیر خلق تو افشاندی از بپیراهن
زبون تست بروز ملایمت خصمت — بلی ز آب شود بیش حلت آهن
سخن شناسان بیمعنی ، نمیدانند — خطابت آنکه نگنجد ببحر قطعهٔ من
چنان ، بلند بود نام نامیت ، بجهان — که کوته است بر اندام او لباس سخن
بروز معرکه ، از فرط جوهر ذاتی — زنی برهنه چو شمشیر ، بر صف دشمن
ز بار منت جوشن ، همیشه آزادی — ترا که نام تو کافیست بهر حرز بدن
ز برق شعلهٔ شمشیر مهر تمثالت — عدوی جاه تو آسوده زیر ابر کفن
چو مهر، پنجه ات از بسکه، گرم زرپاشیست — ز دشت کوه به پیشت بگسترد دامن
گل از خزانهٔ جود تو صاحب زر شد — ز ابر دست عطایت نهال گشته چمن
اگر نبودی، جود تو، علت غای — صدف بگوهر ، هرگز نمیشد آبستن
تو آن کریم نژادی ، که سر برون آرد — بشوق دست عطایت ، جواهر از معدن

۱- حفظ الله خان از ۱۰۹۵ھ تا ۱۱۰۱ھ صوبیدار کشمیر بود . رک : تذکرهٔ شعرای کشمیر محمد اصلح چاپ راقم حروف تحت شماره (٦۵) .

ز بیم شحنهٔ عدل تو پرتو خورشید — بخانهٔ نتواند فتاد ، از روزن
همین نه بحر، ز گرداب دم بخود ورزید — کشیده کوه ، ز بیم تو پای در دامن
گداز هیبت قهر تو، لعل را در کان — روان کند برگ سنگ ، همچو خون ببدن
ز تند باد فنا، دامن حمایت تو — چراغ دولت و اقبال را ، بود مامن
چو چید پنجهٔ قهرت بساط نرد نبرد — بروز معرکه با خصم عافیت دشمن
ز ششپر تو نباشد عجب عدوئی ترا — اگر بششدر افتاده مهرهٔ گردن
مدام ساقی قهرت ، بکاسهٔ سر خصم — ز آب تیغ ، بریزد شراب مرد افگن
ز بس بدور تو عامست خوشدلی و نشاط — دهان خنده ز گل پای تا سراست چمن
نشاط موسم اردی بهشت و فروردین — بعهد خرمی تست با دی و بهمن
کسی نماند که باشد، بقید غم ، امروز — بغیر من ، که اسیرم بگونه گونه محن
کسی نمیشنود بوی خرمی ، هرگز — برنگ غنچهٔ شاخ شکسته ، از دل من
شکسته خاطرم، از بس ، ز کم عنایتیت — نه مانده است دل فکر و نه زبان سخن
دلم چنین که سراسیمه گشته است ازغم — بعذر جرم ندانم چه بایدم گفتن
مدام پنجهٔ بی طاقتیم ، زین اندوه — رسانده چاک گریبان چو غنچه تا دامن
مرا که لطف‌توام برگرفته است ازخاک — امیدم آنکه ، دگر بر زمین نیفتم من
بگوش هر که رسد ، در شگفت میماند — ز کم عنایتیت با فدائیی چون من
کسی که رانده ز بزمت زبونی بختش — بخون نشسته، چو مینای باده تا گردن
اگر نه جرم کند ، بنده ات گنهگار است — چنین که طبع تو مائل بود به بخشیدن
غبار من که ، نیارد بدامنت زد دست — بحیرتم که ، چسان در دلت ، نموده وطن
ازانکه مظهر عفو تو، گشته تقصیرم — بچشم کم، گنهم را نمیتوان دیدن
بدی ز بنده و نیکی ز صاحبان باشد — بود گناه ز جویا و از تو بخشیدن
بدست لطف ، چنان بر گرفتی، از خاکم — که گشته است فلک سا، کلاه گوشهٔ من
عنایت تو ، بمثل منی ، بدان ماند — که خاک تیره ز مهر برین شود روشن
اگرچه نیست مرا قابلیت کرمت — ترا گریز نباشد ز نیکوئی کردن
زبان ز عهدهٔ شکر تو بر نمیآید — کنم بذکر دعا بعد ازین تمام سخن
بگیر ساغر دولت برغم بدخواهان — بنوش بادهٔ عشرت بکوری دشمن

(ص ۲۳۴)

۵- تاریخ اضافه منصب حفظ الله خان .

حبذا ! نواب حفظ الله خان ! — آنکه ، چشم مهر و مه ، مثلش ندید
دست خیاط قضا ، نام خدا — خلعت و دولت ، بر اندامش برید

خنجر قهرش ، دل گردان ، شگافت تیغ کینش ، پهلوی شیران دو ید
بی تکلف ، پیش نور رای او صبح صادق ، کی تواند شد سفید
پیش قهرش ، شعله برگ لالهٔ پیش خلقش ، گل غلام زر خرید
آب شد ، از بس ز بیم قهر او دل چو اشک ، از دیدهٔ شیران چکید
ناوکش چون بال خونریزی کشاد رنگ از رخسارهٔ جرأت پدید
از صفای نور رای او مراد بر زبان خامه میگردد سفید
در زمان سعدش ، از لطف اله مژدهٔ افزائش منصب رسید
چون پئی تاریخ او ، رفتم بفکر دل براه جستجو هرسو دوید
گفت : درگوش دلم ، استاد عقل نیر اقبال و دولت بر دمید

۱۱۰۰ھ (ص ۲۳۹)

۶- مثنوی در تعریف چراغان روی دل .

(بفرموده نواب فاضل (۱) خان گفته)

تعالی الله ! ازین بزم دل افروز کز و شب ، طعنه زن گردیده ، بر روز
ازین بزم چراغان (۲) ، چشم بد دور که شد ، چون صبح صادق ، مشرق نور
وفور نورش ، از فیض الهی ز داغ لاله بزدوده سیاهی
چنین شب ، سال و مه را یاد ناید که یادش ، تیرگی از دل زداید
تهی کرده است شب زین بزم پهلو چو خط روی خوبان ، رفته یک سو
نهان در گوشهٔ شب ، زین چراغان چو خال کنج لعل خوبرویان
شب ظلمت سرشت ، از چشم مردم چو دود شمع ، شد در روشنی گم

۱- میرزا برهان فاضل خان درسال ۱۱۰۸ھ (شوال یا ذیقعد) بحکومت کشمیر آمد ، (از تغیر ابو نصر پسر شائسته خان) تا ۱۱۱۳ھ ماند و بعد ازو ابراهیم خان بار سوم آمد .

۲- جهانگیر در تزک راجع به چراغان دل نوشته است :
شب مبارک شنبه نوزدهم (سال ۱۰۲۹) کشمیریان کنار دریای بهت را دورویه چراغان کرده بودند . و این رسمی است پاستانی که هر سال درین تاریخ از غنی و فقیر — هرکس که خانه درکنار دریا دارد — مثل شب برات چراغان روشن می کند . از برهمنان سبب آن پرسیده شد ! گفتند : که درین تاریخ سرچشمهٔ دریای بهت ظاهر شد و از قدیم این رسم آمده که درآن روز جشن دهته ترواه است . دهته بمعنی بهت است و ترواه سیزده را میگویند . چون درین تاریخ سیزدهم شوال چراغان میکنند ، باین اعتبار دهته ترواه نا میده اند . بی تکلف خوب چراغانی شده بود . برکشتی نشسته ، سیر و تماشا کرده شد . (ص ۳۱۶)

ز رشک پر تو این بزم روشن   فتاده ماه را آتش، بخرمن
نهان از رشک شد، در رنگ کاهی   مه امشب، همچو شمع صبحگاهی
چو، بر تالاب دل، از فیض ذوالمن   بشد عکس چراغان پرتو افگن
عیان شد هر طرف، بر سطح آبش   هلال و انجم، از موج و حبابش
صفای دل، ز عکس شمع، کافور   شده آئینهٔ نور علی نور
فتاده عکس شمع، از بس در آتش   پری در شیشه دارد هر حبابش
درین تالاب، عکس شمع شب تاب   نموده، امتزاج، آتش و آب
ز عکس شمع، کا فتاده بدریا   شده کیفیت سیرش، دو بالا
صفای شمع، از آبش نمودار   چو تن، از ته نما پیراهن یار
بود هر موجش از عکس چراغان   جبین های مقیش کار خوبان
حباب او ز عکس شمع کافور   شده فانوس سان، گرد آور نور
چو آتش، پرتو افگن شد، درآبش   نگین لعل را مانند حبابش
ز بس، در قصر این دریای بیغش   گهر یاقوت شد، از تاب آتش
شده گردابها، هر سو نمودار   بلورین کاسه های ته نشان کار
فزود از بس ز عکس شعله تابش   سمندر گشته مرغابی درآبش
نماید، زین چراغان، در ته آب   بعین چشم ماهی، در شب تاب
گه تحریر وصف این چراغان   که شد، از مشرق طبعم درخشان
قلم شد در نهان کلک مذهب   نقط بر صفحه تابان، چون کواکب
ز عکس شمع، کافتاده است، در آب   مرصع شد بلورین جام گرداب
سوادش زین چراغان، گشته روشن   فتاده قرص مه را، نان بروغن
بروی آب، کشتیها منور   بود چون ماه نو، بر چرخ اخضر
بدریا، شعله چون شد، پرتو افگن   بارباب بصیرت گشت روشن
که از فیض عدالتهای نواب   بیکجا جمع گشته، آتش و آب
فلک تالاب دل، انجم چراغان   درو، نواب چون، ماه درخشان
مهین افتاد مکتب خانهٔ فضل   کزو آباد شد کاشانهٔ فضل
بهین دستور قانون وزارت   ازو روشن چراغ دین و دولت
ادب آموز تحریر خردمند   کزو بگرفته استاد خرد پند
جواد و معصیت پوش و خطا بخش   جهان را، نور عرفانش ضیا بخش
جمالش، نور پرورده، الهی   غلام خلقش از، مه تا بماهی
شده، دلها ز عدلش، فارغ از رنج   ز جودش، گشته ویران خانهٔ گنج
تهی کیسه بود کان، از سخایش   تنک مایه است دریا، از عطایش

چو مهر و ماه ، با اقبال و دولت چراغش باد روشن ، تا قیامت
وجودش باد دائم ، سایه افگن عموماً بر خلائق ، خاصه بر من
(ص ۲۰۶-۲۰۸)

۷- مثنوی حسن معنی .

(در تعریف کشمیر جنت نظیر بفرمودهٔ نواب فاضل خان)

در تعریف کوه پیر پنچال

بیا ساقی! بهار آمد بصد رنگ سوی کشمیر باید کرد آهنگ
بده می ، تا دمی از خود ، برآیم نخستین ، کوهسارش را ستایم
تعالی الله ! زهی کهسار کشمیر ! که شد در سایهٔ او آسمان پیر
خصوصاً پیر پنچال فلک شان بود ماهش چراغ زیر دامان
ز بس رفعت ، که دادش صنع ذوالمن زند بر آتش خورشید ، دامن
چنان ، با تیغهٔ او ، سرفرازیست که با مریخ ، در شمشیر بازیست
بود هم پلهٔ خورشید سنگش خراشیده رخ مه را ، پلنگش
چو با افلاک دایم جنگ دارد ازآن ، با خویش تیغ و سنگ دارد
برفعت ، نیست در عالم ، چنین کوه فلک ، پروردهٔ دامان این کوه
ز رفعت ، سینه اش باشد ، فلک سا کواکب ، پنبه داغ لاله اش را
فلک ، از تیغ او جسته ، کناره شرار جسته از سنگش ستاره
بماه نو ، کند از سرفرازی همیشه تیغهٔ او ، تیغ بازی
چراغ لاله روشن ، هر کناره ز پیه و آتش ماه و ستاره
ز رفعت ، هر سحر خورشید تابان ببندد ، در تنور لاله اش ، نان
ز برف دائمی ، آن چرخ بالا بود فیل سفیدی ، در نظرها
ز گردون ، در تنومندی ، زیاده بدرگاه الهی ایستاده
بسر ، از مهر تاج زرفشانش سهند و ساولان (۱) ، از بندگانش
خضر را ، این کتل چون شد گزرگاه کشیده ستش خط بیزاری از راه
پرستارش ، بود تخت سلیمان توانش گفت بیشک : تخت یزدان
کسی ، از رفعت او ، با خبر نیست ز اوج او ، تصور را ، خبر نیست

در سختی راه

نمایان ، راه بر دامان این کوه چو مد آه مظلومان ، پر اندوه

۱- نام کوهها .

ازین ره، ای خضر! نتوان گذشتن
گذشتن زین ره است از جان گذشتن

بچشم رهروانش، دهر تاریک
کسی چون جان برد از رنج باریک

اگر خواهد، رود زین راه پر خم
نفس سوزد در این ره برق راهم

بود چون موی کاکل، پیچ در پیچ
ندارد غیر دشواری دگر هیچ

ره پست و بلندش، در نظر ها
چو تار بخیه، پنهان است و پیدا

شود این راه طی، اکثر پیاده
گلش زان اوست، سر تا سر پیاده

بمانده چابکی، حیران این راه
تکاپو از کهن لنگان این راه

بسا چلدی، که در رفتن ببالا
نیفتد گر بپائین افتد از پا

بسا شوخی، درین کوه بتمکین
که باشد چون شرر در خواب سنگین

مسافر را، ز باریکی بسیار
ره بالا شدن نبود نمودار

کنند بر رهروان این کوه تنخواه
بهرگامی بزرگیهای بی راه ؟

سلامت تا نسیم این ره سپارد
ز لاله دیگ جوشی نذر دارد

کشیدن چون توان بار تن آسان
که مشکل باشد این جا، بردن جان

اگرچه دل، ز رنجش، بی قرار است
ولی، از جوش گل، رشک بهار است

در توصیف وفور گل و گیاه

فلک، دیوانهٔ جوش بهارش
در آتش، نعل مه، از لاله زارش

درو هر لاله، شمع گیتی افروز
بنفشه شد ز بار رنگ و بو، قوز

دل، از زلف عروسش، در کمند است
ز جوش لاله اش، آتش بلند است

بود راهش، کزو لاله عیان است
دم تیغی که، دائم خون چکان است

میان لاله زار، این راه پنهان
بود چون، رشتهٔ، تسبیح مرجان

پی تحریر توصیف گل او
قلم برداشته نرگس، بهر سو

دوات لاله، از صنع الهی
بیکجا کرده شنجرف و سیاهی

تنور لاله اش، نه سرد و نه گرم
که سودا میپزد با آتش نرم

بود، دامان این کوه بتمکین
ز گل لبریز، چون دامان گلچین

ز سبزه، حسن سبز او جهانگیر
بود مشهور، چون سبزان کشمیر

میان لاله، تیغ کوه جانکاه
نماید همچنان، کاندر شفق ماه

ز سنگش، لاله سر بر کرده خوشرنگ
بلی، آتش برون میآید از سنگ

میان لاله زار، این راه دلکش
بود پر پیچ و خم، موئی بر آتش

بیا ساقی! که از فیض پیاله
بریم از دل، ملال دیر ساله

در تعریف کشمیر خلد نظیر

مگو ای ساقی! از دشواری راه   بکشمیر آمدیم، الحمد لله!
تعالی الله! زهی گلزار کشمیر   که در وی، غنچه ای هم نیست، دلگیر
درین گلشن، که باد آباد جاوید!   لطافت را، مجسم میتوان دید
طراوت، چون در این گلشن، وطن کرد   رطوبت، گرد از خاکش، بر آورد
بیفشارند، خاکش را چو، در مشت   چکد، همچون رگ ابر، آب ز انگشت
چو گل، از خاک سیرابش، نمو کرد   کول از آب گوی سر بر آورد
زمینش، آنچنان با آب، یار است   که چون ابر، از رطوبت مایه دار است
ز خاکش، اندکی گیری چو در مشت   بدستت غنچهٔ گردد هر انگشت
ز شرم این گلستان، بی شک و ریب   شده جنت نهان، در پردهٔ غیب
گرفته در بغل خاکش، صفا را   وطن این جا، بود آب و هوا را
گلش، چون عاشقان پاک دامان   بخون غلطیده با چاک گریبان
نماید غنچه معشوق بآزرم   که پیش افگنده سر از غایت شرم
کشیده سرو سر، چون آه مجنون   بیک برجسته مصرع گشت موزون
ز موزونیش، صاحب اعتبار است   بیک مصرع، سخنور نامدار است
ازان، بر خویشتن بالیده، شمشاد   که هست، از بندهایش سرو آزاد
درین گلشن، چنار از سر فرازی   کند با مهر، دائم دستبازی
بلاله، صحبت نسرین درین باغ   بود چسپان برنگ پنبه و داغ
شده پنهان بزیر لاله، ریحان   چو، آه غرقه، در خون اسیران
گل و نرگس، ز نیکویان باغند   میان بوستان، چشم و چراغند
لب هر برگ گل را، در گلستان   گرفته، شبنم از شوخی، بدندان
نیاید، بسکه انبوه است سوسن   بنفشه، فرصت قد، راست، کردن
همیشه بلبل، هنگام پرواز   بخواند، مصحف گل را، بآواز
ز سیرش، کام جان گردید حاصل   هوایش، بیخته از پردهٔ دل
درین گلزار، چون منقار بلبل   نوا پرداز شد، هر غنچهٔ گل
زده زانو، بنفشه پیش سوسن   چو هندو بچگان، پیش برهمن
شد از بس جسته با نسرینش الفت   کباب دل نمک سود صباحت
گلش، در موج سیرابی، نمودار   چو در آب روان، عکس رخ یار
بگوش گل، بخواند با صد انداز   همیشه غنچه، شعر گلشن راز
ز صوت قمریان نغمه استاد   کنند رقص روانی، سرو آزاد
درین گلزار، از فیض پیاله   توانم داد، داد سیر لاله

ز هر برگی، درین خرم گلستان توان بردن رهی، بر صنع یزدان
بود از هر گلش، در چشم جویا جمال شاهد معنی، هویدا

در تعریف تالاب دل

بیا ساقی! ز هشیاری خرابیم دمی بشام بسیر دل شتابیم
درین گلزار، تالابی است پر نور که بادا، چشم بد، از دیدنش دور
بود آبش، بزیر سبزه، پنهان چو در خواب، آب و تاب حسن خوبان
برد بنازی بهازی، دل ز جمهور که باشد آب زیرکاه مشهور
ز بس، افتاده عکس گل، در آبش پری در شیشه دارد، هر حبابش
بود از موج دائم بر سر شور ز معشوق خوش ابرو، چشم بد دور
چنان در سبزه، موجش گشته پنهان که زیر وسمه ابروی نکویان
در آب سبز او، گلها نهانست جمالش سبز ته گلگون ازآنست
بود سبز، آب صافش را، ازآن رنگ که، از آئینهٔ دلها، برد زنگ
صدف در وی، دل خلوت گزینان گهر باشد، سرشک پاک بینان
چنان سردی، در آبش کرد، تأثیر که موجش، بسته یخ، مانند شمشیر
بیا ساقی! که فصل دی سرآمد کول از دل، سبو از خم برآمد
بزن خود را، سیه مستانه، بر دل قدح برکف، کول استاده در دل
بروی دل، کول چون در نایاب برون آورده، خود را خوب، از آب
ز آب و تاب، رشک صد بهار است کول زارش مگر خورشید زار است
ز روی عقل و دانش دور باشد که، شمع روز را، این نور باشد
عروس غنچه اش، افگنده سر پیش بود در آب، محو صورت خویش
ز عکس گل، فروزان در نایاب بود یاقوت آسا، در ته آب
درین تالاب از بس، سر زده گل بود مرغابی این آب، بلبل
شود موجی، چو از آبش، نمایان بود تحریر صوت عندلیبان
بود از زیر آبش، گل نمودار چنان، کز چادر آبی، رخ یار

در تعریف مهتاب روی دل

بیا ساقی که! دل را برده، از راه صفای دل خصوصاً، در شب ماه
ز رشک مه، که زینت داده دل را گره ها در دل افتاده، کول را
در آبش، عکس مه، کرده تجلی چو در آئینه، عکس روی لیلی
همیشه، عکس ماه، از چرخ والا فتد، در دام موجش، ماهی آسا

باین تالاب ، از فیض الهی گرفتار اند ، از مه تا بماهی
بود ، بر گرد این تالاب ، بستان چو گرد چشم خوبان ، خیل مژگان

در وصف باغ شاله مار

بیا ساقی که ! فصل لاله زار است هوائی سیر باغ شاله مار (۱) است
تعالی الله ! زهی فردوس مانند بهر شاخش ، دلی چون غنچه ، در بند
درو ، عالی بنا قصری است پر نور که بادا از لقایش ، چشم بد دور
برفعت ، آسمان است خم طاقش ، برنگ کهکشان است
کنند چون صبح ، طاقش را نظاره گریبان ، میکند از رشک ، پاره
چنان بنای صنعش رنگ بسته که طاق ابروی خوبان شکسته

۱ـ تعمیر این باغ در عهد اکبری شروع شد و در عهد جهانگیری باهتمام شاهزاده خرم (شاه جهان) در سال ۱۰۳۱ھ بتکمیل رسید . فرح بخش نیز گفته شده است . تاریخ :

چو شد آراسته بباغ فرح بخش بحکم حضرت ظل الهی
شهنشاه شهان ، شاه جهانگیر که مشهور است، از مه تا بماهی
پی تاریخ این گلزار ریحان خرد فرمود : فرحت گاه شاهی
۱۰۳۱ھ

جهانگیر وقتی که شالامار را دید بمیرزا سلیم طهرانی گفت :

چو شد دامان دریاجلوه گاهش بسوی شالامار افتاد راهش

ظفر خان گفته است :

بر آورده پر از شوق نگارش که تا بوسد کنار شالامارش

شالامار ۵۹۰ گز طول و ۲۰۷ گز عرض دارد و ۱۰ فت از سطح زمین بلند است .
نهری از دل تا باغ دوازده گز در عرض بود که ، بعد از زوال حکومت مغلیه خشک و آخر ناپید شد . (نگارستان کشمیر ۸۰ـ۸۱)
جانب شمال این باغ، در عهد شاهجهانی ظفر خان بر آن یک قسمت افزوده که بباغ فیض بخش نامیده شد و تاریخ است :

چو باغ فیض بخش از حکم شاهی بـرو بـاغ ارم گشته مباهی
فرح بخش از کمال افتخارش چو گل بر طرف خود داده قرارش
ازین رو، کاشمر فخر جهان ست که در وی گلش شاهجهان است
پی تاریخ سالش صبح گاهی خرد گفتا : مسرت گاه شاهی
۱۰۴۲ھ

دگر از رفعت شأنش، چه پرسی بلندی را نشانیده بکرسی
ز بس مالیده، بر خاک درش، رو همه نور است گرد آلود ابرو
به پیش این مزین قصر رنگین بود حوضی بعین کوثر آئین
درو افتد، چو عکس قصر والا شود کیفیت سیرش، دو بالا
میان باشد درو، این قصر رنگین چو در آئینه، روی حسن شیرین
در آبش کرد سردی، بسکه طوفان بود یخ بسته موجش، همچو سوهان
سخن، از آبشارش، چون طرازم صباحتهای عالم را، گدازم
الهی! تا بعالم هست کشمیر مبادا این بنا، محتاج تعمیر

در تعریف باغ نشاط

بیا ساقی! که فصل انبساط است می عشرت بده، باغ نشاط(۱) است
درین عالی بنا، آب روان است که دلکش، همچو عمر جاودان است
کند فواره اش از تر زبانی بسر و بوستان، مصرع رسانی
گلش، در زیر سنبل گشته، پنهان، چو در خط گونهٔ گلرنگ خوبان
درختانش، همه معشوق سرکش همه پیمانهٔ لاله بسر کش
چو این گلزار باغ بادشاهی است نشانش لاله داغ بادشاهی است

در وصف باغ نسیم

بیا ساقی! خدای ما کریم است می آن را ده که، در باغ نسیم(۲) است
نسیمش، بشگفاند غنچهٔ دل برویاند، گل خورشید، از گل

۱- یمین‌الدوله میرزا ابوالحسن آصف‌خان احداث کرد. ۵۹۵ گز طول و ۳۶۸ گزعرض و ۱۳ فت بلندی دارد. (نگارستان کشمیر ۸۲)
این در سال ۱۰۴۲هـ بنا شده است و برکنار دل هست. راجع به این باغ شاعری گفته است:

با نسیم آواره بودم، در نشاط بشنو از نی! میسرودم، در نشاط
مرغکی میگفت: اندر شاخسار با پشیزی می نیرزد این بهار
لاله است و نرگس شهلا دمید باد نوروزی گریبانش درید

۲- نواب نسیم خان که از امرای شاهجهان بود، این باغ را احداث کرد و درو ۶۵۶ درخت چنار بودند. جهانگیر این باغ را جنت دنیا گفته است. شاعری گفته:

سفیدارش ، بگردون سر کشیده ... درختانش ، جوانان رسیده
انارش ، از لطافت روح را قوت ... نماید در نظرها ، درج یاقوت
ز شاه آلو ، بود زینت چمن را ... که وصفش ، میکند رنگین ، سخن را
بسیبش ، گشته ام زآن روی مائل ... که باشد قوت روح و قوت دل
ز انگورش ، می عشرت بکامم ... بود از وصف او ، شیرین کلامم
بود از بسکه شیرین ، اشکی او ... شده از عاشقانش زرد آلو
دلش ، از عشق اشکی ، گشته خسته ... برنگ عاشقان رنگش شکسته
بهش ، چون خواجگان شهر کشمیر ... بود از شال پوشان بتدبیر

در وصف باغ بحر آرا

ز وصف بحر آرا (۱) ، تر زبانم ... فصاحت بندهٔ حسن بیانم

☜ صبح در باغ نشاط و شام در باغ نسیم ... شالامار و لاله‌زار و سیر کشمیر است و بس
این از نگین باغ نصف میل دور بطرف شمال بر کنار ڈل است . میگویند : درختهای این باغ را با شیر سیراب میکردند . تاریخ است :

در جهان، چون بحکم شاه جهان ... دوحهٔ تازه ، از نعیم آمد
کرده گلگشت آن ، چو شاه جهان ... بلبل از شاخ گل حکیم آمد
گفت تاریخ دوحهٔ شاهی : ... از بهشت عدن نسیم آمد

۱۰۴۴هـ

۱- برکنار مغربی ڈل، این باغ بناکردهٔ نورجهان بیگم است . آب از چشمهٔ شاهی داده میشد . تاریخ این باغ و کاخ بحر آرا که در همین باغ بود باینقرار است :

چون بکشمیر باغ بحر آرا ... گلشنی تازه گشت شهر آرا
هفت منزل نشیمن شاهی ... بر جبینش شده است دهر آرا
بهر تاریخ این نشیمن خاص ... هاتفی گفت : کاخ بحر آرا

۱۰۳۳هـ

چشمهٔ شاهی آب بسیار لطیف خوشمزه و خنک دارد و از نشاط باغ دو و نیم میل و از سول لائینز سرینگر پنج میل دور است . امیرالامراء علیمردان خان این چشمه را بحکم شاهجهان احداث کرده . و از **کوثر شاهی** تاریخ بر میآید :

دوش دیدم نشسته بر کوثر ... شاه مردان علی جم جاهی
گفتمش : السلام ! گفت : علیک ... گفت : برگو ! دگر چه میخواهی!
گفتمش ، بهر چشمه تاریخی ! ... گفت برگو که : کوثر شاهی !

☜ ۱۰۴۲هـ

تعالی الله! زهی جوش بهارش! — طراوت، سایه پرورد چنارش
چنارش، بر کنار هر خیابان — نماید چون جوانان نمایان
بود هر برگش از باد بهاری — چو دست مهر گرم رعشه داری
تعالی الله! ز باغ عیش آباد! — غلام عر عر او، سرو آزاد
جنان، کی فیض عیش آباد، دارد — گلش، چون بلبلش فریاد دارد
چه نسبت این مکان را باجنان است — تفاوت از زمین تا آسمان است
بود فردوس عالم، افضل آباد — که آنجا، داد عشرت، میتوان داد
ز فردوس برین، از نسبت دل — بود صد بار این گلزار افضل
چه گویم، وصف باغ سیف آباد (۱) — کند دل را هوایش از غم آزاد
نباشد، همچو سیف آباد، باغی — بود هر لاله اش، روشن چراغی

در تعریف باغ الهی

بهشت جاودان، باغ الهی (۲) است — که در وی باغبانی، بادشاهی است
چنار او، کشیده سر بکیوان — سرو سر کردهٔ بالا بلندان
فلک، از هیبت شانش، رمیده — زمین، در سایهٔ او، آرمیده
باوجش، کی تواند پی برد، مهر — یکی از زیر دستانش بود، مهر
خوشا شهری! که، باغش نور باغ است — ز رشک لاله اش، فردوس داغ است

☜ عرفی راجع به این چشمه گفته است:
آن چشمه، که رضوان چو رود بر سر سویش — کوثر بسرش، تیز تر و تشنه تر آید

۱- این باغ را حبق باغ نیز گفته شده است (Sunday Times 10th May, 1933) سیف خان صوبیدار کشمیر که از ۱۰۷۵ھ تا ۱۰۷۷ھ و بار دوم ۱۰۷۹ھ تا ۱۰۸۱ھ در کشمیر بود، این را احداث کرده و بااین سبب سیف آباد نام شد. میخواست که برای آب دادن یک جوی درست کند، ولی پیش ازین عوض شد و باغ بدون درختان ماند. شاعری گفته است:

سایهٔ گر نیست، سیف آباد را — میتوان، پیغمبر باغات گفت

۲- رک: تحت الهی در کتاب حاضر. این باغ در سن ۱۰۵۰ھ بنا یافت و تاریخ است.

فلک آشفته بود از بهرسالش — ملک گفتا بگو: باغ الهی
۱۰۵۰ھ

راجع به این باغ شاعری گفته است:

گریبان میکشد خواهی نخواهی — بسوی خود مرا، باغ الهی

توان برداشت ، نور این جا ، بدامن — درختانش ، ز نسل نخل ایمن
فزاید نور چشم ، از خاک پاکش — نباشد توتیا همچشم خاکش
خوشا کشمیر! کو ، ماوای عیش است — بده می بی تکلف ، جای عیش است
اگرچه آب و خاکش دلپذیر است — همیشه این مکان جنت نظیر است
ولیکن زینت این باغ خندان — شد از نواب فاضل خان دوچندان

در مدح نواب فاضل خان

مگو ، نواب کشورگیر ، آمد — که جانی ، در تن کشمیر آمد
فروغ ، محفل اقبال و دولت — چراغ ، دودمان جاه و حشمت
برفعت بارگاهش آسمان قدر — پرکاهی براهش کهکشان قدر
پی نظم مهام ، این عالم پیر — ز پیر رای او پرسیده تدبیر
اگر باشد فلاطون و ارسطو — که میزیبند طفل مکتب او
کشاد کارها را ، دل چو بنهاد — گره از بیضهٔ فولاد بکشاد
بود آنرا که حفظش گشته مأمن — چو جوهر پشت بر دیوار آهن
به بزم و رزم ، در قانون و دستور — نباشد همچو اوای ، چشم بد دور!
تهی دستند بحر و کان ، ز جودش — قوی پشت است اقبال از وجودش
زرو گوهر ، ز بس بر خاک پاشید — دکان کان و دریا تخته گردید
بدورش ، خوشدلی از بسکه عام است — دهن ها ، باز از خنده ، چو جام است
ز خاک مقدمش که اکسیر باشد — نسیم از ذرهٔ بر بحر پاشد
کند تا پولکش را ، زر کماهی — چو موج آید بروی آب ماهی

در تعریف شمشیر او گوید

بدستش تیغ باشد ، روز میدان — هلالی ، در کف خورشید ، تابان
چو بنماید بدشمن زور بازو — بخورشید است تیغش هم ترازو
بود از هیبت آن ، دشمن افگن — همیشه برق در کار رمیدن
ز رشکش ، تیغ مهر اندر تب و تاب — محیط عالمی یک قطرهٔ آب
ز وصف ابرش او خامهٔ من — بدستم همچو نبض آید بجستن

در تعریف اسپ

تعالی الله! ز رخش باد رفتار — که زیبد گرد راهش ، بوی گلزار
نسیم آسا خرامش ، دلپسند است — ز جستن ، جستنش آتش بلند است

کنبی آئینه گهر، از نعل آن سم — بود، چون بحر دائم، در تلاطم
بهر جاده، که گشته گرم رفتار — بجستن آمده، چون نبض بیمار
ز بس کاندر، هنرمندیست دستور — گذارش گرفته، بر تار طنبور
ز موزون جستن این، برق رفتار — صدای نغمه، بیرون آید از تار
ز دستش، گشته آسان حل مشکل — بیک ناخن کشوده عقدهٔ دل
دم او، از گره باشد نمودار — بعین همچو مار و مهرهٔ مار
دو چشم او، ز مژگان بلا جو — فگنده شاخها بر هم دو آهو
روان، گاهی چو آب و گه چو باد است — ندانم مرغ یا ماهی نژاد است
همیشه خضر بادا، رهنمایش — ز چشم بد، نگهدارد خدایش
بیا ساقی! شراب دولتم ده! — بدور خان والا حشمتم ده!
ز فیض مقدمش، کشمیر معمور — برنگ مردمان دیده، از نور
ازو، کشمیر خلد جاودانی — ازو، روشن چراغ قدردانی
الهی! خاطرش مسرور بادا! — اجاغ دشمنانش، کور بادا!
بیا ساقی! که از فیض الهی — شدم فارغ ز فکر **حسن معنی**
ز جویا چون بخوبی یافت اتمام — ازآن شد **حسن معنی** نامه اش نام
(۲۰۶-۲۲۶)

در وصف چشمهٔ جوهر ناک

حبذا! کشمیر و جوهر ناگ او — حوض کوثر در بهشت آماده است
گر نه او، آئینه وجه الله استَ — دائماً، آبش چرا استاده است
سید تالابها میخوانمش — دیدهٔ بد دور! کوثر زاده است
با هوایش بسکه کیفیت بود — هر حباب او سبوی باده است
هر شب، از عکس کواکب، گوئیا — آسمانی بر زمین افتاده است
غور نتوان کرد ته داریش را — باوجود آنکه، لوحش ساده است
از حجاب، آب و تاب حسن اوست — بر رخ مه گر نه رنگ استاده است
دائم از چشم بدش، داراد دور — آنکه، این حسن و جمالش داده است
(۲۴۱)

۵۱- حبی، خواجه حبیب الله

● **تاریخ اعظمی**: از طبقهٔ تجار بود. چون داعیهٔ طلب حق در دلش جا کرد، توفیق ارادت در جناب حضرت شیخ یعقوب صرفی یافته و روی دل

از هر چیز برتافته ، بامر حق قیام نمود و مورد فتوحات شد . در غیب حضرت ایشان باشارهٔ آن جناب به فیض تربیت حضرت میر محمد خلیفه ــ که ذکرش گذشت (۱) ــ رسیدند . بعد مراجعت حضرت ایشان باز ازآن جناب مستفیض شده خلافت یافت . باوجود غلبهٔ شوق و استغراق و تقید وجد و حال و شدت سماع ، جمعی را بارشاد رسانید . و در غلبات شوق به نظم و اشعار میپرداخت و غزلها درد آمیز و شعله انگیز موزون میساخت . گاهی بنا بر مغلوبیت و استغراق ، اطفای احتراق به نغمات و آلات سماع هم میفرمود . دیوان اشعارش تمام سوز و گداز و ناز و نیاز است . از آنجمله این چند شعر غزل :

ای که ! بهشت برین، بی تو عذابم، عذاب — آتش دوزخ همه ، باتو گلابم ، گلاب
گرمی شوقت، چه کرد! نرمی ذوقت، چه کرد! — سینه کبابم کباب، دیده پر آبم ، پر آب
بی توسرو و نه گلی، بی تو نه جام و نه ملی — بی تو، کدا مست ماه، بی توکدام، آفتاب
حبی بیچاره بین ! اشک فشان بر زمین — کرده زراعت چنین ، زوست طعام و شراب

نسخه از احوال مرشد بزرگوار خود ، هم بنظم و نثر درست کرده است و حالات آنجناب را نوشته . در سال بیست و شش (۱۰۲۶ھ) در ایام غلبه طاعون رحلت فرمود . آستانهٔ متبرکه اش در محلهٔ نوشهره مرجع و مطاف آفاق است . (ص ۱۲۸)

۱- حضرت خلیفه میر محمد اخلف الخلفا جناب حضرت شیخ یعقوب صرفی است ، در سفر دوم جمیع احباب را حوالهٔ تربیت او فرمودند همه احباب رجوع بخدمتش نمودند . بعد وصال حضرت ایشان، هم قائم مقام بود . غیر از یک کرته تمام سال نمیداشت. در ابتدای سلوک بکمال شدت و همت بر امر مجاهده گماشت . آخرها باستدعای والی پکلی، از کشمیر رفته در پکلی سکونت نمود . و سلطان آنجا خانقاهی برای او بنا کرد . تابود بارشاد اشتغال داشت . چهارم محرم سن هزار و پانزده (۱۰۱۵ھ) رحلت فرمود . حالات غریبه و ریاضات عجیبه داشت . مقبره او در دیار پکلی موجود است . (اعظمی ۱۳۰)

● **صوفی** : خواجه حبیب الله حبی ، در نوشهره (سرینگر) در سال ۹۶۳ھ چشم بدنیا کشود. پدرش تجارت نمک میکرد. از ملا حسن آفاقی درس فارسی و عربی گرفت ، در سال ۱۰۲۶ھ جهان را پدرود گفت. ـ تنبیه القلوب ـ و ـ راحة القلوب ـ در تصوف ، و شرح حال مرشد خویش مولانا صرفی بنام ـ مقامات ایشان ـ (۱۰۱۱ھ) از اوست. دیوان نیز دارد. (۲: ۲۷۴-۲۷۵)

● **پارسی سرایان کشمیر** : حبیب‌الله فرزند شمس الدین بسال ۹۶۳ هجری در نوشهره ـ که محلی است واقع در تقریباً هشت کیلومتری شهر سرینگر برکنار دریاچهٔ آنچار ـ متولد شد. و در هفت سالگی قرآن را از حفظ داشت. وی دروس عربی و فارسی را از ملا حسن آفاقی تعلیم گرفت. و از کودکی در مجالس صوفیان ـ که از طرف پیروان شیخ صرفی ترتیب داده میشد ـ شرکت جست. و بسماع علاقهٔ فراوان داشت.

حبی ، در سال ۱۰۲۷ھ بروایتی ـ که تذکره نویسان نقل کرده اند ـ از جهان درگذشت و در مولد خود مدفون گردید.

حبی از نظر شعر فارسی در کشمیر مقام خاصی دارد. وی زیاده شعر نسروده و اشعارش بیشتر انعکاس احساسات وی میباشد. دو کتاب منظوم ـ رسالهٔ سلوک ـ و ـ دیوان ـ دارد.

تذکره نویسان بعدی ، داستانهای بسیار از کرامات وی نقل کرده اند. حبی بزبانهای عربی و فارسی و کشمیری غزلهائی سروده است (۱). دیوان وی را میر حبیب‌الله کاملی در سال ۱۳۸۱ھ چاپ کرده است.

۱ـ رک : فتحات کبرویه ـ تاریخ حسن ـ تحفهٔ اشرفیه تالیف محمد حسن چاپ لاهور سنه۱۳۵۲ھ.

ازوست :

دلم را ، غیر تو یاری نگنجد نگنجد جان، که اغیاری نگنجد
بیا حیبی! درون آی از سر عشق درین گلخن ، که گفتاری نگنجد
آن آشنا ، بخانهٔ دل ، آنگهی رسد کز خانه دور این همه بیگانه میرود
ای صبا ! بوی وفا از دل دلدار بیار بوفادار ، نویدی ز جفاکار بیار
دلم، از ظلمت هجران شده، تاریک بسی خبر طالعم از مطلع انوار بیار
در هوای رخ او، مفلس و قلاش شدیم خبر از خازن آن مخزن اسرار بیار
در دماغ هوسم نیست دگر مقصودی شمهٔ از گل آن گلشن ابرار بیار
تا دلم مشک فشاند بجهان از زلفش مشک تاتار درین طبلهٔ عطار بیار
به یکی جو بفروشد دل حبی دوجهان روکه، با چهرهٔ گندم تو خریدار بیار
بشنو! تو از زبان دلم ، داستان دل کز، آب و خاک پاک، بود آستان دل
(۲۵-۳۵)

۵۲ـ حجت ، میرزا مهدی

● همیشه بهار : میرزا مهدی نام داشت . و برادرزادهٔ میرزا داراب جویا بود . و در شهر دهلی بقرب ایزد غفار پیوست . من اشعاره :

نیاید راست ، بر بالای یک کس، خلعت دولت ز هندو تا مسلمان ، اهل عالم را وجب کردم(۱)
نبودم مرهمی زخمی ، نگشتم پنبهٔ داغی عبث ، اوقات خود را، صرف درلهوولعب کردم(۱)
بسی محرک ، بتوان بر سر حرفم ، آورد پای تا فرق، زبانست، مگر چون قلمم

● سفینه خوشگو : میرزا مهدی حجت کشمیری ، مشهور است . از تلامذهٔ میرزا مهدی حجت ـــ که در ایران بوده و احوالش نصرآبادی نوشته (۲).

۱ـ سفینه خوشگو دارد .

۲ـ میرزا مهدی خلف مفخر السادات علامی میر غیاث الدین مشهدی پیشنماز . بپاکی نسب و نجابت ایشان وحیدالعصر و فریدالدهرند . خصوصاً که حضرة مشارٌالیه در حداثت سن از اکثر علوم نصیب وافی دارند وگاهی فکر شعر میکنند حجت تخلص دارند . این بیت از ایشان بفکر رسیده . دیوان ایشان قریب بچهار هزار بیت است اما دیده نشد :

دولتی بهتر ازین نیست که، از پهلوی او غیر هم ، چون گره از بند قبا ، بر خیزد
(نصرآبادی ص ۱۰۲)

نیز رک : حسینی ۱۰۲ صدیق حسن خان ۱۲۳ .

چنانچه گذشت ــ و این مهدی حجت برادر زادهٔ میرزا داراب جو یا است . مدتی رفیق نواب اعتمادالدوله قمرالدین خان بهادر بوده (۱) حالا احوالش معلوم نیست . باخان صاحب آرزو مندان (۲) صحبت ها داشته . کشن چند اخلاص تخلص ، احوال اورا در تذکرهٔ خود که ــ همیشه بهار ــ (۳) نام دارد نوشته است . (دو شعر دارد ۲۳۶)

● **صحف ابراهیم** : حجت ، میرزا مهدی حجت کشمیری . . . . مشهوریست . برادر زادهٔ داراب جو یا و از ملازمان نواب اعتمادالدوله قمرالدین خان بهادر وزیر بوده . معاشرت با سراج الدین علی خان آرزو داشت . (۱۲۱ ب)

۵۳- حسن راجا

● **ادبی دنیا** : وابستهٔ به راجه سکهه جیون لال بوده ، و با ملا محمد توفیق و محمد علی متین و عبدالوهاب شائق و ملا راجح و محمد جان بیگ سامی و ملا رحمت الله نوید برای نوشتن تاریخ منظوم رفیق بود . از کشته شدن راجا سکه جیون لال آن تاریخ بتکمیل نرسید . (ص ۲۳۹)

۵۴- حسین شاه چک

● **تاریخ اعظمی** : حسین شاه بعد فوت برادر مادری خود ، استقلال

۱- میر محمد فاضل المخاطب بوزیر الممالک اعتماد الدولة قمرالدین خان چین بهادر نصرت جنگ محمد شاهی ، بن وزیر الممالک اعتماد الدولة محمد امین خان حسینی بهادر ظفر جنگ سپه سالار یار با وفا ازاعاظم امرای هند و وزیر محمد شاه پادشاه . روز جمعه ۲۲ ربیع الاول (۱۱۶۱هـ) در نزدیکی سهرند در جنگ احمد ابدالی افغان کشته شد . عمرش ۶۲ سال و قبل کمتر . و پدرش در سنه (۱۱۳۳هـ) گذشت . (تاریخ محمدی ص ۱۲۱)

۲- یعنی خان آرزو صاحب تذکرهٔ مجمع النفائس .

۳- این تذکره بتصحیح دکتر وحید قریشی لاهوری در انجمن ترقی اردو زیر چاپ است .

سلطنت کشمیر یافت ــ خسرو عادل ــ تاریخ جلوس است ...... باوجود
۹۷۱ھ
اشتغال سلطنت گاهی، فکر شعری هم میکرد و این شعر ازوست :

آن ترک آل پوش سوار سمند شد   یاران! حذر کنید که آتش بلند شد

برادر خورد علی خان نام را جای نشین خود ساخت و مملکت و حکومت مفوض بدو گردید و خود در موضع زینه پور ــ که در طراوت و نظارت گویا دارالسرور بود ــ رفته، چندی همآنجا گذران کرده، جان بخدای خود سپرد. در نهصد و هفتاد و هفت (۹۷۷ھ). (ص ۹۲)

● **ادبی دنیا :** این شعر ازوست :

حمائل کرده تیغ و بسته خنجر، یار میآید   دلا بر خیز! کاری کن، که جان در کار میآید
(کشمیر نمبر ۲۲۲)

۵۵ـ حسین الدین

● **مقالات‌الشعرا:** از مردم کشمیر در جنگ شاه فرخ سیر (۱) کلفتی کلی بحالش رسیده، عزم زیارت حرمین کرد و در موضع بدین (۲) رسیده در گذشت. منه :

ز کلک کاتب قدرت، بگاه رسم خطت   فتاده نقطه و گشته دهان تنگ ترا
(۱۷۷)

۵۶ـ حسین کشمیری

● **احمد حسین قلعداری :** دوست عزیزم و دانشمند محترم جناب قلعداری رسائل ذیل از تألیفات حسین کشمیری دارند :

---

(۱) این جنگ مابین جهاندار شاه و فرخ سیر در ذوالحج (۱۱۲۳ھ) واقع شد فرخ سیر کامیاب و کامران گردید. وفات فرخ سیر (۱۱۳۱ھ) تاریخ ـ فاعتبروا یا اولی الابصار ـ از میرزا بیدل ـ سادات بوی نمک حرامی کردند ـ

۲ـ بدین قصبه ایست در سند از حیدرآباد شصت کلومیتر.

۱ـ رساله در علم تصوف (فارسی)
۲ـ هدایت الاعمی (فارسی)
۳ـ رسالهٔ ضبط اوقات (فارسی)
۴ـ رساله منازل الاولیاء (فارسی)
۵ـ مرأة الطالبین (فارسی)
۶ـ کنایة الاعتقاد (فارسی)
۷ـ قاطعة البدعة (عربی)

شرح حالش معلوم نیست این مثنوی ازویست.

گر تو هستی حق شناس و مرد دین — حق بدان و حق شناس و حق ببین
صدق از صدیق باید دید و بس — از عمر عدلی ببین در هر نفس
هم ز عثمان دان .... مرد دین — از علی حلم و تواضع بس یقین
گر سبک داری باصحاب، ای اخی، — بس شقی باشی بسی هم دوزخی
مرتضیٰ را چون شجاعت بود بس — هم سخاوت بود دائم هر نفس
هم دلیری داشت دائم هر زمان — مهر بودش دائماً بر مومنان
هم بصدیق و عمر عثمان بسی — از علی مشفق نه بوده هم کسی
ای روافض! شرم بادا از خدا — مرتضیٰ را، پر حسد داری روا
نیز خوارج جز روافض نیست کس — آنکه تخفیف علی دارند و بس
هر که تحفیف علی دارد روا — لعنتی باشد بسی نزد خدا
گر سبک داری علی و آل او — هم بیاران رسول و قال او
این نصیحت بشنو از مسکین حسین — تا بیاید دین و ایمان تو زین
گفتار خوش از، حسین کشمیر شنو! — آثار هدایت است، تقریر شنو!
هرکس که عمل برین شرائط کرده ست — ره یافت پس ای جوان و ای پیر شنو!
شرح این هشت شرائط کنم ای مرد خدا — روش هشت شرائط ز من پیر شنو!

۵۷ـ حشمت، محمد علی

● همیشه بهار: متوطن تبت، از شاگردان میرزا عبدالغنی بیگ قبول

است و چندی ــ تکلف ــ تخلص میکرد . باز ــ مسیحا ــ تخلص اختیار کرد . جوانیست رعنا . ترکیب و تقطیع دلچسپ دارد . باوجودیکه سنش از سی تجاوز کرده ، لیکن تا حال هم از نوجوانان شانزده سالهٔ دلچسپ است. چنانچه نواسنج گلزار معانی میفرماید :

گذشت عهد شباب و هنوز رعنائی — در آن دیار که زادی ، هنوز آن جائی

خط نستعلیق هم مینویسد و در علوم غریبه و عجیبه ــ که تفصیل آن نوشتن مناسب نیست ــ قدرت کامله دارد . با فقیر مناسبتی دارد :

گر از دست نگارینش درو حرفی رقم سازم — حنائی گردد اوراق بیاض ، از شعر رنگینم
من از زبان ملایم ، چو خامهٔ نقاش — بهر کجا روم و نقش خویش بنشانم
خط تو دید مسیحا و گفت با دل ریش — که این سیاه قلم کار خوب استاد است

● سفینهٔ خوشگو : محمد علی حشمت ، جوانی وجیه وخوش فکر است . با فقیر بسیار آشنا . از نسبت شاگردی میرزا عبدالغنی بیگ قبول، قبول یافته، با شعراء سرگرم است . این غزل بخط خود وقتیکه در مجمع فقیر خانه آمده بود ، نوشته داد .

ز رنگ لاله و داغش عیان است — که حسن و عشق باهم تو امان است
زند لاف غلامی پیش قدت — بپا استاده دائم سرو ازآن است
مئی گلگون مکش در خانه زنهار — شراب سرخ باب بوستان است
سخن بر صفحهٔ گیتی نمانده است — برنگ خامه حرفی بر زبان است
بسان آسیا سر گشته حشمت — شود هرکس بفکر آب و نان است
پیر گردیدم و سر میگردد — آسیا وقت سحر میگردد
(ص ۲۸۹)

۵۸ــ حضوری ، پندت هره کول

● بهار گلشن کشمیر : پدرش گوپال کول غیوری بود ، و در محلهٔ نر پرستان سرینگر سکونت داشت. حضوری در سال ۱۸۸۱ بکرمی تولد یافت و بعمر

بیست و شش سالگی ازین جهان رخت بر بست. صاحب دیوانی بود. این چند شعر ازوست:

تا حنا بستی ز خون چشم خون افشان ما پنجهٔ مرجان نمودی پنجهٔ مژگان ما
بیخودم، مخمورم و مستانه ام، مستم ز تو دین ما، ایمان ما و جان ما، جانان ما
پرده از روی سمن‌سا بکشا گره از زلف چلیپا بکشا
سینه، از داغ تو گلشن شده است ماه من! چشم تماشا بکشا
تا شود جان حضوری آزاد گره از زلف چلیپا بکشا
(۲ : ۸۶۲)

۵۹- حقیر، پندت بنی رام

● ریاض‌الوفاق: پندت بنی رام کشمیری. نوجوانی نازک‌اندام و سنجیده خرام است. طبعی بنظم و نثر رنگین مائل دارد و — حقیر — تخلص میکند. از نغمات اوست:

در حالت بیخودی فتادم از بار خودی شدم سبکدوش
شمع خرد و چراغ هوشم یاد غم هجر، کرد خاموش
(ص ۲۸)

۶۰- حلیم، حافظ حلیم

● سفینهٔ هندی: حافظ حلیم، حلیم تخلص. بخدمت گرامی بلباس فقر در آمده اختلاط ها داشت. بعد خرابی دهلی وارد لکهنو گشته در درگاه شاه مینا سکونت اختیار کرده. روز جمعه بر منبر نشسته وعظ میگفت. اشعار اساتذه از بسکه یاد داشت، خود هم فکر شعر می کرد. اوست:

ز وعدها که بخود کرده ام، یکی این است: که در فراق تو، بسیار گریه خواهم کرد
(۱: ۶۱)

۶۱- حمدی، کشمیری

● همیشه بهار: از علم رسمی نیز آگاه بود. شخصی — شد به بهشت

۱۸ھ

تاریخ وفاتش یافته . و در وطن خود مدفون است :

رسید موسم گل ، فکر میگساران ! چیست — من از صلاح گذشتم ، صلاح یاران چیست
شنیده ام که : ز من یاد کرد ، یار امروز — مگر به بوالهوسانش فتاده کار امروز (۱)

● روز روشن : حمدی ، حمدی کشمیری . سخنش را منزلت دلپذیری است :

بکسم نماند دیگر ، سرو برگ آشنائی — که نیرزد آشنای ، بمشقت جدائی

در صحف ابراهیم و بعض تذکرات از قلت تتبع کمال حمدی قزوینی (۲) و کشمیری را ، چنان باهم خلط کرده اند که بمغالطه اتحاد این هر دو حمدی میکشد . (ص ۱۸۴)

۶۲- حمید ، ملا حمیدالله

● صوفی : ملا حمیدالله حمید کشمیری ، پسر مولوی حمایت الله ، از سرودن چاه نامه بجواب ساقی نامه ظهوری . مشهور شده است . این بیت ازوست :

ظهوری ، مگر چای نادیده بود — ازین وصف در رز بپیچیده بود
بده ساقیا چای ! تاخیر چیست — بده تلخ گر شکر و شیر نیست
اگر جم ، ازین خم شدی ، جرعه کش — غزالی شدی نبض منشاریش
ببینی که چون دیگ بق بق زند — تو گوی که منصور اناالحق زند
اشاره بود در کلام خدا — کلوا ، سوی نان! واشربو ، سوی چا!

(۲ : ۲۸۱)

● ادبی دنیا : در سال ۱۲۶۴ھ وفات یافت . (کشمیر نمبر ۲۴۰)

● پارسی سرایان کشمیر : ملا حمیدالله در کشمیر بتاریخی نا معلوم در قرن هجدهم میلادی متولد شد و در قرن نوزدهم بسال ۱۸۴۸ میلادی در همانجا

۱- روز روشن دارد .

۲- قاضی میرک حمدی قزوینی . رک : روز روشن ۱۸۴

وفات یافت. آثار وی عبارت است از :

۱) اکبر نامه (۱)
۲) شکرستان
۳) چای نامه
۴) رد شیعه
۵) بی بوج نامه
۶) ناپرسان نامه (نثر)
۷) دستورالعمل

معروف ترین مثنوی وی ـــ اکبر نامه ـــ میباشد که بتقلید فردوسی سروده شده و از تمام مثنوی‌های رزمی که پارسی گویان کشمیر ساخته اند، بهتر میباشد.

ناپرسان نامه او در نثر بهترین هزلی است که در کشمیر نوشته شده است. (۱۶۲-۱۶۲)

● اکبر نامه : مدح شیخ غلام محی‌الدین (متوفی ۱۲۶۲ھ) حاکم کشمیر.

شبی، چرخ را گفتم: ای ترک مست! بتاراج و غارتگری تیز دست
بود روز و شب تا بپایان دور سرشت تو بیداد و رسم تو جور
نه عهدت بود، راست با هیچ کس نه دور کجت، راست با هیچ کس
بدور جفای تو، گریان سحاب بتاب تف تست، گرم آفتاب

۱ـ اکبر نامه باهتمام محمد شفیع رهگذر و بتصحیح آقای محمد ابراهیم خلیل از کابل درسال (۱۳۳۰ھ) چاپ شده است. و مصحح آن در آخر کتاب نوشته است که: اکبر نامه متضمن جنگ اول افغان و انگلیسی را، حمید کشمیری شاعر معاصر وزیر معالی سیر افغانستان محمد اکبر خان غازی، در سنه (۱۲۶۰ھ) سه سال قبل از وفات وزیر موصوف، در کشمیر برشته نظم کشید. کتابیست از جنبهٔ معلومات تاریخ آنوقت و طرز قماش و سلاست بیان و حسن ادب و بدایع قابل قدر. (ص ۲۳۹)

بباد، از تو بنیاد هر خانه ایست — خراب از تو، هر جا که، ویرانه ایست
درین روزها، برخلاف قیاس — ز جور و ستم، بینمت، در هراس
گذشته ز آئین و عهد نخست — باین کشور در درستی، درست
ز اوضاع خود، برکران بینمت — بکف سبحهٔ اختران بینمت
بکشمیریان مهربان، چون شدی — ز خود گرگ بودی، شبان چون شدی
کزین گونه، در خلق آسائش است — نشاط و طرب، اندر افزایش است
تو و ایچنین کارها ساختن — دغاباز و نرد دغا باختن
دهد ظالم زاهد، آزار بیش — زند کیک مسجد نشین سخت نیش
چو گربه، به تسبیح و تحمید و زهد — نمایان ز روی تو، تقلید و زهد
بگو وجه تقلید و این مکر و فن — به پیرانه سر، راست کن، این سخن
زد از صبحدم خندهٔ آسمان — بگفت: ای سخن سنج شیرین زبان
خدارا! فراموش کن، یاد من — سخن کم کن از جور و بیداد من
که شیخ جهاندار فریاد رس — ز اهل جفا پیشه نگذاشت کس
ز جور ار کسی فی‌المثل برد نام — چو خامه زبان بر کشیدش ز کام
چو او، حاکم عادل و دادگر — من و ظلم دیوانه بودم مگر
بعدش جهان زنده از خرمی است — عجب بین که با شاه جیلان سمی ست
اضافت چو با محی‌الدین غلام — پذیرد شود نسبت نام تمام
چنان ظالمان بست بر چار میخ — که بر کند زآنها بتو بیخ بیخ
ازو ملک کشمیر آباد شد — ز انصاف او معدن داد شد
بعالم شده صیت انعام او — خجل حاتم از جود و اکرام او
زدی لاف دریا بجود و کرم — که من با کفش در سخا همسرم
برو ابر جوشید و شد خشمناک — ز سیلابش اندر دهن کرد خاک
نزد خاتمش نقص غیر از امید — چو نقش نگین روی نامش سفید
تفاخر کنان زین شرف حاتم است — که تشبیه نامش بدان خاتم است
ولی زین خیالش که اندر سراست — زدن طعنهٔ مهمل بر سر است
بسی مسجد و خانقاه خراب — ز آبادیش یافته فتحباب
بجامع، پس از روزگار بعید — ز تعمیر او سر باقصی رسید
شد از بانی اول و ثانیش — همین نامور بهترین بانیش
سر قبه اش پنجهٔ زر ناب — شده پنجه با پنجهٔ آفتاب
روان کرد جوی، که یک نیم شهر — ز شادابی آب او یافت بهر
ازان جو، که خلقی شده بهره‌ور — بکشمیر پیدا شد، آب دگر
چو نوشید آبش همه جانور — دعاها کنندش بشام و سحر

زیارتگه اولیای کرام شدند از سر اهتمامش تمام
ز رفعت رسانید هر مقبره بایوان هفتم فلک کنگره
بسی بینوایان آشفته حال سبک دوش کرده ز بار عیال
اگر صاحب دختری داشت غم قد از بار بی برگی اش گشته خم
شده بهر حق یار و غمخوار او بزر کرده آراسته کار او
چو دریا بگسترد خوان نوال ببرد از جهان اسم و رسم سوال
الهی! باین نامدار گزین جزای کرم ده بدنیا و دین
درین عالمی از غم آزاد کن بعقبی ز دیدار خود شاد کن
ز اولاد او، ملک معموز باد ز انصاف او، خلق مسرور باد
خصوصاً بآن سرور نامور که دارد چو خورشید روشن گهر
بری پی بنامش چو یابد زمام اضافت بدین معرف بلام
زهی شیر زوریکه در کارزار چو رستم کشد چشم اسفند یار
جوان و جوان دولت و پهلوان خرد مند، هشیار و روشن روان
چو بندد میان بر دلیر افگنی بشمشیر آید بشیر افگنی
ز هیبت بالوند و دریای گنگ درآرد برآرد پلنگ و نهنگ
بجود و سخا و وقار و شکوه فزون تر ز ابر است و دریا و کوه
دلیری که آموزد آداب جنگ بارژنگ و هوشنگ و پور پشنگ
سخن رس ادا فهم و معنی نیوش سراپا همه عقل و فرهنگ و هوش
چو شمشیر گیرد درخشی کند چو زر میدهد گنج بخشی کند
بمردی و دانش عدیم المثال بجود و سخا و کرم، بی همال
نشیند چو، بر مسند عدل و داد رود، خلق را عدل،کسری، ز یاد
گریزد بدانگونه جور، از میان که در گور ضحاک، ماند نهان
الهی! بتوفیق انصاف و داد بکن عمرش افزون و دولت زیاد
که تا روز وشب، از قریب و بعید کنندش دعا خلق آمین حمید

(ص ۱۲)

۶۳ـ حمیدی، مولانا حمیدی کشمیری

● **هفت اقلیم**: باخلاق حمیده موصوف بوده. شعر را در غایت عذوبت انشا میکرده و استعداد تمام داشته. این بیت بین الجمهور ازو مشهور است

مرتضی آنکه شه مسند عالی نسبی است آفتابی است که برج شرفش دوش نبی است(۱)

(ص ۱۱۶)

۱ـ ریاض الشعراء و تذکرهٔ حسینی و صبح گلشن دارد.

● ریاض‌الشعراء: حمیدی ، از مردم کشمیر بوده، و از مداحان اهل بیت اظهار . (همین یک بیت دارد)

● تذکرهٔ حسینی : حمیدی ، بانی مبانی خوش تقریری ، ملا حمیدی کشمیری، خوش گوست . (یک شعر دارد ص ۱۰۴)

● صبح گلشن : حمیدی ، از ناظمان خطهٔ دلپذیر کشمیرست . کلامش محمودالسنهٔ برنا و پیر . (یک شعر دارد ص ۱۴۴)

۶۴- حیرت، کشمیری

● فرهنگ سخنوران : در لکهنو مقیم بود. وفاتش ۱۲۳۴ھ دیگر هیچ ازو معلوم نشد . (۱)

۶۵- حیرت، پیر شمس‌الدین

● تاریخ بدشاهی : محمدالدین فوق مرحوم نام این شاعر را بضمن یک مصرعهٔ وی آورده است .

در یک جنگ کرم خورده، که ملک خواجه محمد اسمٰعیل نامی (مرحوم) بود، قطعهٔ از ملک‌الشعراء ملا احمد کشمیری، راجع به زینه کوت، ثبت شده دید . دو شعر ازان خوانده میشد :

حوضی که، دست‌ترکم چینی، ز بهر شاه با صد صفای دست ، ز سنگ سیاه بست
فرشی سفید، در ته آب زلال حوض .... از دل ماهی بماه بست

در مصرعهٔ آخر، چند الفاظ موریانه خورده بود . فوق مرحوم گوید که: پیر شمس‌الدین حیرت پاندانی سرینگری، آن الفاظ را بهم رسانیده مصرعه

۱- ر ک سامی ۲۰۰۲ و فرهنگ سخنوران ۱۲۸.

را اینطور مکمل کرد :

پیوند نور، از دل ماهی، به ماه بست (۲۳۸)

محمد الدین فوق مرحوم در جنگ مذکور، راجع به کاغذ سازی در کشمیر این عبارت ثبت شده دید: ــ کاغذ سازی در عهد سلطان (زین العابدین) ظهور یافت ، که سلطان از ملک قزوین کاغذ سازان را آورده در کشمیر کاغذ سازی را رواج داد، تا آن زمان نامه‌ها و کتابها بر اوراق توز (بوج پتر) نوشة میشد . ملای ندیمی این واقعه را بنظم آورده بود که دو بیت ازآن بهم آمد :

کاغذ بدفتر آمد و شیرازه در گرفت — پیچید روزگار ز دیوان، چو فرش توز
زین تخته های کاغذ .... — بشکست دور گردش پرکار عرش توز

در مصرعهٔ این بیت نیز الفاظ موریانه خورده بود . مرحوم فوق نوشته است‌که:
پیر شمس الدین حیرت پاندانی کاشمیری اینطور مصرعه را بهم رسانید :

زین تخته‌های کاغذ زیبای رنگ رنگ (۳۵۲)

ازین ظاهر است که پیر حیرت از معاصرین محمد الدین فوق بوده .

۶۶ـ خادم سوپوری

● تاریخ بدشاهی : این شاعر از کشمیر هست . مرحوم محمد الدین فوق از وی این شعر آورده است :

ز آب و آتش است ، آباد کشمیر — ازین هر دو ، شود برباد کشمیر
(ص ۲۷۰)

۶۷ـ خاکی ، بابا داؤد

● تاریخ اعظمی : حضرت شیخ بابا داؤد خاکی ــ قدس‌سره ــ آنجناب از نجبای کشمیر بوده و تحصیل علوم ظاهر بکمال نموده به جاذبهٔ الهی در خدمت حضرت مخدوم‌العرفاء فائز شد و داد خدمت و فدویت داد .

رابطهٔ فنا فی‌الشیخ و ترک رسوم و عادات و رفع ننگ و ناموس بحد کمال رسانیده و صاحب تصانیف عالیه است . مثل ـ وردالمریدین ـ و شرح آن مسمی به ـ دستورالسالکین ـ و ـ قصیدهٔ جلالیه ـ و ـ رسالهٔ غسلیه ـ وغیره . نسبت ازدواج با صبیهٔ عفیفهٔ حضرت سیدالسادات سید میرک قدس سره ـ که از سادات مسلم‌الثبوت این دیارند ـ حاصل کردند . ازآن اولاد شده . و محرم اسرار پیر بزرگوار بود با مشائخ دیگر هم صحبت داشته . مثل سیدالسادات ، میر سید احمد کرمانی (۱) و مولانا شیخ احمد مخدوم قاری (۲) و میر سید اسمٰعیل شامی (۳) که

۱ـ حضرت سید احمد کرمانی ابن سید محمود کرمانی است از حضرات سهروردیه بود . از کرمان آمده متوطن هندوستان شد . چون والی کشمیر از بنی اعمام خود منهزم شده طرف هند افتاد ، سراغ خادمان سیادت و ولایت ـ که مستجاب الدعوات بود ـ یافت و بعجز و زاری در خدمت آن عین بزرگواری شتافت . بعد حصول سعادت قدمبوس، عرض مطلب نمود . جناب حضرت سید، عهد و قرار اجرای احکام شریعت و رفع آثار رفض و بدعت گرفته، بشارت حصول مدعای او داد . و بعد انجام مطلبش بموجب التماس او ، خود هم روی عزیمت بجانب کشمیر نهاد . درینجا رسیده دید که هنوز آثار بدعت ظاهر ست . تهوری درشست کرده بر هوا انداخت . در حال، آن کاذب غدار جان را باخت و مقر در گور تنگ و تاریک ساخت . بعد آن ، حضرت سید سکونت درین دیار اختیار فرمود . و یکی از اعیان ملک بنای خانقاهی در محله نردره بجهت خادمان آنجناب نمود . و والی ملک سه هزار خروار برای وظایف درگاه مقرر کرده بود . چند روز صرف مبلغ آمده ، چون در حلاوت باطنی تفاوت دید ، باختیار خود دست ازآن کشید . اکثر بزرگان عهد، مثل حضرت مخدوم شیخ حمزه ـ قدس سره ـ و میربابا حیدر و تولہ موله خواجه حسن قاری وغیره در خدمت سید بهره اندوز صحبت و فوائد معنوی بودند . چون رحلت نمود در مزار شیخ بهاءالدین آسود . مرقد اسعدش محل فیض و فتوح ست . (تاریخ اعظمی ۱۰۳)

۲ـ حضرت مخدوم شیخ احمد قادری خلف وحید محرم سبحانی شیخ عباس ملتانی ست که از مشاهیر پیران طریقهٔ سهروردیه است . او نسبت خود را بواسطهٔ آبای کرام خود بشیخ‌الاجل شیخ بهاءالدین زکریا میرسانیده . مخدوم احمد سفر و سیاحت بسیار کرده ، بحرمین رسیده بعد ادای حج از راه ولایت آمده و در لاهور تحصیل قرات از خدمت شیخ محمد ـ که در اکثر علوم آگاه و در طریقهٔ قادریه از پیران زاده بود ـ نمود، و عنان عزیمت بجانب لاهور منعطف فرمودند . به بی تکلفی در ماکول و ملبوس میگذرانید و باوجود کم اختلاطی

اجازت و خرقهٔ قادریه از ایشان یافته و سند فرقه سهروردیه ، همانا از شیخ گرفته ، در وقت خود در علم و عمل بینظیر بوده ، امر معروف و نهی منکر بسیار فرموده . و اکثر به جهت آن در حرکت بوده . مکرر به ملتان بزیارت حضرات پیران خود رفته و در آنجا بعد زیارت گذشتگان کسب فیض باطنی و لقایای طریقه و خرقه از احبای آن سمت فرموده بکشمیر آمد . چون قاضی موسی از دست اهل تشیع بشهادت رسید ، باز راه هندوستان بگرفت و در حق چکان دعای بد کرد و بشارت

☜ مردم ، فیض قزات بوقت طالبان میرسانید . چون جناب شیخ بابا داؤد از زیارت عتبات ملتان به لاهور رسید ، بملاقات مخدوم مسرور گردید و محرک توجه او بجانب کشمیر شد . در سنه (۹۶۱ھ) وارد شد . در وقتی رسید که غازی خان محاربه با بعضی مخالفان — که از هندوستان آمده متعرض حال او شده بودند — داشت ، دریوزه توجه و مدد مخدوم احمد نمود . تیر دعا بهدف اجابت رسید و غازی خان مظفر و منصور باز گردیدند . نذر و نیاز و ضیافت اورا قبول نه فرمود ، و گفت که : اکتفا بر آب و دانه شهر شما دارم ! عجائب و غرائب از حالات و برکات مخدوم ، بسیار است . مظهر آثار پروردگار بود . چون در (۹۶۹ھ) رحلت فرمود ، در محلهٔ قطب الدین پوره ، در مقبرهٔ — که الحال معروف بمتمام مخدوماست — آسود . بالفعل مسجد سنگین بیگم — که مشهور بنو مسجد ست — متصل آن مقبره واقعست ، فرزندان صاحب کمال داشته . (تاریخ اعظمی ۱۰۷-۱۰۸)

۳- حضرت سید اسمٰعیل شامی از سادات عظیم الشان ست . در سلسلهٔ علیه حضرات قادریه مرید میر سید محمد قادریست . سیاحت روم و شام و هند بسیار کرد . چون بکشمیر رسید ، با خدمت شیخ العلماء بابا داؤد خاکی آشنا شد ، و همدیگر با هم صحبت داشتند و از یکدیگر محظوظ و مستفید شدند ، و اجازت سلاسل خود بیکدیگر دادند . جناب حضرت سید ، صاحب ورع و تقوی بود و عقدهای طالبانرا بناخن همت می کشود ، و در توحید و تفرید عجب قدمی داشت ، و هرگز تنش هستی را در دل سالک نمی گذاشت . بی تکلف بسیار بود و خود را بفکر و فاقه آراسته میداشت . در سال نهصد و نود و دو (۹۹۲ھ) کشمیر را بقدوم خود مزین فرمود و درخواست طالبی از خدمت شیخ بابا داؤد کرد . ایشان بخدمت قدوة العرفاء میر نازک را — که از بهترین و اخلص اصحاب ایشان بود — بایشان سپردند . . . چندی در کشمیر گذرانده مراجعت فرمودند . (تاریخ اعظمی ۱۰۶)

قلع و قمع بنیاد آنها بمردم داد . همراه لشکر اکبر پادشاه معاودت بکشمیر نمود ، و در راه مرض بهمرسانده بود . همان سال در کشمیر رسیده رحلت کرد . ــ خیر مقدم ــ تاریخ رحلت ست .
۹۹۴ھ

اول در اسلام آباد مقبره اش مقرر شده بود ، ثانی‌الحال مخلصان بشهر آورده ، در حظیرهٔ مرشد خودش ، دفن کردند . مصدر فیض و برکات بود .

(ص ۱۰۸)

تاریخ وصال ، کرامت تمثال مخدوم‌العرفاء (سلطان شیخ حمزه) از ین ابیات که ــ زادهٔ فکر خدمت شیخ داؤد است ــ مستفاد میشود .

تاریخ :

شیخ حمزه مرشد والا گهر   فوت شد در بست و چارم از صفر
رفت اکمل یافت فضل کردگار   عاقبت در : نهصد و هشتاد و چار
۹۸۴ھ

ایضاً :

عقل گفت : از موت مرشد آه میباید کشید
۹۸۴ھ

و نیز از واردات شیخ داؤد خاکی قدس سره در تاریخ وصال آن مرشد باکمال مشهور است . تاریخ :

پی تاریخ وصل مخدوم(۱)   مناسب یافتم : مخدوم و مرحوم
۹۸۴ھ   (ص ۱۰۵)

● تاریخ نظم و نثر در ایران و در زبان فارسی : 'خاکی ، بابا داؤد کشمیری سهروردی . از شاعران و نویسندگان متصوف این دوره (سدهٔ دهم) در هند از مریدان شیخ حمزهٔ کشمیری در ملتان بوده و در سنه (۹۹۴ھ) در گذشته . و برخی

۱- صوفی : چو جستم سال تاریخ وفاتش .

آثار بنظم و نثر فارسی ازو مانده است . ازآن جمله :

۱) منظومهٔ ورد المریدین . در مناقب مرشد خود .

۲) دستور السالکین . شرحیست بر آن منظومه

۳) قصیدهٔ جلالیه .

۴) رسالة الغسلیه . (۱ : ۴۰۶)

بابا داؤد خاکی کشمیری ، از مشائخ معروف طریقه سهروردیه در هند بوده ، و در کشمیر میزیسته است . از خردی دانش آموخته و پس از فراغت از تحصیل ، مجذوب شیخ مخدوم حمزه مرشد خود شده ، و بعبادت پرداخته و منزوی بوده است . و نیز از سید احمد کرمانی و مولانا شیخ محمد مخدوم قادری و میر سید اسمٰعیل شامی قادری خرقه گرفته است . و چون، قاضی موسیٰ قاضی کشمیر را بدستور پادشاه کشمیر کشتند، وی از ماندن در کشمیر بیزار شد و گفت: تا وقتی که این مرد بیدادگر زنده است، بآنجا بر نخواهد گشت ! و از کشمیر بملتان و اچ رفت و پس از چندی که لشکریان جلال‌الدین اکبر، بفرماندهی قاسم خان میر بحری، کشمیر را گرفتند . با ایشان بدیار خود باز گشت . و همان سال یعنی سنه ۹۹۴هـ در گذشت . و در اسلام‌آباد پیکرش را بخاک سپردند و پس از چندی مریدانش پیکر او را از اسلام‌آباد بشهر بردند و در حظیرهٔ مرشدش دفن کردند . بابا داؤد خاکی ، که ظاهراً خاکی تخلص میکرد ، مرد دانشمند و شاعر توانائی بود : از جمله مؤلفات او ، کتاب ــ ورد المریدین ــ و شرح آن معروف به ــ دستور السالکین ــ و ــ رسالهٔ عالیه ــ است . و قصیدهٔ معروفی داشته است بنام ــ قصیدهٔ جلالیه ــ .

(۱ : ۵۴۰)

● **پروفسور احمد حسین قلعداری** : اطلاعاتی راجع به بابا خاکی ارسال فرموده است ، و ازآن ظاهر است که رسائل ذیل آقای قلعداری در ذخیرهٔ شخصی دارند :

۱) ورد المریدین .
۲) قصیدهٔ لامیه .
۳) قصیدهٔ غسلیه .
۴) قصیدهٔ ضروریه .
۵) دستور السالکین .
۶) مجمع الفوائد .

و پیر خرابات بر این یک شعر خاکی :

چله‌گمره ترکند، بی پیر را ! گفتند زان: کار یک صحبت به پیری بهتر از صد چله‌است

شرحی بنام ــ سراج الطالبین ــ در سه روز و شبانه در ماه ربیع‌الثانی سنه۱۲۸۳ه نوشته است .

این شعر از قصیدهٔ لامیه است :

مرتضی‌را را دیدم و پرسیدم از وی‌حال رفض گفت : بیشک هست درسب مسلمانان وبال
(۴۵<)

این چند بیت ازوست :

گه بمسجد روم و گاه بمیخانه شوم من بیچاره ترا میطلبم هر سویم
نتوانم که شمارم کرم و نعمت تو گر زبانم شود اندر تن من از هر مو
خاکیا ! پیر شدی ، از طلب یار هنوز از گلستان وصالش نه شمیدستی هنوز

۶۸ـ خاوری، سید محمد خاوری

● **تاریخ اعظمی** : حضرت سید محمد خاوری ، صاحب کمالات صوری و معنوی بود . تصانیف دارد ، از آنجمله است ــ شرح لمعات ــ و ــ خاورنامه ــ

طبع موزون هم داشت و شعر می گفت . نزدیک به فتح کدل برابر مزار سید احمد سامانی مدفونست . (ص ۴۵)

● **تاریخ اعظمی :** حضرت سید علی همدانی — نورالله مرقده — در شهور سنه هفتصد و هشتاد و یک (۷۸۱ ھ) نزول اجلال در کشمیر جنت نظیر فرموده بودند ، تاریخ مقدم شریف او — مقدم شریف او — است .
۷۸۱ھ

چنانچه جناب حضرت سید محمد خاوری .... این ابیات شیرین تر از نبات ، در باب قدوم آنحضرت سید سادات گفته اند :

میر سید علی شه همدان سیر اقلیم سبعه کرده نکو
شد مشرف ز مقدمش کشمیر اهل آن شهر از هدایت جو
سال تاریخ ، مقدم اورا یابی از : مقدم شریف او
۷۸۱ ھ

۶۹ـ خائف ، مولانا خائف کشمیری

● **گلستان مسرت :** این شعر دارد ، احوالش بدست نیست :

تا حنا بنمود رنگین پنجهٔ آن ماه را کاتب از شنجرف ، میگویٔ ، نوشت الله را
(ص ۱۲۲)

۷۰ـ خراباتی ، خواجه ثناء الله

● **پروفسور احمد حسین قلعداری :** خواجه ثناء الله از احفاد عبدالرحمٰن بلبل بود و در سنه ۱۲۲۴ھ در قصبهٔ بلند میر کشمیر چشم بدنیا کشود . در سنه ۱۲۳۵ھ در توشه خانهٔ مهاراج کشمیر ملازم شد . نامش سند شاه عرف منگر بود ، ولی بعرف محمد جیو و بخطاب خواجه ثنا مشهور شد . پیشهٔ رفوگری اختیارکرد و بسلسلهٔ تجارت بکلکته هم رفت . و آنجا بنام میرزا محمد سوداگر شهرت یافت

آخر عمر در جلال پور جتان (گجرات در پنجاب غربی پاکستان) بسر کرد و آنجا زندگی را پدرود گفت.

خراباتی تخلص میکرد. دیوانش در زبان کشمیری معروف است و یکصد رسائل و کتب در فارسی تألیف کرد که شصت کتب ازان پروفسور احمد حسین قریشی در ذخیره شخصی دارند. در تتبع نظامی خمسه نیز دارد. و در فارسی پنج دیوان درست کرده. ازوست:

از شمیم زلف تو شد، تازه تر گلزار ها
از یکی لفظی تو، صد غوغاست در بازار ها
یک نگاهی بر عدم کردی، حیاتی زنده شد
دور گشته از جهان، درد و غم و آزار ها
دانهٔ، از خرمن خود تا فگندی، بر زمین
هر طرف پیدا شده زو، خرمن و انبار ها
قطرهٔ از بحر جود خود، تو تا کردی روان
هر طرف پیدا شده زو خرمن و انبار ها
لمعهٔ از نور، روی تو، که میباشد برون
هر دو عالم پر شود از نور و از انوار ها
کفر و دین از نور روی موی تو، گشته پدید
شد مطیع آن همه کفار و هم دیندار ها
تا خراباتی بنا از کفر و دین برتر زده
وا رهیده از همه اندوه و از آزار ها

دلم هردم ببوی آن پری رو آرزو دارد
تن و جانم قتیل از تیغ ابرو آرزو دارد
نخواهد دین و نی ایمان نه دنیا خواهم و دینی
نگاه لطف از آن چشم جادو آرزو دارد
سر سودا زده شوریده ننگ و نام را وا زد
خراباتی جمال یار هر سو آرزو دارد

این جهان همچو حبابست، تو بشنو بشنو
یا چو نقشی که بر آب است تو بشنو بشنو
صنما! بهر خدا سوی خرابات نگر
رایضم پا برکاب است تو بشنو بشنو
زیر کوه غم درد تو، اسیرم ز ازل
عمر در عین شتاب است تو بشنو بشنو
صلصل آسا، دل دیوانه شده، کوکو گوی
دمبدم مست شرابست تو بشنو بشنو
رخت ای یار عیان تر بمدد خورشید است
عالم مست بخواب است تو بشنو بشنو
در خرابات، همه علم خدای جمع است
بی خبر همچو کتاب است تو بشنو بشنو

۱۷- ملا حیدر خصالی

● عمل صالح: شاعر و خوش خط بود. وقتیکه ظفر خان احسن بنیابت

پدر (در سال ۱۰۴۱هـ) بنظامت کشمیر رفت ، ملا حیدر خصالی بخدمت دیوانی صوبه کشمیر فائز شده همراهش رفت . در عمل صالح هست که :

ــصوبیداری کشمیر از تغیر اعتقاد خان بخواجه ابوالحسن مرحمت شده. ظفرخان پسرش بنیابت او رخصت یافت و ملا حیدر خصالی ــ که باوجود کاردانی در فن شعر یدطرلی و طبع عالی دارد ــ بخدمت دیوانی صوبهٔ مذکور معزز گردید . (۱ : ۲۹۳)

● پادشاه نامه : هژدهم (محرم ۱۰۴۲هـ) صوبه کشمیر را ، از تغیر اعتقاد خان برادر یمین الدوله ، بخواجه ابو الحسن داده اورا بعنایت خلعت سر بلند گردانیدند . و چون آق سقال این دولت جاوید طراز است و بی ضرورت دوری او نمیگزینند، پسرش ظفر خان را خلعت و اسپ داده بنظم مهام آن ملک ، بنیابت ار رخصت فرمودند . ملا حیدر خصالی طبع موزونی دارد بخلعت و دیوانی کشمیر سر افراز گشت . (۱ : ۴۳۲)

● میخانه: والی وادی فارغ البالی، مولانا حیدر خصالی . یکی از شعرای بنام این ایام خجسته فرجامست ، و خط نستعلیق را بغایت خوب مینویسد، و در شعر فهمي و انشاء مهارت تمام دارد . مولد این بلبل گلستان خیال از موضع کارته است ، و نام پدرش مولانا حاجی کارته هست ، و این کارته قریه ایست متصل به هرات واقع شده .

مولانا خصالی در صغر سن از خراسان بدارالامان هندوستان آمده و تعلیم شعر و آداب شاعری از برادر بزرگ خود مولانا وجهی ــ که الحال به وجهی هروی اشتهار یافته و در خدمت ظفرخان بن زین خان میباشد ــ فرا

گرفته است و در دارالامان هندوستان در پیش سلالهٔ دودمان اعتلاء مظفرحسین میرزای بن سلطان حسین میرزایء بن بهرام میرزای صفوی، نشو و نما نموده. مدتی معلم خلف ارجمند و فرزند سعادتمند میرزا اسمعیل بوده. بعد از فوت مظفر حسین میرزای (۱) مذکور، پارهٔ در هند بسیاحت مشغول گردیده. و در سنهٔ ثلث عشرین و الف (۱۰۲۳ھ) بسعادت خدمت، خان جمشید نشان، امیر فریدون فر، سکندر نشان، مبارزالدین زمانه بیگ مهابتخان (۲) مستعد گشته. و از آن تاریخ تا حال که، مسود اوراق بتسوید این تألیف مشغولست، و سال هجرت حضرت رسالت پناه بهزار و بیست و هشت (۱۰۲۸ھ) رسیده، در بندگی آن خان عظیم الشانست. و در پیش صاحب خویش، عزت و اعتبار بیش از پیش بهم رسانده. اقسام ابیات آن گرامی سخنور — تا غایتی که این محقر را بدو ملاقات شد — بچهار هزار بیت رسیده بود، این چند بیت از ابیات و غزلیات ازوست:

دی نگام چو صبا بر گل آنرو میگشت — دل چو سحر، از پی آن نرگس جادو میگشت
شب بسرگشتگی فکر تو ام، چشم پر آب — همچو گرداب، بسر آئینهٔ زانو میگشت
آسمان خواست که، سنجد بتو خورشیدش را — هر طرف نام تو بردند، ترازو میگشت
همچو دود سر شمع و پر پروانه، ز شوق — بسر سرش گیسوی دل بر سر گیسو میگشت
بیار باده که، با آنکه پنبه داشت، رسید — بگوش شیشه صدائیٔ شکست توبهٔ ما
گل بیک جرم شکر خند، بسر آتش بنشست — شیشه ها کرد پر از اشک، بیک خندیدن

درمیان اشعار او، دو مثنوی در بحر خسرو شیرین، شیخ نامی گرامی شیخ نظامی است. یکی حکایتی برشته نظم در آورده و دیگر پارهٔ از خسرو

۱- وفات مظفر حسین (۱۰۰۸ھ) واقع شد.

۲- زمانه بیگ مهابت خان خانان سپه سالار پسر غیور بیگ کابلی از امرای اکبری و جهانگیری و شاهجهانی. در (۱۰۴۲ھ) فوت کرد تاریخ از شیخ فرید بکری — سپه سالار رفته — رخ مرد — از معتمد خان — زمانه آرام گرفت. (ذخیرة الخوانین ۲۶۱ خطی)

شیرین منظوم ساخته. این دو بیت از خسرو شیرین اوست:

چون خسرو را نظر، بر دلبر افتاد چنان افتاد، کش دل از بر افتاد
چنان نالید، کآتش در فغان زد ازآن نالش زمین بر آسمان زد
(۸۲۵-۸۲۷)

● **خوشگو**: مولانا حیدر خصالی. نامش محمد حیدر تخلص او خصالی است. پدرش در عهد اکبر شاه بهند آمد و او خود از شعرای عهد جهانگیریست (۱) (حاشیه میخانه ۸۲۷)

● **مخزن الغرائب**: صاحب مخزن الغرائب اورا تورانی گفته است و بعدش افزوده که: بعضی اورا هروی دانسته اند، بقول او در عهد جهانگیری بهند آمد و در رفاقت مهابتخان بسر برده. شاعر نیکو بیان بود.
(حاشیهٔ میخانه ۸۲۷)

● **صحف ابراهیم**: خصالی کشمیری درویش خصال بود. (۱۴۰ ب)

۴۲. خلت، عبدالله

● **سفینهٔ خوشگو**: عبدالله خلت تخلص، از کشامره است. بسیار به حسن خلق و پاکیزگی آراسته، و در گل زمین سخن، سرو نوخاسته بقدر طالب علمی هم دارد. و در آغاز شباب از کشمیر جنت نظیر بدارالخلافه رسیده. دمودر کنول پسر گنگارام پندت کشمیر — که وکیل ارادت مند خان بوده — تربیت میکرد، و بعد ازآن چندی دیبی دت پسر خورد لاله سیتارام — که از اغنیاءو اسخیای روزگار ماست — به سفارش فقیر تعلیم میداد. مشق سخن

۱- رک: فهرست بادلین عمود ۲۳۴ شماره ۶۹۰ اشپرنگر ص ۱۲۱.

از نظر ملا ندرت کشمیری(۱) گذرانیده . پخته میگوید. و از هنگامی‌که آمده در محل فقیر اقامت داشته . با بنده خیلی مربوط و در آشنائیها بسیار مضبوط است. از اشعارش بالفعل یک بیت این است :

گوشهٔ دستار او را ، چشم نبود سوی گل پای بر سالک که دارد ، خار صحرا در بغل
(ص ۳۴۲)

۴۳- خواجه ، نیشاپوری

● مجمع النفائس : خواجه نیشا پوری ، در کشمیر توطن اختیار نموده ازوست :

من از چشم خود ، دوش شرمنده بودم که در ورطهٔ خویش افگنده بودم
(۱۰۸ الف)

۴۴- خوشدل ، پندت دیارام کاچرو

● ادبی دنیا : در عهد عطا خان حاکم (۱۲۲۲-۱۲۲۶ھ) کشمیر بود . بعمر شصت و هشت سالگی از این جهان رخصت بر بست . در رعنا واری سرینگر زندگانی میکرد .

می طپد وقت خزان ناله کند فصل بهار شورش بلبل شوریده نوا را عشق است
غنچه‌ها گل شد و هر خار و گیاهی سر سبز وا نشد غنچهٔ دل جور هوا را عشق است
آنکه از خاطر من گرد کدورت میشست از سر لطف و نوازش عرق روی تو بود
آنکه از جوهر خود طعنه همی زد بر تیغ آیت فتح و ظفر آن خم ابروی تو بود
آمد بهار و واشده گل، میوزد نسیم وقت است ، ای صبا ! که تماشا کند کسی
سوی چمن و باغ ، بصد ناز خرام یک دست تو قانون و دگر دست تو جام
(کشمیر نمبر ص ۲۲۴)

۴۵- خیالی ، حافظ محمد کشمیری

● روز روشن : حافظ محمد کشمیری از شیوا بیانان عهد جهانگیر پادشاه

۱- رک : تحت ندرت.

است . سخنوران همعصرش انوری ثانی می خواندند :

بعشوه کشتی و بازم بغمزه جان دادی — گر از خدای نترسم ، ترا خدا گویم!
(ص ۲۰۷)

۷٦ـ دانش، میرزا رضی

● نصرآبادی : از سادات رضوی مشهد مقدس است . در کمال شیرین زبانی و فصیح بیانی مشهور و معروف . با میر ابوتراب ــ که در آنجا فوت شد ــ مدتی در خدمت شاهجهان می بود . از امراء و پادشاه گرمی بی نهایت میدید . چنانچه بصلهٔ این بیت :

تاک را سیراب کن ، ای ابر نیسان در بهار — قطره ، تا می میتواند شد ، چرا گوهر شود

مبلغ صد تومان شاهزاده دارا شکوه باو انعام داده . بعد از مدتی از هند بدکن رفته در خدمت قطب شاه اعتبار بهمرسانید . دران ولایت بعیش و عشرت گذرانیده (۱) ، در آخرکار براهنمائی هادی توفیق تائب شده . قبل از حال تحریر بمشهد مقدس آمده ، الحال در آنجاست . مسموع شد که پادشاه هر ساله سی تومان در وجه مشارالیه مقرر داشته که بنیابت او هر ساله زیارت کند .

شعرش اینست :

چسان بینم که ، می را محتسب در خاک میریزد — که میریزد دلم ، برگی اگر از تاک میریزد
چشم ، بر راه نسیم خوش خبر ، داریم ما — همچو بوی گل ، عزیزی در سفر داریم ما
لب تشنهٔ تیغیم بگو قاتل مارا — کو آب که شیرینی جان زد دل مارا
نگاهدار ، ز می حسن پاکدامن را — چه احتیاج بآتش ، چراغ روشن را
سینه صافان را غم محنت کشان بیش از خوداست — آب مینالد ازآن باری که بر دوش پل است
توبهٔ می گرکهن شد ، حسرت می تازه است — دست از این آب خوش آلود نتوان پاک شست
گره ، نتواند از کارم کشودن — قلم در دستم انگشت ز یاد است
راه دور هند ، پابست وطن دارد مرا — چون حنا ، شب درمیان رفتن بهندوستان خوش است

۱ـ در کشمیر دیوانی داشته رک : تحت شارق در تذکرهٔ شعرای کشمیر اصلح ، چاپ راقم .

سیه شد بختم از مژگان سیاهان | ندیدیم راستی زین کج کلاهان
بامید و صالت در شب هجر | نمی خواهم چو خون بیگناهان
همچو دزدی، که بباغ از گذر آب ، رود | از ره تاک ، بمیخانه رهی ، پیدا کن
ز حنا ، گشته سیه پای تو ، همچون پر زاغ | خوب حرفیست که تاریک بود پای چراغ
(ص ۲۵۳)

● **مرأة الخیال** : میر رضی دانش ، از تربیت کرده‌های شاه بلند اقبال سلطان دارا شکوه است ، و بدستیاری استعداد و پایمردی طالع ، در محفل همایونش راه داشت . گویند شاهزادهٔ مذکور در جائزهٔ حسن مطلع این غزل ــ که مرقوم میگردد ــ یک لک روپیه بمیر مشارٌ الیه عطا فرمود . غزل این است :

موسم آن شد، که ابر تر ، چمن پرور شود | نکهت گل، مایهٔ شور جنون، در سر شود
تاک را سیراب کن، ای ابر نیسان! دربهار | قطره ، تامی میتواند شد ، چرا گوهر شود
نالهٔ بلبل ، نهان در پردهٔ برگ گل است | بی دماغم، کاش ازین یک پرده نازکتر شود
ما بذوق گریهٔ مستی ، درین بزم آمدیم | می بده ساقی بقدر آنکه ، چشمی تر شود
راز پوشیدن نباید ، دانش از بی تاب عشق | در میان انجمن ، پروانه خاکستر شود
(ص ۱٦۸)

● **حسینی** : رضی دانش . سر دفتر سخن سنجان صاحب بینش متخلص به دانش . شاعر و ماهر عالی دستگاه بوده و در عهد شاهجهان پادشاه ، از مشهد مقدس وطن خود ، بهند عبور نموده .

دست گلچین میگرفتم ، دست اگر میداشتم | نیست از سستی، چوگل در پنجهٔ گیرای مرا(۱)
سوار کشتی می باش و سیر کن، دانش ! | ز موج سبزه ، بر اطراف دشت ، طوفانست
بر دیدهٔ آغشته، بخونم صف مژگان | چون حلقهٔ ماتم زدگان گرد شهید است(۱)
(ص ۱۲۵)

● **سرو آزاد** : میر رضی بن میر ابو تراب رضوی مشهدی . شاعر عالی

۱ـ خزانه عامره دارد بجای آغشته آلوده دارد .

جناب است و معنی تازه یاب . زلال فکرش در کمال صفا و شیرینی و نهال بیانش در نهایت نازکی و دل نشینی .

در عهد شاهجهان پادشاه با والد خود عازم هند گردید و در اشتیاق هند گفته :

راه دور هند، پابست وطن دارد مرا چون‌حنا، شب‌درمیان‌رفتن بهندستان، خوش است

بعد وصول هندوستان باریاب محفل شاه جهانی گشت و در شعبان سنه خمس و ستین و الف (۱۰۶۵ه) قصیده در مدح پادشاه بعرض رسانید و دو هزار روپیه صله عنایت شد . بیتی ازآن قصیده اینست :

بخوان بلند ، که تفسیر آیت کرم است خطی که ، از کف دست مبارکش پیداست

و چندی خود را در ملازمان شاهزاده دارا شکوه در آورد و به الطاف خاص نوازش یافت . شاهزاده را این بیت او . . . بسیار خوش آمد . لک روپیه بهای شعر مرحمت نمود .

و ایامی در بنگاله با شاهزاده محمد شجاع بن شاهجهان نیز بسر برد ، از آنجا رخت سفر به حیدرآباد دکن کشید و نزد عبدالله قطب شاه والی آنجا اعتبار تمام بهم رسانید .

میر ابوتراب والد میر رضی هم طبع نظم داشت و فطرت تخلص میکرد و در حیدرآباد سنه ستین و الف (۱۰۶۰ه) بر بستر تراب خوابید . قبر او در دائرهٔ میر محمد مؤمن استرآبادی دیده شد . بر لوح مزار او کنده اند که: این رباعی را دم آخر بنظم آورد :

فطرت! بتو روزگار، نیرنگی کرد ننواخت بمهر خارج آهنگی کرد
آن سینه که عالمی درو میگنجید اکنون ز تردد نفس تنگی کرد (۱)

۱- همین رباعی بادنیٰ تغیر در ماثر الامرا (۲: ۵۸۸) در ترجمهٔ علامهٔ فیضی مذکور است و وفات او در سنه ۱۰۰۴ه افتاده . میر ابوتراب در سنه ۱۰۶۰ه رو داده . پس ازینجا باید فهمید که حقیقت حال این رباعی چیست . (مصحح سرو آزاد)

و رباعی دیگر از میر رضی که در فراق والد خود گفته بر لوح مزار میر ابوتراب تحت رباعی مذکور نقش است.

دانش! مکن اعتماد بر عمر دراز کاید بزمان کم بسر عمر دراز
گیرم که، چو عیسی بفلک بر شدهٔ آید بچه کار، بی پدر عمر دراز

آخرالامر سلطان عبدالله قطب شاه میر رضی را نائب‌الزیاره خود مقرر نموده، در سن اثنین و سبعین و الف (۱۰۷۲ ه) رخصت مشهد مقدس ساخت که در روضهٔ رضویه از جانب سلطان، مراسم زیارت بتقدیم رساند. و در ازاء این خدمت، دوازده تومان تبریزی، سالیانه از سرکار سلطان عبدالله باو میرسید. و نقل فرمان تقرر سالیانه در منشات حاجی عبدالعلی طالقانی — که منشی سلطان عبدالله بود — بنظر رسید.

انتقال میر رضی در سنه ست و سبعین و الف (۱۰۷۶ه) واقع شد. منتخب دیوانش بملاحظه در آمد و این اشعار منتخب گردید:

نمک شناس اسیران، چو از قفس رستند به نخل خانهٔ صیاد، آشیان بستند (۱)
روی ماه نو، بروی بادهٔ گلگون، به بین آب عمر افزا بنوش و حسن روز افزون به بین
در بزم کنم، سیر که جای دگرم نیست از حلقه برون، چون قدح می سفرم نیست
بستار ساز، درین بزم، نسبتی داریم خوشی انید اهل نشاط از ضعیف نالیها
پر حذر، از آفت هم صحبت دیرینه، باش کاش از اول نبودی شیشه با سنگ آشنا
صفحهٔ دشت، بامداد رفیقان، طی کن چون قلم، بی دو سه یاری، بسفر نتوان رفت
کشاده رویی خوبان، در آخر حسن است درین چمن همه جا موسم خزان باز است
متاب رخ، نفسی تا بجای خود باشیم چو عکس آئینه، ما زنده از نگاه تو ایم
شب عید است و میبینم قدح در دست رنگینش شبستان حنا، امشب چراغ روشنی دارد
(ص ۸۹)

● آتشکده: دانش، اسمش میرزا محمد رضی از سادات عالی درجات

۱- از زکی همدانیست:
ستمکشان محبت دم از فغان بستند گره ز جبه کشادند و بر زبان بستند
ترا بنکهت پیراهنش، مضایقه نیست ولی بطالع ما، راه کاروان بستند
نیامدم بنظر دیگری، که چشم مرا بروی دوست کشادند و از جهان بستند

رضویست . ازوست:

نکرد از توام عذر خواه تسلی ببین کز جفایت چه آزرده بودم
وعدهٔ هم صحبتان رفته ، روز محشر است دهر می آید قیامت ، گشته تنهای مرا
بکویش رفتم و در پای دل خاری شکست آنجا بحمدالله که تقریبی شد از بهر نشست آنجا
باغ را ، از رخنهٔ دیوار می بینم ، مباد باغبان تا در کشاید ، موسم گل بگذرد
بامید وصالت در شب هجر نمیخسوابیم چو خون بیگناهان

● خزانهٔ عامره : ذانش ، میر رضی رضوی مشهدی . در طائفه شعرا عمدهٔ اشخاص و صاحب طرز خاص الخاص است . نتائج نو آئینش همه والا نژاد و خوبان مضامینش مستحق خواندن و ان یکاد . درینولا مثنوی مختصری از میر بنظر در آمد ، ازآن بوضوح پیوست که ، والد او میر ابوتراب پیش ازو بهند آمد و میر رضی نخست احرام بیت‌الله بست و مناسک زیارت بتقدیم رساند ، و در آن مثنوی وصف کعبه میکند .

ز خوبی کعبه معشوق جهانست بساط دلربائی درمیان است
برویء ، نو نیازان ، در کشاده چه معشوقانه خود را جلوه داده
جمالش عذر خواه زحمت دشت بگرد آن تواضع مهتران گشت

از حرم مکی رخت بحرم مدنی کشید و بزیارت روضهٔ مقدسه فائز گردید . در وصف روضهٔ والا میپردازد :

همایون قبهٔ سرکوب افلاک بهشت بیگمان عالم خاک
ز حق ، بیگانگان را ، آشنا ساز چو ابرو طاق محرابش خدا ساز
ز دیوارش، فلک را دست کوتاه نهایان، تا بعرش از سایه اش، راه

و بعد زیارت اماکن قدسیه ، در رفتن ایران و هند متردد گشت چون او در هند بود سفر هند رجحان یافت ، درین باب میگوید :

پریشان خاطری، پایم بگل داشت میان هند و ایرانم دو دل داشت
حجر را در بغل پنهان کشیدم درآن آئینه روی کار دیدم
جلا چون از سوادش دیده دادم سیه زنگی هند، آمد بیادم

پدر کز من ، روانش تازه بادا | درآن گلشن بلند آوازه بادا
نشاط آباد غربت بود جایش | فضای هند باغ دل کشایش
شد از تحریک آن سرگشته بلبل | سواد هند برمن سایهٔ گل
حقیقت را بلند آوازه کردم | نمک با نمل سبزان تازه کردم
نگه را حسن گندم گون نصیب است | چو طوطی سبز در ایران غریب است
گهر را قدر در خاک مراد ش | محک بخت آزمایان را سوادش
سوادی دیدنش سرمایهٔ نور | بمردم پروری چون دیده مشهور
ز بس سبز است نخل بوستانش | پر طوطی بود برگ خزانش
رسیدم فصل خوبیهای ایام | هوا برد از سر فکرم سرانجام

میر در عهد صاحبقران ثانی شاهجهان بهند آمد و بدولت ملاقات والد کامیاب گردید و در شعبان سنه خمس و ستین و الف (۱۰۶۵هـ) قصیدهٔ مدح بعرض پایهٔ خلافت بعرض رسانید و بجائزهٔ دو هزار روپیه کامیاب گردید ، بیتی ازآن قصیده این است : . . . .

و چندی با شاهزاده دارا شکوه بسر برده و بالطاف فراوان اختصاص یافت . شاهزاده را این بیت او . . . . . .

بسیار خوش آمد و لک روپیه بهای آن مرحمت نمود . میر چندی در بنگاله با محمد شجاع خلف شاهجهان پادشاه نیز گذرانید . ازآنجا رو به حیدرآباد دکن آورد و نزد عبدالله قطب شاه والی آنجا اعتبار تمام بهم رسانید . میر ابوتراب والد او در حیدرآباد سنه ستین و الف(۱۰۶۰هـ) بساط حیات در نوردید . تربت او در دائرهٔ میر محمد مؤمن استرآبادی ــ که گورستان مقرری ایرانیان است و مردم بسیاری ازآن ولایت درآن بقعه خوابیده اند ــ دیده شد . بر لوح مزار او کنده اند که : این رباعی را دم آخر بنظم آورد :

فطرت! بتو روزگار نیرنگی کرد | ننواخت بمهر و خارج آهنگی کرد
آن سینه، که عالمی درو، میگنجید | اکنون ز تردد نفس تنگی کرد

در رباعی دیگر از میر رضی ، که در فراق والد خود گفته ، هم بران لوح تحت رباعی مذکور نقش است . رباعی :

دانش! مکن اعتماد، بر عمر دراز کاید بزبان کم بسر عمر دراز
گیرم که، چو عیسی بفلک بر شدهٔ آید بچه کار، بی پدر عمر دراز

آخرالامر عبدالله قطب شاه میرزا را نائب الزیارة خود مقرر نموده در سنه اثنین و سبعین و الف (۱۰۷۲ھ) بمشهد مقدس رخصت کرد که در روضهٔ رضویه از جانب سلطان مراسم زیارت بتقدیم رساند، و دوازده تومان تبریزی سالیانه از سرکار سلطان حق‌الخدمت باو میرسید . نقل فرمان تقرر سالیانه در منشآت حاجی عبدالعلی طالقانی — که منشی عبدالله قطب شاه بود — بنظر فقیر در آمد . میر در سنه ست و سبعین و الف(۱۰۷۶ھ) در زاویهٔ خاک آرمید . درین وقت چند ورق از اشعار او بدست افتاد و این ابیات حوالهٔ زبان قلم گردید :

زبسکه مشق سخن ساخت ناتوان مارا گداخت همچو قلم مغز استخوان مارا
نشد که، بوسه بپای هدف، چو تیر دهیم گذشت عمر بخمیازهٔ کمان مارا
ذخیرهٔ بدل از چشم اشکبار نماند شکست شیشهٔ سیماب درکنار مرا
عینکی باید مرا از شیشهٔ می ساختن ناتوانم خواند در پیری خط پیمانه را
در راه انتظار، چو مژگان، شسته ام بر آستان خانهٔ ما ، جای ما بس است
گر ز ابرو چین کشاید دردم بسمل بس است خون بهای کشتهٔ ما خندهٔ قاتل بس است
مردم رنجور مرا روز وصل گریهٔ شادی عرق صحت است
وصل یاران، چون دهد رو، اشک ریزی بدنماست گریهٔ شادی کم از یاران روز عید نیست
مرا که، خندهٔ گل سر بدرد، می آرد دماغ گریهٔ بلبل، درین بهار کجاست
آبروی دودمان تاک، هم برباد رفت دختر رز را عسس صد بار با مستان گرفت
ما و بلبل، عرض چاک سینه میکردیم دوش ناز پرورد گلستان زخم خاری هم نداشت
نو بهار است، هوا مایهٔ عشرت دارد مفت رندی است که می دارد و فرصت دارد
ای هما! از سر ما خاک نشینان مگذر سایهٔ بال تو، بدنامی دولت دارد

چسان از قید این صیاد، آزادی هوس باشد / که پروازی بلندم، تا لب بام قفس، باشد
پرده بر عیب خود ، از دامن صحرا پوشد / هر که ، از سلسلهٔ اهل جنون ، رسوا شد
دلت فصل خزان گر خارخار جوش گل دارد / بگیرآ ئینه در کف، تا بهار رفته بر گردد
چگونه بار بمنزل برد ، مسافر اشک / که رهزن بکمین همچو آستین باشد
تا به پیغام زبانی از تو حرفی نشنود / مهر باید ، بر لب قاصد بجای نامه ، زد
درد دلی بکاغذ ابری رقم زنیم / شاید که پی بدیدهٔ گریان ما برد
نمیدانم چه صیادی، که زیر تیغت، آهو را / چو چشم دلبران، در زیر ابرو ، خواب میآید
دل از حسن جوانی، داشت آرامی ، ندانستم / که‌این‌یوسف ، چوپیری‌کهنه‌گرگی ، درکمین‌دارد
مرد دانا به هنر ، زندهٔ اقران گردد / میوه رنگین چو شد ، از برگ نمایان گردد
نیستم ایمن ، اگر چشمت مرا دل میدهد / صید را صیاد ، آبی وقت بسمل می دهد
دگر زلف سیاهش، درپی تاراج ایمان شد / بفکر رهزنی افتد، سیاهی چون پریشان شد
شاخ رنگینی ز گلبن بر زمین افتاده است / بلبلان شیون بگرد کشتهٔ گلچین کنید
گر آه ندارم بجگر ، شکر که از من / بر دامن آئینه ، غباری نه نشیند
بی تکلف، فیض بخش از خاکساران بگذرد / گو ، بتعظیم نسیم گل ، غباری بر مخیز
میتوان ، در پرتو روشن دلانم ، یافتن / جلوه‌گاه من، چو عکس آئینه آب است و بس
پس از وفات که یادت کند ، بخور غم خویش / چو خون مرده ، سیه پوش شو ، بماتم خویش
تنگ بر بی هنران دور فلک کی گردد / از قفس زود شود بلبل خاموش خلاص
باغبان پیدا چو شد ، خاطر پریشان میشود / جا اگر یابم، چو بو، در غنچه پنهان، میشوم
صبح دیدم، شبنمی بر برگ گل، غلطان بناز / یادم آمد طفلی و دامان مادر ، سوختم
ز ساقی باده میگیرم ، بپای تاک میریزم / ندارم فکر خود ، میخانه را آباد میسازم
در کفم، از باد دستی ، زر نمیگیرد قرار / جامهٔ در نیکنامی ، پاره چون گل میکنم
غم و شادی مساوی‌دان، و باگردون مداراکن / نی کم از قدح عادت بدرد و صاف میناکن
ایکه میخواهی، مرادت از چمن حاصل شود / بلبلی را ، از قفس در جوش گل، آزاد کن
درین رنگین چمن ، چون لالهٔ زرد / غریبم ، در میان هم نشینان
بگذار تا بعکس تو ، عکس آشنا کنیم / گل گشت باغ آئینه ، تنها چه می کنی

(۲۱۷-۲۲۱)

● **نتائج الافکار** : رضی دانش ، رونق افروز بزم ارباب سخن ، میر رضی دانش مشهدی‌الوطن ، که در فنون نظم مقبول فصحای روزگار و بخوش‌کلامی و نیکو تلاشی، منتخب بلغای نامدار بوده . بلاغت، از کلام متینش عیان است

و فصاحت، از اشعار رنگینش نمایان . از وطن مألوف بزیارت مکهٔ معظمه شتافته بتقدیم مناسک حج پرداخت و پس از سعادت اندوزی امکنه متبرکه به زهاب سمت هند و ایران متردد بود . از انجا که ، پدر بزرگوارش میر ابوتراب ازو پیشتر وارد هندوستان شده بود ، سفر هند را اختیار نمود ، و در عهد شاهجهانی بعشرت کدهٔ هند فائز گشته ، بملازمت پدر ذخیره سعادت اندوخت . پستر قصیده مدحیهٔ بعرض پایهٔ سریر شاهی رسانده ، بعطای دو هزار روپیه صله، کامیاب گردید. و چندی بحضور شاهزاده داراشکوه بکمال عزت و احترام گذرانید . شاهزاده را این بیت او .... نهایت پسند افتاد، درجائزه آن لک روپیه عنایت فرمود . بعدهٔ میر چند عرصه در بنگاله با محمد شجاع خلف شاهجهان بادشاه بسر برد و از آنجا رو به حیدرآباد دکن نهاده، پیش عبدالله قطب شاه والی آنجا رشد تمام بهم رسانید . پدرش همانجا در سنه ستین و الف (۱۰۶۰ه) در گذشت . آخرکار قطب شاه میر را نائب‌الزیارت از طرف خود مقرر کرده بمشهد مقدس روانه نمود ، تا از جانب سلطان لوازم زیارت در روضهٔ رضویه بجا آرد . و دوازده تومان تبریزی سالانه از سرکار سلطانی بوی میرسید . آخرالامر در ست و سبعین و الف (۱۰۷۶ه) بدارالبقا خرامید . این چند بیت که از کلامش بملاحظه در آمده ، درین اوراق ثبت افتاد :

سوختیم و جوهر ما ، بر کسی ظاهر نشد — چون چراغان شب مهتاب، بیجا سوختیم

همچو بوی گل، که مبیبند درین بستان مرا — ناتوانی کرده است از دیدها پنهان مرا

فصل گل است جوش بهار سخن مرا — گل کرد ، همچو غنچه ، زبان در دهن مرا

مست نظارهٔ چمنم میبرد نسیم — چون بوی گل، بدوش درین انجمن مرا

رنگ گل پرتو روئیست ، درین بستان کیست — در پس پردهٔ گلهای چمن، پنهان کیست

شمع درآتش، ز تاب روی نور افشان کیست — درمیان انجمن ، پروانه سرگردان کیست

کعبه را دیدم، دلم از درد تنهائی گداخت — مجلس آرائی که، ماراخواند، خودمهمان کیست

گر سرمه، لاف نسبت مژگان زند ، بجاست
از خاک، بر گرفتهٔ چشم سیاه اوست
سینه‌صافان راست بیش‌از خود غم محنت کشان
آب مینالد ازآن باریکه برپشت پل است
ابر اگر در وادی لیلی نبارد، گو مبار
دامن صحرا، هنوز از گریهٔ مجنون تر است
چنان بینم که می را، محتسب بر خاک میریزد
دمی لرزد دلم برگی اگر از تاک میریزد
راز پوشیدن نیاید دانش از بیتاب عشق
درمیان انجمن پروانه خاکستر شود
چنین مست از شبیخون گلستان، که میآئی
که بوی خون گل ، از دامن پاک تو میآید
بپای گلبنی، از آشیان می افگنم، خود را
که‌ترسم، برگ‌گل بر خاک ریزد، تا پرم روید
بدام اضطراب آن ناتوان مرغم، که میهماند
ز من مشت پری، تا بر شرم صیاد می آید
متاب رخ ، نفسی ، تا بحال خود باشم
چو عکس آئینه، ما زنده ، از نگاه تو ایم
روز وصل تو، گم کنم خود را
نو بدولت رسیده را مانم
(ص ۲۲۶)

● **شمع انجمن** : دانش ، میر رضی مشهدی بن میر ابو تراب شاعر عالی جناب ست و معنی تازه یاب . زلال فکرش درکمال صفا و شیرینی و نهال بیانش در نهایت نازکی و دلنشینی . در زمزمهٔ سخنوران عمدهٔ اشخاص است و صاحب طرز خاص‌الخاص . نتائج نو آئینش همه والانژاد ، و خوبان مضامینش در خور قراءت وَ اِنْ یَکَادُ . احرام خانهٔ خدا بست و مناسک زیارت بتقدیم رسانید و در عهد شاهجهان پادشاه با والد خود بهند آمد و در اشتیاق هند گفت . . . قصیدهٔ مدح بعرض پایهٔ خلافت رسانید، دو هزار روپیه جائزهٔ یافت ، بیتی ازآن قصیده این است . . .

و چندی با دارا شکوه سر برد و بالطاف خاص نوازش یافت . شاهزاده را این بیت او ، بسیار خوش آمد و لک روپیه بهای آن مرحمت فرمود . این است : . . . . (ص ۱۴۶)

۶۶ـ درویش ، پندت رام ناته تیمنی

● **بهار گلشن** : شرح حالش در دست نیست ، این اشعار ازوست :

ای قبلهٔ دو عالم و ای کعبهٔ زمن! وی آنکه، رحمت تو بهر کس فرا رسید
خواهم که، زحمتت دهم، از سرگذشت خویش وینست، آنچه بر سر من، از قضا رسید
ای قدردان! هنوز ندیدم رخ رفاه هان دست من بخدمت شایسته نا رسید
لب آشنا به آه نکردی چو نی، مگر نشتر به استخوان دل از درد ها رسید
حیفی که، از فلک به من زار رفته است من دانم و دلم، که به دام جفا رسید
بیا! بیا! که به چشمان منتظر یک دم ز خاک پای تو، سازیم توتیا امروز
کجا من و ز کجا همچو طالع بیدار مگر به خواب تماشا کنم دلا امروز
بجنون، شد تمام کار خرد مرض عشق را، دوا چه کنم
مرغ بی بال و پرم ای طوطیٔ شیرین زبان خوش نوا بلبل، به شوق نو گل روی توام
شرق تا غرب، بلائی زده سر میبینم وز دکن تا به شمال، آفت و شر میبینم
یا اله! این چه غضب، پیش نظر میبینم این چه شوریست، که در دور قمر میبینم
همه آفاق، پر از فتنه و شر میبینم (۲ : ۸۸۵)

۴۸ـ دل، پندت نراین

● **ملخص ریاض‌الوفاق** : پندت نراین ، دل تخلص . جوانی روشندل موزون طبع کشمیری نژاد است .

نثری در مدح نواب وزیرالممالک سعادت‌علی‌خان بهادر گفته . در حقیقت در سفته ، که در نسخهٔ ــ بهارستان ضمائر ــ رنگ ترسیم است .

بالفعل آن سرمایه هنروری وارد بنارس و در انجمن همدم و همنفس است . طوطی طبعش در فارسی و هندی شکر شکن است و باهنگ حجازی چنین چهچهه زن :

ای ذکر تو، بر زبان جانها در وصف تو، در فشان، دهانها
از گرمی خون دل، بهردم آتش زده ام، بگلستانها
سر دهنت چو بهیچ نکشود گشتند خموش نکته دانها
زین شعلهٔ آه من، بر آورد دود، از دل هفت آسمانها (۳۴)

۷۹- دوست، ملا دوست محمد کشمیری

● **گل رعنا** : ملا دوست محمد کشمیری . در بازی شطرنج مهارت داشت هم دران ایام (در بنگاله) در گذشت :

ای خوی کجت نماز جان را محراب ابروی تو مسجد جهان را محراب
گردید بگرد ما ، فلک خم ، یعنی هرسو است نماز عارفان را محراب(۱)
(ص ۶۸۳)

● **صبح گلشن** : دوست ، دوست محمد کشمیری . از موزونان خطهٔ کشمیر ست و در شطرنج بازی شاطران دیگر را باوی نسبت پیادگان با وزیر. در عهد شاهجهان بمیدان سخن سنجی جواد(۲) طبع میدوانید و برفاقت بعضی امرای شاهی اوقات می گذرانید :

بلا ست ! از تو بما ، هر زمان جفای دگر جفا که ، بر دل ما میکنی بلای دگر
(رباعی دارد ص ۱۶۵)

۸۰- دیده، مغول آغرخان

● **سفینهٔ خوشگو** : دیده مغول، دیده تخلص . مخاطب بآغر خان از امرای تورانی بوده . در ین عهد پنجهزاری منصب داشته . چندی صوبدار کشمیر جنت نظیر بود . در سخن فهمی و خوش نویسی سلیقه درست داشت . خان صاحب آرزو مندان — ابقاه الله تعالی — بنا بر ربط آشنائی، این مصرع مشهور بنام وی تضمین فرمود :

ترا دیدیم و صایب را شنیدیم شنیده کی بود مانند دیده

ظاهرا — تذکرة الشعراء — نوشته در احوال معاصرین، اما به فقیر نرسیده .

۱- صبح گلشن دارد.
۲- اسپ تندرو.

چند سال است که از عالم گذشته . از اوست :

تاتار تو، زه کرد کمانی بکمینی یک صید نیا سود، زمانی بزمینی(۱)
دیده غیر ترا نمی بینند یک قسم صد قسم هزار قسم (۲) (۲۵۵)

● **تاریخ اعظمی** : آغرخان دیده مغل ، بنظامت کشمیر رتبه افزای فخر و مباهات و شوکت شد . پسر آغر خان کلان . در صوبه داری او همراه عنایت‌الله خان بکشمیر آمده بود . تا رسیدن خود، میر صدیق خان بخشی را که نواسهٔ شاپور خان است . . . . . . نائب کرد .

آغر خان اوائل ذی‌الحج سنه مسطور(۱۱۳۹هـ) داخل کشمیر شد . پنج و شش ماهی باستقلال مزاج کارفرمای بندوبست بود و اظهار حسن نیت و صفای طویت مینمود و اکثر نزد راقم حروف ــ که مقرب گذرانیدن تاریخ قدوم و بسلسلهٔ شعر و سخن مربوط بسیار بود ، در خلوت ، این شعر میخواند :

الهی! چو بر نیتم، آگهی چو نیت بخیر است، خیرم دهی

بحسب تقدیر ، چندی عزیزان بد تدبیر راغب راهزنی او شده طبعش را بانحراف آورد و هادی طریق ضلالت و غول بیابان جهالت گشتند، دائرهٔ سامع اش را، بدعو یهای بی سر و دم از هوش بردند و نائرهٔ طائفه اش را بوعدهٔ خون مردم بجوش آوردند . نیتش برگشت و خلاف عهد و قول و قسم ــ که بحضور راقم حروف‌کرده بود ــ پیش گرفت . اول که ابوالبرکات

۱ـ مردم دیده دارد.

۲ـ مردم دیده و تاریخ اعظمی دارد.

۳ـ آغر: بفتح غین. رود خانهٔ خشک، خشک رود ، مسیل که پس از گذشتن سیلاب در جاهای آن اندک آبی مانده باشد. مثال از عمعق :

فرازش پر از خون چو کوه تبر خون نشیبش ز اشکم چو ارغاب و آغر
(عمید ص ۶۸)

خان را که محلی خود میدانست، پیشکاری خود غافل ساخته یک شبی گرفتار نموده بهندوستان روانه ساخت. دست تعدی و تطاول بمال مردم، خصوصی بعض اعیان ــ که حق خدمت آنها داشت ــ انداخت، و بیرحمیها و نا انصافیهائی بکار برد. و از نقد و جنس هرجا که سراغ یافت، بیمحابا آورد و خورد. عالمی را بیوجه و بیجهة متضرر کرد. ازین جهة درحضور، نالش مردم بسیار رسید. نزد پادشاه بحمایت روشن‌الدوله ظفرخان (۱) بخشی سوم که واسطهٔ نظامت و مربی او بود، مؤثر نشد، ناچار مردم کشمیر، که اطوار او بستوه آمده بودند، اجتماع و اتفاق نموده کمر بر دفع او بستند. زیاده بر دو ماه بمقابله و قابو جوئی طرفین گذشت. درین بین روشن‌الدوله هم درحضور تنبیه غیبی خورده. چون روز چهلم، از وظیفه خوانی مردم کشمیر کتهرهٔ سوداگران مقید بودند، صفرخان در مسجد جامع دهلی، پاپوش کاری سخت از دست مردم وزیر خورد. آنرا از آه و نالهٔ مظلومان دانسته مجوز تغیر آغر خان شد. اما بیش از ورود حکم، مردم شهر قافیه اش را تنگ کرده اورا مغلوب ساخته بودند. سنه دهم رمضان سنه چهل و یک (۱۱۴۱ھ) بمغلوبیت، براه باره موله، روانه هندوستان شد.

طبع موزونی داشت این غزل وقت تحریر مناسب دروغگوئی و خلاف عهد او بقلم آمد:

بخم ابروئی نگار قسم بدم تیغ آبدار قسم
خط تو آیت هدایت شد بسر مصحف غبار قسم
کار شمشیر میکند ابرو بعلی و بذوالفقار قسم
دیده، غیر ترا نمی بیند یک قسم صد قسم هزار قسم

۱ـ خواجه مظفرالمخاطب بروشن الدوله ظفرخان بهادر رستم جنگ با وفا بن خواجه عبدالقادر از اعاظم امرای عصر و اجواد دهر، پنجشنبه ۱۲ ذی‌الحج (۱۱۴۸ھ) بشاهجهان آباد فوت شد. عمرش ۵۷ سال و کسری (تاریخ محمدی ص ۹۲)

عمدة الملوک امیرخان تعلق نظامت از تغیر آغرخان گرفت و نیابت باز بابوالبرکات خان که بحضور رسیده بود، مرجمت شد. مشارٌالیه تا رسیدن خود بکشمیر، خلیل‌الدین برادر یادگارخان را نائب کرد. اواسط سال چهل و دوم (۱۱۴۲ﻫ) ابوالبرکات بکشمیر رسید. (ص ۲۴۲)

● **تاریخ محمدی** : دیده مغل ، مخاطب بآغرخان بهادر ترک جنگ بن امام قلی آغرخان مخاطب بآغرخان ، از امرای عصر در رمضان (۱۱۶۰ﻫ) شاهجهان‌آباد فوت شد. عمرش قریب هفتاد سال. پدرش در سنه (۱۱۰۲ﻫ) گذشت. (ص ۱۳۷)

امام قلی آغر مخاطب بآغرخان، از کبار امرای عالمگیر شاهی در هنگامی که بحضور میرفت ، در صوبهٔ اله‌آباد بر دهی تاخته ، کشته شد (۱۱۰۲ﻫ) سه هزار و پانصدی. (ص ۳)

● **مردم دیده** : دیده مغل ، دیده تخلص ، مخاطب به آغرخان بهادر ترک جنگ ، پسر کوچک آغرخان بزرگ است. از قوم ترکمان. والدش از امرای شاهجهان بود. در عهد عالمگیر پادشاه بمنصب چهار هزاری امتیاز داشت ، و بشجاعت و سخاوت مشهور بود. بعد فوت پدرش ، بجای پدر نشست. در سلطنت محمد شاه بمنصب هزاری و داروغگی گرز برداران ممتاز شد و بعد آن بصوبه داری کشمیر سرافراز گردید. سابق ازین چندی برفاقت نواب دلیرجنگ بلاهور هم گذرانیده. عبدالرحمان خان مرحوم برادر بزرگ این کهتر ، نسبتی به نواب مذکور دارد. یعنی صبیهٔ تنگری بردیخان — که ابن عم حقیقی و برادر عروس نواب موصوف است — در عقد عبدالرحمان خان بود. و این امیر عالی جاه صاحب دیوان ضخیمی است و نزد بعضی کم تتبعان

دیوانش خیلی اعتبار دارد ، لکن بر صاحب مذاق معلوم است . بهرحال این شعرش ــ که چون مصرع خدنگ از بحر کمان فکرش برجسته و بدلها نشسته ــ اشتهار تمام دارد و نظر بر ین که ظهوری گفته است :

بیک بیت شاعر مسلم بود اگر مصرعش مصرعی هم بود

باآنکه خان، و نواب واله (۱) ذکر این مرد بزرگ و میان محمد پناه قابل(۲) باوجود موجود بودن بشاهجهان آباد ، در تذکره خود نیا ورده ، این فقیر ثبت نمودن احوال این هر دو عزیز ، لازم دانست . شعر مذکور که مشهور است ، اینست :

ابروی تو، زه کرد کمانی بکمینی یک صید نیا سوده، زمانی بزمینی

در سنه هزار و صد پنجاه و سه (۱۱۵۳ه) در جهان آباد، بتقریب قرابت برادرم مرحوم ، روزی بخانه اش رفتم . صحبت شعر درمیان آورد، این بیت خود می خواند و خود تحسین میکرد و میگفت : میرزا زکی ندیم تخلص ، از ندمای معتبر نادر شاه ، این بیت مرا شنید و گریست و گفت: ــ سبحان‌الله در هند هم این قسم عزیزان هستند !ــ بیت اینست :

دیده غیر ترا نمی بیند یک قسم صد قسم هزار قسم

من ساکت ماندم . آخر شعر ترکی شروع کرد و بفقیر گفت : شما زبان ترکی میدانید ! گفتم : یوغ ! گفت : خیر ! ترکی تمام شد ! و برخاستم و من بعد نرفتم . تقریرش خوب بود و دیگر بس، خدایش بیامرزد . (۱۶۳)

● **عقد ثریا** : دیده ، آغرخان دیده تخلص. از شرفای توران و عمده‌های قوم مغل است . در آوان دولت فردوس آرامگاه پنجهزاری ذات عز امتیاز داشت و اکثر به کابل میبود . گاه گاهی فکر سخن میکرد . (ص ۲۶)

۱- یعنی خان آرزو و علی قلی واله داغستانی.
۲- (؟)

● **صحف ابراهیم :** آغرخان، دیده تخلص . در عهد محمد پادشاه صوبداری کشمیر سرافراز و از معاصران سراج الدین علی خان آرزو بود . (۱۴۷ ب)

● **نتائج الافکار :** آشفتهٔ کلام نغز و تلاش پسندیده، نواب آغرخان متخلص به دیده ، که اصلش از قوم ترکمان است . پدر بزرگوارش در سلک امرای شاهجهان انخراط داشت ، و در عهد عالمگیری بمنصب پنج هزاری و بخطاب ترک جنگ سر عزت بر افراخت و چندی بنظامت صوبه کشمیر هم پرداخت. خان آرزو این مصرعهٔ مشهور را بنامش تضمین کرده :

ترا دیدم و صائب را شنیدیم شنیده کی بود مانند دیده

آخر الامر ، در سنه اواسط مائة ثانی عشر، دیده بتماشای عالم آخرت کشاد.

محمد علی خان متین کشمیری که تذکرةالشعرائی مسمی به — حیات الشعراء — بنامش نگاشته ، ازآن چند بیت از افکارش نگارش یافت :

معموری حسن تو، ز ویرانی دلها جمعیت زلفت، ز پریشانی دلها
شیشهٔ دل ز اثر نالـه شکست از نسیمی ورق نالـه شکست
گر تو ساقی شوی! ای عهـد شکـن میتوان توبهٔ صد سالـه شکست
فریاد من، ازچشم سیاهت، بفلک رفت این طرفه که ، از سرمه شد آواز رساتر
(ص ۲۵۰)

● **شمع انجمن :** دیده نواب آغر خان ترکمانی . درعهدعالمگیری بمنصب چهار هزاری افتخار اندوخت . و در زمان محمد شاه بمنصب پنج هزاری و خطاب ترک جنگ سر عزت افراخت و چندی بنظامت صوبهٔ کشمیر هم پرداخت . متین کشمیری تذکرهٔ — حیات الشعراء — بنام وی نگاشته . در اواسط سنه (۱۲۰۰ ه) دیده بتماشای آخرت کشید . این ابیات ازوی دیده شد : (چهار بیت دارد که تحت نتائج الافکار آمده ۱۵۷)

۸۱- ذاکر، محمد ذاکر کشمیری

● **ریاض الوفاق** : محمد ذاکر کشمیری، المتخلص بذاکر. با راقم آثم بنای اتحاد و محبت راسخه بمستحکم داشت و از طرفین نشاط یکتا دلی ممهد و ابواب منافرت و بیگانگی منسد بود. از فرمائش مربی الفضلاء مهاراجا اودت نراین سنگهه بهادُر دام بقا — مثنوی پدماوت — بکمال فصاحت و بلاغت شروع کرده، هنوز باتمام نرسانیده بود که، کاتب قضا بر نسخهٔ عمرش قلم اختتام کشید.

بهار فکرش چنان گل میدهد :

چنان افروز یا رب! شعلهٔ شور نهانم را / که آتش بر زند چون شمع مغز استخوانم را
دری از بستن مضمون، کشا بر روی فکر من / ز معنیهای روشن، آب ده تیغ زبانم را
تنم از ضعف چندان کاست، آمدچون اجل، جوید / کـه در پیراهنم هـرگز نمی یـابد نشانم را(۱)
منم، آن بلبل آتش نفس، ذاکر! درین گلشن / که هـردم شعلهٔ آواز سوزد آشیانم را
(ص ۳۶)

● **روز روشن** : ذاکر، خواجه محمد دائم (؟) کشمیری ست، که در ابتدای شباب از وطن بلاهور و دهلی رسید و ازآنجا بشهر بنارس آمده زن گرفته توطن گزید. و تا ملک نچین بسیاحت پرداخت. و در مدح راجهٔ بنارس قصیده موزون ساخت، بهمان ذریعه ملازم سرکار راجه گردید و حسب الحکم راجه بترجمهٔ —پدماوت— اشتغال ورزید، نوبت تکمیلش نرسیده بودکه بعمر شصت و پنج (۶۵) سالگی رخت ازین سپنج سرای بیرون کشیده. دیوانی مختصر یادگار اوست :

میرود کی طرح تعمیر جنون، از یاد ما / میشود محکم، ز سنگ کودکان، بنیاد ما

۱- شاعری گفته است :

تنم از ضعف چنان شدکه، اجل جست نیافت / ناله، هر چند نشان داد که: در پیرهن است

آنچه بود ، انجام کار کوه کن، آغاز ماست — تیشه اول ، بر سر خود میزند، فرهاد ما
بر دلم از هیچکس، ذاکرا غباری ره نیافت — سینه صافم دوستدارم دشمنان خویش را
نه همین جام جم و ملک سلیمان بطلب — هرچه خواهد دلت ، از همت مردان بطلب
گوهر، از دجله و عمان، بکف آری! لیکن — آبرو بهر خود، از دیدهٔ گریان بطلب
قاصد آه از دیار دل ، خبر آورده است — ارمغانی بهر ما لخت جگر آورده است
ز صید لاغر من پهلوی دامش نشد فربه — خجالت میکشم چون بر سرم صیاد می آید
امروز زدی بر دلم، از ناز، خدنگی — قربان کمال تو شوم ! باز خدنگی
(ص ۲۲۶)

۸۲ـ ذاکر ، پندت دهرم نراین

● **روز روشن** : کشمیری الاصل دهلی مولد و موطن است . طبع موزون و ذکاوت مشحون دارد. بعرصه نظم فارسی قلم علم میسازد :

پادشاهیم و غمت ، مایهٔ سلطانیٔ ما — هر جگر پارهٔ ما ، لعل بدخشانیٔ ما
زلفت آشفته، ندانیم چنین، از پیٔ چیست — گوش کرد است مگر حال پریشانیٔ ما
در بغل مصحف ! و دل در گرو مهربتان — وای بر ما ! اگر این است مسلمانیٔ ما
(۲۲۶)

۸۳ـ ذره ، میرزا محمد سمیع

● **عقد ثریا** : مرزا محمد سمیع ذره پسر محمد شفیع اکبرآبادی . بزرگانش اهل خطه بودند و خودش در لکهنو تولد و تربیت یافته . جدش از مردم کشمیر بود . در عهد خلد مکان باکبر آباد نقل کرد و والدش در مستقر الخلافه متولد شده . خلاصه نسب آنها مرزا ست. غالب که اصل ایشان از ایران زمین باشد و خودش هم میگوید که : وطن آبای ما یزد است ! محتمل که از یزد بکشمیر آمده باشد . بالجمله مرزایٔ مزبور در سرکار نواب وزیرالملک نواب شجاع الدوله بهادر(۱) به امر طبابت عز امتیاز داشت . بعد رحلت نواب مغفور در آوان

۱ـ شجاع الدوله ، نواب جلال الدین بن منصور علیخان صفدر جنگ . در (۱۱۴۳هـ) بدنیا چشم کشود و در ذی الحج (۱۱۶۷هـ) بعد از فوت پدر ولایت اوده یافت . بتاریخ ۲۲ ذیقعد ☜

نواب آصف الدوله بهادر بسبب انقلاب هوای زمانه ، محمل سفر را بزیارت عتبات عالیات بسته ، عازم کربلای معلی شد ، تـا آنکـه رفت و باز آمـد و بار دیگر قبائل و عشائر خود را از لکهنو در همان ارض طیبه برده رحل اقامت افگنده . چون ـــ رسالهٔ عروض و قوافی ـــ از میر شمس‌الدین فقیر ، که مؤلفش نیز میر موصوف است ، خوانده و بعضی غزلها هم درآن روزها از نظرش گزرانیده تهمت شاگردیش باین تقریب برخود بسته درست ساخته ، و در شعر بزعم خود به تتبع اهل زبانان و شسته گویان خیلی غلو دارد . دیوانش در لکهنو نیز از نظر فقیر گذشت . ورای قصائد و رباعی و ترجیع ، مجموع هزار شش صد بیت دیده شد . (۲۸)

۸۴ـ ذکا ، پندت آفتاب بهان

● ادبی دنیا : در عهد آزاد خان حاکم کشمیـر (۱۱۹۹هـ - ۱۱۱۲هـ) زندگانی میکرد . این چند بیت ازوست :

مـدعای هر دو عـالم ، یافتـم — جان جان و ذات آدم یافتم
جان جان را دیده ام در جان‌خود — من همه دریا درین نم یافتم
در مکان خلد هم آرام نیست — لا مکان را جـای بیغم یافتم
جان جان خویشتن ، در خویشتن — از دل و جان تا گذشتم یافتم
بحر وحدت را درون خود ، ذکا — کـوزهٔ تن تـا شکستم یافتم
(ص ۲۲۳)

۸۵ـ راحت ، میر عبدالرسول کشمیری

● روز روشن : میر عبدالرسول کشمیری . کلامش راحت بخش جانهای

☜ (۱۱۸۸هـ) ازین دنیا رخت بربست . در فیض آباد دفن شد ، و پسرش آصف الدوله پادشاه اوده شد . (قاموس المشاهیر ۲ : ۱۲)

مشتاقان است :

ز گلشن چون جدا شد، تازه دارد آب نرگس را
چو چشمم دور ماند از عارضت آن به که تر باشد
سر من، یارب! از زیر گریبان، کی برون آید
فغانم تابکی از آستین، چون نی، برون آید
(ص ۲۳۲)

۸۶- رازی، عاقل خان

● کلمات‌الشعرا (۱) : عاقل خان رازی . در عنفوان جوانی مشق شعر راست براست بطور قدما بسیار کرده . کتاب — مرقع — در زمین مثنوی مولوی بتقلید عارفانه گفته . پیشتر رسالهٔ — امواج خوبی — بنظم در آورده چند تصنیف دیگرهم دارد . این دو بیت ازوست :

عشق که، آسان نمود، آه چه دشوار بود
هجر که دشوار بود، یار چه آسان گرفت
تنها نشسته ایم و طلبگار چون خودیم
مکتوب اشتیاق بعنقا نوشته ایم
(ص ٦۷)

● مجمع النفائس : عاقل خان رازی تخلص . نام اصلی او میر عسکری است و نام والد میر محمد تقی، عاقل خان خطاب داشت، از جناب محمد اورنگزیب عالمگیر پادشاه . از عهد شاهزادگی نوکر بود، چون نوبت سلطنت بمحمد اورنگ زیب رسیده بدرجهٔ امارت ارتقا نمود . باوجود جاه و منصب، مشرب داشت و بسیار کم اختلاط و بی پروا کسی بود . لهذا چندین مرتبه استعفای

۱- در حاشیهٔ چاپ لاهور بحوالهٔ نسخهٔ (ب) ثبت است که : اینجا نسخه ب این عبارت دارد . نواب عاقل خان رازی صاحب صوبه دارالخلافة شاهجهان آباد، امیر با تدبیر،عادل،انصاف گستر،رعیت پرور،نیک نیت،سخن شناس،صوفی مشرب است . خلق خدا در احسان و الطاف او آسوده و مرفع‌الحال درعالم جوانی مشق شعر بسیار کرده. کتاب —مرقع— در زمین مثنوی مولوی روم عارفانه فرمود . — گل و بلبل — شمع و پروانه — قصهٔ پدماوت و مدهمالت — را بنظم آورده . در آن داد سخنوری داده . خداش دیرگاه دارد .
(ص ۴۰)

این همه مراتب نمود ، و بادشاه نظر بر حقوق خدمت و قدم روابط و کمال اعتماد، قبول نفرمود. مدتی مدید صوبدار دارالخلافة شاهجهان‌آباد دهلی بود و در همین جا برحمت حق پیوست.

و سبب رازی تخلص کردنش آنست که، وی مرید بلا واسطه ، جناب قطب فلک هدایت و مرکز دائرهٔ ولایت . . . . مشرب توحیدش مصداق لا برهان له و معتقد مقاله تحقیقش درس خوانان قول همه اوست ، هادی مطلق راهنمای برحق، دلیل الاتقیاء برهان الاولیاء، حضرت شیخ برهان برهان پوری قدس سره ــ که از جناب حضرت صمدیت راز الهی خطاب او بوده است ــ و سلسلهٔ آنحضرت بچند واسطه بقطب الاقطاب و غوث الاسلام شیخ‌حمیدالدین عرف شیخ غوث محمد گوالیاری عطاری قدس‌سره صاحب‌کتاب ــجواهرخمسهــ و ــ کلید مخازن ــ وغیرهما و بچند واسطه جد مادری فقیر راقم حروف سراج‌الدین علی آرزو بآنجناب میرسد. حاصل کلام رازی مذکور، در سخن‌گوئی سرآمد و کلامش مملو است بجواهر معارف. چاشنی که از اشعارش نصیب ذائقه آگاهی میشود ، از سخن کم کسی دست بهم میدهد . و چون طرز و طور او مشابه و مانا به پیر رومیست ، قدس‌الله سرهٔ ، بعضی از شعرای معاصرش ــ که نمک گیر بی مذاقی بودند ــ آنرا نمیپسندند . ازآن جمله است ، آنچه ملا سرخوش در ــ کلمات‌الشعراء ــ نوشته که: رازی در عنفوان جوانی مشق شعر کرده کتاب ــ مرقع ــ در بحر مثنوی مولوی بتقلید عرفاء گفته . و چند تصنیف بی مزه دیگرهم دارد. و بعد خواندن ابیاتی، که نوشته میشود ، بر سخن فهم ظاهر میشود که این همه از عالم شاعر پیشگی بلکه گدا شاعری است ! لهذا در کتاب مذکور جای دیگر هم مذمت او کرده بسبب نیافتن صلهٔ شعری که گفته . بهرحال اشعار

رازی اینست :

خیال روی جانان، رازی! اندر دیدهٔ گریان   بران ماند که ، باشد گوهر نایاب در دریا
پای طلب براه نه ، شرط ادب نگاهدار   چون که، تو کردی اختیار تهمت اختیار را
در هر دو جهان وصل تو، باشد هوس ما   ماند هوس ما و نماند نفس ما
سر مست جام نیست ، دل جرعه نوش ما   مستی ما ست از نگه میفروش ما (۱)
از عشق‌ماست، در دل زخمی، نه جوش می   از نشهٔ می است، ازان روی جوش ما
شکر خدا که ، میکده آمد مقام ما   مستانه ریخت ، ساقی ما می بجام ما
ای هوشیار! ما بتو کی اقتداء کنیم   مستیم ، پیر میکده باید امام ما
زاهد! چو من حلال شناسم ، حرام تو   بر خود ، چرا حلال ندانی ، حرام ما
من و رسم سبکساری و راه پیر شطاری   چه نسبت تا گران باری فقیر لا ابالی را
نبازد دوست با هر بوالهوس مرد محبت را   نمیسازد حریف خود مگر مرد محبت را
صبا ! بگو نگه آموز چشم لیلیٰ را :   خرابه کرد چو مجنون، تو کردهٔ مارا
چو با حبیب ، بگلگشت سرکشی ، یاد آر   ز پای خار مغیلان کشان صحرا را (۲)
دلم گرفت چو رازی! ازین گرفت و گذشت   گرفت دامن یار و گذاشت دنیا را
در موت و بعشم دارد مذبذب   خونریزی چشم ، جان بخشی لب
ای شمع! مائیم در سوز و گریه   تا شام هر روز تا صبح هر شب
میخانه رفتیم ، ساغر کشیدیم   اینست مذهب! اینست مشرب!
رازی میندیش ، از دوری خویش   اندیشهٔ کن ، در نحن اقرب
بخویش در سخنم روز مثل دیوانه   مگر بخواب بری در برم در آمد شب
بسا بیدار خواهد ماند و بس بیدار خواهد شد   چه‌شد، کز بر درت ای‌سیمبر! چشم‌غنود امشب
چه تأثیراست رازی! حسن بالادست ساقی را   که دست محتسب از دست ما ساغر ربود امشب
دستی بسینه ام بنه ، ای ناصح و ببین   در سینهٔ منست دلم، یا بدست دوست
دل در جهان مبند ، که این زال بی خطاط   هم بستر پسر بشود ، چون پدر گذشت
گوشهٔ‌چشمی، چو مستان بر دلم افگند، وگفت: عاقبت، این شیشه از مستی ما، خواهد شکست
رازی‌آن‌ساعت که برکف جام لب خواهد گرفت   توبهٔ اهل ریا، بهر خدا خواهد شکست
از طبیبان، نسخهٔ داروی درد دل، مجوی   این دوا، جز در دکان حضرت عطار نیست
گرچه دل بردن ز دست من ترا آسان نمود   لیک جان دادن مرا در عشق تو دشوار شد

۱- شمع انجمن دارد .
۲- حافظ گوید :
چو با حبیب نشینی، و باده پیمائی   بیاد آر ، حریفان باده پیما را

نه مرا کرد، رقیب از سر کوی تو، جدا
اول این حادثه، بر آدم و حوا بگذشت
بیا که! جان بلب از انتظار آمد و رفت
بیار باده! که فصل بهار آمد و رفت
کسی که، عشق نورزید تا دم آخر
ازو بپرس که بهر چه کار آمد و رفت
هزار راهرو چالاک آمدند و شدند
دلی نرفت ازین رهگذار آمد و رفت
آنچه منصور همیگفت بزندان هم گفت
در قفس نیز لب طوطی گویا گویاست
کس ندانست که مجنون، چه صدا کرد بدشت
که صدای جرس قافله، لیلی! لیلی! است
صید دل را، زلف او، دام بلاست
در قفا کاکل، بلای دیگر است
نوجوانی، گفت بازاری، بطنز
عشق بازان را خدائی دیگر است
من شعلهٔ مهرش، بدل افروخته دارم
در خانهٔ درویش چراغی به ازین نیست
تا گرفتم گوشه، نقش بوریا زنجیر پاست
تا گزیدم خاکساری، نقش پا زنجیر پاست

و این غزل در جواب غزل زیب‌النساء بیگم صبیهٔ محمد اورنگزیب عالمگیر پادشاه گفت. و بیگم شاگرد ملا محمد سعید اشرف مازندرانی بود. و بیت غزل بیگم که کمال شهرت دارد این است:

گرچه من، لیلی اساسم! دل چو مجنون، در نواست
سر بصحرا میزدم، لیکن، حیا زنجیر پاست

رازی:

دامن وصل نگار، دست امیدم نیافت
چاک گریبان من، دامن دامان گرفت
عشق که آسان نمود، آه چه دشوار بود
هجر که دشوار بود، یار چه آسان گرفت
از سر زلف تو، هر عقده که دل داشت، کشود
بوالعجب زلف، گره در گره عقده کشاست
پروانهٔ دل سوخته، با شمع چه خوش گفت:
میسوزم، ازین غم که، تراهم سحری هست
آن روز که، منصور بر آمد، بسر دار
دریافت که، بر نخل محبت، ثمری هست
غافل ز تغافل مشو! ای رند نظر باز
دریاب که در عین تغافل نظری هست
گویند که: بر خسته دلان سخت نگیری
ای دوست! ببین خسته تر از من دگری هست
در حلقه های زلف تو، دل رفت وشد خراب
یک راست رو، چه چاره کند، با هزار کج
رازی تو، راستبازی خود را، مهل ز طبع
هر چند باخت یار کج و روزگار کج
روایت است که: می هرکجا دواست رواست!
مرا به نیست رفع خمار، باید خورد
درین چمن، چو نظر بر گلی کنی، رازی!
هزار سر زنش، از نوک خار، باید خورد
کسی مستم همیخواند، کسی هشیار میداند
اگر مستم و گر هشیارهستم، تاچه پیش آید
از هر چه که بود! دل، خبر داشت
جز عشق، که بیخبر در آمد

در عشق توای دلبرا! دین هم شد و جان هم شد
دیگر تو چه میخواهی! این هم شد و آن هم شد

دل که دریاست، قطره آسا شد
قطرهٔ اشک، رفته دریا شد

هرکس، از سرو گفت، من ز قدش
سخنم راست بوده، بالا شد

جانم، هدف تیر بلا شد، چه بجا شد
بی سر، سپر راه فنا شد، چه بجا شد

هر درد که، در روز ازل بود، مقرر
آن جمله، نصیب دل ما شد، چه بجا شد

عاشقی و مفلسی و بندگی و بیکسی
این همه اسباب عیش، از بهر من آماده شد

نگارا! تا غمت گنجیده در دل
غم دنیا و مافیها نگنجد

در سینهٔ دل تنگم، با یار نمیگنجد
در خانه چو یار آمد، اغیار نمیگنجد

شاه از عمل خود را، بر بنده نهد تهمت
اقبال همیزیبد، انکار نمیگنجد

ز مژگان ترم، چون خون دل صد چاک میریزد
چو خون صید بسمل کرده کز فتراک میریزد

نخستین غمزهٔ چشمش، نصیب خاکساران شد
ز جام باده اول جرعه بر خاک میریزد

درین میخانه، مخموریم از بدمستی ساقی
که تا پیمانه را پر میکند بر خاک میریزد

من مستم و دیوانه، هشیار نخواهم شد
در خواب ترا دیدم، بیدار نخواهم شد

در سلسلهٔ زلفش، دیوانه دلم گردید
زنجیر، اگر این است، هشیار نخواهم شد

دل داند و غم داند، غم داند و دل داند
من، این دل غمگین را، غمخوار نخواهم شد

هر تیشه، که زد فرهاد، از کوه صدا آمد:
من سد ره وصلم، هموار نخواهم شد

در طریقت، نقش‌پای سالکان را، کس نیافت
هر که، می آید درین رو، بی سروپا میرود

میمیرم و در حسرت آنم، که دریغا!
این بار جفا، یار بدوش که نهد باز

گرچه پیریم، ولی عشق جوانی داریم!
این قدر یاوری، از بخت جوان مارا بس

عین آبیم، لیک مثل حباب
میرود سر چو میزنیم نفس

نو سفر ما و پر خطر منزل
خار در پای و مانده از همه کس

شب عید است، و من از یار بعیدم، افسوس!
ماه دیدم و رخ چون ماه ندیدم افسوس!

با من مست، اگر یار در آید، بسماع
مست و هشیار، بیکبار در آید، بسماع

گرچه معشوق، ندارد نظری با رازی
شاد ازآن است که با او نظری دارد عشق

طریق سوختن و خون گریستن ز دلم
چو دید، گشت ز خجلت کباب غرق عرق

تا، عقد محبت تو، بستیم
از بند وجود خویش، رستیم

چشمی، که بروی تو، کشادیم
از دیدن کائنات بستیم

تا بر سر کویت ایستادیم
چون سایه، بخاک ره نشستیم

با دست تهی و با دل پر
جویای متاع دور دستیم

گر بگوینه: خرابات خرابست، بگو:
طالب گنجم! ازآن روی بویرانه روم

رازی! بجز آن عهد، که بستیم ببرهان
هر عهد که بستیم، شکستیم!

دل دیوانهٔ خود را، بزلف یار میبندم   اگر عاشق شدن کفر است، من زنار میبندم

بس سعی نمودیم، درین وادی حیرت   جائی نرسیدیم، جز آنجا که نشستیم

کس نداند غیر حق ما کیستیم   زان که، در میخانه صوفی نیستیم

غافلان، بر حال ما، در خنده اند   بسکه ما، بر حال خود، بگریستیم

فصل نی و وصل نی، در حیرتیم   عین نی و غین نی، پس چیستیم!

گه مستانیم، گاهی هوشیار!   مختلف احوال، چون رازیستیم!

چون خاک را، نصیبه ز جام کرام هست   دریوزهٔ ز ساقی و پیمانه میکنیم

ای گنج رایگان! چو تو ویرانه دوستی   ما خانه در هوای تو، ویرانه میکنیم

بی خان و مان، نئیم چو مجنون و کوهکن   ما کوه و دشت را همه غمخانه میکنیم

شمع خیال روی تو، افروخت در دلم   فانوس آن خیالم و پروانهٔ خودم

غمزه زن شد، چشم و ابرو، نیز هم   دشنه زن شد، ترک و هندو، نیز هم

آن کمر را، چون کنم نسبت بمو   هست، نازک تر چو از مو، نیز هم

ای دل! از سوز عشق، آه مکن!   طیلسان فلک، سیاه مکن

از همچو توئی توان گذشتن   نتوان نتوان ز جان گذشتن

جامی ازکف، بوسی از لب، گردشی ازچشم مست   داد ساقی، عاشقان را جام پی در پی، چنین

بنو بهار، که تلوین حسن و جلوه گری است   چو عندلیب بتمکین نمیتوان بودن

ز اشک چشم خون پالا، زمین گل شد، چه مشکل شد   ببین کاندر غمش خاکی بسر کردن توان نتوان

نصیحت میکنند ناصح، بترک باده و ساقی   بقول بی هنر، ترک هنر کردن توان نتوان

گر تمنا داری، ای دل! یا سلیمان زیستن   چون پری، میبایدت از خلق پنهان زیستن

یا سخن سنجیده گفتن، یا زبان بستن ازآن   نی که، حرفی گفتن و عمری پشیمان زیستن

زندگانی چون کنی بی غم، چو میترسی ز مرگ   مرگ تا دشوار باشد، نیست آسان زیستن

زلف، چون زنار ترسا زاده، میگوید بطنز: دل بخوبان دادن و آنگه مسلمان زیستن

همخانه و همره، و از ناز خلق را   در راه کعبه بادیه پیمای کردهٔ

بر دار، زآن کشند، چو منصورت، ای گدا   می خوردهٔ و سر خم افشای کردهٔ

من و عشقبازی و بی اختیاری   ندارم درین اختیاری، چه چاره!

نسیم زلف یا بادی ز دامن، بس بود رازی   ببعث کشتگان عشق نفخ صور، یعنی چه

دل من، بهوش آمد! غم دل، بجوش آمد!   هله می فروش یک دم، بلبم بنه سبوی

جزاک الله ای ساقی! بده می   که راه عشق در مستی شود طی

مجانین الوفا یهدیکم الله   بنور عشق سر و جانب الحی

ملا شیدای هندی قصیده گفته که تمهیدش . تعریف شراب است و بسیار کافرانه گفته و مطلع او این است :

چیست، دانی! بادهٔ گلگون مصفا جوهری! حسن را پروردگاری! عشق را پیغمبری!

جناب عاقل خان رازی ــ رحمه‌الله ــ این چند بیت در جواب گفته در مذمت شراب :

چیست دانی بادهٔ ابلیس . . . را یاوری جهل را پروردگاری فسق را پیغمبری
حسن را عصمت‌گداز و عشق را شهوت‌طراز در طریقت رهزنی و در طبیعت رهبری
نفس‌را چون‌جان مساعد روح را چون‌نفس‌ضد نزد کافر مومنی و نزد مومن کافری
آتش حرص و هوس، از شعلهٔ او، قطره زن هست در صورت چو آبی و بمعنی آذری
چرا سر،از من سرگشته ای‌خود سر، بسر پیچی بپایت سر نهم چون زلف‌خود تا چند سر پیچی
مرا از مردن خود نیست باکی، لیک زآن ترسم که من، چون بگذرم، تو با گرفتار دگر پیچی
ناصح! چه کنی چارهٔ این سینهٔ صد چاک هر گه که، گریبان مرا دوخته باشی
هرگز ندیده چشمی در ملک جلوه سازی چشمی بدین سیاهی زاغی بدین درازی
در خون دل نشستم تا با تو عهد بستم من با غمت بسازم با من اگر نسازی

از ترجیع بند اوست :

النظر! عاشقان شاهد باز الحذر! زاهدان زهد شعار
الفتوح الفتوح! باده فروش الصبوح الصبوح! اهل خمار
جلوه گر گشت، یار پرده نشین غمزه زن گشت، حسن در بازار
گفتم : ای ماهرو بحمدالله! شد ظهور تو لازم الاظهار
حسن تا چند، مختفی‌الجلوه مهر تا چند، ممسک الانوار
نه من این نغمه، میسرایم و بس گفت منصور، پیش ازین، بردار
کین صدا آمد از در و دیوار لیس فی الدار غیره الدیار
تا خم باده باشد اندر جوش سر ما و آستان باده فروش
جرعهٔ داد، از ازل، ساقی که سروشم بگوش گفت : بنوش!
تا ابد مست آن میم، زآن سان کز جهانم برند، دوش بدوش
ساقی ساده، ساغر پر می کی توان زیستن، مسلمان کی
گردش چشم و ساغر لبریز من بیک طرف، و دور پی در پی
گفت : این راه دور، ای مغرور نتوان کرد، جز بمستی طی
دل مرده بباد زنده شود و من الماء کل شی حی

چون نیوشیدم و بنوشیدم مثل مجنون ز دست لیلی می
عشق با مستی و جنون پیوست گفتم : ای ساکنان حضرت حی!
جمله اشیا سوای جلوهٔ حسن عند کم شی و عند نا لا شی
این و آن و من و تو و تو و من هست شرح ظهور وحدت وی
در خرابات دوش مغبچهٔ خوش ترنم نمود با دف و نی
کین صدا آید از درو دیوار لیس فی الدار غیره الدیار

از ساقی نامهٔ اوست در بیان خمار :

ایا سرخوش از دور لیل و نهار بیندیش یکدم ز صبح خمار
خزان یاد کن ، در بهار جهان مشو مست و بنگر خمار جهان
چه مردم ، ازین دور گشتند مست چه دلها ، که دادند مستان ز‌دست
سر انجام مخمور برخاستند نکردند عیشی که میخواستند
بسی ناله کردند در باغ دل ندیدند یک لاله بی داغ دل
نکردند چشمی بنظاره باز که آخر بحسرت نیامد فراز
نخوردند در دور ناپائدار ز جام طرب جرعهٔ بی خمار
خمار سروری بود هر غمی خمار عروسی است هر ماتمی

تاریخ تخت جلوس محمد اورنگزیب عالمگیر پادشاه چنین یافته :

چون ز فیض مقدم او، زیب دید اورنگ هند شاه هفت اورنگ ـ تاریخ جلوس شاه شد
۱۰۶۸ھ

رباعی :

ما خفت دور باش سلطان ، نکشیم ما منت تن ز اهل دیوان نکشیم
هند است و مدار کار بر هندو و ما هندو چه که مفت مسلمان نکشیم

انتخاب دیوان دوم رازی که غزلهای بی ترتیب دارد :

بهار عمر شد اکنون ، ز خویش دل برگیر بدین خزان ز دو گلزار ، باغبانی چیست
این جهان کشت زار و عمر تو فصل دانهٔ خرمنش دل تنگست
خطرات تو ، مثل عصفور اند حلقهٔ ذکر ، چون فلاسنگست
ابتدا عشق و انتها عشق است درمیان هر دو خود نما عشق است
جز خدا ، هیچ کس نمیداند یا خدا عشق! یا خدا عشق است
گفت و گوی است ، عاشق و معشوق همه عشقست عشق را عشق است
عقل . گوید که : دلربا حسن است حسن گوید که : دلربا عشق است
خون منصور بعد قتل نوشت : زنده و مرده کار با عشق است

ما همه، خاک درگه عشقیم
کیمیا ساز و کیمیا عشق است
صورت عشق، مصطفی شرعست
معنی شرع، مصطفی عشق است
بهر عشقست جلوه سازی حسن
گل این روضة الصفا عشق است
ای عشق! نه آغاز نه انجام تو، پیدا!
تو مخفی و آثار تو، چون نام تو، پیدا
ای مهر که! هر ذره ز نور تو هویداست
نی صبح تو ظاهر شد و نی شام تو، پیدا
عشق، مضراب دگر میزند، این قانون را
سر، بصحرای دگر میدهد، این مجنون را
میدهد یاد، سرودی بدل مستان باز
بنوای دگری میدهد این افسون را
سرشت، عاشق و معشوق از ازل، این است
که عشق از غرض و حسن از وفا خالی است
بباغ حسن در آ و ببین چه تلوین است
بدار عشق در آ و ببین چه تمکین است
هرکس که، بروی نظری، داشته باشد
از چشم تر ما، خبری داشته باشد
از حسرت آن غنچه دلم، تنگ نباشد
گر باد بکویش، گذری داشته باشد
سخن یکیست ز هر پردهٔ که گوید عشق
بنغمه خسرو و با ناله کوهکن گوید
خبر ز سر معیت نیافت کس، رازی
درین وجود چه چیز است، آنکه من گوید
رازی، مکن انکارکه، دردی بدلی نیست!
شاید تو نداری، دگری داشته باشد
دلنوازی از که خواهم دلنوازم میکشم
چاره ساز غم چه خواهم چاره سازم میکشم
نازنینان! کشتنم موقوف چندین ناز چیست
خود مرا بی اعتباری نیازم میکشد
با سر خود، ز خود سری و بیخودی، مگوی
یا سر بپای دار نه و پائدار باش
بسکه دل در زلف او پیچید و زلفش دل کشید
آید از دل بوی زلف و هم ز زلفش بوی دل
در خلوتیم و مائل صحبت، بچون خودی
مکتوب اشتیاق بعنقا نوشته ایم
هر جا که، نقش حسن بود، او کشیده است
هر جا که، حرف عشق بود، ما نوشته ایم
عشقست که در مصرش، یوسف بغلامی شد
رد کرده زلیخا را بیچاره تر از داهی
ای تو! همه جا و هیچ جا نه ای
هم خود آئی و خود بجائی
مستم از چشم خود پرست، کسی
مست آنم که، نیست مست کسی

رباعی:

ای! درد و دوای هر دل سرد توئی
دلها ز تو دردمند و بیدرد توئی
در عاشق و بوالهوس تو تفریق کنی
فاروق میان مرد و نامرد توئی
رازی! ز دل شیفته دلتنگ مشو
از بهر دلی بعشق در جنگ مشو
نیرنگ بود بصبغة الله همرنگ
صد رنگ ببین و بند یک رنگ مشو

(۱۲۶ الف — ۱۲۸ ب)

● شمع انجمن: رازی، نواب عاقل خان اسم شریفش میر عسکری

از سادات خواف و از عمده خوانین عالمگیر پادشاه بود . در ایام شاهزادگی عالمگیر، یکی از پرستاران خاص، بقضای آسمانی رحلت کرده بود و مفارقتش بر خاطر شاه دشوار میگذشت . روز دیگر بشکار آمد ، نواب در خلوت بعرض رسانید که : با اینهمه ملال خاطر در شکار چه حکمت خواهد بود ! شاه اشارت باین بیت کرد :

نالهای خانگی، دل را تسلی بخش نیست | در بیابان میتوان فریاد خاطرخواه کرد

عاقل خان این بیت خود خواند :

عشق ، چه آسان نمود ، آه چه دشوار بود | هجر چه دشوار بود ، یار چه آسان گرفت

شاه بی اختیار رقت کرد و بکرات و مرات سماع کرده یاد گرفت و پرسید : این از کیست! گفت: از شخصی است که، نمیخواهد بحضور حضرت بنام شاعری موسوم گردد. بتبسم فرمود و نظر تربیت بحال وی بیش از بیش بر گماشت، تا آنکه بمنصب چهار هزاری رسانید، و در هنگام توجه دکن بصوبه داری شاهجهان‌آباد مأمور شد .

دیوانش عالمی است پر از یوسف طلعتان معانی دل نشین ، و سواد اعظمی است از سیه فامان حروف مشکین نمکین . در دستهٔ بازار سطورش متاع درد انبار انبار، و بر تختهٔ دکان صفحه‌اش گلهای مضامین رنگین گلزار گلزار . هر شعرش زلف معشوقی سراپا ناز ست، و هر نقطهٔ حرفش داغ دل عاشقی خانه برانداز وصاف . رنگینی کلامش را خامه از قلم نرگس و سیاهی را دوات لاله باید ، و شنگرف از رنگ گل و صریر از آواز بلبل شاید. از رشک نسخه ـــ مهر و ماهش ـــ ماه و مهر در رو ساختن، و از نظارهٔ نزاکت سخنش گل و بلبل در رنگ باختن . این چند بیت قانون عشق اوست:

خشک کنم ، ز سوز دل ، دیدهٔ اشکبار را | چند ، در آب افگنم ، آئینهٔ نگار را
قبله مست میکند ، خانهٔ میفروش را | آنکه بکعبه میبرد سالک هوشیار را

چندغم جهان‌خوری! دل چه نهی برین چمن — باد خزان در پی است، جلوهٔ این بهار را
بست گره ز خون دل ، نافهٔ آهوی یمن — تا بکشاد ، آن غزال ، طرهٔ مشکبار را
سر چو کشیدم ز جیب ، عشق گریبان گرفت — پا چو کشادم ز بند ، راه بیابان گرفت
هرکه بکف جام دید، دولت جمشید یافت — هرکه ز دنیا گذشت ، ملک سلیمان گرفت
سالها شد که ، دلم معتکف روی تو بود — روی چون قبله نما ، از همه سو ، سوی تو بود
در جهان ، هیچ دل از وسوسه ، آزاد نماند — مگر آن دل که ، اسیر خم گیسوی تو بود
هرگل تازه، که‌بشگفت سحر، رنگ تو داشت — غنچهٔ نافه، چو بشگفت، پر از بوی تو بود
سامری کیست، که جان در تن گوساله دهد — ساحری چیست، همه فتنهٔ جادوی تو بود
کشتهٔ غمزهٔ تو، نیست همین رازی و بس — بس مسلمان ؛ بستم کشتهٔ هندوی تو بود
ای حسن! ترا هردم ، صد جلوه نقاب اندر — صد موج زند دریا ، هر لحظه حباب اندر
درد تو مرا در سر ، چون روح بود، در تن — سوز تو در اشک من ، چون بوی گلاب اندر
تا زلف ترا دیدم ، در دست صبا ، پیچان — می پیچم و می کاهم ، چون رشته بتاب اندر
احوال دل رازی ، گفتند درین مصرع — در کارم و بیکارم ، چون مد بحساب اندر
عشق ، از معموره میخواند ، بویرانی مرا — عاشق ویرانه کرد این گنج پنهانی مرا
من همی سازم بتو ، هرچند میسوزی دلم — دل ، نمی رنجد ز تو، هر چند رنجانی مرا
از نظر پنهانی و درد تو، در دل آشکار — اشکارا میکند این درد پنهانی مرا
(۱۰۲-۱۰۳)

۸۷- راسخ ، میر محمد زمان

● **نصرآبادی** : راسخ تخلص . او هم از سادات نجیب لاهور است . شعرش اینست :

گل گشت جهان، بیرون چو آن سرو خرامان شد — کشاده بال بلبل باغ را چاک گریبان شد(۱)
یاد ، چشم سرمه آلودش ، ز هوشم میبرد — میکند گرد رم آهو ز خود پنهان مرا(۲)
(۴۵۱)

● **سرخوش** : سید پاک گوهر ، میر محمد زمان راسخ . از خوش خیالان و بلند فطرتان جهان بود . طبع عالی و فکر رسا داشت ، در نازک بندی و معنی یابی داد سخنوری میداد . صافی دهن و جودت طبع بمرتبه کمال الکمال . فقیر مطلعی گفته ، میر معز وغیره صاحب سخنان همه خوش کرده بودند ،

۱- سرخوش دارد.
۲- سرخوش و نتائج الافکار دارد.

هیچ کس جای حرف نداشت. آن مطلع این است:

باندک تلخی اندوه، عشرتها نمی ارزد بتشویش حلال، این نعمت دنیا نمی ارزد(۱)

میر شنیده گفت: لفظ - تلخی - بیجاست! همان ساعت لفظ - کاوش - بجای آن رساند. الحق اصلاح خوش کرد. ازین لفظ جانی در قالب شعر دمید. در سهرند ودیعت حیات سپرد. تاریخ رحلتش فقیر چنین یافته:

محمد زمان، راسخ خوش خیال دریغا! بجان آفرین، جان سپرد
چو تاریخ فوتش، دل از عقل خواست خرد گفت با دل که: راسخ بمرد
۱۱۰۷ھ

سجع اش — راسخ دم بود محمد زمان — این چند شعر از زاده‌های طبع اوست:

یاد از شام غم ناله خموشان کردیم مشتی از سرمه گرفتیم و پریشان کردیم(۲)
جامهٔ صبر ببالای جنون تنگ آمد هر چه از دست برآمد بگریبان کردیم(۳)
گلی شگفت: که من جام بادهٔ نازم دلی طپید که: من نیم بسمل رازم(۴)
خروش ریخته بر دل که: نغمهٔ شوقم بسینه تاخته ناخن که: زخمهٔ سازم(۴)
رسید شور قیامت ز تربت فرهاد چو سیل خورد بهر سنگ پای آوازم
ز بوی مرهم کافور داغم، رنگ میسازد چراغم ناز پرورده است ای باد سحر رحمی(۴)
فروغ باده زند دست ره بظلمت هوش ز جام رخنه برافروختم بخلوت راز
تا حیرت حسنت، شده صید افگن طاقت صحرا همه دامان ته پای شکار است
پرتو صبح ازل، دیدهٔ قربانی کیست جام خورشید، پر از بادهٔ حیرانی کیست
لاله، مانند چراغ ته دامن، شده است تکمهٔ جیب بهار، از عرق افشانی کیست
بهر چه، دیده کشادیم، ای بهار! توئی شرار خرمن بلبل، چراغ خانهٔ گل(۵)
خرابیهای عاشق، بر فروزد رنگ رخسارش پریدنهای رنگم آتشش را، باد دامان شد(۵)

۱- حسینی دارد.
۲- سرو آزاد و نتائج‌الافکار و شمع انجمن دارد.
۳- سرو آزاد و شمع انجمن دارد.
۴- شمع انجمن دارد.
۵- نتائج الافکار دارد.

از ظهور عشق ، عالم یک تجلی بیش نیست / ریخت رنگی در پریدن، طرح این کاشانه را
بود از درد وحشت ، نشه در خون طپیدنها / شود دامن ، ته پا صید را، گرد رمیدنها
جهان دیگرم پرواز را باید کزین عالم / چو چشم خفته بگذشتم، ببال آرمیدنها
اثر بنالهٔ عاشق ، ز اضطراب خود است / چوبرق جوهر تیغم، ز پیچ و تاب خود است(۱)
سرم خوشست بجام شراب تشنه لبی / جبین بادیه را، صندل از سراب خود است(۱)
جلوه گاه آه گرمم ، گر شود میخانها / خشک گردد می، چو خون نافه، در پیمانها(۱)
خرمنم، در انتظار برق هستی سوز اوست / میپرد همچون شرار از شوق چشم دانها
گشت چون از درد آخر عشق دل غم پیشه‌ام / از می خویش است چون یاقوت رنگین شیشه‌ام(۱)
هر قدم، در بیستون غم، دلی گم کرده ام / با شکست شیشه میجوشد، صدای تیشه ام
(۴۰ - ۴۳)

● **مراة الخیال:** مصور صور معانی و مشکوٰة مشعل روشن بیانی، طرز مستعار را ناسخ، متعالی قدر بلند مکان میر محمد زمان راسخ . در اظهار خوبیهای ذات والا صفات و بلندی پایهٔ استعدادش، اگر بدستیاری قلم و مدد مداد توسل جویند، راه بمنزل مقصود نبرند، که قلم چاک رقم در ادای توصیفش ، کار آستین بی دست کند . و مرأت مرکب در طلیعهٔ آفتاب مدحش چهره خیز صورت خفاش گردد . بلبل ناطقه را در تعریف گلهای مضامین رنگینش، از آواز رشته بر پای عزیمت افتد، و غزال دور گرد فکر را ، بوادی اظهار استخوان بندی حروفش، سلسلهٔ سخن زنجیر شود . اولی آنکه دریوزهٔ نقد مدعا از دریچهٔ طبع نازک خیالی ــ که بداد این جویای رموز رسیده است ــ نماید :

گوهرین گشته، ازآن معجز فن / استخوان بندی ترکیب سخن
در او ، گوش دگر میخواهد / باده اش ، جوش دگر میخواهد
بادهٔ کیست بدین رنگینی / نمک کیست بدین شیرینی
نمک بادهٔ شیرین گزکم / عاشق چاشنی این نمکینم

اصلش از عراق عجم است ، مولدش در هندوستان . در سرکار شاهزادهٔ والا قدر دانش آگاه سلطان محمد اعظم شاه ، از ارباب مناسب عالیه است . و دور باش تقربش در خلوت سرای خاص سلطانی . احدی را با خویش

۱- نتائج الافکار دارد .

مساهم نداشة . از واردات خاطر اوست :

بآه نـا توانان، بـاز آئیـن وفـا بستی — ز بوئی پیرهن مکتوب بر بال صبا بستی
بلا گردان ناز آورده ام مشت نیاز مرا — شبیخون در گلستان طرح کردی، پا حنا بستی
دل کاکل پرستانست ، بجمعیت نمـی سازد — چرا ای شوخ دست شانه ، بر چوب جفا بستی
دل وحدت شناس، از ناخن بیداد بخراشد — ز خود لبریز کردی ساغر ، و راه صدا بستی
فدا شو راسخ شوریده سر ، در راه پیغمبر — نبی گویان ز خود برخیز اگر دل با خدا بستی

(ص ۳۰۶ - ۳۰۷)

● **تذکرۀ حسینی** : راسخ ، شاعر ماهر سخنـدان میر محمد زمان . در عهـد شاهجهان پادشاه بود و راسخ تخلص مینموده . ازوست : (یک شعر دارد ۱۳۶)

● **سرو آزاد** : راسخ . سهرند شهریست مشهور در وسط راه دهلی و لاهور . نام قدیمش سهرند است . چون سلاطین غزنویه از غزنـی تا سهرند متصرف بودند ، سرهند زبان زد خلایق شد . و چون صاحبقران ثانی شاه جهان، کابل را تا قراباغ غزنی در تصرف داشت ، حـکم شد که : سرهند را بنام قدیم — که سهرند است — مینوشته باشند .

راسخ سید والا نژاد بود ، و راسخ‌القـدم جادۀ استعداد . معانـی تازه میبابد و خوبان خیال را در لباس رنگین جلوه میدهد (۱)

از عمدۀ ملازمان و مصاحبان شاهزاده محمد اعظم بن خلد مکان (عالمگیر) بود و بمنصب هفت صدی سرافرازی داشت .

وفـاتش در سهرنـد سنه سبـع و مأتـه و الـف (۱۱۰۷هـ) واقع شد . — راسخ بمرد — تاریخ است . طوطی ناطقه آهنگ کلامش سر میکند .
۱۱۰۷

۱- یک مثنوی بنام ـ مثنوی راسخ ـ در حیدرآباد دکن در مطبع محبوب دکن در سال (۱۳۲۲هـ) بحکم مهاراجه کشن پرشاد چاپ شده است . ۱۱۱ صفحه دارد و ازین شعر شروع میشود

زکلکم ، ای صریر آه ! برخیز — نسیـم کـوی بسم‌الله ! برخیز

پایان :

نمیدانم ، دگر این قصه ، چون شد — محیط صبر ، یا طوفان خون شد

گر نبودی تاج بسم‌الله بای بوتراب　　کجکلاهیها، نکردی بر سر ام‌الکتاب
(دو بیت دارد ص ۱۲۸)

● **نتائج الافکار :** صدر آرای دیوان دانشمندی میر محمد راسخ سهرندی . که از سادات کرام و والا نژادان عالی مقام است . در مراتب نظم پردازی راسخ دم، و در ساحت سخن طرازی ثابت قدم بوده . به ادا بندی معانی تازه و مضامین رنگین بفصاحت و بلاغت ، گوی سبقت از معاصرین ربوده . از ملازمین نامدار و مصاحبین ذی اعتبار شاهزاده محمد اعظم شاه بن عالمگیر پادشاه بود . و بمنصب هفت صدی عز امتیاز داشت . آخرکار در سنه سبع و مائه الف(۱۱۰۷ھ) از سهرند بوطن اصلی شتافت . از خیالات متین اوست :

گل عشرت ، ز آب تیغ عریان تو ، میخیزد　　شفق‌گردی است ، کز خون شهیدان‌تو، میخیزد
دست بر سینه ، که در پیش رقیبان کردم　　داشتم داغ تو در سینه ، که پنهان کردم
زبان عرض ، ندارم ز تیره بختیٔ خویش　　چو سایه ، خرمن او را ز خویشتن دارم
بلاگردان ناز آورده ام مشت نیازی را　　شبیخون درگلستان، طرح‌کردی تا حنا بستی
(هفت بیت دارد ۲۷۲-۲۷۴)

● **شمع انجمن :** راسخ، میر محمد زمان سرهندی . سید والا نژاد بود و راسخ القدم جادهٔ استعداد . معانی تازه میبابد و خوبان خیال را در لباس رنگین جلوه میدهد . از عمدهٔ ملازمان شاهزاده محمد اعظم بود و بمنصب هفت صدی سرفرازی داشت . وفاتش در (۱۱۰۷ھ) واقع شد . ــ راسخ بمرد ــ
۱۱۰۷ھ
تاریخ است . طوطی ناطقه آهنگ کلامش سر میکند :

می بجلوه درآمد ، که عافیت سوزم　　شکست شیشه ، که قربان شوخی نازم
ز پا فتاد تمنا ، کز آشیان دورم　　طپید دست تأسف ، که بال پروازم
(۱۷۴-۱۷۵)

● ادبی دنیا : محمد زمان راسخ، در زمان عالمگیر پادشاه سرخیل شعرای کشمیر بوده . (کشمیر نمبر ص ۲۳۷)

۸۸- رافع ، محمد مسعود کشمیری

● سفینهٔ خوشگو : محمد مسعود رافع کشمیری، شاگرد ملا ساطع است. طبعی بلند و خلقی دل پسند داشته . طالبعلم منقح بود ، و در دارالخلافه رسیده چند سال بملازمت نواب صمصام الدوله (۱) بهادر گذرانیده . یک روز در مجلس حضرت شاه گلشن(۲) — که شعراء جمع بودند — دیدنش اتفاق افتاده بود . مرد عزیزی به نظر آمد اشعار خوب میخواند . بپارهٔ جاگیری که در کشمیر بتوجه نواب، بدست آورده بود، قناعت نموده باز به وطن رفت . درین ایام (۳۷-۱۱۴۷ھ) شنیده شد که: وفات یافت . نواب غزلی طرح کرده بود ، رافع جواب رسا داد، و احوال خود درین بیت ادا کرد :

کفم ، چو کاسهٔ گرداب ، همچنان خالیست بآن محیط کرم ، گرچه آشنا شده ام (۳)

و او شاعر مقرریست . اشعارش دیگر به فقیر نرسیده . (ص ۲۳۸)

۱- خواجه محمد عاصم مخاطب به اشرف خان ، ثم بصمصام الدوله، امیرالامراء خاندوران بهادر، منصور جنگ بن خواجه قاسم نقشبندی . از اعاظم امرای عصر . ۱۵ ذی القعده (۱۱۵۱ھ) در جنگ نادرشاه فرمانروای ایران زخمی شده . ۱۹ ماه بهمان زخمها درگذشت . عمرش شصت و هشت سال . سپاهی پرور و خلیق و متدین بود . (تاریخ محمدی ص ۲۱۴ و ص ۱۹۸)

۲- نامش شیخ سعدالله تخلص گلشن جهان آبادی (دهلوی) شاعر اردو زبان بود و دیوان دارای یک لک بیت گذاشته . ولی دکنی شاگردش بود . در سال (۱۱۴۱ھ) درگذشت . (قاموس المشاهیر ۲ : ۱۶۳)

۳- خزانهٔ عامره ، سفینهٔ هندی ، تذکرهٔ حسینی و شمع انجمن دارد .

● **تذکرهٔ حسینی** : رافع، بانی مبانی خوش تقریری محمد رافع . شاگرد محمد ساطع کشمیری، از جرگهٔ مصاحبان نواب صمصام‌الدوله المشهور به خاندوران بوده . روزی ملا رافع پیش نواب این بیت بدیهه برخواند و هزار روپیه انعام یافت :

کفم ، چو کاسهٔ گرداب ، همچنان خالیست . . . . الخ (ص ۱۳۶)

● **خزانهٔ عامره** : رافع ، از شعراء کشامره و صاحب افکار نادره است . شاگرد ملا ابوالحق ساطع کشمیری بود، و با نواب صمصام‌الدوله خاندوران بهادر بسر میبرد . نواب اورا برین بیت هزار روپیه صله بخشید: کفم . . . . الخ

نواب صمصام‌الدوله خاندوران بهادر از اعاظم امراء هندوستان است و از نوبینان بلند مکان . نام اصلی او خواجه عاصم بود و وطن او اکبرآباد . در عهد محمد فرخ سیر ، وقتی که امیرالامراء سید حسین علی خان، از حضور خلافت، رخصت دکن یافت ، نیابت امیرالامرائی به صمصام‌الدوله تفویض نمود، و بعد شهادت سید حسین علی خان — در عهد فردوس آرام‌گاه — امیرالامرائی بالاستقلال برو قرار گرفت . و این منصب جلیل‌القدر را، نحوی سرانجام داد که، احبا و اعدا زبان بتحسین و آفرین کشودند . و در تمام عمر اصلاً گرد رشوت نگردید، و تقرب پادشاهی از اقران خود در گذراند . نواب آصف جاه غفران پناه وزیرالممالک قمرالدین خان و سائر امراء عصر ، ازو حساب بر میگرفتند . و چون نادرشاه در سنه احدی و خمسین ومأته و الف(۱۱۵۱ﻫ) رو بهند آورد، صمصام‌الدوله بمقابلهٔ نادر شاه رفته داد جلادت و مردانگی داد، و نقد هستی خود نثار نمک آقا کرد . صاحب اخلاق کریمه بود و با علم و علماء سری داشت . دانشمندان جید فراوان جمع کرده، درخور مرتبهٔ هر کدام رعایت نمود . و هر شب، بعد نماز مغرب تا نیم شب، در حضور او مجلس فضلاء

انعقاد میبافت و مباحثات علمی درمیان میآمد . طبع نظمی هم داشت . این مطلع ازوست :

سحرخورشید، لرزان بر سر کوی تو ، می‌آید دل آئینه را نازم، که بر روی تو می آید
(ص ۲۵-۲۲۶)

● **صحفِ ابراهیم** : محمد مسعود رافع تخلص کشمیری . از شاگردان ملا ساطع کشمیری است . از وطن بدهلی آمد، ملازم خدمت نواب صمصام‌الدوله خاندوران شد . بقدردانی نواب، جاگیر قلیلی در کشمیر یافته، بوطن خود معاودت نمود . بقیهٔ عمر به همان مداخل قناعت‌ورزیده تا درگذشت . روزی غزل طرحی نواب را جواب گفته، بواسطهٔ این بیت . . . هزار روپیه صله یافته بود . (۱۵۲ الف خطی)

● **سفینهٔ هندی** : رافع کشمیری ، شاگرد ملا ساطع کشمیریست . در ملازمت خاندوران خان بهادر میبود . نواب عالی جاه برین بیتش . . . هزار روپیه بخشید . (یک شعر دارد)

● **شمع انجمن** : رافع، از شعراء کشمیر و سخنوران دلپذیر است . شاگرد ملا ابوالحق ساطع کشمیری . با نواب خان دوران خان بسر میبرد از وی میآید. (یک شعر دارد ص ۱۷۳)

۸۹- رجا ، محمد کاظم

● **سفینه خوشگو** : از مردم کشمیر است . نو بجرگهٔ بلبلان چمن سخن آمده . روزی بخدمت خان صاحب (۱) دیدنش اتفاق افتاد . ازوست:

درکفم، دیگر چه ای سرو بلند اقبال بود سر نثار مقدمت کردم ! که رأس‌المال بود (۲)
(ص ۳۲۱)

۱- خان آرزو.

۲- روز روشن دارد.

عنان کشان، پی روزی، چو مرد سودائی
همی جهاندم، در کوه و وادی و در در

قدم، بوادی تجرید چون زدم، دیدم
شهان بی کمر و خسروان بی افسر

گهی، باهل تجرد، برغم دنیادار
متاع نیستیم بود، زینت و زیور

گهی، بتاجر دنیا پرست، میگفتم
حدیث داد و ستد بر طریق اهل سفر

گهی، باهل غزا، همعنان همیبودم
بدفع لشکر کفار، بسته تیغ و سپر

باهل نظم همیبود، سالها الفت
برای اخذ معانی نه بهر آلت جر

ز خواب، دیدهٔ من بود، تا سحر بیدار
ز بهر لفظی، کز وی گداخت معنی گر

درآن خیال، بگوشم رسید آوازی
که: ای ز فکرت باطل فتاده در آذر

ز خواب و خورد پی نیم معنی رنگین
بسالها شده نومیدیش سخن گستر

حدیث نکته سرایان ما سلف گفتن
فسانه ایست که صاحب خرد کند باور

کس از فسانه تراشی چه مایه بردارد
بغیر کاهش عمر و گدازش پیکر

پی ضیافت سودائیان خام طمع
به دیگ وسوسه پختم غذای بوک و مگر

چو خوان آز، بیاراستم، صلا گفتم
بقافلان گرسنه دل شکم پرور

ز خوان حرص، که کس را مباد، ازآن سیری
چو دست میل کشیدیم ما دو نیک سیر

حدیث، ترک و طلب، درمیانه افگندند
گهی بنغمهٔ تجرید و گه بصوت دگر

یکی حدیث عراق و سمن بران سرکرد
یکی حدیث خراسان و نعمت پامر

یکی ز روم و حبش، بذلهٔ ادا میکرد
کزان ترانه روان، میگداخت جن و بشر

ز هند و ترک و خطا، راویان نغمه سرا
لطیفها بنمودند در لباس اثر

چو این ترانه بپایان رسید، بر بستم
برای کسب تجمل، چو مور حرص، کمر

متاع تفرقه، در بیع گاه خاطرها
بدست وسوسه، افتاد پی تردد و زر

حدیث، کشور هند و شکر لبان، چوگذشت
فتاد در دل طوطی سر هوای شکر

چو شوق هند گریبان گرفت، پرسیدم
که: در ولایت هندوستان فیض اثر

ز سروران مروت شعار، کیست کنون
که در سخاوت باشد بسروران سرور

مدیح حضرت نواب خان خانان است
ادا نمود به لحنی که، دل کند باور

مرا نوید عطاهای خان خانانی
دواند جانب هندوستان ازآن کشور

چو آمدم بسوی هند، روزگار بریخت
شراب تشنه لبی بر لبم، ز صد ساغر

عنان گسسته بهر سر دواند یک چندیم
بهمرهی دغا پیشگان بد گوهر

کنون که، غنچهٔ بختم شگفت دوران گفت
بخاک درگه خان رهنمایم از هر در

هزار شکر که، گردون برغم غمازان
نهاد برسرم از گرد موکبت افسر

در آستان تو شد، فرش روی امیدم
ترحمی که ندارم بجز توئی یاور

خدایگانا! طول کلام بی ادبیست
بحضرت تو که، ارباب فضل راست مقر

قصیده

شکر خدا که، از مدد لطف کردگار — دولت گرفته است بجان و جهان قرار
شکر خدا که، زیور بخت است خسروی — کایـام میکنـد بغلامیش افتخـار
شکر خدا که، تاجوری گشته تاج بخش — کز بخشش کف آمده چون کان بزینهار
شکر خدا، عنان جهان در کف من است — کز شرق تا بغرب، جز او نیست شهریار
شکر خدا که، رونق دهر است سروری — کز هستیش ز زمین چو زمان است بیقرار
شکر خدا که، تـازه گلی آمـده بباغ — کز مقدمش خزان شدم در فصل نو بهار
شکر خدا که، باز بعهد تو تـازه گشت — ایـام عیش رفته و شادی بـروزگار
شکر خدا که، خطبه به نه کرسی فلک — خـوانده ملک بنام تو ای ملک را مدار
شکر خدا که، سکـهٔ اسلام میزنـد — دوران بنـام خسرو جمشیـد اقتدار
مرزای دهر، ملک ستان، آنکه ذات اوست — لطفـی ز کـردگار بـر ابنـای روزگار
نقـاش صنع، بر قلم خویش برده رشک — تا صورتت کشیده برین لـوح زرنگار
صد آفرین بمادر ایام، کـرده دهـر — تا گوهری چو ذات تو، پرورده درکنار
از حادثات ذات تو، ایمن بود که هست — در روز رزم دست ولایت تو را حصار
روزی که گرد فتنه، بحدی شود بلند — کآئینهٔ سپـهر، بگیـرد ازآن، غـبـار
گردت، سپاه خصم، چوانجم، کشیده صف — خورشیـد وار، آنکه در آئی بکارزار
بر خاطـر تـو، تا نه نشیند غبار غم — آمـد نـدا ز غیب بتـرخـان کامگار
خوش‌باش وشادباش وبعیش‌ونشاط‌کوش! — خود را، بما سپار و عدو را بما گذار
از پیش و پس رونـد ترا، نصرت و ظفـر — روزی که، بر سمند سعادت شوی سوار
دولت، بدوش پایهٔ قدرت، چه سر نهد — اقبـال بـر یمیـن رود و فتح بر یسار
این یک ترا ملازم و آن یک ترا غلام — جمشید تاج بخش و فریـدون تاجدار
تدبیر تو، ز روی زمین، گرد فتنه، شست — بی آنکه، از نیـام کشی تیغ آبـدار
نشنیده بانـگ ظلم، که پیچیده دمبدم — آواز کـوس عدل تو، در گوش روزگار
دین پرورا! ز شعر، مرا عار بوده است — فرمان دها! نبوده مـرا، شاعـری شعار
جز کسب علم دین مبینم، نبوده کسب — غیر از دعای شاه جهانم، نبوده کار
لیکن زیمن مدح تو، کلکم کنون کشد — در گـوش روزگار، بسی در شاهـوار
اینجا مقام، مدح خداوند عالم اسـت — رسمـی! دگر عنان سـخـن را، نگاهدار
آئینه ایست، خاطر خسان، دم مزن دگـر — کآئینه اش مباد، که گیرد دگر غبار
تا صحن باغ، پرگل و ریحان شود ز ابر — تا خشک سال یاسمن وگل دهد بهار
بادا بلند پایهٔ قدرت، چو صیت شرع — سرگشته خصم جاه تو، چون چرخ بیقرار

قصیده

ز بخت بد، فلک حیله ساز، حیلت گر — مرا فگند چو مشائیان، بهر کشور

● روز روشن : رجا ، کاظم کشمیری . با سراج‌الدین علی خان آرزو صحبت‌ها داشت . (یک شعر دارد ۲۳۹)

۹۰- رسمی، قلندر یزدی

● مآثر رحیمی: رسمی ، قلندر از دارالعباد یزد است، و بقدری طالب‌علمی کرده و در طرز و روش تصوف و تجرید کوشیده . و همیشه خرقه پوش و جرعه نوش و سیار بوده . و بصحبت درویشان هر طبقه و طائفه رسیده . و نصیبی وافر از صحبت ایشان یافته . و ملا شوکتی استاجلو ــ که در ایام درویشیها چندی با او رفیق بوده ــ میگفت که: مدت ها مجرد و تنهاگرد بود . خالی از جذبه و حالتی نیست . و کمال از خود گذشتگی دارد . آخرالامر بهندوستان افتاد و بولایت دلپذیر کشمیر رفت ، و دران ولایت از ملابس فقر درآمده ، بلباس سپاهیان در آمد و ملازمت اختیار نمود . ازان جا بلاهور آمده بملازمت این عالیجاه (خان خانان ، عبدالرحیم) مشرف گردید . و در سلک ملازمان و مداحانش در آمد و صاحب علوفه و جاگیر شد . و بانعامات و صلات سرفراز گردید . و در شاعری و سخن سنجی خالی از طبع و فهم نیست . و اشعار عارفانه گفته و میگوید . والحال که هزار و بیست وچهار (۱۰۲۴ھ) بوده باشد، درگلکنده دکن میباشد. و درایام بندگی ایشان (خانخانان) قصائد مداحانه بمدح ایشان پرداخت و خود را بوسیلهٔ ثناگوئی آنجناب، در سلک شعرای نامی درآورد، و بانعامات سرفراز گردید ، که قلم از تحریر آن عاجز است . و این اشعار بخط او در کتابخانهٔ عالی بهم رسید که ثبت افتاد . و انشاءالله که من بعد ، نیز آنچه بهم رسد ، ثبت رود :

حدیث زهره و کرمان، کسی که، نشنید است — بآب مدح تو، سازد لب تکلم تر
رهی — بمدح تو نازد، چنانچه مینازید — بمدح خاقان، خاقانی سخن گستر
ز یمن مدح تو آن نغمه سنج شیرازی — رسید صیت کلامش بروم از خاور
بطرز تازه، ز مدح تو، آشنا گردید — چو روی خوب، که یابد ز ماشطه زیور
ز فیض نام تو — فیضی — گرفت چون خسرو — به تیغ هندی، اقلیم سبعه را یکسر
ز ریزه چینی خوانت — نظیری — شاعر — رسیده است بجائی که، شاعران دگر
کنند، بهر مدیحش، قصیده ها انشاء — که خون اشک چکد از دل سخن پرور
ز نوک خامهٔ او، مضطرب دل افسون — ز رشک پایهٔ او، تشنه لب، لب کوثر
لباس لفظ، شود تنگ، در بر معنی — گهی که بکر معانیش بیفگند چادر
سواد شعر — شکیبی — چو کحل اصفاهان — بتحفه سوی خراسان برند اهل بصر
ز مدحت تو — حیاتی — حیات دیگر یافت — بلی مقوی طبع عرض بود جوهر
حدیث — نوعی وکفری — چسان بیان سازم — چو زنده اند بمدح تو، تادم محشر
ز نعمت تو به — نوعی — رسید آن مایه — که یافت، میر معزی، ز نعمت سنجر
ز گلبن املش صد چمن گل امید — شگفت تاکه بمدح تو شد زبان آور
زلال مدح تو، تا رهنمای — رسمی — گشت — سراب از قدمش شد چو چشمهٔ کوثر
ز چشمه سار عطای تو، تا لبش تر شد — نهال حسرت او گشت نخل بار آور
سخن بمدح تو، بیرون تراود، از کلکش — چنانکه دمبدم از ابر قطرهای مطر
مرا چه زهره، که عرض هنر کنم جائی — که دل در آتش اندیشه سوخت چون مجمر
بعرض و طول سخن، سر مپیچ، وقت آمد — که طول عمر خداوند، خواهی از داور
همیشه تاکه بود، اهل فضل منکر جهل — مدام تاکه بود، اهل خیر دشمن شر
بقای عمر تو، چندانکه، روزگار دراز — کشد زگوی گریبان مهر رشتهٔ زر
بقای عمر عدوی تو، باد چندانی — که نا امید بود از تولدش مادر

(۱۲۹۷-۱۳۰۵)

● **میخانه** : رسمی قلندر که یکی از آزادگان این جز و زمان است و در فن سخنوری فرید دوران. در قصیده، که در مدح خان فلک قدر خورشید اشتهار میرزا عبدالرحیم خانخانان سپه سالار گفته، اظهار این معنی نموده(۱)، و آتش در خان امثال و اقران مادح و ممدوح انداخته.

خوشا عمر سعادتمندی که با این طائفه روز بگذراند. زهی لذت حیات خردمندی که بدینگونه زندگانی میکند. (ص ۲۸۸)

۱- مقصود از اشعار است که راجع به نظیری گفته است.

● **روز روشن :** رسمی قلندر، میر عبدالرزاق یزدی ست، که در عهد جهانگیر پادشاه بهند رسیده آزادانه بسر اوقات مینمود .

زانروز که گشتیم بدام تو گرفتار	شد کعبهٔ مرغان بهشتی قفس ما
بطرح بیستون، آن تیز دست چهره، پردازم	که نقش تیشه ام داغ دل فرهاد می گردد

(ص ۲۲۱)

۹۱- رسوائی، چغتائی

● **نگارستان سخن :** پسر حالتی(۱) یادگارست - پدر بیچاره مرحوم را از مادر بخطائی زهر داد و بحکم خلیفةالزمانی از کشمیر بلاهور آمد تا کوتوال اورا بقصاص رساند . طبع نظم داشت . ازوست :

تا غمزهٔ خونریز تو، غارتگر جان است	چشم ازل، از دور، بحسرت نگران‌است

(۳۵)

۹۲- رشید، محمد عبدالرشید کشمیری

● **شمع انجمن :** رشید، مولوی محمد عبدالرشید شاه کشمیری . جوان نیکو و خوشگوار است . بمراتب علمی آراسته و بفضائل کسبی پیراسته . بوجه تعلق نیابت محکمهٔ افتای ریاست بهوپال، با محرر سطور، آشنا ست . طبع نظم دارد . بتقریب تسوید این جریدهٔ شعری، چند از طبع ارجمندش درینجا ثبت افتاده:

۱- حالتی تخلص نام او یادگار است . از طائفهٔ چغته بود در سلک ملازمان اکبری انتظام داشت . صاحب دیوان است ، اوراست :

نماند آن قدر از گریه ، آب در جگرم	که مرغ تیر تو، منقار تر تواند کرد
بجای رشتهٔ پیراهنت، ای کاش! من باشم	باین تقریب شاید با تو در یک پیرهن باشم
صبحی عجبی ، سرزد ازآن چاک گریبان	بیدار شو ، ای گوشه‌نشین! وقت نماز است
در ناله ، ز رعنائی آن گل ، شده ام باز	گل دیده ام امروز که بلبل شده ام باز
گر ز درد دل نریزد آب چشمم دور نیست	زآنکه دود خانهٔ ویران، سوی روزن نرفت

(شمع انجمن ۱۲۵)

پیوسته به پیش یار، دل هست — گوئی که ضمیر متصل هست
بر دل یار، نشد حال دل ما، روشن — عکس آئینه در آئینه نمایان نشود
صبح، از دل نتوان برد، غم شام فراق — زنگ آئینه ز آئینهٔ رخشان نشود
چه میرسی ز حال من، که در سودای آن کاکل — ز افتاده ام در پیچ و تابم، پا بزنجیرم
طرفه دیدم پری رخی امشب — زلف دامی و چشم بادامی
(ص ۱۸۳)

۹۳- رضوی، عطاءالله کشمیری

● **صحف ابراهیم**: رضوان (۱) تخلص اسمش عطاءالله کشمیری. اوحدی نوشته که: بیشتر با مرزا غازی وقاری (ترخان) میبود. بعد ازآن بآگره آمده. مخفی نماند که، سراج‌الدین علی خان آرزو صاحب تذکره گوید که: تقی اوحدی این اسم را از سهوالقلم داخل باب عین کرده و الا تخلص مستند شمول باب‌الراست. (ص ۱۵۶)

● **ریاض‌الشعراء**: رضوی، عطاءالله کشمیری، رضوی تخلص میکرده. اوراست:

زعفران خورده است گوئی صبحدم از آفتاب — ورنه بیدره است یکدم عمر چندین زیستن (۲)
(خطی)

● **مجمع‌النفائس**: رضوی، عطاءالله کشمیری. تقی اوحدی میگوید که: رضوی تخلص میکرد. بیشتر با مرزا غازی وقاری میبود، بعد ازآن به آگره آمد. فقیر آرزو گوید که: این سهو است چه درین صورت در باب ـ ر ـ

۱- ریاض‌الشعراء و مجمع‌النفائس رضوی تخلص ثبت کرده اند. در صحف ابراهیم (آلمانی) رضوان است که شاید سهو کتابت باشد.

۲- مجمع‌النفائس دارد.

می آورد . . . . (۱) بهرحال از عطای . . . . است :

یک شکم سیری بود یا فاقهٔ زین بیش نیست　　بی سروسامانی ما و سروسامان ما

۹۴- رفعتی، ملا میرزا ابراهیم تبریزی

● **تذکرهٔ نصرآبادی** : میرزا ابراهیم نام داشت ، اصلش از تبریز است، خالی از کمالی نبود ، شکسته را خوش مینوشت . بهند رفته اسبابی آورد در لباس خیلی تکلف میکرد . مدتی در خدمت عرب خان حاکم شیروان بود گویا درآنجا فوت شد . شعرش اینست :

پروای سخن گفتن احباب ندارم　　نقلی که غم از دل ببرد ، نقل مکان است

در تعریف کشمیر گفته :

چنان لطیف زمینش، که همچو دانهٔ در　　در او چه قطرهٔ افتد، نیفتد از تدویر

(ص ۳۹۹)

● **صبح گلشن** : رفعتی تبریزی، میرزا ابراهیم در تبریز نشو و نما یافته و از وطن سوی هندوستان شتافته. زمین سخن را پاک رفته و در صفت کشمیر گفته .

(یک شعر دارد ص ۱۸۲).

● **دانشمندان آذربائیجان** : رفعتی تبریزی، میرزا ابراهیم، اصلش از تبریز بوده . خالی از کمال نیست.شکسته را خوب مینویسد، بهند رفته اسبابی آورد. در لباس تکلف میکرد . مدتی در خدمت عرب خان حاکم شیروان بوده ، گویا درآنجا فوت کرد .　　(دو شعر دارد ص

۹۵- رفیع، حسن بیگ مشهدی

● **شاهجهان نامه** مشهدی‌الاصل است و سخنان بلندش پیرایه ده عقل.

۱- رک : تحت — ندرتی — اینجا دربارهٔ عطاءالله ندرت صحبت کرده است .

طبعش چو موسم گل روانست و فکرش مانند بهار رنگین و گل افشان . اندیشه اش مانند بهار چمن طرازی گلستان سخن مینماید ، و قلمش به تحریر اشعار رنگین زمین سخن را رشک چمن میکند . مدتی بعنوان انشاطرازی و منشور نویسی با نذر محمد خان والی بلخ و بخارا بوده (۱) . و در سال هژدهم جلوس مبارک ــ از راه تحریک محبت کارفرما که اورا بدین درگاه آسمان جاه رهنما شده بود ــ بآستان بوس معلی رسیده ، در بنده‌های والا درگه شریف انتظام یافت .

اگرچه در لباس شعراء نیست ، اما بمقتضای موزونیت طبع ، اکثر اوقات قصیده و غزل و مثنوی ــ مشتمل بر مدح اشرف ــ بنظر انور میگذراند . این چند بیت از جمله اشعار اوست . ابیات :

چو رشته ، از گهرم گر لباس پوشانی / بر آورم سر خود را همان بعریانی(۲)

چو غنچهٔ ، که بود درمیان ، خرمن گل / نشسته ام ببدل جمع در پریشانی (۳)

عکس رخسار تو ، چون در می گلفام افتاد / شد گمانم که ، مه چارده ، در جام افتاد

طعنهٔ شهرت و رسوائی مجنون ، بس است / ورنه ، طشت من و او ، هر دو ز یک بام افتاد(۴)

پای تا سر ، خویش را ، چون شمع محفل سوختم / گر نشیند عاشق از پا ، این چنین خواهد نشست

۱- بلخ و بدخشان در سال (۱۰۵۴ھ) مفتوح شد .

نصیرائی شیرازی تاریخ گفته :

شکر شد کز عنایات خداوند جهان / کرد فتح ملک توران ، سرور مالک رکاب

سال این تاریخ ، جست ازعقل دانشور ، نصیرا! / گفت با طبعش ز راه تعمیه ، کای نکته یاب

والی توران ، برآر ازملک توران ، وآنگهی / ثانی صاحبقران بنشان بجایش ، کن حساب

(عمل صالح ۲ : ۳۷۶)

۲- سرخوش و حسینی و نصرآبادی دارد .

۳- سرخوش دارد .

۴- نتائج الافکار دارد .

مثنوی

بآب زندگی، شویم دهان را | چو مداحی کنم، شاه جهان را
صدف پرور کند، گوش از کلامش | نگین نا کنده گیرد، نقش نامش
چرا در کان نباشد، لعل سیراب | که از شرم وقارش، کوه شد آب
اگر یابد ز مدحش، صفحهٔ زیور | شود هر سطر او، عقدی ز گوهر
اگر از لطف بیند، سوی دریا | گهر گردد حباب روی دریا
ز قهرش، گر نظر افتد بگرداب | شود چون دیدهٔ مقراض، بی آب

(ص ۲۱۲)

● **نصرآبادی :** حسن بیگ رفیع ، اصلش از قزوین است، اما چون در مشهد بسیار بوده مشهدی شهرت دارد . و در نظم و نثر طبعش لطیف است . در اوائل حال ببلخ رفته ، در خدمت نذر محمد خان بکتابداری مشغول بوده. و از متانت و بزرگی، داماد عالیجاه عبدالعزیز خان شده . در فن انشاء بنوعی شهرت داشت که ، شاهجهان اورا بالتماس طلب داشته با کوچ روانه هند شده ، در مسلک منشیان درآمده . حاجی محمد زمان از رشک ، پادشاه را عرض کرد که: حسن بیگ شاعر است! پادشاه را خوش نیامد ، حسن بیگ را از نظر انداخت. و بعد ازآنکه عبدالعزیز خان پادشاه شد ، چیزی بپادشاه نوشته همشیرهٔ جلیلهٔ خود را، طلب داشته . اورا ببخارا فرستادند. و حسن بیگ در هندوستان مانده. طالع او مدد نکرده، الحال مشهور شد که در کمال پریشانی است . این نقل از آخوند ملا سالک مسموع شد . شعرش اینست :

بر خاک در دوست ، نسودیم جبین را | رفتیم و سپردیم ، امانت دل و دین را
بی خط لب لعلت ، بدلم جای گرفته‌است | در موم ، چه حاجت بسیاهیست نگین را
نگه گرم تو ، با اهل هوس ، بنسیار است | شعله را ، میل بآمیزش خس ، بسیار است
عمر گر خوش گذرد ، زندگی خضر کم است | ور بنا خوش گذرد! نیم نفس بسیار است(۱)
رخسارهٔ آن ماه پی منع من از عشق | خطی بدر آورده که آن هم سند ما ست

۱- در نتائج الافکار و کلمات الشعراء دارد.

صد هنر، چون خامهٔ مو دارم، و نقاش دهر   انتقام ، از هر بن مویم ، برنگی میکشد
سرو و قمری هر دو حیران قد یار من اند   از که نالم ! بنده و آزاد اغیار من اند
بهرکسی، که بود کار دیده، چون سوزن   چو رشته، پیرو او باش، تا تمام شوی
دل منه بر الفت دشمن، که تا گر مست آب   گرچه میجوشد بآتش، لیک با او دشمنست (۱)
تا نداری از گره، سر رشتهٔ خود را نگاه   کار خود را، کی توانی برد، چون سوزن، براه
در دلت تا مهر حق باشد ، نگنجد یاد غیر   در درون سنگ، باآتش خسی همراه نیست
ز کار بسته ام ، خاطر چرا اندوهگین باشد   چو زخم‌بسته، شاید روی بهبودم، ازین باشد
مگر بخار و خس از آفتاب بهره رسید   وگرنه ، بر رخ گل ، رنگ کی تواند دید
عیب جو ، آئینه را گفتم، ز خجلت آب شد   ترک عادت، بود مشکل، باز کار خویش کرد

● **کلمات الشعراء:** رفیع ، میرزا محمد حسن بیگ. پیش نظر محمد خان والی توران خدمت منشی گری داشت. چون بهند آمد ، شاهجهان پادشاه از راه قدردانی او را بمنصب چار صدی سرفراز ساخت.

در عهد عالمگیر شاه، بخدمت دیوانی بیوتات کشمیر شرف اندوز گردید. آخر در دارالخلافه باجل طبعی در گذشت. با فقیر اخلاص تمام داشت. این بیت که برای عزل و نصب خود گفته ، مشهور است:

یک زمان ، فاصلهٔ نیست سفر های مرا   رفتن و آمدن من ، بنفس میماند

براین بیت خود مباهات میکرد ، و شهرت تمام دارد:

عمر گر خوش‌گذرد ، زندگی خضر کم است   ور بناخوش گذرد ، نیم نفس بسیار است

میر معز موسوی خان دخل کرد که. بنا خوش غلط است! با ناخوش باید گفت یا بنا خوشی! میرزا شنیده ـ بتلخی ـ درست کرد ، اما شعر از مزه بر افتاد.

دیگر اشعارش تلاشی بسیار دارد. مثنوی در تعریف شاه جهان آباد خوب گفته ، چنانچه در ستایش تخت مرصع‌کار گوید:

۱- سرو آزاد و نتائج و شمع انجمن دارد

اگر، پاسبانش، شود مست خواب   بـرویش فشانند ز یاقوت آب

بیتی در صفت عمارت گردون اساس گفته :

قضا رفتش را، بجائی رساند   که آتش، ز همراهی سنگ ماند

بیتی در تعریف انار باغ حیات بخش گفته ، نواب علیة‌العالیة بیگم صاحب شنیده بسیار پسندیدند. پانصد روپیه صله دادند :

انار دلکش این تازه بستان   بود بی دانه همچون نار پستان

رباعی در تنزل احوال بپادشاه رسانید که بیت آخرش این است :

گفتم : قدمی پیش نهم ! پس رفتم   در بخت، نظیر پای معکوسم، من

از زاده‌های طبع اوست :

خوشم که، غیر نگنجد میانهٔ من و تو   چو خاتم دو نگین است ، خانهٔ من و تو

از وطن یاری نیامد ، با من شیدا برون   آمدم ، مانند دست از آستین ، تنها برون(۱)

خویش را آشنای حرف مکن   نقطهٔ ، امتحان کاتب ، باش

ای جرس! این همه فریاد، ز دل تنگی چیست   شکرها کن که دلت جای طپیدن دارد

چها کنم دل او گر شود بفرمانم   جنون سرزده را دست رس بسنگ مباد

بی‌لب لعل تو میخوردیم، و دل‌را زد، شراب   محتسب! بنشین‌که مارا باده خودکرد احتساب

(۶۸)

● تذکرهٔ حسینی : میرزا حسن بیگ رفیع مشهدی بوده بهند نیز عبور نموده از عهد شاهجهان تا زمان عالمگیر بخدمت شایستهٔ ممتاز میریسته .

(یک شعر دارد ص ۱۳۶)

● سرو آزاد : رفیع ، میرزا احسن، شاعر رفیع‌المقدار و منشی کامل عیار بود . اصلش از قزوین است . مدتها باقامت مشهد مقدس ، سعادت حاصل کرد ، لهذا به مشهدی شهرت یافت .

بعد ازان که، منازل علوم رسمی طی کرد و دستمایهٔ فنون بهم رساند ،

۱ـ نتائج الافکار دارد

نزد نذرمحمد خان والی بلخ رفت و بمنصب انشاء امتیاز یافت .

آخر بهند عازم شد و چهاردهم رجب سنه اربع وخمسین و الف (۱۰۵۴ھ) بآستان بوس صاحبقران ثانی شاهجهان دولت تازه اندوخت و در ملازمت اول بخلعت و انعام سه هزار روپیه کامیاب گشت . و در سلک بندگان در آمد . و در جشن وزن شمسی بیست و چهارم ربیع‌الاول سنه ست و ستین و الف (۱۰۶۶ھ) مثنوی تهنیت جشن بعرض رسانید . و مبلغ هزار روپیه برسبیل جائزه مرحمت شد .

و در عهد عالمگیری بخدمت دیوانی و بیوتاتی کشمیر مأمور گردید . انجام کار بعذر کبر سن از نوکری استعفاء نمود و از سرکار پادشاهی وظیفه تقرر یافت . و در دارالخلافه شاهجهان آباد وظیفه حیاتش منقطع گردید . عندلیب قلم زمزمه او میسراید :

آنها که ، خواب‌راحت بر خود ، حرام‌کردند — چون شمع‌کار خود را یک شب تمام‌کردند(۱)

سهل باشد، لذت خاری‌که، در پیراهن است — داغم از ماهی‌که، اورا خارها، جزو تن است

خار را آتش توان زد ، تا نگیرد دامنی — من نمیدانم ، علاج خار دامنگیر چیست(۱)

نیم بسمل شده مرغی، بکف آرم ، که مرا — در خور حالت‌خود، نامه بری درکار است(۱)

بدام زلف تو، عالم تمام در بند است — کسی که باز بود ، دیدهٔ تماشائی است(۱)

قفسای آئنه را ، به ز روی آئینه ، دان — که روبرو نشود با کسی، که خود بین است(۱)

(ص ۱۰۷-۱۰۸)

● **خزانهٔ عامره** : رفیع ، میرزا حسن بیگ قزوینی‌الاصل است ، مدتی باقامت مشهد مقدس ذخیرهٔ سعادت اندوخت، لهذا مشهدی علم‌گردید . شاعر رفیع‌الدرجات و منشی خوش عبارات است . در مبدأ فطرت دست مایهٔ فنون بهم رساند و نزد نذرمحمد خان والی بلخ رفته، بمنصب کتابداری و انشای

۱- شمع انجمن دارد .

سرکار او قیام نمود. و از کلام نصرآبادی ظاهر میشود که : او همدامان نذر محمد خان بود. و همداماان را در عربی سلف بالکسر گویند. رفیع پیش ازآنکه، افواج شاهجهان متوجه تسخیر شوند، ره‌گرای هند شد. شیخ عبدالحمید مؤلف شاهجهان نامه گویند :- چهاردهم رجب سنه هزار و پنجاه و چهار (۱۰۵۴ھ) حسن بیگ رفیع — منشی نذرمحمد خان — که بآرزوی بندگی این دولت آسمان صولت، از خان مذکور جدائی گزیده، روی امید باین سدهٔ سنیه نهاده بود، سعادت تقبیل عتبه فلک رتبه دریافت. بخلعت و انعام سه هزار روپیه سر بر فلک افراخت، داخل بندگان درگاه فلک جاه گردید (انتهی). و او بمنصب پانصدی، چهرهٔ اعتبار بر افروخت. و در جشن وزن شمسی بست و چهارم ربیع‌الاول سنه سته و ستین و الف (۱۰۶۶ھ) در جائزهٔ مثنوی تهنیت، ده هزار روپیه برگرفت. و مثنوی در تعریف شاهجهان آباد دارد. درین مثنوی وصف — باغ حیات بخش — میکند.

انار دلکش این تازه بستان بود بیدانه همچون نار پستان

جهان آرا بیگم مشهور به بیگم صاحب، بنت شاهجهان، بیت مذکور شنیده خوش گردید و پانصد روپیه صله بفرستاد.

درعصر خلد مکان (عالمگیر) بخدمت دیوانی و بیوتاتی کشمیر، جمعیت پذیر گردید. و در آخر عمر بعذر کبرسن از نوکری استعفاء خواسته در شاهجهان آباد گوشهٔ انزوا گرفت، و از سرکار پادشاهی وظیفه تعین یافت، تا آنکه از وظیفهٔ حیات نیز استعفاء نمود.

در وقت تحریر این صحیفه، صحافی دیوان غزل و رباعی او آورد و بانتباع فقیر در آمد. پریزادان معانی تازه تسخیر میکند و در بعضی زمین‌ها از دو تا چهار غزل منظوم میسازد، و همه مضبوط و مربوط. قصائد و مثنویات

او به فقیر نرسیده ، خان آرزو از غزلیات او انتخاب مستوفی زده داخل ـ مجمع النفائس ـ ساخته، این اشعار سوای آن از دیوانش برچیده شد :

ای فلک! دیگر برآر از ننگ عریانی مرا — عیب دانا نیستم تا کی بپوشانی مرا(۱)
چون نگین با خویش نام خانهٔ داریم و بس — هیچکس فیضی نبرد از سایهٔ دیوار ما(۱)
در موسم گل ، گر بگلستان برسیدیم — از دست ندادیم ، تماشای خزان را(۱)
لرزید دل و داد نشان ، زآن خم ابرو — رسمی است طپیدن نفسی قبله نما را(۲)
افتادگیم ساخته از حادثه ایمن — هرگز ندهد تاب کسی پنجهٔ پا را
از زبانم ایمن است آنکس که غمخوار من است — آتش سنگم ، نمیسوزم پناه خویش را
قد خم گشتهٔ مارا، بنظر کی آرد — چشم مستت که ندارد خبر از ابروها(۱)
دائم هوس این است دلم را ، که چو پیکان — در پای خدنگ تو، گذارم سر خود را
محتسب، گر نرود از در میخانهٔ ما — عاقبت میبردش، گریهٔ مستانهٔ ما
ازآن ترسم که، ناگه قسمت موری درآن باشد — وگرنه میزدم آتش سراپا خرمن خود را
در حق آئینه دارد، دود آهم ، فکرها — لیک میترسم که آرد درمیان روی ترا
چو خار ، بر سر دیوار گلستان ، منشین — که آتشی نشود از تو بهره مند آنجا (۲)
همچوآتش، در درون سنگ، اگر باشم نهان — جلوهٔ آن شوخ آهن دل کند رسوا مرا
لاله ام پژمرده میکردم اگر بیجا شوم — رحم بر داغم خورد بگذار در صحرا مرا
ما قوت پرواز نداریم ، وگرنه — عمریست که صیاد شکسته است قفس را (۲)
بهار ما چو نرگس، جمله صرف خواب غفلت شد — مگر بیدار سازد شوق دیدار خزان مارا
خاطر آئینهٔ ، از ما غباری ، بر نداشت — زنده همچون عکس بی باد نفس بودیم ما
شام هجران وصلم آید یاد و در دم تازه شد — همچو بیماری که در تب بشکنند پرهیز را
پروانه را چراغ و مرا داغ شد پسند — هرکس بقدر طبع کند انتخاب را (۲)
هزار سوزن الماس، پیش خورده دلم — صدف نیم که بود گوهر نسفته مرا
از خال و خط درآن زلف، دلها هراس دارند — در شب ز هر سیاهی، بیم است کاروان را
کسی بزادهٔ خود خصم نیست، حیرانم — که سنگ ، بهر چه گردید دشمن مینا(۳)
گل، نهان دارد بزیر دامن خود، خار را — تا نه بیند ، چشم بلبل صورت اغیار را
زینتی دارد اگر دنیا نصیب دیگری است — میفروشد باغبان گلهای باغ خویش را
ای غم یار! بیکبار ز ما رنجیدی — از چه بی لطف شدی، این همه دربارهٔ ما

۱ـ شمع انجمن دارد.
۲ـ نتائج الافکار دارد.
۳ـ شمع انجمن و نتائج الافکار دارد.

هنوز در کفم، از عمر رفته، تاری هست — بدستم از سر زلف تو، یادگاری هست(۱)
مرا که، بی تو بگلشن شراب، خون دل است — چه سود ازین که چو نرگس پیاله داری هست(۱)
غیر من، کز گلشن کویت، نچیدم غنچهٔ — هر کرا دیدم، گلی بر گوشهٔ دستار داشت
دست ارباب طلب را نیش زد — دامن ارباب دولت خار داشت
ای ذره! بر بخوبی خورشید خود مناز — معشوق هرزه گرد تو، رسوای عالم است
بی همتی نگر که، باین رتبه آفتاب — تا شد بلند، درپی تاراج شبنم است(۲)
بعد عمری، گر بمکتوبی، سرافرازم نمود — بر گلوی مرغ بی پر، با عصای لنگ بست
چو گیرش سر ره، روز من بگرداند — نظر بطالع من گردش قمر این است
نمیکنم سخن از هیچکس، چو مردم چشم — مرا چه باک که عالم پر از سخن‌چین است(۲)
غذا ز پهلوی خود، میخورد چو شمع، دلم — ببزم هر که درآید، گدای خویشتن است
همیشه پیش من، وز برم گریزانی — که چشم میبرد اما بجای خویشتن است
نیستم دولاب، دست ای چرخ! ازمن بازدار — همچو یوسف کردهٔ یکبار در چاهم بس است
در کمال سرکشی میبینم، امشب شمع را — ظاهراً پروانهٔ در پای او افتاده است
مشت خاکم، در ره باد صبا، افتاده ام — میبرد باخود مرا، هر سو که، خاطرخواه اوست(۳)
چون خانهٔ که، زود بنا سازدش کسی — بی فکر، آنچه گفته شود، پائدار نیست
نه همچو سرو و گلم، ذوق گلشن‌آرائی است — چو نخل بادیه، کارم همیشه تنهائی است(۱)
ادا کنم بسر و دیده، کار چون سوزن — اگر مسیح مرا ذوق کارفرمائی است
بغیر ازین که، سر خود نهاده بر پایش — چه کرد زلف که، از روی یار افتاده است
زادهٔ عشقم، بمجنونی ندارم احتیاج — زانکه، فرزند معلم را، غم اوستاد نیست
از سر دام و قفس، نیست گذشتن، آسان — دین و دنیای اسیران محبت، این است
داغ حرمان تو، هرگز نرود از دل ما — این وطن سوخته را، حب وطن بسیار است(۲)
خانهٔ پر شیشه را، ماند جهان بیم، دار — جمله یکجایند و دلهارا بدلها راه نیست
خار خشکم گر ندارد باغبان لطفی بمن — آتش گلشن بغایت مهربان اوفتاده است
فلک، دو یار موافق، بهم رفیق نکرد — کباب گر نمکین شد، شراب بی نمک است
باغبان! از سیر باغت، منتی بر من منه — گل بدست آمد مرا، اما دماغ از دست رفت(۱)

۱- شمع انجمن دارد.

۲- شمع انجمن و نتائج‌الافکار دارد.

۳- در همین زمین است:

رشتهٔ در گردنم، افگنده دوست — میبرد، هر جا که، خاطر خواه اوست

هر چند که، ظاهر نکنم مهر لبت را ‌‌ آن نیست که، رسوا نشوم، بوی شراب است
دنبال دل بوالهوسان، میرود آن شوخ ‌‌ دانسته که، رفتن ز پی مرده، ثواب است
دیگری آرد مرا بیرون، مگر از بزم یار ‌‌ ورنه در پا، همچو شمعم، قوت رفتار نیست(۱)
نمرد در قدم گل، نسوخت همره خار ‌‌ ز عندلیب نگویم سخن، که عاشق نیست
بر من از، قهقهه شیشهٔ می، ظاهر شد ‌‌ کز پی خندهٔ کم، گریهٔ بسیاری هست(۱)
یک نفس باش که، در سایه ات، آسوده شوم ‌‌ که امیدم، بتو ای سرو روان! بسیار ست(۲)
هر کسی نیزه تواند ز قلم بر دارد ‌‌ از پی قتل چرا تیغ دو دم بردارد
خواستم، سبزه صفت، در قدم گل باشم ‌‌ باغبان آمد و خار سر دیوارم کرد(۱)
تو گر روی ز چمن، بلبلان تمام روند ‌‌ گمان مبر که، یکی از هزار میماند
صیاد، آب و دانه بمرغ قفس، دهد ‌‌ ای بلبل چمن، بتو از گل، چه میرسد
بامن، اگر سپهر بود سرگران، چه باک ‌‌ چون پیر گشت، ناز پدر میتوان کشید(۱)
در دم پیری شود آگه، رفیع از حال خود ‌‌ زان که، در فصل خزان، دیوانه غافل میشود
من کفیل از طرف بلبل گلزار، که او ‌‌ گر در آید به قفس، یاد گلستان نکند(۱)
ناکس بشعله ماند در طرز آشنائی ‌‌ چون گرم پیش آید با دوستان در افتد
کمال خوبی آئینهٔ پر زنگ را، نازم ‌‌ که گوید غیب خود را چون بمردم روبرو گردد
بهر آسائش، ستم بر دیگران، نتوان نمود ‌‌ دست چون آزرده شد، از زیر سر، باید کشید
در طلب، از کوشش بسیار، کارم بس فتاد ‌‌ چشمهٔ امید خود را، بسکه کندم، چاه شد
از چمن، دامن پر گل، همه یاران رفتند ‌‌ هیچکس، مرغ قفس را، بخسی یاد نکرد(۲)
از پیش، من نتوانم که روم، وقت وداع ‌‌ اشک من، بیش مگر یک دو سه منزل برود
فرهاد، عجب نیست اگر قاتل خود گشت ‌‌ میخواست که، منت‌کش جلاد نباشد
آسمان، چون گهر چند، که در رشته کشند ‌‌ هر دم از بهر نوازش دگری بیش کشد
نرسد دست عاشق، خم زلف تابدارت ‌‌ بکسی بغیر پایت سر او فرو نیاید
دنیا، هزار بار گر افتد، بپای من ‌‌ از من باو بجز سر بای نمیرسد
با باد، باو تحفه شراری، نفرستاد ‌‌ خار سر دیوار، ز آتش گله دارد
بر سر لطف گر آید، خجل از چرخ شوم ‌‌ همچو پیری که به تعظیم جوان برخیزد
بدست غیر دیدم، تابکی، زلف درازت را ‌‌ مرا خواهی، ز عمر خویشتن بیزار کرد، آخر
رنگ گلها، باد از گلگون شیرین میدهد ‌‌ ای صبا! برگ گلی بر تربت فرهاد مریز
درمیان دفتر اشعار خود دارم مقام ‌‌ خانهٔ رنگین شاعر، بیت رنگین است و بس

۱- شمع انجمن دارد.
۲- نتائج الافکار دارد.

بیهوده ، درمیان دو رنگان، بسر مبر
چون آفتاب، گنجفه بی صبح و شام، باش

شد مدتی ، که یار نمیپرسد ، از رفیع
رنجیده است صاحب ما از ندیم خویش

در گوشهٔ مکتوب کسی ، نقش نگین باش
شاید که بجای برسی، گوشه نشین باش

هر که بیند مرا شکست دهند
ورق انتخاب را ماتم

کسبی نبود ، با دل من ، نور محبت.
چون چرخ، بجز مهر خدا داد ندارم

از بسکه، مقید بسر زلف تو گشتم
مطلق خبر از حال دل خویش ندارم

مگو که ، صید حرم گر شدم، چه غم دارم
که از تغافل صیاد ، صد الم دارم

اگر دانستمی، کان سنگدل، استاده در راهم
گرم صد خانه بودی، شیشهٔ دل یار میبستم

شیشهٔ بی باده را ، چون نیست نوری، در جبین
همچو شمع کشته، باید از میان برداشتن

در زیر تیغ دل را یارای دم زدن نیست
نتوان نفس کشیدن هنگام آب خوردن

از زبانم قامت او، پند بر دارد که لال
در قیامت عاجز از تقدیر نتواند شدن

بزخم بسته، شبیه است، کار بستهٔ من
امید هست که ، در بستگی ، شود نیکو

جای در فانوس، کی باشد چراغ مرده را
گر دل افسرده داری، پای در خلوت منه(۱)

دل آسمان شود خون، ز حسد، اگر به بیند
که چو برگ لاله، یکجا، دوسه آشنا نشسته(۲)

همه عمر در سیاهی، ز چه ماند، آب حیوان
چه گناه کرده، یارب! که بروز نا نشسته

من آن نیم ، که برم رشک، بر متاع کسی
ببرگ برگ تو ای لاله ! داغ ارزانی

منکر آن قامتی ، زاهد! دم از ایمان مزن
چون مسلمانی؟ که انکار قیامت میکنی

(ص ۲۳۳-۲۳۸)

● **نتائج الافکار** : صاحب طبع منیع میرزا حسن بیگ رفیع . اصلش از قزوین است، لیکن چون سالها بسکونت مشهد مقدس ــ در تحصیل سعادت ــ پرداخته، بناء علیه بمشهدی شهرت گرفت . ناظم رفیع‌القدر و منشی خوش رقم بوده . در اوائل حال سرمایهٔ نظم پردازی و انشاءطرازی فراهم نموده بخدمت نذر محمد خان والی بخارا رسیده، بعهده کتاب داری و دارالانشاء سرکار او مأمور گردید . گویند: قبل از آنکه افواج شاهجهانی متوجه تسخیر بلخ شود، خود را بهند رسانید و بتقبیل آستان دولت نشان شاهی و تقرر منصب پانصدی، سامان عزت

۱- نتائج‌الافکار دارد .
۲- شمع انجمن دارد .

و امتیاز حاصل ساخت . و بحصول صلات نمایان در جائزه مثنویات در همچشمان سر مفاخرت و اعتبار بر افراخت .

و در عهد عالمگیر پادشاه بخدمت دیوانی و بیوتاتی کشمیر ، طمانیت پذیر گشت . و در آخر عمر بسبب کبر سن از نوکری مستعفی گشته و در شاهجهان‌آباد منزوی گردید . و مادام حیات بوظیفه از سرکار شاهی مقرر شده بود ، اوقات خوش میگذرانید، و اواخر مأته حادی عشر (سدهٔ دوازده) بساط هستی پیچید . این چند بیت از طبع بلندش بملاحظه درآمد :

همچو آتش، در درون سنگ، اگر باشم نهان   جلوهٔ آن شوخ آهن دل، کند رسوا مرا
بچه امید، تمنای خلاصی دارم   منکه دانم، قفسم در نظر صیاد است
چو غنچهٔ که، بود درمیان خرمن گل   نشسته ام بدل جمع در پریشانی

(دوازده بیت دارد ۲۷۰-۲۷۲)

● **شمع انجمن** : رفیع، میرزا حسن بیگ قزوینی . شاعر رفیع‌الدرجات و منشی خوش عبارات و ناظم رفیع‌المقدار و ناثر کامل‌الاعتبار است . منازل علوم رسمی طی کرده و دستمایهٔ فنون بهم رسانده، در سنه (۱۰۵۴ه) بهند آمد و بمنصب پنجصدی چهرهٔ اعتبار بر افروخت، و صله‌های گران، در بدل مدح شاهجهان پادشاه بیندوخت .

در عصر عالمگیر ، بعذر کبرسن از نوکری استعفاء خواست، و در دهلی گوشهٔ انزوا گرفت، و از سرکار پادشاهی وظیفهٔ تعین یافت، تا آنکه از وظیفهٔ حیات مستعفی شد . پریزادان معانی تازه تسخیر میکند و لآلی مبانی را در رشتهٔ غزل منظوم میسازد . آرزو در تذکرهٔ مجمع‌النفائس انتخاب غزلیات او مستوفی کرده . این چند بیت سوای آن از دیوان او برچیده شد :

(۳۲ بیت دارد ۱۶۴-۱۶۶)

۹۶- رفیقی، شیخ نورالدین کشمیری

● **رحمان علی** : شیخ نورالدین رفیقی کشمیری بن عبدالله بن مصطفیٰ رفیقی کشمیری. بسال دوازده صد و بست و پنج هجری (۱۲۲۵ھ) متولد شده و از عم زاد خود شیخ طیب بن احمد بن مصطفیٰ، علوم معارف اخذ کرده. و اکتساب دیگر علوم متعارفه بخدمت مولوی محمد حسن بن نظام‌الدین نمود. و باکثر بلاد سیر و سیاحت کرده بصحبت مشائخ وقت رسیده مستفید گشت. و تمام عمر مجرد ماند و طبع موزون داشت. اشعار لطیفه و ابیات منیفه ازو یادگار اند نهم رجب سال دوازده صد و هفتاد و هشت (۱۲۷۸ھ) هجری رحلت کرد. (۲۴۸)

۹۷- رنگین، پندت دیا ناته

● **ملخص ریاض‌الوفاق** : دیا ناتهه پندت متخلص به رنگین. جوانی کشمیری الاصل است. درحین ورود بنارس، بوساطت رفیق دلخواه پندت بدیا دهر، باین قدح پیمای خونابهٔ دل، ملاقی گشته، اکثر بزم افروز اخلاص میشد.

استقامت سلیقهٔ طبعی در دقائق نظم و نثر دارد. نثری هدیه خاک نشین آستان شوق کرده بود، که با ذکر حال آن خجسته افعال در نسخهٔ ـــ بهارستان ضمائر ـــ رقم پذیر گشته است.

حالا در کلکته در سلک ارباب انشاء دفتر خانهٔ عدالت صدر نظامت منسلک بوده بخوشحالی میگذراند. گلشن خیال رنگین، گل بدین رنگ و بو میدهد :

شد سیه روز من، ای زلف پریشان! از تو　　شکوه موئی نکنم، در شب هجران، از تو

گرچه پروانه بسوزد ، نبود هیچ عجب
شمع دارد بجگر آتش سوزان از تو
سرو، از رشک قد تو ، بچمن پا در گل
گل، زده خاک ز حسرت، بگریبان از تو
بر سر دل و جان ، مهرهٔ عشقت چیدم
باختم نرد محبت ، بدل و جان از تو
خود بگو! چند کشد با دل غمگین، رنگین
اینهمه جور و جفا ، ای شه خوبان از تو
(ص ۴۱-۴۲)

۹۸- روشن، پندت مهتاب جیو ترسل

● **بهارگلشن کشمیر** : در سال (۱۸۹۶ بکرمی) در سرینگر بدنیا آمد و بعمر ۴۹ سالگی در سال (۱۹۴۵ بکرمی) حیات مستعار را پدرود گفت . صاحب ثروت بود به عز و آبرو زندگانی بسر میکرد . در شعر دیوانی مرتب نکرده و هر چه گفت بباد رفت .

از آب رویش ، و ز تاب مویش ، از رشک کویش ، و ز زهر خویش
سیماب لرزان ، سنبل پریشان ، جنت پشیمان ، حنظل گریزان
تنها نه رویش ، سرزد به صحرا ، از درد هجرش ، مفتون و شیدا
فرهاد و مجنون، درکوه و هامون، بی برگ و سامان ، افتان و خیزان

چه باک از چین ابروی کمانداران سلطانم
که از تیر قناعت دوختم چشم تمنا را
نازش بجان خریدم و بازیش داده ام
طفلست خورد سال ، چه داند حساب را
زلفت ، که تکیه بر ورق گل ، بناز کرد
هندو نگر که پای به مصحف دراز کرد
دلم، بابخت خودهرلحظه هرجنگ‌است میسوزم
ز من شاه جهان بی وجه دل تنگست میسوزم
بدوش هر یکی با آب و تاب و عیش آرام است
نه خرمن‌این‌چنین‌بی‌آب و بی رنگست‌میسوزم
خواب پریشان دیده ام زلفش بدست غیر بود
از رشک خونم جوش زد، نشترکجا فصاد کو
ساقی! پیاپی بی‌عدد، می‌ده، زبدمستی‌مترس!
رندان دریا نوش را، مستی کجا تعداد کو
ای خواجه ! درین جهان ز بیخبری
روزان و شبان ، در طلب سیم و زری
سرمایهٔ تو، درین جهان ، یک کفن است
آنهم بگمانست ، بری یا نه بری!
(۲ : ۸۹۴)

۹۹- زیرک ، گوبندرام

● **تذکرهٔ حسینی** : گوبند رام زیرک. از برهمنان کشمیر است. ویراست:

بدستگیری مردم ، چو سبحه چشم مدار — که از برای خدا میکنند سرگردان
دامان ز کوه صفحه چسان میدهم ز کف — در سر مرا هوای کلاه فرنگیست
(ص ۱۳۹)

● **عقد ثریا :** پندت گوبندرام زیرک تخلص، شخص جهاندیده بوده. شعر را بطور اهل خطه بصفای تمام میگفت . معاصرین بر شاعریش اتفاق داشتند . (ص ۳۱)

● **روز روشن :** زیرک ، گوبند رام پندت کشمیری لکهنوی، طبع رسا و فکر فلک فرسا داشت . شیخ محمد علی حزین لاهیجی در قطعهٔ زبان بهجو کشامره دراز کرده بود. این زیرک ، بمعائنه اش بهم برآمده ، درجوابش قطعهٔ گفت و بسیار دراز نفسیها نمود . چند اشعار، هردو قطعه ،از برای تنزه مردم دیدهٔ ناظرین ، مرقوم میشود . بعض اشعار قطعهٔ شیخ این است :

شرح قومی ، شنو از من ، که ندارند نسب — ادب و شرم و حیا ، غیرت از ایشان مطلب
همه حمامی و دلاک بود اعلایش — ما بتی ، دله و سادو ، دگر ارباب طرب
در حسب نامهٔ شان، از همهٔ خلق جداست — در نجابت بعزازیل رسانند نسب
کس ندیده ، بوطن مردن کشمیری را — درجهان، چون‌صف مورند روان، دانه طلب
یک ازین قوم، ندیدست دو نوبت، کشمیر — بر نگردد، چو ز سوراخ برآید عقرب
پی یک حبه ، دوانند ، شتابان بد مشق — نزد ایشان ، دو قدم راه بود تا بحلب
بی سبب نیست ، اگر دوستی اظهار کنند — بعداوت چو در آیند ، مجوئید سبب
در محبت چو ذباب و بمروت زنبور — بسخاوت چو غراب و بشجاعت ارنب
جزو نظمی ، که کند خامهٔ ایشان تحریر — هزج و سالم آنرا همه بینی اخرب
گرکشند از تن‌زارت چوشپش خون چه غریب — در برند از کفت ایمان چه بعید و چه عجب
کفش و پا جامه نماند بیکی از عجمی — لنگ و عمامه تمامی برد از اهل عرب
تا نمی زاد ، ز دنیای دنی ، کشمیری — کاش این قحبه ستردن بدی ابلیس غرب

و بعض ابیات از قطعه زیرک این است :

شهسواریکه ، بدشت سخن از طبع روان — تاخت چون قدسی و طغرا و جلالا اشهب
واصف خطهٔ کشمیر شد و سکانش — که عجیب ست و غریب اند عجم تا بعرب

آدم آنست، که گوید ز بهشت و غلمان — هر چه آید بدل از معنی و لفظش بر لب
نه که، چون مرتد مجهول، فرو مایه فضول — که نه از خلق خوشش، بهرهٔ بودی ز ادب
باشد از نقص خرد، بیهده در عالم شعر — برخلاف همه ارباب کمالش مشرب
چند در پنبهٔ ایهام نهم، در سخنش — فاش گویم که، کدامین بود آن بد مذهب
شیخ شیطان، که حزین نام و خطابش، آمد — در سخن، یافت درین جزو زمان تا منصب
بیحیا، آب نه در چشم و نه بر رو دارد — خاک او ساخت مخمر ز پی خجلت رب
قلتبان چون ندهد ساق عروسان سامان — میهمان جفته زنانند بخوابش هر شب
همچو پیکان، بدلش غیر دل آزاری نیست — چو کمان، خم نشود پیش کسی، جز مطلب
خانه اش، نی بفلک هست نه بر روی زمین — سر بسر خاک برانداز چو راس است و ذنب
ساکن دیر شد و زائر بتخانهٔ هند — غور کن، بودن اورا ببنارس، چه سبب(۱)
کسپت در شیطنت، ای شیخ! بگوا ستادت — که عزازیل بود پیش تو طفل مکتب
فتنه ها، زاد بایران، ز وجودت، شاید — مادرت، ام خبائث بده، چون بنت عنب
چون تو موذی، نبرد راه، دگر ره بوطن — روی سوراخ ندید است دو نوبت عقرب
حرف بد، جز بزبان و لب بد، کی آید — بد اگر در حق نیکان تو بگوئی چو عجب

قطعه، در مذمت شاهزادهٔ دهلوی :

گر چنین، ای همای اوج و کمال — مرغ بازی تو اختیار کنی
من، ببانگ بلند، می گویم — خانه را بر خروس بار کنی
(ص ۲۷۳-۲۷۵)

۱۰۰- ملا ساطع، ابوالحسن

● **همیشه بهار** : ملا ساطع، ابوالحسن کشمیری است. از اشعارش احوال او بر صاحبان فن معلوم است. از شاگردان میرزا داراب جویاست من اشعار :

مانند زخم دوخته، بر وضع روزگار — کردیم ضبط، خندهٔ بی اختیار خویش (۲)

۱- شیخ گفته است :
از بنارس نروم، معبد عام است اینجا — هر برهمن بچهٔ، لچهمن و رام است اینجا
۲- سفینهٔ خوشگو و مجمع‌النفائس دارد.

دنیا و آخرت ، بریاضت کشان، دهند ... دارد کمان ز چله نشینی دو خانه را (۱)
اعتمادی نیست ، انس طائر اقبال را ... این کبوتر، هر نفس، مشتاق بام دیگر است (۲)
مرا از شمع ، شد این نکته، روشن ... که گرمیهای این مردم ، زبانیست (۳)
تا بود حسن تو، مقبول دل مستم، گذشت ... ز اختلاط دختر زر همت مردانه ام (۲)
دوان بر جادهٔ تیغ است ، گوی قطرهٔ خونی ... بآهنگ شهادت، دل چو در کوی تو می آید
مرا عشق مجازی، از حقیقت کی کند غافل ... دهان غنچه میبوسم کزو بوی تو می آید (۴)
سلیمان سخن، از طبع خود، تخت روان دارد ... فرستند، از پی تسخیر، در آفاق دیوان را (۵)

(خطی)

● **سفینهٔ خوشگو** : ملا ساطع ، از استادان کشمیر جنت نظیر است . شاعر غرا بعنوان سخنوری بس آشنا بود . صاحب قدرت معنی یاب و فکرهای او ساطع تر از آفتاب است . بسیار جامعیت داشته، و از اقسام شعر و قصیده و غزل، خوب تر سر انجام می داد . شاگرد جویاست. چنانچه خود درین باب جرسی جنبانیده :

مرا جویند استادان برای نکته سنجیدن ... همین بس حجت ساطع، که جویا، بود استادم

قریب بیست سال شده که، بدارالخلافه شاهجهان آباد رسیده بخدمت نواب بخشی الممالک صمصام‌الدوله امیرالامرا بهادر پیوست . و مدحهائی زائدالوصف گذرانده، بصلات گرانمند فائز شد . و بتوجه نواب قدرشناس، قدری دامها در وطن جاگیر یافته رفت . همانجا تا زیست اوقات به فراغت گذرانید . و در فکر شعر سرگرم بود. اکثر تربیت کردگان او ، صاحب کمال شدند . دیوانی ضخیم دارد ظاهراً در هزار و صد و پنجاه (۱۱۵۰ھ) و چند

۱- سفینهٔ خوشگو و تذکرهٔ بی نظیر دارد .
۲- سفینهٔ خوشگو و روز روشن دارد .
۳- سفینهٔ خوشگو و مجمع‌النفائس و سفینهٔ هندی دارد .
۴- سفینهٔ خوشگو و مجمع‌النفائس و روز روشن دارد .
۵- سفینهٔ خوشگو و تذکرهٔ بی نظیر دارد .

وفات کرده . اشعارش آنچه به فقیر رسیده این است :

جوش عشرت میزند از غم دل دیوانه ام
سبز شد ، چون خال‌گلرویان، در آتش دانه‌ام
دل باختهٔ عشقم ، گفتم غم دنیا را ؛
تصدیع مکش مهمان! من خانه کجا دارم
بپا دارد ، ز نیروی سخن ، طبع خدا دادم
بود بر کرسی معنی ، چو بیت خویش بنیادم
بشوق نقش پایت ، آن قدر روی زمین، بوسم
که سازد جادها را، تار گوهر جوش تبخالم
کند هر شب ، تمنای بنا گوش تو ، بیتابم
بود غلطیدن خود ، چون گهر گلگشت مهتابم
دوش ما ، بار ردا را ، نتوانست کشید
بکشد شیخ ، که افتاده بگردن او را (۱)
دلم بر حال، هر برگشته بختی ، فاش میسوزد
که میگوید چراغ آسیا روشن نمی باشد
مشو هم شهر ما، مجنون! گرانجانی بصحرا رو
که جای پای خواب آلوده، جز دامن نمی باشد
زآن ، پسندیدهٔ محنت طلبان ، شعر منست
که ز مضمون غم عشق تو، بیت‌الحزن است
جان شیرین ، لب پر خنده ، بهبا نستاند
طمع بوسه گدایان ، چه زیاد از دهن است(۲)
(۲۳۶-۲۳۷)

● ریاض‌الشعراء : ملا ساطع ، ملا ساطع کشمیری بوده . چند سال قبل از ین در دارالخلافه دهلی فوت شده . طبعش در نظم قدرت داشته . دیوانش از سه هزار بیت متجاوز است . اوراست :

در حریم حسن، صاحب دیده، محرم میشود
تکمهٔ پیراهن خورشید ، شبنم میشود
میرساند بتو پیغام ، ز جان سختی ما
دم شمشیر تو، هرگاه که ، بر میگردد
از تنگی آن دهنم ، چه گویم
گنجائش گفتگو ، ندارد

● مجمع‌النفائس : ملا ساطع ، از مردم کشمیر است . شاگرد داراب بیگ جویا ست . همطرح عبدالغنی بیگ قبول . تلاش معینهای تازه دارد . مدتی رفیق اسلام‌خان، میر آتش بهادرشاه پادشاه، بود . ـــ گلشن اسلام ـــ نام نثری بنام او نوشته . در فن نثر ، خیلی قدرت داشت و بسیار رنگین و پخته مینوشت . پای کمی از نصیرای همدانی وغیره نمی آرد ، بلکه طرز و طور

۱- مجمع النفائس .
۲- مجمع النفائس و روز روشن دارد .

خاصی بهمرسانده . اواخر بمداحی مرحومی نواب صمصام الدوله بهادر، بخدمتی از خدمات کشمیر مأمور شده بآنجا رفت . چون پارهٔ جاگیری هم در کشمیر داشت ، برفاه و جمعیت خاطر بسر میبرد ، تا برحمت حق پیوسته . نسخه ــ حجت ساطع منتخب برهان قاطع ــ در لغت نوشته ، اما چندان خوب نیست . دیوان مختصری دارد که منتخبش نوشته میشود :

بیقراریهای نبض خستهٔ عشقبت ، مپرس   میکند سنگ فلاخن دست جالینوس را
ز اشک حسرت مجنون ما ، نزدیک شد ، ساطع   که تسبیح کف دریا ، بود ریگ بیابانها
مسا شهادت طلبان ، حسن ادا میخواهم   قبضهٔ تیغ قضا ، کن گره ابرو را (۱)
کف افسوس ، واعظ چون توان بر یکدگر سودن   بود تا دست زیر سنگ از رطل گران ما را
من بخود ، چون نامه میپیچم ، چو میرانی مرا   وا شوم ، در بزم خود ، هرگاه میخوانی مرا(۲)
... عاشقان ، تاراج گلچین است ، باغش را   پریدلهای رلگ ، افشاندن دامان چراغش را
شیخ ، دکان تجرد چید ، بهر جمع مال   خرمن گل ، ساخت گلچین دامن برچیده را
مرقع پوش شد زاهد ، ز ما تحسین طمع دارد   چو منشی ، کرده اظهار کمال ، از رقعه کاریها
بخود انسش ندارد از پی ناکامی دشمن   که ترسیدم ، برد وحشت ازو ، الفت شماریها
گوئیا ، زخم من آموخته ، زهگیرش را   بر سر زخم نشاندن ، چو مژه ، تیرش را
آتش قهر الهی را که ، اندازد ز جوش   میشود مجرم مگر ، از خجلت تقصیر آب
خط ، سر نزد بدور رخش ، همچو مشکناب   کز فوت وقت اوست سیه پوش آفتاب
همیشه زنده ، بآب و هوای کشمیرم   ازین دو عنصر باشد سرشت من چو حیات
هست استرضای حق ، مخصوص عرفان مشربان   غیر غواصان ، که می آرد دل دریا ، بدست
بسر لبت خط عنبرین زیبا است   این بدخشان ببین چه خوش شام است
طرز چشم تو ، تغافل نگهی است   خلق کج ، لازمهٔ بیمار است (۱)
پردهٔ گوش هزاران دامن گلچین کنم   هرکجا وا شد ، چو من رنگین خیالی ، گلشن است
مینماید ساده ، رخسار تو از خط ، زیر زلف   در شب تاریک ، پنهان دود ، پیدا آتشست
بی همدمی اهل سخن ، کند زبانم   سنگینی بزم ، از پی این تیغ ، فسان است
از گوشهٔ ابروی تو ، زاهد چه کشاید   مفتاح هلال رمضان قفل دهان است
هر عبارت ، که نباشد رنگین   معنیش ، بوی گل پژمرده است

۱ـ روز روشن دارد .

۲ـ مرآة آفتاب نما دارد .

بر سر آن، سرو قامت ، پیش ازین کاکل نبود / دود آه ماست این ، کز عالم بالا گذشت
پیش بالای تو، سرو از جوش شرم / آب اگر گردد همان استاده است
دست گلباز است از عکس رخش آئینه ها / حسن شوخ او همین از چشم مردم ذم نداشت
کفیل خیر خلائق، اگر کلام تو نیست / زبان بکام تو باشد ولی بکام تو نیست
کرده سودای تو ، از بسکه پریشان حالم / سایه ام، بر سر کوی تو ، کم از کاکل نیست
گوشه گیری ، بجای هرزه دوان / مرگ چون آرمیدن نفس است
آن دهان تنگ ، جای یک تبسم وار نیست / بسته با او خویش را سنجیده جای خنده است
زاهد ، امروز شد از توبه پشیمان ، ساقی / رفت گر خشک ز بزم توکه ، تر آمده است
بیا ساقی ! که خون بیگناهان حصه ای قاتل / قیامت میشود این فتنه چون بیدار میگردد
کشند ز آئینه انداز رمیدنها نمیداند / که در چشمی که گل افتاد ، دیدها نمیداند
خمار من محالست ، اینکه امشب بشکند، ساقی / اگر او سنگسار گردش رطل گران گردد
مردم چشم تمنا ، شد سویدای دلت / حیف خال گوشهٔ ابروی استغنا نشد
میکند شوخی فزون، چندان که مستور است حسن / پردهٔ رخسار آتشناک او دامان شده
بعشق آویز استعداد همت گر هوس داری / که دریا دل تواند شد دلت چون در گداز افتاد
نزاع چرخ ، نخواهی نما نما بگذار / که با کس آئنه بیوجه کی طرف باشد
توی که ، لعل تو آرائش شراب ندید / چنان که ، آب بقا روی آفتاب ندید
درین طرب کده ، بخت سیه گلیم منست / کسی که ، دولت پندار را بخواب ندید
بدن ز فیض ریاضت شکوه جان دارد / مکان خراب چو شد ، حکم لامکان دارد
دو عالم ، بر شکوه کبریای عشق ، تنگ آمد / جهان دیگر ار باشد، توان از خویش بیرون شد
بتن ربطی دل افسرده دارد / کفن از پوست خون مرده دارد
مرا با لخت دل ، اشک از درون خسته می آید / برون از خانه، طفل من ، بکف گلدسته می آید

حسب فرمایش ، نواب صمصام‌الدوله خاندوران بهادر شهید ، این غزل گفته ، و مطلعی که نواب معز الیه درین زمین خود گفته ، یا از دیگری خوانده ، آن این است :

سحر خورشید ، لرزان برسر کوی تو ، می آید / دل آئینه را نازم ، که بر روی تو می آید

مصرع اول مذکور را در مقطع تضمین نموده و بسیار بمزه آورده چنانکه گوید:

فریب رند و صوفی ساقی از روی تو می آید / رود هرکس برون از خویشتن سوی تو می آید
مرا عشق مجازی ، از حقیقت کی کند غافل / دهان غنچه میبوسم ، کزو بوی تو می آید
بدرگاهت ، که آرد ساطع ، از ذره کمتر را / سحر خورشید ، لرزان بر سر کوی تو می آید

سر بالین ما، در خواب آن بیدادگر آید — هزار افسوس، ما را عمر در غفلت بسرآمد (۱)

هست غم نعمتی، که خوردن آن — هیچ موقوف اشتها نبود

ز بسکه پامال فشان است بوسه گرد لبت — شود مباد، غبار خطت، ز رتبه بلند

دیدیم خال خال، گل اعتبار خویش — طاوس وار داغ شدیم از بهار خویش (۱)

بیدار گشته است، بهر گوشه فتنهٔ — دیدم برنگ چشم تو، لیل و نهار خویش (۲)

چشم بر سرو خرامان تو، گل از شبنم — یکی از آبله پایان تو، گل از شبنم (۲)

وقت آنست که دندان بجگر افشارد! — پیش لعل لب خندان تو، گل از شبنم

پیالهٔ ز تو، ای غمگسار میخواهم — ز خود کنار و ترا درکنار میخواهم

کنند تا چند احوال خرابم ذکر، میخواهم — که زاهد را دهم پیمانه، من هشیار بنشینم

داد بیهوشی عام از نکهت دست بهم — صلح دارند کنون محتسب و مست بهم

نیست آگاهی ز حق، در صحبت مردم مرا — چون نگاه چشم خواب آلود، گم در غفلتم

میشود مانوس جنت بی نصیبان را جحیم — من که محرومم ز درویشی بدولت ساختم

دل باختهٔ عشقم، گفتم غم دنیا را — تصدیع مکش مهمان، من خانه کجا دارم

گریه، گرداند بکام خواهشم، افلاک را — گوئیا هفت آسیا آنست جوی دیده ام

طفل طبعم، رسم گلبازی بیادم میدهد — خواندن اشعار رنگین، از سخنورها بهم

گنج لب خندان تو، خوب است ببوسم — شهری است، پر از شور، چرا گوشه نگیرم

یک نظر، از جلوهٔ غافل رفته بود امشب، بخواب — دیده را مالیده ام، چندانکه تر آورده ام

نماید لطف و کین تا آن بهار جلوهٔ نازم — رخ از آمد شد رنگت همچون دست گلبازم

خوابیده سبزهٔ خط، گرد دهان تنگش — یا مغز پسته غلطید، در شکر تبسم

شکایت، ز جور نگاری، ندارم — شدم خاک و در دل، غباری ندارم

نگردیده ام، گر ترا، بار خاطر — چرا من ببزم تو، باری ندارم

بخت واژون بیتو آتش زد ز بس در بود من — چون سر زلفت بود رد در تنزل دود من

حضور سائل، از دریا بیاموز — کف از شرم کرم، بر رو گرفتن

نباشد آدمیت نکته گیری — که کار سگ بود آهو گرفتن (۳)

در جهان فقر، از فیض قناعت میرسد — صاحب سد رمق را، لاف اسکندر زدن

۱- سفینهٔ هندی دارد.

۲- روز روشن دارد.

۳- گلستان مسرت دارد ص ۵۲۹.

و این بیت نیز دارد:

فکر صد رنگ سخن، نعمت الوان منست — شور تحسین عزیزان، نمک خوان منست

نومید نیست ، دل ز خدنگ نگاه او چشمی سیاه کرده بچشم سیاه او
طبیبا ! کی رود سوز درون من ، بدرمانی تبی، در استخوان دارم، چوآتش ، در نیستانی
در جفای من و لطف دگران، میکوشی رخ باغیار نمودی و زمن میپوشی
ز لعلت بوسه، بر بی صرفه کام خویش میگردد چو آن طفلی که ، یابد راه در دکان قنادی
چو سیلی، رو بشهرآرد، ز صحرا شور برخیزد خرابی میکند دیوانه ام از بوی آبادی
ساطع ، همه وقت وصف یاران گوید آئینه ، ز حسن گلعذاران گوید
در صحن چمن ، لاله سراپای زبان از حسن گلو سوز بهاران گوید

(۱٦۵ ب - ۱٦٦ ب)

● **تذکره بینظیر** : ساطع ، ابوالحسن خلف ملا محمد علی کاشمیری . در افق سخنوری کوکبی است ساطع ، و اختری است لامع . در شاهجهان آباد بسر میبرد . و در جنگ فیل مثنوی گفته ، از نظر فردوس آرامگاه محمد شاه گذرانید و صلهٔ برگرفت . او پرتو سخن می افشاند :

گر حریفان ، در قمار عشق، سربازی کنند ما تهیدستیم ، می بازیم ، رنگ خویش را
به آهی، رام خود کردم، دل وحشی نگاهان را شکارم ، خیل آهوئی، به یک تیر هوائی شد
تا ز مهر تو، فشانم تخمی پاک ، چون صبح ، زمینی خواهم

(ص ۴۷)

● **صحف ابراهیم** : ساطع کشمیری، از شاگردان داراب بیگ جویا است . مثنوی موسوم ــ گلشن اسلام ــ بنام نواب اسلام خان میر آتش، بهادر شاه نوشته . مداحی نواب صمصام‌الدوله امیرالامراء کرده و جاگیری در کشمیر حاصل کرده . درآنجا بتحریر نظم و نثر شاغل بود . ــ برهان قاطع ــ را منتخب ساخته ــ حجت ساطع ــ نام گذاشته . نظمش خوش و نثرش دلکش . و سائر اشعارش قریب سه هزار بیت است . بسال یکهزار و یکصد و پنجاه (۱۱۵۰ﻫ) (۱) راه عدم گرفت . (۱۸۳ ب)

۱- ر ک : تحت روز روشن .

● **مرأة آفتاب نما** : ساطع کشمیری ، اول رفیق اسلام خان میر آتش بهادر شاه، و آخر مداح امیرالامراءخان دوران بهادر بود. پارهٔ جاگیر در کشمیر یافته . در وطن خود وفات نمود . نثر خوب مینوشت. شاگرد داراب بیگ جویا بود . (۱۸۴ الف)

● **سفینهٔ هندی** : ملا ساطع کشمیری . شاگرد میرزا داراب جویا و با عبدالغنی بیگ قبول همطرح بود . در علم لغت نسخهٔ ــ حجت ساطع منتخب برهان قاطع ــ بتحقیق نوشته . و در نثر برابر نصیرای همدانی عبارت رنگین می نوشت . اوائل برفاقت اسلام خان میر آتش شاه عالم بهادر شاه بسر برده و ــ گلشن اسلام ــ نام نثری بنام او قلمی نموده . آخر بمداحی عالیجاه امیرالامرا خاندوران خان بهادر پرداخته و بمین تفضلات آن عالیجاه خدمتی در کشمیر یافت ، آنجا رفت . چون قدری جاگیر هم آنجا یافته بود، معیشت بخاطر جمع می نمود، تا برحمت حق پیوست . دیوان مختصری دارد :

گوئیا ، زخم من آموخته ، زه گیرش را بر سر چشم ، نشاندن چو مژه ، تیرش را
(ص ۱۰۶)

● **نگارستان سخن** : ملا ساطع ، کشمیریست و در اقلیم نظمش برتبهٔ امیری:

دل باختهٔ عشقم ، گفتم غم دنیا را تصدیع مکش مهمان ، من خانه کجا دارم
ندانم نقد دل ازمن، که دزدید، این قدر دانم که در درگاه حسنت شانه آویزاست گیسوئی
(ص ۳۷)

● **روز روشن** : ساطع ، ملا ابوالحسن بن ملا محمد علی کشمیری . شاگرد میرزا داراب بیگ جویا ست . اولاً ملازم اسلام خان میر آتش بهادر شاه پادشاه دهلی بود و ــ گلشن اسلام ــ بنامش مرتب نمود. بعد ازآن بمدح صمصام‌الدوله قصیده‌های بلیغه گفته . بجائزه اش سیور غالی در وطن حاصل

نمود . و مثنوی ــ جنگ فیلان ــ بکمال لطافت موزون نموده بحضور محمد شاه پادشاه گذرانید ، و بجائزهٔ معتدبه مشمول عطاء شاهی گردید . و ــ برهان قاطع ــ را انتخاب زده ــ حجت ساطع ــ نام گذاشت . و در سنه ست و خمسین از مأ ته ثانی عشر (۱۱۵۶ھ) رخت ازین عالم برداشت:

عندلیبان را بود، دور از تو ، در گلزارها
همچو آتش ، در نیستان ، ناله در منقارها

ز هر زخمیست جوی خون روان از تیغ او ما را
شهیدش ، کربلائی میکند، دامان صحرا را

بعد مردن ، نرود مهر تو از ما ، که کفن
آتش شوق شهیدان ترا ، دامانست

دهن تنگ تو ، گویا بگلستان خیال
غنچهٔ باغ عدم، در چمن امکانست

شفقی گشت هوا ، تا بگلستان رفتی
بسکه از شرم تو، رنگ از رخ گلها، برخاست

دو عالم، بر شکوه کبریای عشق، تنگ آمد
جهانی دیگر ار باشد، توان از خویش بیرون شد

مفتم ، نه ز جام عشق ، مستی دادند
کایس نیستیم ، بقدر هستی دادند

سرمایه ، هر آنچه بود ، دادم از دست
ارزان ، نه متاع تنگدستی ، دادند(۱)

(۲۷۹ ــ ۲۸۱)

۱۰۱ــ سالک قزوینی

● نصرآبادی : اسم او محمد ابراهیم است . سالک مسالک اهلیت و آدمیت و عازم طریق مردمی و پاک طینتی است . مدتی قبل از این در اصفهان بود. در خانهٔ مرحوم میرزا جلال شهرستانی، صحبت با او بسیار داشتیم . درآن اوقات بهند رفته صحبت طالب کلیم و حاجی محمد جان را دریافته . بعد از مدتی مراجعت نموده، آنچه آورده بود ، بعلت غارت خویشان، از دستش رفته . باز لا علاج بهند رفته ، بعد از مدتی مراجعت نموده بقزوین رفته ، و فوت شد .

در وقت بیماری، دوازده تومان وظیفه بجهت او، عالیحضرت واقعه نویس (طاهر وحید) گذرانیده تعلیقه را جهت او فرستاد . او در جواب گفته بود که :

۱ــ دکتر صوفی این رباعی را بنام ملا عبدالحکیم ساطع منسوب کرده است . (۲ : ۳۷۳)

ما از آن طرف وظیفه گرفتیم! الحال محتاج باین نیستیم! شاعر درست خیال راست سلیقهٔ بود. شعر بسیار گفته، شعرش اینست :

چه ذوق چاشنی درد، عافیت جو را
بشیر هم شکر آب است طفل بدخو را(۱)

همت برجسته از ننگ علایق فارغست
خار نتواند گرفتن دامن کوتاه را

دلتنگی و شگفتگیم شیر و شکر است
چون زعفران، خزان و بهارم برابر است

نقدی که ماند، در گرو اعتبار ما
یک قطره آبروست که، در بند گوهر است

مظهریرا که جهان، عین شناسائی او ست
طرفه دردی است که نشناخته می باید رفت(۲)

پیکان تیر او ست، زبان جرس، مگر
این ناله، سخت در دل من، کار میکند

کبک، از حیرت رفتار قیامت زایش
بسکه استاده بره، ریخته خون در پایش(۳)

پیش سیل مغفرت، یکسان نماند خار و گل
سد شرمی، درمیان حق و باطل، بسته اند

سرو سهی، قامت جانانه است
فاخته، خاکستر پروانه است

فرصت، به پیش دستی قاتل نداده ایم
گلگون دوید بردم شمشیر خون ما(۴)

مهر و کین، شوخی چشمان ترا آئین است
این دو بادام، یکی تلخ و یکی شیرین است(۵)

دشمن، ز کینه جوئی من، صرفهٔ نبرد
چون شمع سوخت، هر که مرا در زبان گرفت(۲)

زین ملائم طینتان، از بس درشتی دیده ام
چشم میپوشم، چو گرد توتیا گردد بلند

این منافق سیرتان، در حال پیدا می کنند
درمیان صد هنر، گر عیب ما گم میشود

تا سرو فتنه بار تو، در جلوه دیده اند
شمشادها فتاده، تذروان پریده اند

چین بر جبین، ز جنبش هر خس، نمی رسد
دریا دلان، چو آب گهر آرمیده اند(۶)

بی شکست دل، از ین ورطه، بساحل نروم
شکر انداخته ام، تا خطری برخیزد(۲)

طوطی خطی که، طعنه زند بر شکر لبش
دارم سری، چو فاخته، با طوق غبغبش

عشق، چون ترکتاز بردارد
نی سوارند آسمان فرسان

استخوان من و مجنون، بتفاوت، بردار
ای هما! چاشنی درد، فراموش مکن(۷)

۱- سرو آزاد و شمع انجمن دارد.
۲- ریاض الشعراء دارد.
۳- ریاض الشعراء و حسینی و کلمات الشعراء دارد.
۴- سرو آزاد دارد.
۵- ریاض الشعراء و سرو آزاد و حسینی و شمع انجمن دارد.
۶- کلمات الشعراء و ریاض الشعرا و شمع انجمن دارد.
۷- ریاض الشعراء و سرو آزاد و کلمات الشعراء و شمع انجمن دارد.

بر سر کویش ، قیامت ، داد خواهی میکند / مشت خاکی، هم ز ما، بر چهره سودی، کاشکی
لوح مزار خواجه حریفان مانده را / دستی بلند کرده و آواز میکند
(۳۲۸—۳۲۹)

● **کلمات‌الشعراء:** سالک یزدی و سالک قزوینی هر دو هم عصر بودند. در عهد شاهجهان پادشاه کوس سخنوری می نواختند. در تلاش معنی ، هردو کامل و استاد فن. اما غیرت این قدر نداشتند که یک تخلص را دو کس چرا اختیار کردند. مگر قحط تخلص بود. من اشعار ابدار سالک قزوینی ، مرقوم از بیاض میر معز :

بیرون نرود مرد ز قید هنر خویش / طاوس اسیرست بگل دام پر خویش
(سه بیت دارد ص ۲٦)

● **ریاض‌الشعراء:** ملا سالک قزوینی، اسم وی ملا محمد ابراهیم ست. مدتی در اصفهان سکونت داشته، آخرالامر درعهد شاهجهان پادشاه، بهندوستان آمده ، چندی مانده. باز بزیارت بایران رفته. و بعد از مدت قلیل بهند مراجعت کرده. مرتبهٔ دیگر شوق وطن گریبان گیر شده بایران معاودت کرده بقزوین رفت ، و آنجا وفات یافت. اوراست :

یک بیک، روشندلان، در فکر کار رفته اند / مشت آبی ، بر رخ آئینه ، میباید زدن
عیشم همه تلخکار است / چون چشمهٔ ، که درمیان دریا ست
آزادی طفل است ، گرفتاری عاشق / رشک ست برآن دل ، که گرفتار تو باشد
بکوی دوست ، اگر پا ز برگ گل، داری / قدم بخار فشردن کمال بی ادبیست
(سیزده بیت دارد. نسخه خطی)

● حسینی : سالک قزوینی. دیباچهٔ در دفتر نزاکت آفرینی ، محمد ابراهیم قزوینی. درعهد شاهجهان پادشاه بهند آمده و با طالب کلیم میبوده. جمعیتی اندوخته بوطن رفته. فکرش دلجوست. این مطلع ازوست :

(دو شعر دارد ۱۵۴)

● مجمع‌النفائس: سالک، شاه ابراهیم قزوینی. از مردم قزوین بود. جلیس و انیس میرزا جلال اسیر شهرستانی در اصفهان. و ازآنجا عازم هندوستان گردید و سیرکنان بکشمیر جنت نظیر درآمده. چنانکه ـ مثنوی ـ درین باب گفته، تمام احوال آمد و رفت بود و باش خود را، موزون کرده.

معاصر سالک یزدی است و فیمابین نقار گونه معلوم میشود، و اغلب که از جهت اشتراک تخلص باشد. چنانکه در غزلی که اسمای شعرای عصرخود درآن آورده گفته:

مرا گر، سالک یزدی نویسد، خصم بی معنی نویسد، کسو کجا، طوطی هم آواز زغن باشد

بهرحال فقیر آرزو تمام کلیات او را ــ که بخط خودش بود ــ دیدم و مطالعه نمودم، قریب بیست و پنجهزار بیت خواهد بود. بسیار شاعر خوش محاوره و رنگین بیان است. صاحب قصائد و مثنویات و غزل و رباعیات. قماش سخن هردو سالک جدا ست. هر یکی در طرز خود استاد است. در شعر یزدی دردمندی و سادگی بسیار است، و در نظم قزوینی خیال بندی و متانت بیشتر.

نصرآبادی گوید که: سالک قزوینی بهند رفته با طالب کلیم و محمد جان قدسی صحبت داشته، بعد از مراجعت آنچه برده بود، بعلت غارت خویشان از دستش بدر رفته، لا علاج باز بهند رفت و بعد از مدتی بقزوین رفته فوت شد. و در وقت بیماری دوازده تومان بجهت او، نواب واقعه نویس، یعنی نواب طاهر وحید گذرانیده • تعلیقه را جهت او فرستاد. و او قبول نفرموده. ازوست:

من، بیسوی مهربانیهای یاران، زنده ام / گفت و گوی آشنائی، چون نفس، باشد مرا
بر سرم چون مرغ مجنون بست قمری آشیان / کرد از بس روشناس، آن قامت موزون مرا
با نساز تسو، سرگرم نیاز است، دل ما / مجموعهٔ، محمود و ایاز است، دل ما
صاحب نسق گرمی هنگامهٔ عشقیم / آتشکدهٔ سوز و گداز است، دل ما
باز و شاهین، همه بر در، برهم یافته اند / من کجا! باغ کجا! رخصت پرواز کجا

آن ضابط سنوات ، هیچ کس مبادرت نکرده . چنانکه اطلاعات ما درین خصوص منحصر است بدو فقره . یکی آنکه سعیدا در (۱۰۲۷ھ) در دربار جهانگیر بوده است و دیگر آن که در (۱۰۴۷ھ) در قید حیات بود ، چه در این سنه مادهٔ تاریخ ذیل را :

قبلهٔ اهل زمان شد مسجد شاهجهان
۱۰۴۷ھ

ساخته است . بنا برین سعیدا ، اقلاً ده سال آخر سلطنت جهانگیر و ده سال اول سلطنت شاهجهان را در یافته است : (از ۱۰۲۷ھ تا ۱۰۴۷ھ)
جهانگیر در تزک مینویسد :

معزی قصیده ای گفته بود در مدح سلطان سنجر بمطلع ذیل :

ای ! آسمان مسخر حکم روان تو — کیوان پیر بندهٔ بخت جوان تو

سعیدای زرگر باشی — که طبع نظمی داشت — قصیدهٔ مذکور را تتبع نموده بعرض رسانید . خوب گفته بود . این چند بیت ازان قصیده است :

ای ! نه فلک ، نمونهٔ از آستان تو — دوران پیر ، گشته جوان در زمان تو
بخشد دلی‌توفیض، و نجوید سبب، چو مهر — جانها همه فدای دل مهربان تو
از باغ قدرت است، فلک یک ترنج سبز — انداخته بروی هوا ، باغبان تو
یارب! چه گوهری توکه، افروخت در ازل — جانهای قدسیان همه، از نور جان تو
بادا جهان بکام تو، ای پادشاه عهد! — در سایهٔ تو ، خرم شاه جهان تو
ای سایهٔ خدا ! ز تو پرنور شد جهان — بادا، همیشه نور خدا ، سائبان تو

روز مبارک شنبه چهاردهم (شهریور سنه ۱۰۲۷ هجری) بصلهٔ این قصیده ، حکم فرمودم که : سعیدا را بزر وزن کنند . (۱)

۱- تورک طبع علیگره ص ۲۲۰

همانا داغ، مجنون، تازه شد در حسرت لیل
نبود از لاله هرگز این چنین خونین جگر صحرا

مشت خاکش، گرد باد صد بیابان، گشته بود
کو بسر میبرد مجنون وادی دور مرا

نداشت چشم تو باور، تنک شرابی من
بیک پیالهٔ سرشار آزمود مرا

مباد نالهٔ گستاخ، خار پیرهنش
نماده در بغل آن، طفل آشیان مرا

همه طراوت اشکم، همه طپیدن دل
درین دیار، نفهمد کسی زبان مرا

بر من، دل بیرحمی صیاد، نسوزد
از گریه، اگر سبز کنم خوب، قفس را

سراپا گلبن نازی! گل عاشق کشی، وا کن
تبسم چند باشد غنچه حسب کنج آب لبها

گل از پیاله، سبزه ز مینا، بر آورد
هر جا چکد، ترشح آب وضوی ما

چو گل، در پیرهن خونم ز خوشحالی نمیگنجد
که زیر پای او، خوابیده چون رنگ حنا امشب

خدا نکرد! مغان را چه روز، پیش آمد
دو هفته شد که، ندادند بار عام شراب

سر بریده رود، در رکاب فتراکش
مروت، از دل چابک سوار من، مطلب

که تاب، این همه پهلوی ناخوشی، دارد
برون رویم، مگر عالم خدا، تنگ است

غالباً، پروانهٔ بیدست و پای، سوخته است
کامشب از شبهای دیگر شمع اشک افشان تر است

نیست ممکن که، بخلوت گه رازش خوانند
هر که چون نامه، درین راه سراپا نشکست

بر سینهٔ شکسته دلان، دست رد، منه
آئینه خانهٔ در و دیوار نازک است

گو مست حیرتی، که نداند، ز بیخودی
ساغر کدام و باده چه نام و دهنده کیست

میرنجد از تصور نظاره، خاطرت
گل هم، برنگ و بوی تو، نازک مزاج نیست

هرگز، آن نا مهربان ننشست، در پهلوی من
کز برم، چون نکهت گل، بی تأمل بر نخاست

حدیث مهر و محبت، نهان نمیمانه
دران دیار که، رنگ پریده جاسوس است

بهشت عافیت و منزل فراغ کجاست
خرابهٔ من مجنون بیدماغ کجاست

برنگ شعله، نسوزد چرا سر انگشتم
درون سینه، نشان میدهد که، داغ کجاست

ز خط، تا عارضت، در زیر زنگست
جواب نامهٔ، آئینه جنگست

در سمن زار چاک پیرهنی
تا سحرگه غنودنم هوس است

سخن، از چاشنی لعل تو، شیرین دهن است
بکه، از پر تو رخسار تو، گلپیرهن است

رشته ام از دو سه گره دارد
این چه آغاز و این چه انجامست

مرغان، بکام دل گل پرواز، چیده اند
تا چشم دام در پی بال و پر من است

ز چشم داغهای گرم خون افتادهٔ ایدل
نمیدانم کدامین بیمروت، کرده نفرینست

گل که، هر ساعت برنگی، بر سر آرائش است
این چنین دستار معشوقانه، کم پیچیده است

هر کجا نالهٔ من گرم بر افروختن است
بال پروانه، چراغیست که، در سوختن است

شعلهٔ آتش تصویر، چه خواهد بودن
داغ در دست رقیبان، گلی را سوختن است

چشم بر عیب کسان داشتن، از بینش نیست
سوزن هر مژه، از بهر نظر دوختن است

نعرهٔ آفرین بیدار گردیدند. آن خشمگین(۱) پس از جراحت، نزدیک‌تر شده قصد نمود، هر چند آتش افشانی چرخی و بان بکار رفت، سودمند نیآمد، و بر اسپ شاهزاده، دندان زده اسپ را در غلطانید. آن شیر بیشهٔ دلیری، از پشت زین بروی زمین آمد، و بچستی و چالاکی در دم دست بر قبضهٔ شمشیر کرده برخاست. حضرت شاهنشاهی بذات اقدس بآن صوب توجه فرموده فرمان دادند که: گرز برداران و سائر سعادت گزینان، جلد خود را بیشتر رسانند، فیل مجال برگشتن در خود نیافته، روان گردید. فیل حریف او، سر در پی گریخته نهاد و هر دو باد آسا بدر رفتند. خدیو جهان شاهزاده را در آغوش شفقت کشید و بخطاب — بهادری — نوازش فرمود. و بعد سه روز، دوم ذی حج که روز ولادت شاهزاده و شروع سال پانزدهم از سنین عمر گرامی، بود آن اختر برج خلافت را بزر سرخ سنجیده، این مبلغ —که پنجهزار اشرفی بود— حکم فرمود که به مستحقین دهند.

سخن طرازان فارسی و هندوستانی بنظم و نثر داستان آن رستم آثار برگذاردند و دامن امید بجزائل عطایا بر آمودند. سعیدا گیلانی(۲) نیز این ماجرای مرد آزما را، در سلک نظم کشیده بعرض رسانید. و بامر خاقانی بزر سنجیده آمد، و مبلغ همسنگش که پنجهزار روپیه بود، باو انعام شد. (انتهی)
ازوست در مدح شاهجهان:

آنی که سریرت آسمان پایه بود — بر ملک جهان عدل تو پیرایه بود
تاهست خدا تو نیز خواهی بودن — زیرا که همیشه ذات با سایه بود (ص۲۶۳)

۱- نام این هردو فیلان سدهکر و صورت سنفدر بود.

۲- رک: پادشاه نامه ۱: ۴۹۳ - آنجا هست: سعیدای گیلانی مخاطب به بیبدل خان که این ماجرای مرد آزما در سلک نظم کشیده بعرض مقدس رسانید. بامر خاقانی بزر سنجیده آمد و مبلغ هم سنگش — که پنج هزار روپیه بود — باو انعام شد.

زمین تشنه، چسان آب را، فرو نبرد
ز زخم تیغ تو، بر تن نشان نمیماند

بمی خوردن گواهی، میدهد، چاک گریبانش
کتان پوشی که، شبهامست در مهتاب میگردد

بلبلی را که، بخون غنچهٔ منقار شگفت
راه بر نغمهٔ مرغان گلستان بندد

این فسون لازمهٔ شیوهٔ صیادی اوست
رشته از دام کشاید پر مرغان بندد

دوستی نیست، چراغی که، نگردد روشن
راه لیلی، بسیه خانهٔ ما، می افتد

بیدلی را، گر پس از عمری، شود وصل نصیب
دل طپیدن، از کنار بزم، بیرونش کند

دست یارب! یار بیدل، دامن گردون گرفت
از پیش تحصیل یک دشنام نتوانست کرد

ای گل شوخ! چه دامن بمیان برزدنست
آنقدر باش که، بلبل بگلستان آید

گردون سفله، عشرت ده روزهٔ مرا
اول کرم نمود و در آخر حساب کرد

گلی دارم که، گر یکدم ننالم، بر سر کویش
براه نالهٔ بلبل بفال گوش ننشیند

میان فوج ترکان، کو کمر باریک رعنائی
که از افشان خونم، شال گلبندی نمیبندد

لاف خارا جگری، میرسد آن طائفه را
که ببینند، زنخدان تو و غش نکنند

سر رشتهٔ جمعیت، ازین سلسله دارد
تسبیح چرا جانب زنار نگیرد

کسنی از زشتی پا، دست تعرض کوتاه
گر بدانی، پر طاوس، چه گلها دارد

تا تخلص، قد نوخیز تو، رعنائی کرد
هر چه دارد، همه برجسته و دلکش دارد

دل برای خود، درین وادی، نمینالد عبث
این جرس، گم گشتهٔ دارد، که شیون میکند

دل کم حوصله، فریاد رسی، میخواهد
چکند سیل، اگر شکوه، بجیحون نبرد

با من ببین، چه طالع ناساز، میکند
معشوق غائبانه بمن ناز میکند

از ترحم، جگرش بر دل عاشق، میسوخت
چون در آئینه، نظر بر رخ زیبا، میکرد

همسایهٔ بد، مبـاد کسی را
دل حال مرا خراب دارد

کو دماغ آنکه، دوزد چاک پیراهن کسی
ورنه هر مو، بر تن من، کار سوزن میکند

خنده، نقش قدمش، برگل خورشید زند
هرکه در کوی تو، یک بار ز پا، می افتد

ز شوخی هوس خلق رنگ میسازد
چنان لبی که، می نا چشیده را ماند

در دلش، از بی وفائی مهر ما کین میشود
گر بابرویش، اشارت برخورد، چین میشود

نیست در خاطر آن، لشکر خط تاختنی
گاهی از دور، غباری بنظر می آید

صحبت، بلبل و پروانه، مکرر شده است
داغ، آن سوختگانیم، که بی ما سوزند

گرد آن صید افگنی گردم، که در جولانگهش
صید خود را، در پناه دام صیاد، آورد

لاف دانش میزنی، اما، درین نخچیرگاه
مرغ زیرک، روزی سنگ فلاخن میشود

ز چشم عندلیبان، گل بدامن، گریه میچیند
گل بیرحم من، بر روی من، خندان نمی گردد

بر تنم، از بسکه خوبان، زخم پیکان دوختند
رفته رفته، جامهٔ عریانی من چیده شد

هر کجا، شمع جمال تو، بر افروخته اند
ماه و خورشید، دو پروانهٔ پر سوخته اند

● **شاهجهان نامه** : سعیدای گیلانی، بیبدل خان چون اختر سعد از گیلان طلوع نموده . در درجهٔ سخن شناسی و تازه‌گوی رتبهٔ والا دارد و طرز باستان را به نیکو طرزی میطرازد . هر بیتش بیت‌الشرف کواکب معالی و نگاشتهٔ کلکش زیور صفحهٔ نکته دانیست . چون در فنون هنرها و انواع بدایع و صنایع خصوص صناعت صباغت و حکاکی و خوشنویسی وحید عصر خود است . و بغایت خوش صحبت و نیکو سخن و متواضع و خلیق ، در زمان جنت مکانی بخطاب ــ بیبدل خان ــ و داروغگی زرگرخانه و منصب مناسب سرافرازی یافته ، در عهد مبارک نیز بهمان خدمت قیام مینماید . این چند بیت از اشعار اوست :

ز شوق دیدنش از پای تا سر دیده ام لیکن　　نه از بیداریم آگه نه گرد خواب میگردم (۱)

● **نصرآبادی** : سعیدا ولد حاجی خواجه علی لاهیجانی . داخل تجار معتبر بوده ، و مکنتی داشت . در فتوری ، که از آتش افتادن بلاهیجان رسید ، خانهٔ او با بسیاری از اسباب سوخته . مجملاً حضرت سعیدا جوان آدمی دردمندیست . در فن نقاشی و طراحی طلا و نقره دست عظیمی دارد . و طبعش ، در ترتیب نظم ، خالی از لطفی نیست . شعرش اینست :

بدل بردن چنان گرم آمدی در چشم حیرانم　　که شد دود سپند مردمک در دیده مژگانم
سرخ از خمار باده، نه چشم سیاه اوست　　رنگ پریده ایست که صید نگاه اوست
از بوی گل ، بدل نفسی بیش راه نیست　　هر جا ز خویش رفت دلم در پناه اوست
(ص ۲۷۷)

● **خزانهٔ عامره** : سعیدا گیلانی ، مخاطب به بیبدل خان خوش فکر بود ، و در صنائع لاسیما ، حکاکی و خوشنویسی ممتاز عصر میزیست ، و از عهد جهانگیری تا زمان شاهجهانی بداروغگی زرگر خانهٔ طلائی اعتبارش عیار کامل داشت .

۱ـ بقیهٔ اشعار پادشاه نامه و شاهجهان نامه مشترک است . رک : تحت هادی حسن .

نتوان یافت که، این بوی تو، تاریک منست
خط مشکین ترا، بهر چه، گفتند غبار
بال جبریل بود، شهپر پروانهٔ عشق
کبوتر باز معشوقی، بدام آورده، دلها را
داغ دارد شب مهتاب، سیه روز ترا
پیداست، همچو رنگ حنا، خود نمائیش
گل‌از معشوق، عاشق پیشه، بهتر میتوان چیدن
میکند در هر نگاهی، روز بر مجنون سیاه
با شمیم گل، دماغ آشفتگان را کار نیست
عنایت، مهربانی، دوستی، یاری، نمیداند
دست، همچون حلقهٔ زنجیر، میباید گرفت
ز سنگ حادثه، چون‌گل، بباد خراهد رفت
شوکت حسن تو، از بهر نظر بازی ماست
بنازم تیشهٔ فرهاد و رنگ آمیزی کارش
اگر، حجاب نقاب، از میانه بر میخاست
زآن کنج لب، که میکدهٔ خندهٔ گل است
ازو کامی نمیخواهم، که تزویری نمیسازد
داغی‌که، جگر گوشه، صد شمع و چراغست
بامید خط نا رسته، نقشی بسته ام، با خود
من همان روز، ز دل، نقش وصالش شستم
ندارد نرگس بیگانه رنگش، از وفا بوی
عاشق، چسان لباس غم از، تن بر آورد
آنجا که، حرف اهل وفا، خوش نمیکند
دین زاهد بعد ازین، نتوان بصد زنجیر بست
غبار آستانی، در نظر هست
حیرت مرا گداخت که، چون جذبهٔ وفا
بود تا دل، از گرفتاران بالای تو، بود
دلم بگوشهٔ عنقا رسید و پا نگرفت
خوش آنکه ترک هوسها چنان‌که دانی کرد
بهار جلوهٔ نیلوفری، بر اندامت
نکشود بروی‌م، در یک خنده، ازآن لب

بسکه اجزای وجودم، بتو آمیخته اند
این عبیریست که، از پردهٔ گل بیخته اند
حسن شمیمیست که، از نور خدا ریخته اند
که از خیل ملک، هم‌چون کبوتر دستهٔ دارد
سایه را بر سر کـویت عسسی میداند
نو عاشقی که، بوسه برآن دست و پا زند
نزاکت بیشتردارد، چو حسن نیمرنگ افتد
سرمهٔ چشم کرا در، چشم آهو کرده اند
از خراش ناله، گاهی سنبلی بو کرده اند
همین چیزی که دارد، غمزهٔ او دلبری دارد
هرکه یک گام، از رفیقان شدجدا، گم میشود
سری که، مرغ چمن زیر پر، نمیگیرد
پادشاهی تو و این طائفه، دولتخواهند
که شیرین، صیدگاهی همچوکوه بیستون دارد
میان دیده و دیدار، صد تماشا بود
دیدم تبسمی، که کم از جام جم نبود
باو حرفی نمیگویم که زودی بر نمی خیزد
سیراب ز خاکستر پروانهٔ ما ماند
مرادی در نظر دارم، که اکنون بر نمی‌آید
که ازو نامه ننوشته جواب آمده بود
نگاه آشنا، در چشم آن کافر، نمی باشد
قمری چگونه، طوق ز گردن بر آورد
بیچاره آن سپند، که شیون بر آورد
گر چنین زنار مویان غارت ایمان کنند
مکن در راه من ای توتیا گرد
دست پسر گرفته، بدست پدر نداد
همچو قمری نقش طوق از نیل برگردن کشید
سراغ مردم انصاف دیده میگیرد
بمدعای دل خویش زندگانی کرد
ترا یکی ز بلاهای آسمانی کرد
با ما نه چنین است،که گویند: چنین‌کرد

از جملهٔ یازده تختهٔ مرصع ، که بردور آن برای تکیه نصب نموده اند، تخته میان ــ که وقت جلوس باشرف ذات همایون مزین میگردد ــ از جمله جواهر آن بلعلیست در وسط آن ، بقیمت یک لک روپیه، که شاه عباس صفوی ـ انارالله برهانه ـ برسم ارمغان برای جنت مکانی ارسال داشته بود ، و برآن نام نامی حضرت صاحبقران و میرزا شاهرخ و میرزا الغ بیگ منقوش بود . و بعد از آنکه بتصرف شاه درآمد ، آن جمجاه نیز نام خود بران مرتسم گردانید . چون برای جنت مکانی فرستاد ، آنحضرت نام نامی خود را، با اسم سامی عرش آشیانی ، برآن نگاشتند . و حضرت شاهنشاهی نیز بعد از جلوس، اسم مبارک خود برآن کندند .

و حسب الامر ابیات مثنوی سحبان زمان حاجی محمد جان قدسی را که ــ در تعریف تخت مذکور مزیل بتاریخ اتمام آن گفته ــ از درون بمینای سبز ، کتابه نمودند .

چندی ازآن اشعار اینست : (۱)

و یکی دیگر از نکته سنجان :

سریر همایون صاحب قرانی .

۱۰۴۴ه

تاریخ یافته . بالجمله حضرت شاهنشاهی روز جمعه از کهات (گهاٹ) سیامی بر سفینهٔ دولت نشسته متوجه دارالخلافه گشتند . و از راه شاه برج داخل دولت خانهٔ قلعه گردیده، ابتدای گهری (ساعت) دوازدهم ــ که سعادت ساعت درجهٔ کمال داشت ــ برآن تخت عالم آرای جلوس فرمودند . . . (ب ۲۰۷)

● بی بدل خان : بی بدل خان گیلانی ، داروغهٔ زرگرخانهٔ خاصهٔ

۱ـ رک : تخت هادی حسن .

آخر جواب برگ گلی، هم غنیمت است
بر بال عندلیب، به بندید نامه ام

اگر سبزه خیزد اگر گل بریزد
همین گوشهٔ آشیان میشناسم

تو هرگز، ازین خوی بد، بر نگردی
همانی! همانی! همان میشناسم

بنا گوشی، چوصبح باده خواران، درنظردارم
لبی‌شیرین تر از خواب بهاران، درنظر دارم

بند رسوای جنون از پای مجنون برگرفت
من همان در کوچه بند بیخودی دیوانه ام

در عشق، بسکه کار وفا، پیش برده ام
بر گل نشسته، بلبل رنگ پریده ام

با زهر انتقام، علاجش نمیکنند
زهری که من، ز مردم عالم چشیده ام

لشکر نویس گریهٔ ابر است، دیده ام
طغرا نگار، دفتر برق است، ناله ام

مگر بزور برد، رحمتم بسوی بهشت
چنین که منفعل از نامهٔ سیاه خودم

گرچه همچون گل تصویر، نچیدم گل عیش
این قدر بود که، بر وضع جهان خندیدم

مولوی : هیچ نفهمیده و میفهمانند
من چه میکردم اگر، مسئله میفهمیدم

کجا رسیده ببین! کار بیدماغیها
که یار، ساقی ما گشت، و توبه نشکستیم

راستی ها، خبر از عشق نداریم، هنوز
من و مجنون، که شریکیم درین کار بهم

یکی هزار شد از خط بهار رخسارت
کدام خوبی حسن ترا، شمار کنم

خوش آن نشاط، که شبها بروشنائی ما
تو مست باشی و من بر رخت نظاره کنم

بآه آتشین، پشت امیدم، گرمتر میشد
دلت را گر، قیاس بیضهٔ فولاد میکردم

برابر سنج میزان مکافات عمل بودم
گلی گر میخریدم بلبلی آزاد میکردم

چون حباب از هرشکستی دل بدریا میکنم
ناخن موجم، گره از کار خود را میکنم

چون نظر بر راوی آن بیباک می انداختم
در گریبان رستخیز چاک می انداختم

دل چون سنگ ترا نرم تر از موم کند
نگه گرم دعائیست که من میدانم

چشم فرنگی تو، مسلمان نمیشود
یک جام، اگر شراب دهد پرتگالیم

هر مصرع پیچیدهٔ من، زلف ایاز است
اما چکنم، طالع محمود ندارم

با فرنگی مشعله دزدیده دودی میکنم
با نصاریٰ زادهٔ، شرب‌الیهودی میکنم

در طریقت چون که سیبی‌و سجودی‌گفته اند
پیش هر سیب زنخدانی سجودی میکنم

یار، میگویند با ما آشنایان، آشناست
بخت و طالع را در اینجا آزمودی میکنم

نمونهٔ شب معراج شد، سواد خطت
گل مهدی حسن را، پیمبر کن

گر رود نوگل من، مست ز گلشن بیرون
میرود گل ز پیش، بر زده دامن بیرون

دیدهٔ میباید از چاه زنخدان پاکتر
چشم اگر خواهی بخوبان صفاهان دوختن

نوبهار آمد، دگر میباید از دست جنون
همچوگل، صدچاک را، بریک‌گریبان‌دوختن

درآن دیار، توان داد، داد تنهائی
که سالها نتوان روی یکدگر دیدن

بلبل گل ندیده را، شوق بهار میکشد
بال مرا بیکدگر فصل چمن گره مزن

ترانـه بهـر سو و ترکانه هرسو کف و دف زنان‌گشته مردم به هر در
چه داند، سعادت! ببند از اجازت برون برده زین رخت خود را به دانتر(۱)
(۲: ۹۱۲)

۱۱۰- سعیدای گیلانی، بیبدل خان

● بادشاه نامه : سعیدای گیلانی ، بیبدل خان که منجمله از احوال او بتقریبات گذارش یافت . از رسای طبع و روانی فکر ، اکثری بنظم معانی میپردازد . الفاظش هموار و دلنشین است ، و مضامین نو آئینش رنگین .

در عهد حضرت جنت مکانی ، از ولایت آمده به بندگی عتبهٔ فلک رتبه سرافراز گشته بود . چون در فنون هنر زرگری و خدمتگاری نیک ظاهر گردید ، بداروغگی زرگرخانهٔ خاص و خطاب — بی بدل خان— سر عزت بر افراخت . درین زمان محمود، نیز بهمان خدمت بلند پایگی دارد . این چند بیت از اشعار اوست — بیت (۲)

● قرنیه : (وقایع سال جلوس اول ۱۰۳۷ھ) سعیدای گیلانی مخاطب به بیبدل خان در تاریخ جلوس باین مصراع ملهم شده :

جلوس شاه جهان داده زیب ملت و دین .
۱۰۳۷ھ

و — زینت شرع .
۱۰۳۷ھ

و — خدا حق بحق دار داد .
۱۰۳۷ھ

نیز یافته‌اند. و شیخ مذکور (سعیدای گیلانی) عبارت — دو شنبه بیست و پنجم بهمن
۱۰۳۷ھ

۱- قصبه ایست در کشمیر که همانوقت سعادت آنجا سکونت داشت .
۲- پادشاه نامه و شاهجهان نامه اشعار مشترک دارند . برای اشعار رک : تحت هادی حسن .

سر انگشت ندامت ، بسلامت باشد   که بآن سیب ز نخدان نبود دست رسی
عاشق و وصل دیدهٔ یار و وفا شنیدهٔ   میشنوم ترانهٔ میشنوی حکایتی
دماغ هوش را ، میخانهٔ آشوب میسازد   گلی ابری ، نوای بلبل آواز طنبوری
در کفن ، داغ دل سوختگان ، تازه شود   گل ابری ، چو کند گریه بطرف چمنی
میکشم ، از دل خود کام خود این ، خواریها   کاش میداشت دلم گوش نصیحت شنوی
گوش بر زمزمهٔ نالهٔ جانکاه من است   ساز زنجیر که دارد چو جنون پیشروی
چرا بهلول دانا ، بر در دیوانگی میزد   اگر میشد دخیل کار دنیا هر خردمندی
رنگ بهار ناله ، بخون جگر مریز   آنجا که داد مرغ چمن نشنود کسی
گوش سخن شنو گل عاشق نوازیست   فریاد ازآن زمان که سخن نشنود کسی
بهر طفل بده ، سنگی ز کویت   اگر خواهی تماشای جنونی
بعناب لبت مشغول درمان که خواهی شد   که در هر گوشه از چشم‌تو افتاده است بیماری
چشم بر صورت دیوار بزرگان مکشای   بادب باش درآن خانه که ، محرم باشی
کنار دیدهٔ خون بار پارهای دلم   برنگ برگ گل افتاده بر لب جوئی
دشمنی چون‌آسمان، خصمی‌چو دنیا ، درکمین   سالک ! ازبهرچه ، دانا گشتی و موزون شدی

متفرقات

تو ، در ویرانهٔ دل ، بودی و من   عبث ، غربال میکردم ، جهان را
بیخودی ، گاهی بما بر میخورد   اینقدر ، گاهی خبرداریم ما
گاهی گذری ، باین طرف ها   مجنون ترا ، خرابهٔ هست
چون عدل پا کشید ستم تیغ میکشد   مژگان زبان دراز شد از کم نگاهیت
بسرو، نسبت قد تو ، میکنند درست   دروغ مردم فهمیده راست مانند است
طائرانی که ، گرفتاری خود ، میخواهند   یارب! آن‌دانه نه بینند که ، در دام من است
ساقی سبز خطی ، تا باشد   هر کجا باده خوری ، کشمیر است
ساده روی که ، سر نکرده خطش   چمنی دان که باغبانش نیست
چاک دلم ، قدیمی آن دست و خنجر است   این زخم تازه نیست که ، آن را رفو کنند
وقتی خبر شوند که ، ما رخت بسته ایم   آنانکه کاروان گم ما جستجو کنند
بر سر قسمت هستی ، همه کس میلرزند   نیستی بود نصیبم ، ز میان عنقا برد
طرح دادیم بدشمن دل بی کینهٔ خویش   دوستی ، نیست قماری که ، توان از ما برد
شبی ، کز نالهٔ آتش ، در من افتد   سرشک از دیده ، دامن دامن افتد
هلاک گوشهٔ چشمی شوم ، که از نگهش   بغیر کشتن خود ، التماس نتوان کرد
بدور چشم تو، گر سرمه را ، رواج اینست   ز خاک سوختگان هم ، نشان نمیماند

و نقود خزینهٔ خاطرش جید و سره :

بیتو جان بر لبم و ذوق تپیدن باقیست
یک نفس، فرقت صد نام کشیدن باقیست
(ص ۴۰)

● بهارگلشن کشمیر : سرور ، پندت لچهمی رام ها کسر ، اشعار ذیل در فروری ۱۸۷۸ع سروده بودند :

گاه به شیرین جلوه نما ، که عشوه گری در صورت لیلی
داده سری در راه غمت ، فرهاد به کوه و قیس به صحرا
ای دل و جان ، قربان سر تو، بر سر دلها، رحم کن آخر
شانه مکش، ای ذاتی خدا را ، زلف دو تا را، شوخ خود آرا !

سر مست می جام الست است دل ما
از روز ازل باده پرست است دل ما
وارسته ز بند غم و درد دو جهان است
دل خوش به غم عشق تو بست است دل ما

ندانستی پری، جلوه گری را
ز تو آموخت ، فن دلبری را
به پیش قد دلجوی تو ، شمشاد
کمر بسته بجان ، خدمت گری را
نسود آن نرگس جادوگر تو
به عالم تازه سحر سامری را

ای دل! چنین بخون، چه طپیدی چه شد ترا
از تیغ غمزهٔ که شهیدی چه شد ترا
صد فصل نو بهار گذشت و درین چمن
بلبل! تو نالهٔ نه کشیدی چه شد ترا

چند گوئی زاهد از صوم و صلواة
چون من در عاشقی بدنام را
من کجا آئین دینداری کجا
کن برون از سر خیال خام را

ای گل! تو در چمن گل روی که دیدهٔ
زنگ رخ تو گشت دگر گون چه شد ترا
کار تو صبح و شام دلا آه و ناله بود
خاموش از برای چه ، اکنون چه شد ترا

بهار آمد، بده ساقی! شراب ارغوانی را
که تازین آب سازم سبز نخل زندگانی را

همچو رندان نبود باده کشی پیشهٔ ما
بادهٔ ما همه خون دل و دل شیشهٔ ما
دل ما گشته خراب از نگه خوش نگهان
آهوان شیر شکار اند درین بیشهٔ ما

هر زمان عید دگر، در دیده باشد، جلوه گر
محو دیدار کسی چون چشم قربانیم ما

چند ز سینه برکشم نالهٔ وای وای را
رخصت یک نگه بده نرگس سرمه سای را

خداوندا ! بکن آباد این ویران دیاری را
بده جمعیت خاطر ، پریشان روزگاری را
دلم افسرده تر، از سرد مهری‌های دورانست
فگن از آتش عشق خودم جان در شراری را

راجع به حبیب‌الله میگوید :

گفته ام سرور! سخن از بسکه در وصف حبیب
حوریان در خلد میخوانند دیوان مرا

● **سرو آزاد** : محمد ابراهیم سالک قزوینی ، سالک مسالک خوش بیانی و مخترع عجائب و غرائب معانی است . مدتی در صفاهان اقامت داشت و با صاحب کمالان آنجا سرگرم صحبت بود .

آخر عازم هندوستان گردید و بواسطۂ ربط قدسی و کلیم سرمایۂ جمعیتی اندوخت و بوطن مانوس مراجعت کرد . خویشان او ، آنچه داشت همه را وا کشیدند ، ناگزیر برکرت ثانی خود را ، به هندوستان رسانید و مدتی اقامت گزید و باز بجاذبۂ وطن به قزوین برگشت و همانجا در گذشت .

عنبر کلامش چنین بو میدهد :

عرق سعی محال است بجائی نرسد   ابر را آبلۂ دست گهر می گردد (۱)
بی برگیٔ من ، فکر سرانجام ندارد   چون شمع تمام است ببیک ترک کلاهم

(چهار بیت دارد ۱۰۹-۱۱۰)

● **آتشکده** : سالک قزوینی . سالک مدتی در عراق و فارس بوده ، آخرالامر بهندوستان رفته هم در آنجا روانۂ سفر آخرت شد ؟. این دو شعر ازوست :

جواب نامۂ من، غیر نا امیدی نیست   ز دست سودن بال کبوترم پیداست
دوستان! در بوستان، چون عزم گل چیدن کنند   اول از یاران دور افتاده یاد من کنند

(ص ۲۲۹)

● **صحف ابراهیم** : سالک قزوینی ، نامش شاه ابراهیم در اصفهان معاصر و ندیم میرزا جلال اسیر شهرستانی و معاصر سالک یزدی بود . از ایران سیر هندوستان نمود . بعهد شاهجهان اول بکشمیر آمد و ـ مثنوی بر سوانح احوال خود ـ بنظم آورد . بقول میرزا طاهر نصرآبادی: در هند با کلیم و قدسی صحبتها داشت . بعد مراجعت قزوین ، آنچه داشت خویشاوندانش غارت

۱- شمع انجمن داره .

● شمع انجمن : سرخوش ، محمد افضل . از مردم سرکار عبدالله خان زخمی شاهجهانی بود . میفروش مصطبهٔ معانی است، و قدح گردان انجمن سخندانی. عمرها در کوچهٔ شاعری شتافت، و صحبت جمعی از صاحب طبعان عصر خود دریافت . چنانچه از ـــ کلمات الشعراء ـــ که تألیف اوست، سمت وضوح میبابد . شعر بامزه میگوید و مضامین تازه میبندد . شاگرد محمد علی ماهر و موسوی‌خان فطرت است، و از یاران شیخ ناصر علی .

آخر عمر در شاهجهان‌آباد پا درگوشهٔ قناعت شکست ، و بتزوج و تأهل پرداخت . ولادتش در سنه (۱۰۵۰هـ) واقع شد . عمری دراز یافت و در عشرهٔ ثالث بعد مأته و الف بخلوتکدهٔ خموشان شتافت . جام کلامش بگردش میآید . گریهٔ مستانهٔ کلک سرخوش، چنین رو مینماید .

(یازده بیت دارد ص ۲۰۷-۲۰۸)

● آثار سرخوش :

۱- کلمات الشعراء. در سال (۱۰۹۳هـ) تألیف کرد . دو مرتبه چاپ شده است . در لاهور باهتمام آقای صادق علی دلاوری در سال ۱۹۴۲ع و چاپ دوم در مدراس (هند) بتصحیح محموی لکهنوی در سال ۱۹۵۱ع .

۲- دیوان قدیم . مشتمل بر ۴۵ هزار اشعار بقول مصحح سرو آزاد در کلکته چاپ شده است (۱)

۱- آقای دلاوری نوشته است که: این اشتباه است . در کلکته دیوان میرزا یحیی خان سرخوش در سال ۱۹۰۶ع درچاپ خانهٔ حبل المتین چاپ شده است ، نه دیوان محمد افضل سرخوش .
(دیباچهٔ کلمات الشعراء لاهور ص ۹)

یک تخلص را دو کس چرا اختیار کردند. از سالک قزوینی است :

کبک، از حیرت رفتار، قیامت زایش   بسکه استاده بپا ریخته چون درپایش
بیرون زده ز قید هنر خویش   طاؤس اسیر است بگلدام پر خویش
(۲۳)

۱۰۲- سالم، ملا لطف الله

● نصرآبادی : سالم، ملا لطف‌الله ولد سید میر علی. از سادات کشمیر است. جوان با ادب بآرامیست. در ظاهر و باطن مرغوب و محبوب‌القلوب. از شوق زیارت عتبات عالیات بی آرام شده ــ چون راه بعلت افاغنه مسدود بود ــ بجهان آباد رفته، از آنجا ببندر سورت آمده، مدت سه چهار ماه بود تا موسم شد ببندر عباسی آمده. از آنجا بشیراز آمد، مدتی با موزونان آن ولایت صحبت داشته. از آنجا باصفهان آمده در خدمت علامی ملا محمد باقر خراسانی پارهٔ از مسائل دینی مباحثه نموده، روانهٔ عتبات عالیات شده. بعد از مراجعت وزیر کرمانشاهان ــ که از سادات گلستانهٔ اصفهان است ــ او را نگاهداشته. از آنجا روانه همدان شده و از آنجا بقم رفته. و پارهٔ در قم با حضرات موزونان آنجا، صحبت داشته، باز باصفهان آمده. بعد از مدت، دیگر برفاقت آفتاب مشرق مردمی، میر نجات، روانه مشهد مقدس شده. از آنجا بهرات رفته با خدام میرزا سعدالدین محمد صحبتها داشته. از آنجا باز بمشهد آمده. شوق دیدن مازندران بر سرش افتاده. درآن اثناء میرزا محسن تأثیر تخلص بمشهد وارد شده، ارادهٔ مازندران را داشت. از راه استرآباد روانهٔ مازندران شده. چند گاه بخدمت عالی حضرت میرزا رحیم وزیر آنجا بسر برد. باز باصفهان آمده. الحال سنه (۱۰۸۱هـ) در آنجاست. و همه عزیزان از صحبت او محظوظند. سالم تخلص دارد، شعرش این است :

پادشاه بمعر هفتادوشش (۷۶) سالگی ، بسال یکهزار و بست و هفت هجری (۱۰۲۷ه) رحلت نمود . و نزدیک قدم رسول مدفون شد ــ آه افضل دهر ــ
۱۱۲۷ه
تاریخ اوست . (۱۸۱ الف)

● نتائج‌الافکار: سرخوش ، صاحب کلام دلکش محمد افضل سرخوش ، که از متوسلین سرکار عبدالله خان زخمی شاهجهانی است . ولادتش در خمسین و الف (۱۰۵۰ه) بظهور رسیده . در مراتب سخن ، شانی عالی داشت ، و ذهن رسایش مشعوف بلند خیالی. نزاکت از کلام فصاحت نظامش آشکار، و اشعار بلاغت آثارش پسندیدهٔ فصحای روزگار. طبع موزونش خوش کرده تناسب الفاظ و لطافت مضامین و فکر متانت مشحرنش، مشغول بآرایش عرایس معانی رنگین. با صاحب طبعان عهد خود گرم صحبت بودی ، و مشق سخن بخدمت محمدعلی ماهر و موسوی خان فطرت مینمودی ، و از یاران شیخ ناصر علی است، چنانچه در مدح او گفته :

با شعر علی نمی، رسد ، شعر کسی   زآن سان، که خط کس ، بخط میر علی

و از سرکار عالمگیری منصبی مناسب داشت و بخدمت بعض کارخانجات مأمور بوده . اواخر عمر در دارالخلافت شاهجهان آباد منزوی گشت ، و بتأهل پرداخته درکنج قناعت نشست. صاحب دیوان است و تذکره ــ کلمات‌الشعراء ــ از تصنیفات او. آخرالامر در سبع و عشرین و مأته الف (۱۱۲۷ه) خار بدامن هستی شکست . این چند بیت از خیالات‌متینش ثبت افتاد :

بجوش آورد پیری ، بیشتر در عشق خون ما   قد خم، کار ناخن کرد ، بر داغ جنون ما
فسون حیرت حسن تو، تا مهر خموشی شد   بود از بوی گل، یک پرده نازکتر، فغان ما
ز پا افتاده ، پیش خاکساران ، آبرو دارد   زمین از بهر هر نقش قدم خالی کند جا را
ملامت خانه زاد کوچهٔ زنجیر سودایم   مجو در هند شهر عافیت آرام گاهم را
دمی گر برسرم آن شاه خوبان بگذرد سرخوش   نماید سایهٔ بال هما روز سیاهم را
بمرگ از دست تشویش جهان داریم آرامی   رگ خواب فراغت گشته بر تار کفن مارا

● **روز روشن** : سالم ، میر لطف‌الله کشمیری، معاصر میر نجات . ناظم گل کشتی ست . (دو شعر دارد ۲۸۳)

۱۰۳- سامان، مولوی احمدالله اله‌آبادی

● **روز روشن** : سامان، مولوی احمدالله اله‌آبادی . مولدش کشمیر است. و در ، دور شاه عالم پادشاه ، سکونت اله آباد اختیار نمود :

سجده، بر خاک دری ، میخواهم همچو خورشید ، سری میخواهم
تا کشم ، بار غم او ، سامان کوه آسا کمری میخواهم
امروز کار مستان ، ساقی! تمام گردان از لب شراب بنما و ز چشم جام گردان
(ص ۲۸۴)

۱۰۴- سامی، مرزا جان بیگ

● **عقد ثریا** : سامی ، مرزا جان بیگ سامی، ولد مرزا سعید قوم قبچاق بدخشی . وطن بزرگانش کولاب است و خود در کشمیر تولد یافته . قریب پنج شش سال است ، بهند آمده برفاقت نواب ابوالقاسم خان مرحوم معزز بود . چون نواب موصوف در جنگ ضابطه خان شهید شده ، جهان گذران را پدرود کرد . مرزای مزبور از وقوع این واقعهٔ جانکاه، غمناک شده خواست که باز بوطن خود عازم شود، مخدرات سرادق عصمت، یعنی واماندگان نواب، اورا مانع آمده نگذاشتند که بکشمیر رود . در قصائد و غزل و شاهنامه بطور خود استاد است، و در تاریخ گوئی بی نظیر . فقیر را باین بزرگ — تا در شاهجهان‌آباد بود — اکثر اتفاق ملاقات می افتاد . مذهب سنت و جماعت داشت . و درین آخر عمر، در سلسلهٔ قادریه بخاندان حضرت خواجه میردرد، دست بیعت پیش نهاده . و ترجیع بند خوبی بمدح ایشان بیاض کرده .

با یاران صاحب سخن، بر لب جوی نشسته، تماشای ماهیان میکرد . این مطلع از طبعش سر زد :

ازین خود کام یاران رنگ الفت میپرد مارا که بهر صید ماهی خشک میخواهند دریا را

قضارا ، ماهی برجست و در دامنش افتاد . آن را صلهٔ این شعر من جانب‌الله انگاشته ، شگون نیک برداشت . روز دیگر طرح ضیافت این عطیه انداخت . فقیر نیز مطلعی مطابق النعل بالنعل رشاند :

ازین بیرحم صیادان ، رهائی کی بود مارا که‌آتش میزنند ، از بهر یک نخچیر، صحرا را

مقبول طبائع گشت (۱) . مکرم خان خلف شیخ میر ، سپه سالار شاه عالمگیر، بیک دست خلعت فاخره، این منتظر فضل الهی را، نیز تسلی بخشید .

مؤلف گوید: الاسماء تنزل من‌السماء ــ مقتضای اسم صیدی، هم ماهی را از دریا کشیده ، در دامن او انداخت .

خان آرزو گوید : مطلع سرخوش بمطلع صیدی نمیرسد، بلکه سخن در صحت مصراع دوم است . چه آتش زدن صحرا در شکار قمرغه باشد، و درآن انواع شکار بود ، یک نخچیر مناسب آن نیست .

مؤلف گوید : بعضی مردم صحرا را آتش میزنند تا شکاری بدست آید . بی اراده شکار قمرغه و این معنی در لشکرها اکثر مشاهده افتاد . درین صورت کلام سرخوش صحیح باشد .

گریهٔ مستانهٔ کلک سرخوش است :

بتاریکی ، کسی گم گشته ، خود را نمی یابد عبث در سایهٔ بال هما جوئی سعادت را (۲)

کفر کامل، عین اسلام است ، در آئین عشق همچو شخصی، کاید از دست‌چپ او،کار راست

روی زمین بادیه پشت پلنگ شد از بسکه چشم های غزالان براه اوست

۱ـ کلمات‌الشعراء (ص ۱۱۴).

۲ـ شمع انجمن دارد .

۱۰۵- سخنور، پندت بیرمل کول عرف جان

● بهار گلشن کشمیر : در سرینگر در سال (۱۷۹۶ع) بدنیا آمد. در محلی تینکی پوره بود و باش میداشت. معلم فارسی بود و عمر درین مشغله بسر برد. در سال (۱۸۶۹ع) از دنیا در گذشت. ـــ مهابارت ـــ را در فارسی در آورد. ـــ قصه‌های بکرماجیت ـــ نیز در فارسی نظم کرد. خوشنویس بود و خط بسیار خوب مینوشت. در منظومهٔ مهابارت ابیات حمد دارد :

ای تاج بخش تخت نشینان روزگار   بر درگه مقدس تو، چرخ پرده دار
لبریز از ثنای تو گنجینهٔ سخن   چون دامن صدف ز گهرهای تاجدار
این گنبد فلک که کشیده ست سر باوج   دهلیزهٔ ز صحن جناب تو تنگبار
این ابر، قطره ایست، ز عمان جود تو   قطره به در فشانی وصفت گهر نثار
این آفتاب هست، چو شمعی فراز طاق   این ماه چارده، چو چراغی به کنج تار
دستی که بهر او نه بچیند گلی ز شام   بی برگ و بار، شاخ درختی به شوره زار
آن سر، که جبه سای نشد، در صنم کده   میدان یقین که، همچو کدوئیست پر ز مار
آن لب که تر زبان شود، در ثنای او   برگ گلی که، باد نشانید در غبار
در هر دلی که، آتش عشقش، نه شعله زن   در دم شود، چو شعلهٔ جواله، بی شرار

(ص ۲ : ۸۹۹)

۱۰۶- سرآمد، مولانا

● نتائج الافکار : عندلیب گلشن خوش تقریری، مولانا سرآمد کشمیری. که در لاهور نشوو نما یافته و در فنون سخن طرازی از شاگردان آفرین لاهوری است. اوسط مأته ثانی عشر در گذشت. این بیت ازوست :

ز عاشق، کی دماغت نالهٔ بیتاب بر دارد   شکستن‌های رنگ‌گل، ترا از خواب بر دارد(۱)

(۳۵۱)

۱- شمع انجمن دارد.

یـاران جهان را همه از که تا مه
با یکدگر اختـلاط، چـون بند قبـا
گشتیم بهـر کـوچه و بـازار بسی
سرخـوش! چـو کتاب هر کرا می بینم

دیدیـم بتـفصیل دریـن ویـران ده
دارند، ولی فینـد خـالی ز گـره
در دهـر نیافتـیم یـک همنفسی
گوید از خویش و نشنود حرف کسی
(۱۵۸ الف - ۱۶۰ ب)

● سرو آزاد: سرخـوش، از مردم سرکار عبدالله خان زخمی شاهجهانی بود. می فروش مصطبهٔ معانـی است، و قدح گـردان انجمن سخن دانی. عمرها در کوچهٔ شاعری شتافت، و صحبت جمعی از صاحب طبعان عصر خود دریافت. چنانچه از ـــ کلمات‌الشعراء ـــ که تالیف اوست، سمت وضوح میبابد.

شاگـرد محمد علی ماهـر و موسوی خان فطـرت است، و از یاران شیـخ ناصر علی: و در مدح او میگوید:

با شعر علی، نمی رسد، شعر کسی　　زان سان، که خط کس، بخط میر علی

شخصی در مجلسی گفت کـه: ..... رسد ـــ بکلمهٔ ـــ بـا ـــ مسموع نیست. فقیر شاهدی از کلام میرزا محمد قلی سلیم تهرانی‌گذارش نمود:

با لطف ساعدت، ید بیضا نمی رسد　　پیش لبت، سخن به مسیحا نمی رسد

اواخر عمر در دارالخلافه شاهجهـان آباد پا در گوشهٔ قناعت شکست و تزوج و تأهل پرداخت.

ولادت او در سن خمسین و الف (۱۰۵۰هـ) واقع شد. عمری دراز یافت و در عشرهٔ ثالث بعد مأته و الف (۱۱۰۰هـ) (۱) بخلوت کدهٔ خموشان شتافت: جام کلامش بگردش می آید. (هشت بیت دارد ص ۱۴۳-۱۴۴)

۱- رک تحت خزانهٔ عامره.

نخواهم بود ، جمال همنشینان اثری کرده باشد . چنانچه میرزا صائب فرماید:

اگرچه ، نیک نیم ، خاکپای نیکانم عجب که تشنه بمانم ، سفال ریحانم

گفته اند که : شناخت شاعر و عارف و خوانندهٔ اصول موسیقی با خبر وغیرهم بسیار دشوار است . هرکرابینی، باید تحقیق کنی که، آن عزیز باکدام صاحب هنران و کاملان ، اختلاط ورزیده . قیاس حال او ، از آن عزیزان کنند . چنانچه حضرت مولوی فرماید :

گر تو نشناسی کسی را ، از ظلام بنگر او را ، گوش سازیده امام

چند شعر از زادهای طبع خود ، مینگارد که باری، به این وسیله در شمار عزیزان و قطار بندگان ایشان، در آید . این چند بیت خوش کرده عزیزان صاحب کمال است :

هوشیاری را ، حجاب یار میدانیم ما بیخودی را بزم بی اغیار میدانیم ما (۱)
تیز میسازد ، بقتل عاشقان ، شمشیر را این قدر هم رحم ازو بسیار میدانیم ما (۱)
تجلی کرد ، تا حسن تو، در زیر نقاب اینجا سراپا کاسهٔ در یوزه گشته آفتاب اینجا
شمیم خط مشکینش ، گل پیچیده در گلشن که بوی گل، نفس دزدید چون گرد کتاب اینجا
چنان بگداخت شرم جلوهٔ حسن تو، گلشن را که میگردد رگ گل همچوخس بر روی آب اینجا(۲)
که پردازد، بسوز سینه ام، در بزم او سرخوش مگر آبی زند بر آتشم اشک کباب اینجا
بهم ناید چو گل از خندهٔ شادی دهان ما چه خوش نامی بر آمد، الله الله از زبان ما (۳)
چنین ، گر میگدازد ضعف ، جسم ناتوانم را حبابی میتواند آسمان گشتن جهانم را (۴)
تبخاله نیست ، در غم هجران ، ز تب مرا کز فرقت تو، خمیه زده جان، بلب مرا (۴)
کجاست دیدهٔ جویای ره ، کجاست ترا و گر نه هر مژه انگشت رهنماست ترا (۳)
کجا فقیر ، بدل جا دهد ، تونگر را زمین فرو نبرد همچو قطره ، گوهر را (۵)
مبند دل بزر و مال در جهان ، سر خوش ! بهر دو دست ، صدف سان مچسپ، گوهر را (۶)

۱- خوشگو و مجمع النفائس و نتائج الافکار و شمع انجمن دارد .
۲- نتائج الافکار و شمع انجمن دارد .
۳- خوشگو و مراةالخیال و مجمع النفائس و بی نظیر دارد .
۴- حسینی و نتائج الافکار و شمع انجمن دارد .
۵- خوشگو دارد .
۶- مجمع النفائس و بی نظیر دارد .

کفر و دین، متفق بوحدت اوست
سخن هر دو لب، یکی باشد

ز بس گریخته زاهد ز میکشان، سر خوش
نمیرود بگلستان که بلبلان مستند

گرفتم آنکه کند ضبط ناله کس بیتو
علاج گریهٔ بی اختیار را چه کند

او گریبان چاک بود از مستی و من سینه چاک
یاد ایامی که، درهای محبت باز بود

خانه جنگی های کفر و دین مرا دیوانه ساخت
کعبه و دیر از دو جانب سنگسارم میکند

بغربت از سخنور نکته پردازی نمی آید
زبان گویاست، تا وقتیکه جایش در دهان باشد

بدل جاکرد عشقت، راند بیرون صبر و طاقت را
چو منعم، خانه سازد، مسکن همسایه ها گیرد

بسکه مستان انتظار جلوهٔ او داشتند
دوربین از گردن مینا بچشم جام بود

ز بسکه عمر جدا از تو، بار خاطر شد
نفس چو آئینه مارا، غبار خاطر شد

هر که دل را، از غم دنیا سلامت میبرد
جنتی تا خود بصحرای قیامت میبرد

نه تنها، گل درین گلشن هوای کوی او دارد
که نرگس هم نگاهی زیر چشمی سوی او دارد

بی جلوهٔ تو، دل ز طرب نا امید شد
صبح امید، تیره چو چشم سفید شد

در لباس فقر دل زآلودگیها پاک شد
خرقهٔ پر بخیهٔ ما کسیهٔ دلاک شد

دل آشفته ام، مشتاق خط عنبر افشان شد
خلل در ملک می خواهد سپاهی چون پریشان شد

سلیمان نیز محتاج است، اینجا با همه دولت
که دستش از نگین چشمی بدست دیگران دارد

دل نگیرد ز خیال کس و ناکس مارا
خانه از کثرت تصویر کجا تنگ شود

ما نمیگوئیم ساقی! می بجام ما بریز
جرعهٔ بر خاک اگر ریزی، بنام ما بریز

چمن را اضطرابی دست داد از سروبالایش
که شد پا در رکاب از طوق قمری سرو رعنایش

عزت مستی مارا کن ازین کار قیاس
هر که شد بیخبر از خویش رود دوش بدوش

قرار و صبر ز دل، یار همنشینم برد
اگرچه دزد، ندزدد متاع خانهٔ خویش

ز کم بصارتیم شد مآل کار عیان
غبار در نظر آمد ز دور صورت خلق

دل بناچار کشد جانب هامون، چکنم
جای رحمست به تنهائی مجنون چه کنم

ایکه می پرسیٔ، مکان روح، درقالب کجاست
دیده باشد، کس مقام نغمه را، در تار هم

سکوت من نه از ضعف است در بیماری هجران
که لبهایم بهم چسپیده از شیرینی جانم

دل از کف داده ام، اما نمیدانم کرا دادم
کسی این نسخه از من برده است و رفته از یادم

گل بیخار، یعنی داغ عشق یار میجستم
بجیب خویش دیدم آنچه در گلزار میجستم

همه تن داشتم، شوق گل خورشید چون شبنم
سراپا چشم بودم، جلوهٔ دیدار میجستم

راه در خلوت او نیست مرا
از شگاف، در لا، میبینم

گدا و شاه برابر بپلهٔ عشقند
چنین نوشت بخسرو جواب را شیرین

هموار ز کس نه بیند آزار
نتوان کف دست را گزیدن

نشستن بر در میخانه، قدر سرخوش افزاید — که اینجا خواب پارا دولت بیدار تعبیر است(۱)

صد شکستم بدل، ز جنگ خود است — شیشه ام همچو غنچه، سنگ خود است (۲)
حسن تمکین ناز افزاید — پای گل در حنا ز رنگ خود است
نیم گام است راه کعبهٔ وصل — دوری ما ز عذر لنگ خود است

باز از حسنت، نگه را سر، به دامان گل است — چشم ما چون شبنم، از روی تو مهمان گل است
با ظهور حسن، جوشد بیقراریهای عشق — پیچ و تاب بلبلان گرداب طوفان گل است
شورش عاشق بود، آئینه دار جوش حسن — آه مرغان چمن، دود چراغان گل است

تا مرا یک پای ثابت، در طریق یار گشت — پای دیگر گرد آن از شوق چون پرکار گشت(۳)

بیهوده دل زهد کشان وسوسه ناک است — از یک قدح باده حساب همه پاک است
از خوشهٔ انگور، عیان شد که، درین باغ — شیرازهٔ جمعیت دلها، رگ تاک است (۴)

یک دشت خار، درکف پای هوس شکست — کو شعلهٔ که، کار ز سوزن گذشته است

شریک صاف دلانند، خامشان در رنج — شکست آئینه زخمی بروی تمثال است

غنچهٔ ترسم براه نازنینم بشکند — برگ گل در زیر پایش کم ز نخت شیشه نیست
از ورق گردانی دوران کسی وارسته نیست — در همه دیوان او، یک مصرعهٔ برجسته نیست(۵)

بود واعظ، بعلم باطن، اعمی — که چشمانش، چو عینک در کتاب است

از دامن وصال، جدا نیست دست عشق — پای چراغ حسن تو، بخت سیاه ما ست

دید و دریافت بر اهل صفا، هر دو یکیست — همچو آئینه، دل و دیدهٔ ما هردو یکیست

خانهٔ دهر تنگ بسیار است — پشت بام فلک هوادار است

بر اوج جاه، دماغ هوس، رسا گردد — به پشت بام دوبالا صدای پا گردد (۴)

ساز بزم عشرت ما، بی رخت از کار ماند — نغمه از بس نا رسای، چون گره در تار ماند
تا نظر، بر حسن صیادم فتاد، از زیر دام — دانه، از حیرت چو مغز پسته، در منقار ماند(۱)

تن مده اختلاط چسپان را — جامهٔ تنگ، زود چاک شود (۱)

ساز هم در جنگ پر دل، ساز جنگی میشود — نی چو گیرد وصل، با پیکان خدنگی میشود
ناگهان گیراست لیکن، دست از جان شستهٔ — دل چو، پر از داغ حرمان شد، پلنگی میشود

رونق بیداد او، از اضطراب ما بود — جوهر شمشیر نازش، پیچ و تاب ما بود

۱- مجمع‌النفائس دارد.
۲- نتائج‌الافکار دارد.
۳- قدرت و نتائج‌الافکار دارد.
۴- شمع انجمن و نتائج‌الافکار دارد.
۵- خوشگو دارد.

تاحال فکر هیچ نوجوانی باین پایه ندیده ام! بهرحال خدایش بیامرزاد. انصافی که در مزاج آن عزیز بزرگ دیده شد، کم بنظر آمده. در طبع میرزا بیدل، خود عشر عشیر آن نبود.

شعرش بایران رسیده و نصرآبادی داخل تذکره نموده. هرچند شاگرد محمد علی ماهر است، اما استفاده تمام در خدمت میر معز فطرت المخاطب به موسوی خان نموده ــ و کفی به شرفاء ــ با میرزا عبدالقادر بیدل معاصر و هم طرح بود.

رباعیات او، خیلی معانی تازه دارد و بسیار عارفانه گفته. سال سوم یا چهارم محمد فرخ سیر پادشاه از جهان رفته(۱) رحمة‌الله علیه. مطلع غزل سر دیوان او اینست و بسیار خوب و بادا گفته:

بهم ناید چوگل، از خندهٔ شادی دهان ما
چه خوش‌نامی برآمد، الله! الله! از زبان ما

حرفی از شیرینی لبهای ماهی شد رقم
چون پر ماهی، بهم چسپید، انگشتان ما

بتاریکی، کسی گم‌گشتهٔ خود را، نمی یابد
عبث، در سایهٔ بال هما، جوئی سعادت را

بخیلان را بزرعشق دگر میبود، اگر باخود
بزیر خاک میبرهند چون قارون زر خود را

دل، ز عشق شعله خو، آرایش دیگر گرفت
شمع را آتش سر انگشت دارد در حنا

تا دوئی برخیزد از مینا و جام
جام را کردیم میناکار ما

نفس سرکش را توان با قهر آوردن براه
تازیانه مار میباید سوار شیر را

نیاید جز تجرد چارهٔ آلایش عصیان
که‌گردد خشک، دامان ترآخر، از فشاندنها

بوصل دوست، محالست بر رسیدن ما
نرفته است بجائی ز خویش رفتن ما

بجوش آورد پیری بیشتر در عشق خون ما
قد خم کار ناخن کرد بر داغ جنون ما (۲)

کفر کامل، عین اسلامست، در آئین عشق
همچوشخصی، کاید از دست چپ او، کار راست

دوش وصف باده را پرسیدم از موسی و خضر
این بگفتا: آب‌حیوان! آن بگفتا: آتش است

شد خرج بلهو پند ناصح
مصرف زر قلب را قمار است

پست فطرت، گر برد مضمون ما، رسوا شود
دزد را خصمی بتر از گوهر شهوار نیست

۱- رک: تحت خزانه عامره.

۲- خزانه عامره و شمع انجمن دارد.

دل پر خون، ز بغل در ره یارم، افتاد — میبگیرید که! مینا ز کنارم افتاد (۱)

کسر نفس خود، اگر پیش نمای خوشتر — سرمه هر چند که باریک بسای خوش تر

اینکه با بحث برای چو فلاطون چه کمال — راست گویم اگر از خویش برای خوش تر

منعم از اسباب دنیا، سیر نتوانست شد — آب گوهر را ز آب بحر دیدم شور تر

مردم و از جست و جوی او، نیا سایم هنوز — میدود چون ریشه زیر خاک اعضایم هنوز

بسکه از نا محرمان، پوشیده دارم، راز خویش — همچو خط سر تا بپایم سرمهٔ اواز خویش

نه بندد در دلم، صورت تمنای خط و خالش — ز شوخی نقش بر آبست در آئینه تمثالش

دلم زان گونه گشته، محو حسن حیرت افزایش — که خال عنبرین، گردیده بر عارض، سویدایش

فتد یاقوت ز آب و رنگ، پیش لعل مینوشش — بود صبح شب مهتاب گوهر در بناگوشش (۲)

دلی با دوست خوگر گشته، کی با غیر میسازد — که گرید طفل، چون بیگانهٔ گیرد، در آغوشش

بر دهن، دست گذارد ز ادب، گل بچمن — که بگوش تو کند عرض پریشانی خویش

چسان بر خواند آن مه نامهٔ مشتاق دیدارش — که خط را، همچو ظلمت محو سازد نور رخسارش

همتم بگذشت از مذموم و محمود آن طرف — آن چنان جستم که افتادم ز مقصود آنطرف

رنگ صد بسمل طپیدن، ریختی در جان برق — در گرفت از شعلهٔ شمع رخت دامان برق

سینه سوزان محبت را، بچشم کم، مبین — هر شراری، دارد اینجا در بغل، سامان برق

ظلمت زدای هستی من شد ضیای دل — گشتم نهان برنگ گهر، در صفای دل

بسکه بگدازد ز شرم حسن آن رخسار گل — عطر ماند برکفش، چیند چو در گلزار گل

زیب خوبان دگر، از زیور لعل و در است — بر لبت بس رنگ پان و گوشهٔ دستار و گل

کی شود، از ناز با ما خاکساران چار چشم — آنکه میپوشد، ز گرد سبزه، در گلزار چشم (۲)

افغان من، خبر دهد از جان خسته ام — بر تیر آه نامهٔ احوال بسته ام

تا ز حرف جست و جویش، دم زدم — دولت کونین را، بسرهم زدم (۲)

سکوت داد، نشاط دگر، درین چمنم — سخن بخنده بدل شد چو غنچه در دهنم

ز بس سعی دگر بر کام در راه فنا دارم — چو برق، ازگرمی رفتار، آتش زیر پا دارم (۳)

ز بس شرم تو، ریزد رنگ خاموشی، بکام من — چو شبنم، گر زبان چیند، عرق باشد کلام من

ببرق عارضی، یکدم مقابل، در چمن گشتم — سراپا چون گل آغوش داغ خویشتن گشتم

راه، در خلوت او، نیست مرا — از شگاف در لا، میفگنم (۲)

افسرده غم عشق و همان در تب و تابم — آتش شده خاکستر و خام است کبابم

۱- نتائج الافکار.

۲- خوشگو دارد.

۳- نتائج الافکار دارد.

ای پنجهٔ تو، ز دامن دولت دور / بر دولت بی فیض، دماغت مغرور
بی همتی و نام تو ـ همت خان ـ است / برعکس نهند، نام زنگی، کافور

چون بختاور خان عالمگیری ــ بختاور نگر ــ نزدیک دهلی آباد کرد، سرخوش قطعهٔ تاریخ گفته بگذرانید که مصرع تاریخش اینست:

گفت: بختاور نگرآباد بود؟

و گفت: آنچه برین سرای خرچ شده، ربع آن را البته سزاوارم که بیابم: گفت البته، مطلب از سرای نام است، زر ما خرچ کردیم! در نام، شما هم شریکید! سرخوش گفت:

برآن گروه بباید گریست، کز پس ما / حکایت کرم روزگار ما گویند

حاصل، در نامساعدی طالعش شکی و شبهی نیست، وگرنه در همان عهده بعضی ارباب دولت، صاحبان خود را نواخته اند. چنانچه نواب بخشی‌الملک روح‌الله خان ــ که عبدالله نامی منصب دار از راه واسوختگی ــ نظر بر اعتبار سکندر خدمتگاریش کرده، شهرت داد که: این مصرع ازانست:

بر سرینش هر که بنشیند، سکندر میشود

چون رفته رفته آن ابیات بنواب مشارٌ الیه رسید، تا وی را حاضر آوردند. نواب آن ابیات را بدستش داد و گفت: این را شما گفته اید! رنگش پرید و عرض کرد که: اینکه همین شخص خورده است! نواب گفت: پریشان حال خواهی! گفت: نواب سلامت! پریشان احوال، من خراب را، باین سعادتی رهبر گشته! نواب، بعنایت خلعت و اسپ و دو چند اضافه و خدمت واقع نگاری جائی، سرفراز کرده رخصتش نمود.

نقلست، روزی پیری جاهلی این مطلع مثنوی ناصر علی سهرندی:

الهی! ذرهٔ دردی، بجان ریز / شرر، در پنبه زار استخوان ریز

خواهی که قدم، در راه حق، بگذاری
بی آئینه، پنببه در نگیرد هرگز
در اهل جهان بود قناعت کمتر
بنگر که، خورد طفل ز یک پستان شیر
هرکس که بود ز سیم و زر زیب فرش
بنگر چو شود جامهٔ زربافت کهن
سرخوش! کار اله فضل و کرم است
رخشیدن برق بین و جوش باران

باید که، بکف دامن پیری آری (۱)
یک عمر اگر در آفتابش داری
مادرزاد است حرص در طبع بشر
در دست بگیرد سر پستان دگر (۱)
باشد پس مرگ ناگزیر از سفرش
سوزند در آتش، ز پی سیم و زرش (۱)
از معصیت و سیاه کاری چه غم است
رحمت چه فزون، غضب چه بسیار کم است (۱)
(۸۵-۱۰۰)

تاریخ مسجد زیب‌النساء بیگم که در کشمیر ساخته :

کعبهٔ حاجات شد مسجد زیب‌النساء

یافته ام . (ص ۲۰۳)

تاریخ فوت والدهٔ خود :

فی جنة عالیة
۱۰۵۴ھ

(ص ۱۹۸)

● مرآة‌الخیال : محمد افضل سرخوش، از مغولان عبدالله خانی است . و در موزونان، مشهور بخوشگوئی و نیکو بیانی . راقم حروف را باوی صحبت اتفاق نیفتاده، و این چند بیت از روی ـ سفینه ـ دستخطش، که نزد آشنائی بنظر در آمده، قلمی نمود :

بسر داریم سودای گل خورشید دیداری
که چون شبنم همه چشم است بار کاروان ما

فسون حیرت حسن تو تا مهر خموشی شد
بود از بوی گل یک پرده نازک تر فغان ما

(ص ۲۹۰)

● خوشگو : افضل الشعراء حضرت میان محمد افضل سرخوش تخلص . خلف محمد زاهد است، که در سرکار عبدالله خان زخمی (۲) میر سامانی داشت . و بعد واقعهٔ خان مرحوم، چون مردم او داخل نوکران بادشاهی شدند،

۱ـ خوشگو دارد .

۲ـ مان الله بیگ ترکمان مخاطب بعبدالله خان از عمده‌ها و کبار امرای محمد اعظم شاه، همراه شاه مذکور (۱۱۱۹ھ) کشته شد . (تاریخ محمدی ص ۲۳)

ز آلایش جهان، بتجرد توان گذشت — ره پر گل است گوشهٔ دامن کشیدنیست (۱)
پر از گره، همه سر رشتهٔ جهان دیدم — چنانکه، در شب اول، ازاربند عروس (۱)
شد خرج به لهو، پند ناصح — مصرف زر قلب را قمار است
فروغ ناصیهٔ دوست، از صفای دلست — جلای نقش زر از مهره بیشتر گردد
حذر دارد دل از چین جبینش — که ترسد طفل از رخشیدن برق
سرمهٔ چشمت گلوی عاشقان را ناله بست — هر قدر میخواهی اکنون جور کن بیداد کن
چگونه تن دهد آن نازنین بآرایش — که دست او ز نگین زیر سنگ میماند
یک پرده بیش نبود در فقر و سلطنت فرق — طبل شهی است کشکول، گر پوستکند گویم
ز آبادی فزاید شور، سودا در دماغ من — سواد شهر، مشک سوده افشاند، بداغ من
بود زیبا ز خوبان صورت و سیرت بهم هر دو — مرقع را خط و تصویر باید خوش قلم هر دو

رباعیات

شد کیفیت همدم و مونس معلوم
بی زر، نبود عزت کس، در دنیا
گردید تمام رنگ مجلس معلوم
در خانهٔ قحبه قدر مفلس معلوم

حسن تو، بهرجا که شود، جلوه نما
خوبان جهان، ز غیرت رخسارت
پای انداز است برگ گلها آنجا
چون لاله، بشام داغ بندند حنا

چون برسر نامه — هو — نویسد دلدار
کز: خود رفتنم حرف دگر، حاجت نیست
قاصد! در خدمتش بگو از من زار
هوی، دیوانه را پسند است، ای یار! (۲)

سر خوش عجب اینکه، ز اتفاق بیحد
ناز و محبوب و عاشقی و آفت
افتاده موافق حساب ابجد
بی عقل و دراز و فتنه و کوته قد

سر خوش! اگرت نشهٔ هوش و خرد است
بر ذات رسول رهنمائی شده ختم
رو زود براهی که، پیمبر بلد است
زانرو که، رسول و رهنما هم عدد است
(ص ۱۷۱ — ۸۱)

● حسینی: میکش میکدهٔ روزگار تیغش، محمد افضل سرخوش. از شعرای نیکو دستگاه بوده و بمنصب داران عالمگیر پادشاه. مدتی در طلب دنیا دویده

۱- مجمع النفائس دارد.
۲- دیوانه را هوی بس است. ضرب المثل است. مثلاً:

دماغم ز میخانه بوئی شنید — حذر کن! که دیوانه هوئی شنید
(دهخدا ۸۵۲)

چار اند، ز تحقیق کماهی آگاه　　　ابن عربی اول شان ، در افواه
پس مولوی و سحابی و ملا شاه　　　پنجم سرخوش غریب ، الله! الله!

این رباعی را پیش شاه گلشن (۱) خواند و گفت : عارف ما همین پنج چنین کس بوده ایم! و دیگران مثل خواجه قطب‌الدین و نظام الدین(۲) و غیرهما عارف نبودند ، بلکه زاهد اند ! شاه در جواب به سختی پیش آمد و گفت : فخریه‌های بیمزهٔ شما ! تا حال میشنیدم و ازآن در میگذشتم ! اما الحال راه آسمان گرفتید ، من بعد درمیان ما و شما ملاقات نه خواهد شد! بیدماغ شده برخاست و ترک آمدنها کرد . بعد چند روز یکی از آشنایان شاه ، بخدمتش رفته بود ، پرسید که : گاهی با شاه گلشن ملاقات میشود! فرمود: من این رباعی پیشش خوانده بودم ، بخاطرش بد گذشت و ترک ملاقات نمود . شما منصف شوید! اگر بر تقدیر ، بی ادبی کرده باشم ، من دانم و برادران فن! او را ، ناخوشی کردن از چه راه میرسد؟ چون شاه این لطیفه شنید از خود بخدمتش رفت و صلح کرد . در اثنای آمدن از اجمیر چون بسرای منوهرپور رسید ، بر سیر برآمد و در تکیهٔ هندو فقیری وارد شد ، و از سخنان باکیفیت او ـ که درمیان آمد ـ از دست رفت. برای صحبت وی ، بست و پنج روز ، درآن سرای مقام فرمود . هر چند همراهان تاکید روانه شدن بیشتر میکردند ، فائده نمی بخشید . لطیفه ازآن صحبت این است که : آن فقیر موحد ، در اثنای کلام بر زبان راند که : کافر و اسلام یکیست ! میان سرخوش گفت : اگر چنین است ! چرا مسلمان نشوی؟ فقیر گفت : چنین است تو چرا هندو نمی شوی؟ طرف به طرف دیگر قائم است و غرض من آنست که گاهی با هر دو نیست . بعد ازآن فقیر این ابیات مثنوی بر خواند :

۱ـ شاه سعدالله گلشن جهان‌آبادی. وفات ۱۱۴۰هـ .

۲ـ خواجه بختیار کاکی متوفی ۶۳۴هـ و خواجه نظام‌الدین دهلوی متوفی ۷۲۵هـ.

حکم چند ندرت(۱) که از شاگردان اوست، ازین مصرع آورده :

از جهان رفت آه عارف پاک!

۱۱۲۷ھ

کلیات آنجناب قریب به چهل و پنج هزار بیت است و صاحب چندین تصانیف. مثنوی ــ نورٌعلی نور ــ در جواب ــ مثنوی روم ــ که مطلعش اینست :

شیشه از قلقل حکایت میکند غمزهٔ ساقی روایت میکند

و مثنوی دیگر ــ حسن و عشق ــ نام مشمل بر، قصهٔ سسی پنون، که آغازش این است :

الهی! سوزش دردم فزون کن نمک دانی، بدماغم سرنگون کن

و ــ ساقی نامه ــ خوب رنگین دارد باین مطلع :

بود نامهٔ نشأ بخش ادا که بر سر کند جام حمد خدا

و این بیت بهاریه هم از همان جا است :

سر زلف وا کرده سنبل بناز شده از مریدان گیسو دراز(۲)

و ــ مثنوی قضا و قدر ــ و مثنوی دیگر درمیان بعضی ــ خصوصیات هندوستان ــ و ــ جنگ نامه محمد اعظم شاه ــ که در تعریف فیل. از آنجاست :

برنگ تن و هر دو دندان او بگویم چه رمز است ای راز جو
ظفر را پی دولت پادشاه دراز است درشب دو دست دعا

و در نثر نسخهٔ ــ جوش و خروش ــ متضمن حالات و مراتب خود و تذکرهٔ مسمی به ــ کلمات‌الشعراء ــ از زمان جهانگیر پادشاه تا عهد عالمگیر شاه، که برای این، سفینهٔ خوش گوی، سر مشق است، و ــ دیباچهٔ دیوان ــ

۱- لالا حکم چند ندرت تخلص. که ــ قانونگوی تهانیسر داشت و از دوستدان خوشگو بوده. (رک : خوشگو ۳۵۲)

۲- مراد، از خواجه سید محمد حسینی گیسو دراز بنده نواز گلبرگه، دکهن. متوفی ۸۲۵ھ

مخدوم دین و دنیا

۸۲۵ھ

خان صاحب (آرزو) حاشیه نوشته اند که : این اعتراض بیجا است . زیرا که، در صورت نبودن فضل حق ، عبارت ـ یک در گرفته ایم ـ نشست پیدا نمیکند! این قدر هست که لفظ فضل بیکار است . چنین میباید :

با یاد حق ، ز هر دو جهان ، رم گرفته ایم

حق تعالیٰ جناب او را فیضی و برکتی بخشیده که ، هرکه بخدمتش رسیده باوجود نقصان ، جوهر پایهٔ سخن بدستش افتاد ، و قبولی بهم رسانید. فقیر راقم خوشگو ، اول در عمر چهارده سالگی، خاک آستان مبارک ، صندل پیشانی طلب ساخته، مشق شکسته بستهٔ خود را، به نظر اصلاحش میگذرانید. روزی این مصرع گفته بودم :

بود غمخواری کودک ، پس از مرگ پدر ، عم را

بر این مصرع دستخط فرمود که : این مصرع از عالم معنی است ، بعد مشق بسیار دست میدهد ، از ین غافل نباشی ! و خود پیش مصرع رسانید :

کشیدم بعد مجنون ، تنگ در آغوش جان ، غم را

بعد ازآن فقیر مصرع باین وضع رسانیده درست کرد :

چو مجنون داد جان ، من پرورش کردم بجان ، غم را

و همان روز از روی کمال عنایت تخلص ـ خوشگو ـ عنایت فرمود و گفت: لفظ ـ خوش ـ از تخلص خود برآورده بخشیده ام ! چنانکه معظم بهادرشاه، منعم خان وزیر را، معظم خان خانخانان خطاب داده . و بفقیر اکثر میفرمود که : فکر تو رفته رفته، رفته و شسته خواهد شد ! و به سرحد معنی خواهد رسید ! بر فقیر حقوق پدرانه دارد . خداوند غفار در قرب و جوار خود جایش بخشاد . بالجمله سلخ محرم هزار و صدوبیست و شش (۱۱۲۶ ﻫ) در حالت بیماری سخت ـ که منجر بنزع شده بود ـ این رباعی فکر کرده

خان صاحب (آرزو) حاشیه نوشته اند که : این اعتراض بیجا است. زیرا که، در صورت نبودن فضل حق ، عبارت ـ یک در گرفته ایم ـ نشست پیدا نمیکند! این قدر هست که لفظ فضل بیکار است . چنین میباید :

با یاد حق ، ز هر دو جهان ، رم گرفته ایم

حق تعالی جناب او را فیضی و برکتی بخشیده که ، هرکه بخدمتش رسیده باوجود نقصان ، جوهر پایهٔ سخن بدستش افتاد ، و قبولی بهم رسانید. فقیر راقم خوشگو ، اول در عمر چهارده سالگی، خاک آستان مبارک ، صندل پیشانی طلب ساخته، مشق شکسته بستهٔ خود را، به نظر اصلاحش میگذرانید. روزی این مصرع گفته بودم :

بود غمخواری کودک ، پس از مرگ پدر، عم را

بر این مصرع دستخط فرمود که : این مصرع از عالم معنی است ، بعد مشق بسیار دست میدهد ، از ین غافل نباشی ! و خود پیش مصرع رسانید :

کشیدم بعد مجنون ، تنگ در آغوش جان ، غم را

بعد ازآن فقیر مصرع باین وضع رسانیده درست کرد :

چو مجنون داد جان ، من پرورش کردم بجان ، غم را

و همان روز از روی کمال عنایت تخلص ـ خوشگو ـ عنایت فرمود و گفت: لفظ ـ خوش ـ از تخلص خود بر آورده بخشیده ام ! چنانکه معظم بهادرشاه، منعم خان وزیر را ، معظم خان خانخانان خطاب داده . و بفقیر اکثر میفرمود که : فکر تو رفته رفته، رفته و شسته خواهد شد ! و به سرحد معنی خواهد رسید ! بر فقیر حقوق پدرانه دارد . خداوند غفار در قرب و جوار خود جایش بخشاد . بالجمله سلخ محرم هزار و صدوبیست و شش (۱۱۲۶ھ) در حالت بیماری سخت ـ که منجر بنزع شده بود ـ این رباعی فکر کرده

حکم چند ندرت(۱) که از شاگردان اوست، ازین مصرع آورده :

از جهان رفت آه عارف پاک!

۱۱۲۷ھ

کلیات آنجناب قریب به چهل و پنج هزار بیت است و صاحب چندین تصانیف . مثنوی ـ نورٌعلی نورـ در جواب ـ مثنوی رومـ که مطلعش اینست :

شیشه از قلقل حکایت میکند غمزهٔ ساقی روایت میکند

و مثنوی دیگر ـ حسن و عشق ـ نام مشمل بر، قصهٔ سسی پنون ، که آغازش این است :

الهی! سوزش دردم فزون کن نمک دانی ، بداغم سرنگون کن

و ـ ساقی نامه ـ خوب رنگین دارد باین مطلع :

بود نامهٔ نشأ بخش ادا که بر سر کند جام حمد خدا

و این بیت بهاریه هم از همان جا است :

سر زلف وا کرده سنبل بناز شده از مریدان گیسو دراز(۲)

و ـ مثنوی قضا و قدرـ و مثنوی دیگر درمیان بعضی ـ خصوصیات هندوستان ـ و ـ جنگ نامه محمد اعظم شاه ـ که در تعریف فیل . ازآنجاست :

برنگ تن و هر دو دندان او بگویم چه رمز است ای راز جو
ظفر را پی دولت پادشاه دراز است درشب دو دست دعا

و در نثر نسخهٔ ـ جوش و خروش ـ متضمن حالات و مراتب خود و تذکرهٔ مسمی به ـ کلمات‌الشعراءـ از زمان جهانگیر پادشاه تا عهد عالمگیر شاه، که برای این ، سفینهٔ خوش گوی ، سر مشق است، و ـ دیباچهٔ دیوان ـ

۱ـ لالا حکم چند ندرت تخلص . که ـ قانونگوی تهانیسر داشت و از دوستدُان خوشگو بوده . (رک : خوشگو ۳۵۲)

۲ـ مراد ، از خواجه سید محمد حسینی گیسو دراز بنده نواز گلبرگه ، دکهن . متوفی ۸۲۵ھ

مخدوم دین و دنیا

۸۲۵ھ

چار انـد، ز تـحقیق کماهی آگاه ابن عربی اول شان ، در افواه
پس مولوی و سحابی و مـلا شاه پنجم سرخوش غریب ، الله! الله!

این رباعی را پیش شاه گلشن (۱) خـواند و گفت : عارف مـا همین پنج چنین کس بوده ایم! و دیگران مثل خواجه قطب‌الدیـن و نظام الدین(۲) و غیرهما عارف نبودند ، بلکه زاهد اند ! شاه در جواب به سختی پیش آمد و گفت : فخریه‌های بیمزهٔ شما ! تا حال میشنیدم و ازآن در میگذشتم ! اما الحال راه آسمان گرفتید ، من بعد درمیان ما و شما ملاقات نه خواهد شد ! بیدماغ شده برخـاست و ترک آمـدنها کرد . بعد چند روز یـکی از آشنایان شاه ، بخدمتش رفته بـود ، پرسید که : گاهی با شاه گلشن ملاقات میشود ! فرمود: مـن این رباعی پیشش خوانده بودم ، بخاطرش بد گذشت و تـرک ملاقات نمود . شما منصف شوید! اگر بر تقدیر ، بی ادبی کرده باشم ، من ندانم و برادران فن! او را ، نـاخوشی کردن از چـه راه میرسد ؟ چـون شاه این لطیفه شنید از خود بخدمتش رفـت و صلح کرد . در اثنای آمـدن از اجـمیر چون بـسرای منوهرپـور رسید ، بـر سیر بـرآمد و در تـکیهٔ هنـدو فقیری وارد شد ، و از سخنان باکیفیت او ـــ که درمیان آمد ـــ از دست رفت. برای صحبت وی ، بست و پنج روز ، درآن سرای مقام فرمـود . هر چند همراهان تاکید روانه شدن بیشتر میکردند ، فائده نمی بخشید . لطیفه ازآن صحبت این است که : آن فقیر موحد ، در اثنای کلام بر زبان راند که : کافر و اسلام یکیست ! میان سرخوش گفت : اگر چنین است ! چرا مسلمان نشوی ؟ فقیر گفت : چنین است تو چرا هندو نمی شوی ؟ طـرف به طرف دیگر قائم است و غرض مـن آنست که گاهی بـا هر دو نیست . بعد ازآن فقیر این ابیات مثنوی بر خواند :

۱- شاه سعدالله گلشن جهان‌آبادی. وفات ۱۱۴۰هـ .
۲- خواجه بختیار کاکی متوفی ۶۳۴هـ و خواجه نظام‌الدین دهلوی متوفی ۷۲۵هـ.

ز آلایش جهان ، بتجرد توان گذشت ره پر گل است گوشهٔ دامن کشیدنیست (١)
پر از گره ، همه سر رشتهٔ جهان دیدم چنانکه، در شب اول ، ازاربند عروس (١)
شد خرج به لهو ، پند ناصح مصرف زر قلب را قمار است
فروغ ناصیهٔ دوست ، از صفای دلست جلای نقش زر از مهره بیشتر گردد
حذر دارد دل از چین جبینش که ترسد طفل از رخشیدن برق
سرمهٔ چشمت گلوی عاشقان را ناله بست هر قدر میخواهی اکنون جور کن بیداد کن
چگونه تن دهد آن نازنین بآرایش که دست او ز نگین زیر سنگ میماند
یک پرده بیش نبود در فقر و سلطنت فرق طبل شهی است کشکول، گر پوستکند گویم
ز آبادی فزاید شور، سودا در دماغ من سواد شهر ، مشک سوده افشاند ، بداغ من
بود زیبا ز خوبان صورت و سیرت بهم هر دو مرقع را خط و تصویر باید خوش قلم هر دو

رباعیات

شد کیفیت همدم و مونس معلوم گردید تمام رنگ مجلس معلوم
بی زر ، نبود عزت کس ، در دنیا در خانهٔ قحبه قدر مفلس معلوم

حسن تو ، بهرجا که شود، جلوه نما پای انداز است برگ گلها آنجا
خوبان جهان ، ز غیرت رخسارت چون لاله ، بشام داغ بندند حنا

چون برسر نامه — هو — نویسد دلدار قاصد! در خدمتش بگو از من زار
کز: خود رفتنم حرف دگر ، حاجت نیست هوی ، دیوانه را پسند است، ای یار! (٢)

سر خوش عجب اینکه ، ز اتفاق بیحد افتاده موافق حساب ابجد
ناز و محبوب و عاشقی و آفت بی عقل و دراز و فتنه و کوته قد

سر خوش! اگرت نشهٔ هوش و خرد است رو زود براهی که ، پیمبر بلد است
بر ذات رسول رهنمائی شده ختم زآنرو که، رسول و رهنما هم عدد است
(ص ١٧ — ٨١)

● حسینی : میکش میکدهٔ روزگار تیغش، محمد افضل سرخوش. از شعرای نیکو دستگاه بوده و بمنصب داران عالمگیر پادشاه . مدتی در طلب دنیا دویده

١ـ مجمع النفائس دارد .
٢ـ دیوانه را هوی بس است . ضرب المثل است . مثلاً :
دماغم ز میخانه بوئی شنید حذر کن ! که دیوانه هوئی شنید
(دهخدا ٨٥٢)

خواهی که قدم، در راه حق، بگذاری — باید که، بکف دامن پیری آری (۱)
بی آئینه، پنبه در نگیرد هرگز — یک عمر اگر در آفتابش داری
در اهل جهان بود قناعت کمتر — مادرزاد است حرص در طبع بشر
بنگر که، خورد طفل ز یک پستان شیر — در دست بگیرد سر پستان دگر (۱)
هرکس که بود ز سیم و زر زیب فرش — باشد پس مرگ ناگزیر از سفرش
بنگر چو شود جامهٔ زربافت کهن — سوزند در آتش، ز پی سیم و زرش (۱)
سرخوش! کار اله فضل و کرم است — از معصیت و سیاه کاری چه غم است
رخشیدن برق بین و جوش باران — رحمت چه فزون، غضب چه بسیارکم است (۱)
(۸۵-۱۰۰)

تاریخ مسجد زیب‌النساء بیگم که در کشمیر ساخته :

کعبهٔ حاجات شد مسجد زیب‌النساء

یافته ام . (ص ۲۰۳)

تاریخ فوت والدهٔ خود :

فی جنة عالیة
۱۰۵۲ﻫ

(ص ۱۹۸)

● مرأة الخیال : محمد افضل سرخوش، از مغولان عبدالله خانی است . و در موزونان، مشهور بخوشگوئی و نیکو بیانی . راقم حروف را باوی صحبت اتفاق نیفتاده ، و این چند بیت از روی ـ سفینه ـ دستخطش ، که نزد آشنائی بنظر در آمده ، قلمی نمود :

بسر داریم سردای گل خورشید دیداری — که چون شبنم همه چشم است بار کاروان ما
فسون حیرت حسن تو تا مهر خموشی شد — بود از بوی گل یک پرده نازک تر فغان ما
(ص ۲۹۰)

● خوشگو : افضل الشعراء حضرت میان محمد افضل سرخوش تخلص . خلف محمد زاهد است ، که در سرکار عبدالله خان زخمی (۲) میر سامانی داشت . و بعد واقعهٔ خان مرحوم، چون مردم او داخل نوکران بادشاهی شدند،

۱ـ خوشگو دارد .

۲ـ میان الله بیگ ترکمان مخاطب بعبدالله خان از عمدها و کبار امرای محمد اعظم شاه، همراه شاه مذکور (۱۱۱۹ﻫ) کشته شد . (تاریخ محمدی ص ۲۳)

ای پنجهٔ تو، ز دامن دولت دور بر دولت بی فیض، دماغت مغرور
بی همتی و نام تو ـ همت خان ـ است برعکس نهند، نام زنگی، کافور

چون بختاور خان عالمگیری ـــ بختاور نگر ـــ نزدیک دهلی آباد کرد، سرخوش قطعهٔ تاریخ گفته بگذرانید که مصرع تاریخش اینست:

گفت: بختاور نگرآباد بود؟

و گفت: آنچه برین سرای خرج شده، ربع آن را البته سزاوارم که بیابم: گفت البته، مطلب از سرای نام است، زر ما خرج کردیم! در نام، شما هم شریکید! سرخوش گفت:

برآن گروه بباید گریست، کز پس ما حکایت کرم روزگار ما گویند

حاصل، در نامساعدی طالعش شکی و شبهی نیست، وگرنه در همان عهده بعضی ارباب دولت، صاحبان خود را نواخته اند. چنانچه نواب بخشی‌الملک روح‌الله خان ـــ که عبدالله نامی منصب دار از راه واسوختگی ـــ نظر بر اعتبار سکندر خدمتگاریش کرده، شهرت داد که: این مصرع ازانست:

بر سرینش هر که بنشیند، سکندر میشود

چون رفته رفته آن ابیات بنواب مشارٌ الیه رسید، تا وی را حاضر آوردند. نواب آن ابیات را بدستش داد و گفت: این را شما گفته اید! رنگش پرید و عرض کرد که: اینکه همین شخص خورده است! نواب گفت: پریشان حال خواهی! گفت: نواب سلامت! پریشان احوال، من خراب را، باین سعادتی رهبر گشته! نواب، بعنایت خلعت و اسپ و دو چند اضافه و خدمت واقع نگاری جائی، سرفراز کرده رخصتش نمود.

نقلست، روزی پیری جاهلی این مطلع مثنوی ناصر علی سهرندی:

الـهی! ذرهٔ دردی، بجان ریز شرر، در پنبه زار استخوان ریز

دل پر خون، ز بغل در ره یارم، افتاد / میبگیرید که ! مینا ز کنارم افتاد (۱)
کسر نفس خود، اگر پیش نمایۀ خوشتر / سرمه هر چند که باریک بسای خوش تـر
اینکه با بحث برای چو فلاطون چه کمال / راست گویم اگر از خویش برای خوش تـر
منعم از اسباب دنیا، سیر نتوانست شد / آب گوهر را ز آب بحر دیدم شور تـر
مردم و از جست و جوی او، نیا سایم هنوز / میدود چون ریشه زیر خاک اعضایم هنوز
بسکه از نا محرمان، پوشیده دارم، راز خویش / همچو خط سر تا بپایم سرمۀ اواز خویش
نه بندد در دلم، صورت تمنای خط و خالش / ز شوخی نقش بر آبست در آئینه تمثالش
دلم زان گونه گشته، محو حسن حیرت افزایش / که خال عنبرین، گردیده بر عارض، سویدایش
فتد یاقوت ز آب و رنگ، پیش لعل مینوشش / بود صبح شب مهتاب گوهر در بناگوشش(۲)
دل با دوست خوگر گشته، کی با غیر میسازد / که گرید طفل، چون بیگانۀ گیرد، در آغوشش
بر دهن، دست گـذارد ز ادب، گل بچمن / که بگوش تو کند عرض پریشانی خویش
چسان بر خواند آن مه نامۀ مشتاق دیدارش / که خط را، همچو ظلمت محو سازد نور رخسارش
همتم بگذشت از مذموم و محمود آن طرف / آن چنان جستم که افتادم ز مقصود آنطرف
رنگ صد بسمل طپیدن، ریختی در جان برق / در گرفت از شعلۀ شمع رخت دامان برق
سینه سوزان محبت را، بچشم کم، مبین / هر شراری، دارد اینجا در بغل، سامان برق
ظلمت زدای هستی من شد ضیای دل / گشتم نهان برنگ گهر، در صفای دل
بسکه بگـدازد ز شرم حسن آن رخسار گل / عطر ماند برکفش، چیند چو در گلزار گل
زیب خوبان دگر، از زیور لعل و در است / بر لبت بس رنگ پان و گوشۀ دستار و گل
کی شود، از ناز با ما خـاکساران چار چشم / آنکه میپوشد، ز گرد سبزه، در گلزار چشم(۲)
افغان من، خبر دهد از جان خسته ام / بر تیر آه نـامۀ احـوال بسته ام
تا ز حـرف جست و جویش، دم زدم / دولـت کـونیـن را، بـرهم زدم (۲)
سکوت داد، نشاط دگر، دریـن چمنم / سخـن بخنده بـدل شد چـو غنچه در دهنـم
ز پس سعی دگر بر کام در راه فنا دارم / چو برق، ازگرمی رفتار، آتش زیر پا دارم(۳)
ز بس شرم تو، ریزد رنگ خاموشی، بکام من / چو شمعم، گر زبان چیند، عرق باشد کلام من
ببرق عارضی، یکـدم مقابل، در چمن گشتم / سراپا چون گل آغوش داغ خویشتن گشتم
راه، در خـلـوت او، نیـست مرا / از شـگاف در لا، میـفگـرم (۲)
افسرده غم عشق و همان در تب و تابم / آتش شده خـاکستر و خام است کبابم

۱- نتائج‌الافکار .
۲- خوشگو دارد .
۳- نتائج الافکار دارد .

سلطانی گردید ، و بمنصب و خطاب و خلعت سرفرازی یافته بصوبه داری اله آباد رسید .

در موسیقی و مقالات هندی مهارتی تامه داشت ـ رساله راگ درپن ـ و ـ رقص هندی ـ بکمال تحقیق نگاشت . و سنه خمس و تسعین و الف (۱۰۹۵هـ) بست‌وپنجم ماه مبارک رمضان ، تاریخ وفات سیف خان است :

یار احوال دل از من پرسید   غنچهٔ لاله بدستش دادم

شیخ ناصرعلی در مرثیه‌اش گفته :

سیف از سرم گذشت دل من دو نیم شد   (۲۱۵)

۱۱۴ـ سیف ، آخوند سید سیف‌الدین کشمیری

● ابتهی : آخوند سید سیف‌الدین سیف کشمیری ، شاعر فارسی و زبان کشمیری بوده . در سال (۱۲۷۰هـ) در لدیانه (پنجاب) زندگانی میکرد .

در کلیات ، منظومات بزبان کشمیری نیز دارد . و نسخهٔ کلیات که در دیوان هند است (شماره ۱۲۳۳) در شوال سال (۱۲۷۰هـ) مصنف خود اورا استنساخ کرده است . و دارای تمام اصناف شعری ست . مثلاً : قصیده، غزل، قطعات، معمه، قطعات تاریخ وغیره . نظم و نثر غیر منقوط هم دارد که برای شاه شجاع الملک (متوفی ۱۲۵۸هـ) والی افغانستان گفته شده است .

ـ مثنوی وامق و عذرا ـ دارد که در زبان کشمیری سروده و الفاظ فارسی بکثرت در آن بکار آورده است . این مثنوی، وقتیکه سیف جوان بود و در کشمیر زندگانی میکرد ، سرودن آغاز کرد و در لدیانه بتکمیل رسانیده است . ابتدا به این شعر است :

خداوندا بکن شیدائی عشقم   نگردان وامق عذرائی عشقم

نشستن بر در میخانه، قدر سرخوش افزاید   که اینجا خواب پارا دولت بیدار تعبیر است(۱)
صد شکستم بدل، ز جنگ خود است   شیشه ام همچو غنچه، سنگ خود است (۲)
حسن تمکین ناز افزاید   پای گل در حنا ز رنگ خود است
نیم گام است راه کعبهٔ وصل   دوری ما ز عذر لنگ خود است
باز از حسنت، نگه را سر، به دامان گل است   چشم ما چون شبنم، از روی تو مهمان گل است
با ظهور حسن، جوشد بیقراریهای عشق   پیچ و تاب بلبلان گرداب طوفان گل است
شورش عاشق بود، آئینه دار جوش حسن   آه مرغان چمن، دود چراغان گل است
تا مرا یک پای ثابت، در طریق یار گشت   پای دیگر گرد آن از شوق چون پرکار گشت(۳)
بیهوده دل زهد کشان وسوسه ناک است   از یک قدح باده حساب همه پاک است
از خوشهٔ انگور، عیان شد که، درین باغ   شیرازهٔ جمعیت دلها، رگ تاک است (۴)
یک دشت خار، درکف پای هوس شکست   کو شعلهٔ که، کار ز سوزن گذشته است
شریک صاف دلانند، خامشان در رنج   شکست آئینه زخمی بروی تمثال است
غنچهٔ ترسم براه نازنینم بشکند   برگ گل در زیر پایش کم ز نخت شیشه نیست
از ورق گردانی دوران کسی وارسته نیست   در همه دیوان او، یک مصرعهٔ برجسته نیست(۵)
بود واعظ، بعلم باطن، اعمی   که چشمانش، چو عینک در کتاب است
از دامن وصال، جدا نیست دست عشق   پای چراغ حسن تو، بخت سیاه ماست
دید و دریافت بر اهل صفا، هردو یکیست   همچو آئینه، دل و دیدهٔ ما هردو یکیست
خانهٔ دهر تنگ بسیار است   پشت بام فلک هوادار است
بر اوج جاه، دماغ هوس، رسا گردد   به پشت بام دوبالا صدای پا گردد (۴)
ساز بزم عشرت ما، بی رخت از کار ماند   نغمه از بس نا رسای، چون گره در تار ماند
تا نظر، بر حسن صیادم فتاد، از زیر دام   دانه، از حیرت چو مغز پسته، در منقار ماند(۱)
تن مده اختلاط چسپان را   جامهٔ تنگ، زود چاک شود (۱)
ساز هم در جنگ پر دل، ساز جنگی میشود   نی چو گیرد وصل، با پیکان خدنگی میشود
ناگهان گیراست لیکن، دست از جان شستهٔ   دل چو، پر از داغ حرمان شد، پلنگی میشود
رونق بیداد او، از اضطراب ما بود   جوهر شمشیر نازش، پیچ و تاب ما بود

۱- مجمع‌النفائس دارد.
۲- نتائج‌الافکار دارد.
۳- قدرت و نتائج‌الافکار دارد.
۴- شمع انجمن و نتائج‌الافکار دارد.
۵- خوشگو دارد.

پسند بود ، چه امرای قدیم وجدید باندک خویشتن داری و خود بینی از رتبه افتاده از عرصهٔ کارزار بدر رفتند — اورا بمنزل منصب متنبه ساخته بدان حال نمی گذاشتند . عجب نیست که، خان مزبور اگر این اوضاع رندانه نداشتی، بمنتهای مراتب امارت ، فائز شدی .

بالجمله، بعد چندی باز مورد عنایت خسروانه گشته، گوشهٔ گرفت . و در سال بیست و یکم بصوبه داری بهار، رخش عزیمت راند . و بعد ازآن بصوبه داری اله آباد مأمور گردید . و در آنجا در مبادی سال بیست و هشتم سن هزار و نود و پنج هجری (۱۰۹۵ه) بساط هستی در نوردید .

رند مشرب و یتیم وضع بود . اما قابلیت و مساس شعر و سخن داشت . ناصر علی — با آن همه آزادی و استغناء — مدتها بهم صحبتی او شیفتگی داشت . چنانچه می گوید . بیت :

گفت و گوی طوطی، از آئینه میخیزد، علی ! گر نباشد سیف خان، مارا نفس درکار نیست

در فن راگ و نغمه بسیار ماهر بود . رسالهٔ مسمی — براگ درپن — (که بیشتر ترجمه مانک سوهل که نایکان سابق نوشته اند) نموده ، با فوائد دیگر در تقسیم و قواعد آن تألیف کرده .

متصل سرهند — سیف آباد — مکانی آباد نموده، وطن خود قرار داده . مدفن او آنجاست .

پسرش، هم در اواخر خلد مکان بخطاب پدر سر امتیاز بر افراخته ، بفوجداری تل کوکن ، و قلع داری اعظم نگر و مل گاون ، و تهانه داری ساتگاون امتیاز یافته . چون خدمات مذکور ضمیمهٔ صوبه داری بیجاپور بچین قلیچ خان بهادر متعین شد ، بخدمت نیابت صوبهٔ مزبور تعین گردید . و در آغاز سال چهل و نهم همان خدمات ، از تغیر چین قلیچ خان ، باضافهٔ

نخواهم بود، جمال همنشینان اثری کرده باشد. چنانچه میرزا صائب فرماید:

اگرچه، نیک نیم، خاکپای نیکانم　　عجب که تشنه بمانم، سفال ریحانم

گفته اند که: شناخت شاعر و عارف و خوانندهٔ اصول موسیقی با خبر وغیرهم بسیار دشوار است. هرکرابینی، باید تحقیق کنی که، آن عزیز باکدام صاحب هنران و کاملان، اختلاط ورزیده. قیاس حال او، از آن عزیزان کنند. چنانچه حضرت مولوی فرماید:

گر تو نشناسی کسی را، از ظلام　　بنگر او را، گوش سازیده امام

چند شعر از زادهای طبع خود، مینگارد که باری، به این وسیله در شمار عزیزان و قطار بندگان ایشان، در آید. این چند بیت خوش کرده عزیزان صاحب کمال است:

هوشیاری را، حجاب یار میدانیم ما　　بیخودی را بزم بی اغیار میدانیم ما (۱)
تیز میسازد، بقتل عاشقان، شمشیر را　　این قدر هم رحم ازو بسیار میدانیم ما (۱)
تجلی کرد، تا حسن تو، در زیر نقاب اینجا　　سراپا کاسهٔ در یوزه گشته آفتاب اینجا
شمیم خط مشکینش، گل پیچیده در گلشن　　که بوی گل، نفس دزدیده چون گرد کتاب اینجا
چنان بگداخت شرم جلوهٔ حسن تو، گلشن را　　که میگردد رگ گل همچو خس بر روی آب اینجا (۲)
که پردازد، بسوز سینه ام، در بزم او سرخوش　　مگر آبی زند بر آتشم اشک کباب اینجا
بهم ناید چو گل از خندهٔ شادی دهان ما　　چه خوش نامی بر آمد، الله الله از زبان ما (۳)
چنین، گر میگدازد ضعف، جسم ناتوانم را　　حبابی میتواند آسمان گشتن جهانم را (۴)
تبخاله نیست، در غم هجران، ز تب مرا　　کز فرقت تو، خمیه زده جان، بلب مرا (۴)
کجاست دیدهٔ جویای ره، کجاست ترا　　و گر نه هر مژه انگشت رهنماست ترا (۳)
کجا فقیر، بدل جا دهد، تونگر را　　زمین فرو نبرد همچو قطره، گوهر را (۵)
مبند دل بزر و مال در جهان، سر خوش!　　بهر دو دست، صدف سان مچسپ، گوهر را (۶)

۱- خوشگو و مجمع النفائس و نتائج الافکار و شمع انجمن دارد.
۲- نتائج الافکار و شمع انجمن دارد.
۳- خوشگو و مراة الخیال و مجمع النفائس و بی نظیر دارد.
۴- حسینی و نتائج الافکار و شمع انجمن دارد.
۵- خوشگو دارد.
۶- مجمع النفائس و بی نظیر دارد.

ــ که هراول برانغار بود ــ بجای او مقرر گشت، سیف خان را با کرام خان هراولش ساختند .

اتفاقاً در عین گرمی هنگامه ستیز و آویز، فیل سواری اسلام خان، بصدمهٔ بان ، رم کرده، انتظام آن فوج برهم خورد . اکثر مردم از جای خود رفته توفیق ثبات و قرار نیافتند . سیف خان با اکرام خان وغیره معدودی ، قدم همت افشرده کوشش هایٔ مردانه نمود . و پس ازین فتح ــ که درخور حسن تردد و مطمح امید رعایت نیافت ــ با بجهت دیگر ارادهٔ گوشه نشینی نمود . عزل منصب و خدمات بمیان آمد . و پس از چندی بمنصب دو هزار و پانصدی هزار و پانصد سوار مطرح انظار عاطفت شد .

و چون سال دوم، دارا شکوه با پسرش سپهر شکوه بدارالخلافه رسید، ستردن نقش هستیٔ او باهتمام سیف خان، بیست و یکم ذی‌الحجه سنهٔ هزار و شصت و نهم (۱۰۶۹هـ) واقع شد . و روز دیگر سپهر شکوه را بر طبق حکم بقلعهٔ گوالیار برده ، بحارسان آن قلعهٔ استوار سپرد . و خود بمستقرالخلافه معاودت نمود . و بفرمان پادشاهی بصوبه داری آنجا ، از تغیر مخلص خان ، ــ که به بنگاله تعین یافته بود ــ قیام ورزید .

چون تند مزاجی و استغنای فطری با نازش کارکردگی و پندار سپاهگری داشت ، اعتنا بشان عمدها نا کرده از خلاف مرضی پادشاهی نمی اندیشید . بنا بر تقصیری از نوکری برطرف شده در قصبهٔ سرهند زاویه نشین عزلت گشت . و در سال پنجم بتازگی مشمول آثار مرحمت شده ، ببحالی منصب سابق چهره افروز طالع گردید .

چون سال ششم عرصهٔ دلکشای کشمیر از فر نزول پادشاهی فیض آگین گشت . خان مذکور بایالت آنجا از تغیر اسلام خان منصوب شد ، و از

۱۰۵- سخنور، پندت بیرمل کول عرف جان

● بهار گلشن کشمیر : در سرینگر در سال (۱۷۹۶ع) بدنیا آمد. در محلی تینکی پوره بود و باش میداشت. معلم فارسی بود و عمر درین مشغله بسر برد. در سال (۱۸۶۹ع) از دنیا در گذشت. ـ مهابارت ـ را در فارسی در آورد. ـ قصه‌های بکرماجیت ـ نیز در فارسی نظم کرد. خوشنویس بود و خط بسیار خوب مینوشت. در منظومهٔ مهابارت ابیات حمد دارد:

ای تاج بخش تخت نشینان روزگار　　بر درگه مقدس تو، چرخ پرده دار
لبریز از ثنای تو گنجینهٔ سخن　　چون دامن صدف ز گهرهای تاجدار
این گنبد فلک که کشیده ست سر باوج　　دهلیزهٔ ز صحن جناب تو تنگبار
این ابر، قطره ایست، ز عمان جود تو　　قطره به در فشانی وصفت گهر نثار
این آفتاب هست، چو شمعی فراز طاق　　این ماه چارده، چو چراغی به کنج تار
دستی که بهر او نه بچیند گلی ز شام　　بی برگ و بار، شاخ درختی به شوره زار
آن سر، که جبه سای نشد، در صنم کده　　میدان یقین که، همچو کدوئیست پر ز مار
آن لب که تر زبان شود، در ثنای او　　برگ گلی که، باد نشانید در غبار
در هر دلی که، آتش عشقش، نه شعله زن　　در دم شود، چو شعلهٔ جواله، بی شرار
(ص ۲ : ۸۹۹)

۱۰۶- سرآمد، مولانا

● نتائج الافکار : عندلیب گلشن خوش تقریری، مولانا سرآمد کشمیری. که در لاهور نشو نما یافته و در فنون سخن طرازی از شاگردان آفرین لاهوری است. اوسط مأته ثانی عشر در گذشت. این بیت ازوست:

ز عاشق، کی دماغت نالهٔ بیتاب بر دارد　　شکستن‌های رنگ گل، ترا از خواب بر دارد(۱)
(۳۵۱)

۱- شمع انجمن دارد.

بود از سبزه ابدال نمد پوش ز ماه نو کشیده حلقه در گوش
بسر از لاله داغش در سیاهی سحاب او را کلاه گاه گاهی
کشیده دامن از این عالم خاک کمند وحدت او دور افلاک
بسی گردد کسی در هر دیاری که بیند چشمهٔ در کوهساری
بود هر پاره سنگی را درآنجا هزاران چشمه همچون سنگ سودا
ز هر چشمه روان نهر خروشان باین سردی که دیده آب جوشان
یکی تالاب در دامان کوهش که لرزد بحر چون بیند شکوهش
بهر سو موج زن چون بحر سیماب سراسر فیض همچون عالم آب
حبابش از شفق چون چشم مخمور سواد موج او چون طرهٔ حور
چنان تنگی درو از جوش ماهی که نبود جای در در گوش ماهی
تماشا دارد این دریای جوشان خصوص اکنون که کردندش چراغان
شده کشمیر را زین حسن پرجوش چراغان گل و لاله فراموش
ز بس عکس چراغ کوکب افروز شده دریا پر از در شب افروز
صف مرغابیان در آب رقاص صدفها کف زنان گرداب رقاص
هوای رقص عیش زهره در اوج دف خود را برآتش داشته موج
حباب افروخت همچون جام جمشید فروزان شد صدف چون عکس خورشید
ز بس افروخت دریا در تب و تاب برای ماهیان شد تاب گرداب
کشاید هردم از تاثیر گرما گریبان بر نسیم، از موج دریا
گهر افروخت همچون گوهر سرخ زر ماهی شد از آبش زر سرخ
شد از عکس چراغ عالم آرا چو عکس کهربا هر موج دریا
درآب از شمع انجم فوج در فوج درآن چون کهکشان هر کوچهٔ موج
پی تعداد آن انجم بگرداب صدف شد موج را در کف سطرلاب
تماشا کن مه نو را بدریا که با عکسش چراغانست پیدا
که گوی زین عروس پر مقطع در آب افتاد خلخال مرصع
شده شمع و چراغ از موج دریا پریشان همچو پر آئینه سیما
غلط کردم که دریا را بدامان گسسته رشتهٔ تسبیح مرجان
چراغان نیست کشتی را بمعنی که کوه طور از برق تجلی
گرفته آتش و خود را مشوش در آب انداخته از آب آتش
فلک کشتی چنان رنگین ندیده کس آتش خانهٔ چوبین ندیده
چراغ و شمع گوشه تا بگوشه عیان زآن خرمن آتش چو خوشه
چون ماه نو ز تاب شعله رخشان ز لعل آتشین کوه بدخشان

● **روز روشن :** سالم ، میر لطف‌الله کشمیری، معاصر میر نجات . ناظم گل کشتی ست . (دو شعر دارد ۲۸۳)

۱۰۳- سامان، مولوی احمدالله اله‌آبادی

● **روز روشن :** سامان، مولوی احمدالله اله‌آبادی . مولدش کشمیر است. و در، دور شاه عالم پادشاه ، سکونت اله آباد اختیار نمود :

سجده، بر خاک دری ، میخواهم ... همچو خورشید ، سری میخواهم
تا کشم ، بار غم او ، سامان ... کوه آسا کمری میخواهم
امروز کار مستان ، ساقی! تمام گردان ... از لب شراب بنما و ز چشم جام گردان
(ص ۲۸۴)

۱۰۴- سامی، مرزا جان بیگ

● **عقد ثریا :** سامی ، مرزا جان بیگ سامی، ولد مرزا سعید قوم قبچاق بدخشی . وطن بزرگانش کولاب است و خود در کشمیر تولد یافته . قریب پنج شش سال است ، بهند آمده برفاقت نواب ابوالقاسم خان مرحوم معزز بود . چون نواب موصوف در جنگ ضابطه خان شهید شده ، جهان گذران را پدرود کرد . مرزای مزبور از وقوع این واقعهٔ جانکاه، غمناک شده خواست که باز بوطن خود عازم شود، مخدرات سرادق عصمت، یعنی واماندگان نواب، اورا مانع آمده نگذاشتند که بکشمیر رود . در قصائد و غزل و شاهنامه بطور خود استاد است، و در تاریخ گوئی بی نظیر . فقیر را باین بزرگ — تا در شاهجهان‌آباد بود — اکثر اتفاق ملاقات می افتاد . مذهب سنت و جماعت داشت . و درین آخر عمر، در سلسلهٔ قادریه بخاندان حضرت خواجه میردرد، دست بیعت پیش نهاده . و ترجیع بند خوبی بمدح ایشان بیاض کرده .

ز بندی خانهٔ چشمی که جسته — که زنجیرش سراپا رنگ بسته
شده از شاخسارش آشیانه — بمرغان چمن زنجیر خانه
بدستش چون شد از خرم سرشتی — چو سبحه در کف حور بهشتی
زده خرم چو در صحن گلستان — هوای خوشه چینی کرد رضوان
نگویم بید مجنون زین میانه — گرفته بر سرش مرغ آشیانه
ز مستی ، کرد کج آهنگ خود را — بریده تارهای چنگ خود را

در تعریف زر

ز بس مستانه رقصد در چمن زر — ز جای خود جهد از شوق زرگر
ندارد تاب دوری از بر او — بر اندامش ازان چسپیده گیسو
رود از چشم خورشید آب چون جو — ز شوق طوطیهای غورهٔ او
ز شورش جامه چاک و مو فتیله — درختستان گرد او اهل قبیله
فتاده شاخها بر بار بالا — چو چین دامن خوبان رعنا
چو از سر برگ چیزی بر سر او — مهین بانوی شیرین دختر او
روان چون کارهای نیک بختان — دوان چون بار بر شاخ درختان
بر آید تازه برگ او ز کوره — ز خاکش آئینه . . . . نوره
چه شد شاخش اگر در پیچ و تابست — کمند سرخ عیار شرابست
دهد شاخش نشان از مار ضحاک — که سر پرفن زند از دوش افلاک
کند چون خیره بر مستان نظاره — نشاند غوره در چشم ستاره
سلیم! از کف زمانی خامه بگذار — که سازم نکتهٔ پیش تو اظهار
چنار و سرو بید آزادگانند — تهی دستان باغ و بوستانند
چو دارم نسبتی من هم بایشان — نمودم یاد آن جمع پریشان
چه شد در وصف شان گوهر چو سفتم — اگر اوصاف زر را نیز گفتم
که دارد دختری در پرده پنهان — که باشد آن مرا شیرین تر از جان
سزد گر عارفان از اهل کار اند — دزین معنی مرا معذور دارند

در تعریف باغ

تعالی‌الله ازین باغ خدائی — که گردد دست در خاکش حنائی
بهار از سبزهای دلکشایش — چو طوطی ریخته پر در قفایش
درو قمری نوا آید ز بلبل — چراغ لاله دارد روغن گل
بجوش از جوش گل بلبل ز باغان — چو پروانه به شبهای چراغان

یک تخلص را دو کس چرا اختیار کردند. از سالک قزوینی است:

کبک، از حیرت رفتار، قیامت زایش	بسکه استاده بپا ریخته چون درپایش
بیرون زده ز قید هنر خویش	طاؤس اسیر است بگلدام پر خویش

(۲۳)

۱۰۲- سالم، ملا لطف الله

● **نصرآبادی**: سالم، ملا لطف‌الله ولد سید میرعلی. از سادات کشمیر است. جوان با ادب بآرامیست. در ظاهر و باطن مرغوب و محبوب‌القلوب. از شوق زیارت عتبات عالیات بی آرام شده ـ چون راه بعلت افاغنه مسدود بود ـ بجهان آباد رفته، از آنجا ببندر سورت آمده، مدت سه چهار ماه بود تا موسم شد ببندر عباسی آمده. از آنجا بشیراز آمد، مدتی با موزونان آن ولایت صحبت داشته. از آنجا باصفهان آمده در خدمت علامی ملا محمد باقر خراسانی پارهٔ از مسائل دینی مباحثه نموده، روانهٔ عتبات عالیات شده. بعد از مراجعت وزیر کرمانشاهان ـ که از سادات گلستانهٔ اصفهان است ـ او را نگاهداشته. از آنجا روانه همدان شده و از آنجا بقم رفته. و پارهٔ در قم با حضرات موزونان آنجا، صحبت داشته، باز باصفهان آمده. بعد از مدت، دیگر برفاقت آفتاب مشرق مردمی، میر نجات، روانه مشهد مقدس شده. از آنجا بهرات رفته با خدام میرزا سعدالدین محمد صحبتها داشته. از آنجا باز بمشهد آمده. شوق دیدن مازندران بر سرش افتاده. درآن اثناء میرزا محسن تأثیر تخلص بمشهد وارد شده، ارادهٔ مازندران را داشت. از راه استرآباد روانهٔ مازندران شده. چند گاه بخدمت عالی حضرت میرزا رحیم وزیر آنجا بسر برد. باز باصفهان آمده. الحال سنه (۱۰۸۱هـ) در آنجاست. و همه عزیزان از صحبت او محظوظند. سالم تخلص دارد، شعرش این است:

درین ره چون تواند کس دویدن　　که باشد مرغ واهم از پریدن
ببرهان نیست دیگر عقل محتاج　　ازین ره رفته پیغمبر بمعراج
دریغ از همدم افسانه خوانی　　که می باید درین ره نردبانی
درین ره میکند هرکس تگ و تاز　　خطرها باشدش چون آسمان باز
مغلطان سنگ ازو تا می توانی　　که مد باشد بلای آسمانی
اگر مرغی بآن تنگی رسیده　　ز جاده پا برون رفته پریده
درین ره خوش بود معشوق دلخواه　　که کس نتواند او را بردن از راه
شهید سردیش گرمی دوزخ　　ز برفش در نمد آئینهٔ یخ
هوا از برف نسرینش سرشته　　برات لاله را بر یخ نبشته
ز برف و یخ نمیگیرد لکدکرد　　کسی تا چند کو بد آهن سرد
شد از لغزیدنش خورشید خسته　　چو طفلان می رود راه شسته
بسامان رهروانش را چکار است　　مژه بر دیده بر آن راه بار است
درین ره ابر گوهرهای شهوار　　ز دامن ریخت تا گردد سبکبار
خضر خواهد برد گر جان ازین راه　　برو از دور خندد کبک قهقاه
عجب دارم که نخوت پیشه آنجا　　دماغش را تواند برد بالا
درین راه از جفا افتاد بر خاک　　ز حل چون نافه از آهوی افلاک
منال ای دل! ز رنج راه بسیار　　تو بلبل مشربی این راه گلزار
بسامان رفتن این راه که، زشت است　　مجرد شو که، این راه بهشت است
خیال هند گلزار تجلی است　　برو کشمیر خال سبز لیلیست

در تعریف کشمیر

تعالی‌الله ز خاک پاک کشمیر　　که گل را کرد صاحب زر چو اکسیر
درو دلها همیشه فارغ از غم　　گل سوری بفرق اهل ماتم
ز بس خاکش بمردم مهربانست　　گلش گلهای بوی مادرانست
شب کورا بصبحش هست تأثیر　　چو سوفی درمیان کاسهٔ شیر
بصبحش صبح دیگر هم پیاله　　درو تاریکی شب داغ لاله
چنانش دلنشین این روضهٔ پاک　　که نخل موم دارد ریشه از خاک
فضایش چون بساط نیک بختان　　پر طوطی درو برگ درختان
چو پیری خاک اورا آب در حال　　روان گردد ز چشمه سار غربال
ز شبنم بسکه سرسبز است و شاداب　　ز موج سبزه باشد بیم سیلاب
نهد هرگه قدم بر سبزهٔ او　　ز پای خود بر آرد کفش آهو

● سرو آزاد : محمد ابراهیم سالک قزوینی ، سالک مسالک خوش بیانی و مخترع عجائب و غرائب معانی است . مدتی در صفاهان اقامت داشت و با صاحب کمالان آنجا سرگرم صحبت بود .

آخر عازم هندوستان گردید و بواسطهٔ ربط قدسی و کلیم سرمایهٔ جمعیتی اندوخت و بوطن مانوس مراجعت کرد . خویشان او ، آنچه داشت همه را وا کشیدند ، ناگزیر برکرت ثانی خود را ، به هندوستان رسانید و مدتی اقامت گزید و باز بجاذبهٔ وطن به قزوین برگشت و همانجا در گذشت .

عنبر کلامش چنین بو میدهد :

عرق سعی محال است بجائی نرسد ابر را آبلهٔ دست گهر می گردد (۱)
بی برگیٔ من ، فکر سرانجام ندارد چون شمع تمام است بیک ترک کلاهم
(چهار بیت دارد ۱۰۹-۱۱۰)

● آتشکده : سالک قزوینی . سالک مدتی در عراق و فارس بوده ، آخرالامر بهندوستان رفته هم در آنجا روانهٔ سفر آخرت شد ؟. این دو شعر ازوست :

جواب نامهٔ من، غیر نا امیدی نیست ز دست سودن بال کبوترم پیداست
دوستان! در بوستان، چون عزم گل چیدن کنند اول از یاران دور افتاده یاد من کنند
(ص ۲۲۹)

● صحف ابراهیم : سالک قزوینی ، نامش شاه ابراهیم در اصفهان معاصر و ندیم میرزا جلال اسیر شهرستانی و معاصر سالک یزدی بود . از ایران سیر هندوستان نمود . بعهد شاهجهان اول بکشمیر آمد و ـــ مثنوی بر سوانح احوال خود ـــ بنظم آورد . بقول میرزا طاهر نصرآبادی: در هند با کلیم و قدسی صحبتها داشت . بعد مراجعت قزوین ، آنچه داشت خویشاوندانش غارت

۱- شمع انجمن داره .

● **شمع انجمن** : سلیم ، میرزا محمد قلی طرشی طهرانی از طبقهٔ اتراک و زمرهٔ نکته سنجان بلند ادراک است . صاحب طبع سلیم و ذهن مستقیم ، در سلاست عبارات ممتاز و در نزاکت خیالات بی انباز . درعهد شاهجهانی سری بهند کشید و ندیم میر عبدالسلام مشهدی مخاطب با سلام خان شد . و هر دو در یک سال یعنی (۱۰۵۷ھ) یکی در دکن و دیگر در کشمیر رخت سفر بربستند .

دیوانش هشت هزار بیت باشد . حسین دوست (۱) پانصد بیت ازآن انتخاب کرده . درینجا این چند بیت از دیوان سلیم بر ارباب ذوق سلیم عرض میشود :

حریر شعلهٔ مارا، بآب میبافند ‌ ‌ ‌ کتان ما، بشب ماهتاب میبافند
بمشق خواب طلب میکنی، برو ای دل ‌ ‌ ‌ بکارخانهٔ مخمل که خواب میبافند(۲)
سلیم را نبری نام پیش او، قاصد! ‌ ‌ ‌ بگو: کسی بتو بسیار آرزومند است

در سرو آزاد نوشته : در تتبع فقیر اول کسیکه تضمین چسپان در مقطع غزل طرح انداخت سلیم ست . (۳)

● **جنگ خطی** : یک سفینهٔ خطی درذخیرهٔ نگارنده است که درآن مثنوی ذیل ثبت شده است ، و این غالباً همان مثنویست که در بارهٔ لاهیجان گفته بود و در هند رسیده بتغیر اندک بکشمیر نسبت داد .

در تعریف کوه کشمیر و راه آن وسائر اماکن آن دیار

سخن هرجا ز صنع کردگار است ‌ ‌ ‌ گواه پای بر جا کوهسار است
خصوصاً کوه گردون قدر کشمیر ‌ ‌ ‌ که تیغش می زند بر ابر کشمیر
نگویم کوه شد . . . . . تنومند ‌ ‌ ‌ هزاران کوچک ابدالش چو الوند
سپهر سرفرازش کرد تقدیر ‌ ‌ ‌ درو تابان نجوم از چشم نخچیر

۱- میر حسین دوست سنبهلی صاحب تذکرهٔ حسینی .
۲- سی و دو بیت دارد که پیشتر درج شده .
۳- اینجا مطالبی در سلسلهٔ توارد و سرقه از سرو آزاد آورده است .

سر انگشت ندامت ، بسلامت باشد — که بآن سیب ز نخدان نبود دست رسی
عاشق و وصل دیدهٔ یار و وفا شنیدهٔ — میشنوم ترانهٔ میشنوی حکایتی
دماغ هوش را ، میخانهٔ آشوب میسازد — گلی ابری ، نوای بلبلی آواز طنبوری
در کفن ، داغ دل سوختگان ، تازه شود — گل ابری ، چو کند گریه بطرف چمنی
میکشم ، از دل خود کام خود این ، خواریها — کاش میداشت دلم گوش نصیحت شنوی
گوش بر زمزمهٔ نالهٔ جانکاه من است — ساز زنجیر که دارد چو جنون پیشروی
چرا بهلول دانا ، بر در دیوانگی میزد — اگر میشد دخیل کار دنیا هر خردمندی
رنگ بهار ناله ، بخون جگر مریز — آنجا که داد مرغ چمن نشنود کسی
گوش سخن شنو گل عاشق نوازیست — فریاد ازآن زمان که سخن نشنود کسی
بهر طفلی بده ، سنگی ز کویت — اگر خواهی تماشای جنونی
بعناب لبت مشغول درمان کـه خواهی شد — که در هر گوشه از چشم‌تو افتاده است بیماری
چشم بر صورت دیوار بزرگان مکشای — بادب باش درآن خانه که ، محرم باشی
کنار دیدهٔ خون بار پارهای دلم — برنگ برگ گل افتاده بر لب جوئی
دشمنی چون‌آسمان ، خصمی‌چو دنیا ، درکمین — سالک! ازبهرچه ، دانا گشتی و موزون شدی

متفرقات

تو ، در ویرانهٔ دل ، بودی و من — عبث ، غربال میکردم ، جهان را
بیخودی ، گاهی بما بر میخورد — اینقدر ، گاهی خبرداریم ما
گاهی گذری ، باین طرف ها — مجنون ترا ، خرابهٔ هست
چون عدل پا کشید ستم تیغ میکشد — مژگان زبان دراز شد از کم نگاهیت
بسرو ، نسبت قد تو ، میکنند درست — دروغ مردم فهمیده راست مانند است
طائرانی که ، گرفتاری خود ، میخواهند — یارب! آن‌دانه نه بینند که ، در دام من است
ساقی سبز خطی ، تا باشد — هر کجا باده خوری ، کشمیر است
ساده روی که ، سر نکرده خطش — چمنی دان که باغبانش نیست
چاک دلم ، قدیمی آن دست و خنجر است — این زخم تازه نیست که ، آن را رفو کنند
وقتی خبر شوند که ، ما رخت بسته ایم — آنانکه کاروان گـه ما جستجو کنند
بر سر قسمت هستی ، همه کس میلرزند — نیستی بود نصیبم ، ز میان عنقا برد
طرح دادیم بدشمن دل بی کینهٔ خویش — دوستی ، نیست قماری که ، توان از ما برد
شبی ، کز نالهٔ آتش ، در من افتد — سرشک از دیده ، دامن دامن افتد
هلاک گوشهٔ چشمی شوم ، که از نگهش — بغیر کشتن خود ، التماس نتوان کرد
بدور چشم تو ، گر سرمه را ، رواج اینست — ز خاک سوختگان هم ، نشان نمیماند

کمال و تفحص احوال او ، از ابو طالب کلیم فرموده ، بعرض رسانیده که : شاعر خوش کلام است ، اما کم مایه . بدین جهت که ، مثنوی در تعریف لاهیجان گفته بود ، همان مثنوی را درینجا بنام کشمیر مشهور نمود . محمد قلی سلیم ، مقوله طالب کلیم را استماع کرده ترک آمد و رفت دربار پادشاهی کرد . و انسلاک بسرکار نواب اسلام خان وزیر اعظم هندوستان ورزیده ، مصاحب و محرم گردید . و در رکاب وزیر معظم لهٔ سیر و سیاحت بلاد دکن نمود . و اکثر در مداحی او داد بلاغت داد ، و بجائزه های گران قدر بهره‌ور گشته . تا در سال هزار و پنجاه و هفت (۱۰۵۷ھ) بعد فوت اسلام خان ، ازین دار بیمدار گذشت . ــ رضوان ــ تاریخ رحلت اوست .

۱۰۵۷ھ

بقول صاحب ــ ریاض‌الشعراء ــ مدفنش برهانپور دکن است . و بروایت صاحب ــ مجمع‌النفائس ــ مضجع وی پهلوی مزار قدسی و کلیم در کشمیر واقع شده . و بقول مؤلف ــ سرو آزاد ــ در کشمیر بدامن کوهی که مشهور به ــ تخت سلیمان ــ است ، مدفون شده . اما قول ثانی صحت دارد .

و طاهر نصرآبادی و ملا طغرا اورا سارق مضامین دیگران نوشته اند . اما اینحرف . . از قلت ایقان ایشانست . چه سلیم از شعرای عالی دستگاه است ، و بسیار معنی تازه و مضامین جدید در دیوان او یافته میشود ، که ملک خاص او توان گفت . راقم‌الحروف ، انتخاب مثنویات سلیم را ، خاصة ــ ظفرنامهٔ اسلام خان ــ که در نهایت بلاغت بسلک نظم کشیده ، در تذکرهٔ موسومه ــ بخلاصة‌الکلام ــ درج کرده است . (۱۸۴ ب)

● مرآة آفتاب نما : سلیم ، نامش محمد قلی اصلش از طهران ری است . اول همراه میرزا عبدالله خان وزیر لاهیجان بود . و آخر در هندوستان بملازمت

آخر جواب برگ گلی، هم غنیمت است
اگر سبزه خیزد اگر گل بریزد
تو هرگز، ازین خوی بد، بر نگردی
بنا گوشی، چوصبح‌باده‌خواران، درنظردارم
بند رسوای جنون از پای مجنون برگرفت
در عشق، بسکه کار وفا، پیش برده ام
با زهر انتقام، علاجش نمیکنند
لشکر نویس گریهٔ ابر است، دیده ام
مگر بزور برد، رحمتم بسوی بهشت
گرچهٔ همچون گل تصویر، نچیدم گل عیش
مولوی : هیچ نفهمیده و میفهمانند
کجا رسیده ببین! کار بیدماغیها
راستی ها، خبر از عشق نداریم، هنوز
یکی هزار شد از خط بهار رخسارت
خوش آن نشاط، که شبها بروشنائی ما
بآه آتشین، پشت امیدم، گرمتر میشد
برابر سنج میزان مکافات عمل بودم
چون حباب از هرشکستی دل بدریا میکنم
چون نظر بر راوی آن بیباک می انداختم
دل چون سنگ ترا نرم تر از موم کند
چشم فرنگی تو، مسلمان نمیشود
هر مصرع پیچیدهٔ من، زلف ایاز است
با فرنگی مشعله دزدیده دودی میکنم
در طریقت چون که سیبی‌و سجودی‌گفته اند
یار، میگویند با ما آشنایان، آشناست
نمونهٔ شب معراج شد، سواد خطت
گر رود نوگل من، مست ز گلشن بیرون
دیدهٔ میباید از چاه زنخدان پاکتر
نوبهار آمد، دگر میباید از دست جنون
درآن دیار، توان داد، داد تنهائی
بلبل گل ندیده را، شوق بهار میکشد

بر بسال عندلیب، به بندید نامه ام
همین گوشهٔ آشیان میشناسم
همانی! همانی! همان میشناسم
لبی‌شیرین تر از خواب بهاران، درنظر دارم
من همان درکوچه بند بیخودی دیوانه ام
بر گل نشسته، بلبل رنگ پریده ام
زهری که من، ز مردم عالم چشیده ام
طغرا نگار، دفتر برق است، ناله ام
چنین که منفعل از نامهٔ سیاه خودم
این قدر بود که، بر وضع جهان خندیدم
من چه میکردم اگر، مسئله میفهمیدم
که یار، ساقی ما گشت، و توبه نشکستیم
من و مجنون، که شریکیم درین کار بهم
کدام خوبی حسن ترا، شمار کنم
تو مست باشی و من بر رخت نظاره کنم
دلت را گر، قیاس بیضهٔ فولاد میکردم
گلی گر میخریدم بلبلی آزاد میکردم
ناخن موجم، گره از کار خود را میکنم
در گریبان رستخیز چاک می انداختم
نگه گرم دعائیست که من میدانم
یک جام، اگر شراب دهد پرتگالیم
اما چکنم، طالع محمود ندارم
با نصارای زادهٔ، شرب‌الیهودی میکنم
پیش هر سیب زنخدانی سجودی میکنم
بخت و طالع را در اینجا آزمودی میکنم
گل مهدی حسن را، پیمبر کن
میرود گل ز پیش، بر زده دامن بیرون
چشم اگر خواهی بخوبان صفاهان دوختن
همچوگل، صدچاک را، بریک‌گریبان‌دوختن
که سالها نتوان روی یکدگر دیدن
بال مرا بیکدگر فصل چمن گره مزن

وحید :

دور فگن نام را که نام فگندن صاحب نام و نشان نمود نگین را

ناظم در معراج :

چنان بگذشت زین نه سقف شفاف که سیلاب نگه از عینک صاف

وحید :

ز چشم مه ، سوی بالا سفر کرد چو نور دیده ، از عینک گذر کرد

فیاض :

بباغ ، بسکه ز شرم رخت ، گل آب شود غلاف غنچه ، گل شیشهٔ گلاب شود

وحید :

بگلشنی که رخ دوست ، بی نقاب شود ز شرم غنچهٔ گل ، شیشهٔ گلاب شود

دانش :

لب تشنهٔ تیغم ، بگو قاتل مارا کو آب که شیرینی جان زد دل مارا

قاسم دیوانه :

دم آبی ز تیغ مستمندم دلم می سوزد از شیرینی جان

صایب :

همیشه صاحب طول امل غمین باشد که چین بقدر بلندی در آستین باشد

بیدل :

دستگاهت ، هرقدر بیش است ، کلفت بیشتر در خور طول است چینهائی که دارد آستین

وحید :

بال مرا شکستگی پر نبسته است پرواز ما چو رنگ ببال شکسته است

بیدل :

ما لاف همت از مدد عجز میزنیم پرواز ما چو رنگ ببال شکسته است

صاحب گلشن راز :

عدم آئینه ، عالم عکس و انسان چو چشم عکس در وی شخص پنهان
جهان انسان شد و انسان جهانی ازین پاکیزه تر نبود بیانی

نتوان یافت که، این بوی تو، تاریک منست
خط مشکین ترا، بهر چه، گفتند غبار
بال جبریل بود، شهپر پروانهٔ عشق
کبوتر باز معشوقی، بدام آورده، دلها را
داغ دارد شب مهتاب، سیه روز ترا
پیداست، همچو رنگ حنا، خود نمائیش
گل‌از معشوق، عاشق پیشه، بهتر میتوان چیدن
میکند در هر نگاهی، روز بر مجنون سیاه
با شمیم گل، دماغ آشفتگان را کار نیست
عنایت، مهربانی، دوستی، یاری، نمیداند
دست، همچون حلقهٔ زنجیر، میباید گرفت
ز سنگ حادثه، چون‌گل، بباد خواهد رفت
شوکت حسن تو، از بهر نظر بازی ماست
بنازم تیشهٔ فرهاد و رنگ آمیزی کارش
اگر، حجاب نقاب، از میانه بر میخاست
زآن کنج لب، که میکدهٔ خندهٔ گل است
ازو کامی نمیخواهم، که تزویری نمیسازد
داغی‌که، جگر گوشه، صد شمع و چراغست
بامید خط نا رسته، نقشی بسته ام، با خود
من همان روز، ز دل، نقش وصالش شستم
ندارد نرگس بیگانه رنگش، از وفا بوی
عاشق، چسان لباس غم از، تن بر آورد
آنجا که، حرف اهل وفا، خوش نمیکند
دین زاهد بعد ازین، نتوان بصد زنجیر بست
غبار آستانی، در نظر هست
حیرت مرا گداخت که، چون جذبهٔ وفا
بود تا دل، از گرفتاران بالای تو، بود
دلم بگوشهٔ عنقا رسید و پا نگرفت
خوش آنکه ترک هوسها چنان‌که دانی کرد
بهار جلوهٔ نیلوفری، بر اندامت
نکشود برویم، در یک خنده، ازآن لب

بسکه اجزای وجودم، بتو آمیخته اند
این عبیریست که، از پردهٔ گل بیخته اند
حسن شمعیست که، از نور خدا ریخته اند
که از خیل ملک، هم‌چون کبوتر دستهٔ دارد
سایه را بر سر کویت عسسی میداند
نو عاشقی که، بوسه برآن دست و پا زند
نزاکت بیشتردارد، چو حسن نیمرنگ افتد
سرمهٔ چشم کرا در، چشم آهو کرده اند
از خراش ناله، گاهی سنبلی بو کرده اند
همین چیزی که دارد، غمزهٔ او دلبری دارد
هرکه یک گام، از رفیقان شدجدا، گم میشود
سری که، مرغ چمن زیر پر، نمیگیرد
پادشاهی تو و این طائفه، دولتخواهند
که شیرین، صیدگاهی همچوکوه بیستون دارد
میان دیده و دیدار، صد تماشا بود
دیدم تبسمی، که کم از جام جم نبود
باو حرفی نمیگویم که زودی بر نمی خیزد
سیراب ز خاکستر پروانهٔ ما ماند
مرادی در نظر دارم، که اکنون بر نمی‌آید
که ازو نامه ننوشته جواب آمده بود
نگاه آشنا، در چشم آن کافر، نمی باشد
قمری چگونه، طوق ز گردن بر آورد
بیچاره آن سپند، که شیون بر آورد
گر چنین زنار مویان غارت ایمان کنند
مکن در راه من ای توتیا گرد
دست پسر گرفته، بدست پدر نداد
همچو قمری نقش طوق از نیل برگردن کشید
سراغ مردم انصاف دیده میگیرد
بمدعای دل خویش زندگانی کرد
ترا یکی ز بلاهای آسمانی کرد
با ما نه چنین است،که گویند: چنین کرد

صایب :

امید جان شیرین داشتم ، از لعل سیرابش ندانستم که ، از خط زهر در زیر نگین دارم

میر سنجر :

دم واپسین زلیخا ، بهمین ترانه ، تن زد که به جذبهٔ محبت پسر از پدر گرفتم

نقی :

چه غم از فریب دشمن ، که محبت زلیخا بکشاکش نهانی پسر از پدر بر آرد

سلیم :

شوق رویش ، همه کس را بغریبی دارد سبب این است جلای وطن آئینهٔ ما

کلیم :

چند در خانه اش آتش فتد ، از پرتو تو زین ستم ، آئینه در فکر جلای وطن است

سلیم :

چون کشم بارگران غم دوری ، کز ضعف نگه خود نتوانم ز رخت بردارد

کلیم :

ز ناتوانی خود ، این قدر خبر دارم که از رخت نتوانم که ، دیده بردارم

اسیر :

نیست جوهر به تیغ ناز اسیر بهر قتلم نوشتهٔ دارد

میر صیدی :

نیست جوهر ، که به شمشیر تو ، تصویر شده است رقم قتل جهانی است ، که تحریر شده است

ملا غربتی :

قضا جدا ز تو خونم چرا نمی ریزد مگر ز دست قضا این قدر نمی آید

اسیر :

یار هرگز ببر نمی آید از قضا این قدر نمی آید

سلیم :

مگر از صبح محشر روزن من روشنی یابد که شبهای سیاهم ابروی پیوسته را ماند

زمین تشنه، چسان آب را، فرو نبرد
ز زخم تیغ تو، بر تن نشان نمیماند

بمی خوردن گواهی، میدهد، چاک گریبانش
کتان پوشی که، شبهامست در مهتاب میگردد

بلبلی را که، بخون غنچهٔ منقار شگفت
راه بر نغمهٔ مرغان گلستان بندد

این فسون لازمهٔ شیوهٔ صیادی اوست
رشته از دام کشاید پر مرغان بندد

دوستی نیست، چراغی که، نگردد روشن
راه لیلی، بسیه خانهٔ ما، می افتد

بیدلی را، گر پس از عمری، شود وصلی نصیب
دل طپیدن، از کنار بزم، بیرونش کند

دست یارب! یار بیدل، دامن گردون گرفت
از پیش تحصیل یک دشنام نتوانست کرد

ای گل شوخ! چه دامن بمیان برزدنست
آنقدر باش که، بلبل بگلستان آید

گردون سفله، عشرت ده روزهٔ مرا
اول کرم نمود و در آخر حساب کرد

گلی دارم که، گر یکدم ننالم، بر سر کویش
براه نالهٔ بلبل بفال گوش ننشیند

میان فوج ترکان، کو کمر باریک رعنائی
که از افشان خونم، شال گلبندی نمیبندد

لاف خارا جگری، میرسد آن طائفه را
که ببینند، زنخدان تو و غش نکنند

سر رشتهٔ جمعیت، ازین سلسله دارد
تسبیح چرا جانب زنار نگیرد

کنی از زشتی پا، دست تعرض کوتاه
گر بدانی، پر طاوس، چه گلها دارد

تا تخلص، قد نوخیز تو، رعنائی کرد
هر چه دارد، همه برجسته و دلکش دارد

دل برای خود، درین وادی، نمینالد عبث
این جرس، گم گشتهٔ دارد، که شیون میکند

دل کم حوصله، فریاد رسی، میخواهد
چکند سیل، اگر شکوه، بجیحون نبرد

با من ببین، چه طالع ناساز، میکند
معشوق غائبانه بمن ناز میکند

از ترحم، جگرش بر دل عاشق، میسوخت
چون در آئینه، نظر بر رخ زیبا، میکرد

همسایهٔ بد، مباد کسی را
دل حال مرا خراب دارد

کو دماغ آنکه، دوزد چاک پیراهن کسی
ورنه هر مو، بر تن من، کار سوزن میکند

خنده، نقش قدمش، بر گل خورشید زند
هرکه در کوی تو، یک بار ز پا، می افتد

ز شوخی هوس خلق رنگ میسازد
چنان لبی که، می نا چشیده را ماند

در دلش، از بی وفائی مهر ما کین میشود
گر بابرویش، اشارت بر خورد، چین میشود

نیست در خاطر آن، لشکر خط تاختنی
گاهی از دور، غباری بنظر می آید

صحبت، بلبل و پروانه، مکرر شده است
داغ، آن سوختگانیم، که بی ما سوزند

گرد آن صید افگنی گردم، که در جولانگهش
صید خود را، در پناه دام صیاد، آورد

لاف دانش میزنی، اما، درین نخچیر گاه
مرغ زیرک، روزی سنگ فلاخن میشود

ز چشم عندلیبان، گل بدامن، گریه میچیند
گل بیرحم من، بر روی من، خندان نمی گردد

بر تنم، از بسکه خوبان، زخم پیکان دوختند
رفته رفته، جامهٔ عریانی من چیده شد

هر کجا، شمع جمال تو، بر افروخته اند
ماه و خورشید، دو پروانهٔ پر سوخته اند

سلیم :

صدا چگونه برآید، که این سیه چشمان ! بسنگ سرمه، شکستند شیشهٔ مارا

صایب :

نمانده نالهٔ، دل درد پیشهٔ مارا بسنگ سرمه، شکستند شیشهٔ مارا

ملا طاهر غنی نیز این مضمون بسته است :

ز بیم آنکه، مبادا صدا بلند شود ز سنگ سرمه، شکستیم آبگینهٔ خویش

سلیم :

ز آشفتگی طرهٔ مقصود، خبر داد هر فال که از شانهٔ شمشاد گرفتیم

صایب :

خواهد فتاد دامن زلفش، بدست من این فال را ز شانهٔ شمشاد دیده ایم

سلیم :

زینت ارباب معنی، جوهر ذاتی بس است لاله درکوه بدخشان گر نباشد گو مباش

صایب :

شمع بر خاک شهیدان، گر نباشد، گومباش لاله درکوه بدخشان گر نباشد، گو مباش

سلیم :

اگر بچشم حقیقت نظر کنی، دانی که طوق فاخته، بر پای سرو، خلخال است

صایب :

حسن بالا دست را، آرائشی چون عشق نیست طوق قمری سرو را بهتر ز خلخال زر است

سلیم :

سلیم ! هند جگر خوار خورد، خون مرا چه روز بود که راهم باین خراب فتاد

صایب :

صایب از هند جگر خوار، برون می آید دستگیر من اگر، شاه نجف خواهد شد

اما ملا نوعی خبوشانی پیش از هر دو میگوید :

گداخت هند جگر خوارم، ای اجل مپسند که استخوان همائی غذای زاغ شود

همانا داغ، مجنون، تازه شد در حسرت لیلی — نبود از لاله هرگز این چنین خونین جگر صحرا

مشت خاکش، گرد باد صد بیابان، گشته بود — کو بسر میبرد مجنون وادی دور مرا

نداشت چشم تو باور، تنک شرابی من — بیک پیالهٔ سرشار آزمود مرا

مباد نالهٔ گستاخ، خار پیرهنش — نماده در بغل آن، طفل آشیان مرا

همه طراوت اشکم، همه طپیدن دل — درین دیار، نفهمد کسی زبان مرا

بر من، دل بیرحمی صیاد، نسوزد — از گریه، اگر سبز کنم خوب، قفس را

سراپا گلبن نازی! گل عاشق کشی، وا کن — تبسم چند باشد غنچه حسب کنج آب لبها

گل از پیاله، سبزه ز مینا، بر آورد — هر جا چکد، ترشح آب وضوی ما

چو گل، در پیرهن خونم ز خوشحالی نمیگنجد — که زیر پای او، خوابیده چون رنگ حنا امشب

خدا نکرد! مغان را چه روز، پیش آمد — دو هفته شد که، ندادند بار عام شراب

سر بریده رود، در رکاب فتراکش — مروت، از دل چابک سوار من، مطلب

که تاب، این همه پهلوی ناخوشی، دارد — برون رویم، مگر عالم خدا، تنگ است

غالباً، پروانهٔ بیدست و پای، سوخته است — کامشب از شبهای دیگر شمع اشک افشان تر است

نیست ممکن که، بخلوت گه رازش خوانند — هر که چون نامه، درین راه سراپا نشکست

بر سینهٔ شکسته دلان، دست رد، منه — آئینه خانهٔ در و دیوار نازکست

گو مست حیرتی، که نداند، ز بیخودی — ساغر کدام و باده چه نام و دهنده کیست

میرنجد از تصور نظاره، خاطرت — گل هم، برنگ و بوی تو، نازک مزاج نیست

هرگز، آن نا مهربان ننشست، در پهلوی من — کز برم، چون نکهت گل، بی تأمل بر نخاست

حدیث مهر و محبت، نهان نمیمانه — دران دیار که، رنگ پریده جاسوس است

بهشت عافیت و منزل فراغ کجاست — خرابهٔ من مجنون بیدماغ کجاست

برنگ شعله، نسوزد چرا سر انگشتم — درون سینه، نشان میدهد که، داغ کجاست

ز خط، تا عارضت، در زیر زنگست — جواب نامهٔ، آئینه جنگست

در سمن زار چاک پیرهنی — تا سحرگه غنودنم هوس است

سخن، از چاشنی لعل تو، شیرین دهن است — که، از پر تو رخسار تو، گلپیرهن است

رشته ام از دو سه گره دارد — این چه آغاز و این چه انجامست

مرغان، بکام دل، گل پرواز، چیده اند — تا چشم دام در پی بال و پر من است

ز چشم داغهای گرم خون افتادهٔ ایدل — نمیدانم کدامین بیمروت، کرده نفرینست

گل که، هر ساعت برنگی، بر سر آرائش است — این چنین دستار معشوقانه، کم پیچیده است

هر کجا نالهٔ من گرم بسر افروختن است — بال پروانه، چراغیست که، در سوختن است

شعلهٔ آتش تصویر، چه خواهد بودن — داغ در دست رقیبان، گلی را سوختن است

چشم بر عیب کسان داشتن، از بینش نیست — سوزن هر مژه، از بهر نظر دوختن است

گر سرو بود، کجکله و بر زده، دامان   منعش نتوان کرد ازینها که جوان است(۱)

هیچ‌کس حال سر مارا نمی داند، که چیست   عالمی را چشم همچون صبح بر دستار ماست(۱)

شاهان، چرا سلیم! برو رشک میبرند   ملک سخن، چو بیش ز یک گوشواره نیست

دل درون سینه ام، میر قصد از حرف وطن   هیچ سازی ماهیان‌را، چون صدای آب نیست(۱)

تیغ او، پیش از اجل، میسازدم از غم خلاص   راه پل دور است، می باید مرا بر آب زد

از یار مصلحت نیست، آهنگ شکوه کردن   چون دف، بحلقهٔ ما، دیوار گوش دارد(۱)

در مقام عشق، دل را از تعلق پاک کن   با نمد آئینه را، نتوان بدست شاه داد

سلیم، گفت که: دارم بطره ات سخنی   بخنده گفت که: هندو زبان چه میداند(۱)

یوسف من چشم طفلان نیست تنها بر رهت   شوق مکتوب تو پیران را کبوتر باز کرد

هیچ‌کس پروردهٔ خود را، نمی خواهد زبون   آب و آتش را خصومت بر سر خاشاک شد(۱)

اعتباری، دولت جمشید را، پیدا نشد   تاک، تا از دودمان خود، باو دختر نداد(۱)

نسبتی، در عاشقی مارا، به مرغ بسمل است   تا ز ما صیاد سر نگرفت ما را سر نداد

نیست در ایران زمین سامان تحصیل کمال   تا نیآمد، سوی هندوستان، حنا رنگین نشد(۱)

با خبر باش، از زبان خود که، دانایان راز   از خموشی، حلقه درگوش سخن‌چین، کرده‌اند(۱)

جهان سفله اگر داد جرعهٔ آبی   همان نفس چو می، آن را بروی من آورد(۱)

از عذر نیست هرگز دلگیر وعدهٔ او   کاهل، همیشه خواهد، همراه لنگ باشد

شانه می آید، بکار زلف، از آشفتگی   آشنایان را، در ایام پریشانی بپرس(۱)

چو تند باد حوادث، مشو غبار انگیز   پناه مردم بی دست و پا چو مژگان باش(۱)

بسکه دارم، ذوق جستن از فضای روزگار   درمیان خانه همچون تیر میدان میکشم

حیف باشد که، ز بی مهری او، شکوه کنیم   ماکه معشوق پران همچو کبوتر بازیم

چنان قناعت فقر است، سازگار مرا   که چون حباب، شوم فربه از هوا خوردن(۱)

عهد کردم که، گر این بار، بکوی تو رسم   سرمهٔ دیده کنم سایهٔ دیوار ترا(۱)

مخفی نماند که در تتبع فقیر، اول کسیکه تضمین چسپان، در مقطع غزل طرح انداخت، سلیم است. میگوید:

سلیم امشب، بیاد تربت حافظ، قدح‌نوش‌است   الایا ایها الساقی ادر کاساً و نا ولها(۱)

و میگوید:

گفت حافظ، دید چون کلک بیانم را، سلیم!   بلبلی برگ گل خوشرنگ، در منقار داشت

۱- شمع انجمن دارد.

استعمال کلمه‌های ــ خرم ــ و ــ نور ــ در ابیات مزبور، از روی جناس گوئی است. چه اسم شاهجهان، شهزاده خرم و اسم جهانگیر، نورالدین بوده است. پس چه عجب که سعیدا را به زر سنجیدند.

اما زر اینجا بمعنی نقره است نه طلا. چه کلمهٔ که درآن عهد برای طلا بکار میبردند زر سرخ بود، و علاوه بر این از عبارات ذیل پادشاه نامهٔ عبدالحمید لاهوری ــ که معتبر ترین تاریخ عهد شاهجهان است:

۱ـ سعیدای گیلانی به زر سنجیده‌آمد و مبلغ همسنگش، که پنج هزار روپیه بود، باو انعام شد. (۱)

۲ـ طالب کلیم به زر سنجیده آمده بانعام مبلغ همسنگش، که پنج هزار و پانصد روپیه بود، کامیاب گشته. (۲)

۳ـ حاجی محمد جان قدسی را به زر برکشیده مبلغ وزن را ــ که پنج هزار و پانصد روپیه شد ــ باو مرحمت فرمودند. (۳)

ظاهر است که، مطلوب از زر فقط نقره بوده است و اگر مطلوب طلا میبود، چون در آن عهد، یک تولهٔ طلا ۱۴ روپیه قیمت داشت. یک لک تولهٔ طلا که مبلغ چهارده لک روپیه قیمت آن است (۴) بشعرای مزبور، مبلغ چهارده برابر پنج هزار روپیه، یا پنج هزار و پانصد روپیه، پرداخته میشد. پس پنج هزار روپیه انعام شاهی، از طرف جهانگیر بسعیدا رسید.

۱ـ پادشاهنامه جلد اول قسم اول ص ۲۹۳.
۲ـ پادشاهنامه جلد اول قسم دوم ص ۸۴.
۳ـ پادشاهنامه جلد اول قسم دوم ص ۱۲۲.
۴ـ پادشاهنامه جلد اول قسم دوم ص ۳۲۹.

● **سرو آزاد** : سلیم ، میرزا محمد قلی طرشتی از طبقۀ اتراک و نکته سنجان بلند ادراک است . صاحب طبع سلیم و ذهن مستقیم . در سلاست عبارات ممتاز و در نزاکت خیالات بی انباز . ابتداء حال با میرزا عبدالله وزیر لاهیجان بسر میبرد . و بمزید مصاحبت امتیاز داشت . در آن ایام مثنوی رنگینی در تعریف لاهیجان انشاء کرد .

آخرالامر در عهد شاهجهانی سری بهند کشید و مثنوی مسطور را تغیر داده بنام کشمیر ساخت . ازآن است در صعوبت راه کشمیر :

چنان معلوم می گردد ، که این راه	ره موران بود ، بر خرمن ماه
ز بس رهرو، درو سنگین خر آمد	ز پایش رشته پنداری برآمد
همانا کافر است این کوه خونخوار	که دارد بر کمر زین راه زنار
مغلطان سنگ ، ازو تا میتوانی	که باشد بد بلای آسمانی
بسامان رفتن این راه ، زشت است	مجرد شو که ، این راه بهشت است

بعد ورود هندوستان ندیم میر عبدالسلام مشهدی شد . و در مدح او قصائد بلند پرداخت . میر عبدالسلام از عمدۀ امراء شاهجهانی است . درعهد شاهزادگی بمنصب شایسته و خطاب اختصاص خان اختصاص داشت . و بعد سریر آرائی سلطنت، اول بخشی دوم شد ، پس ازآن ناظم گجرات و عقب آن ناظم بنگاله . سپس بخطاب اسلام خان ، و والا پایه وزارت مباهی گشت . و چون نوبت وزارت به سعدالله خان رسید ، پادشاه اسلام خان را بایالت ممالک دکن سرفراز فرمود . وهم درآن زمان حکومت دکن سنه سبع وخمسین و الف (۱۰۵۷ھ) جهان فانی را وداع نمود . مقبرۀ او در سواد اورنگ‌آباد معروف است . عمارتی دلنشین دارد .

محمد قلی سلیم در رکاب اسلام خان بسر میبرد . و در سالی که اسلام خان فوت کرد ــ یعنی سنه سبع و خمسین و الف (۱۰۵۷ھ)ــ او هم در کشمیر رخت

پادشاه است که اطلاعات از یک نفر شاعر میدهد .

در (سنه ۱۰۳۷هجری) شهزاده خرم ملقب بشاهجهان بپادشاهی رسید و از وقایع عهد آن پادشاه یکی وفات ممتاز محل است در (سنه ۱۰۴۰ه) . چنانکه از مادهٔ تاریخ سعیدا بر می آید :

زین جهان رفت ، چو ممتاز محل   در جنت ، برخش ، حور کشاد
بهر تاریخ ملائک گفتند :   جای ممتاز محل جنت باد
۱۰۴۰ه

و دیگری ثبات ورزیدن اورنگزیب است در سن ۱۴ سالگی در مقابل حملهٔ فیل در (سنه ۱۰۴۲ه) . چون پادشاه نامهٔ عبدالحمید لاهوری صریحاً میگوید :

سعیدای گیلانی مخاطب به بیبدل خان این ماجرای مرد آزما در سلک نظم کشیده بعرض مقدس رسانید ، بامر خاقانی به زر سنجیده آمد و مبلغ همسنگش ــ که پنج هزار روپیه بود ــ باو انعام شد . (۱)

و چون زحمت مفت کشیده ، ابو طالب کلیم ملک الشعرای شاهجهان و حاجی جان محمد قدسی نیز واقعهٔ مزبور را بطور ذیل منظوم ساخته اند :

از کلیم

ز مردم من این نقل نشنیده ام   من از دل شنیدم ، دل از دیده ام
فتادند فیلان جنگی بهم   پی جنگ ، خرطومها شد بلند
دوید از قضا، زآن دو فیل مهیب   یکی سوی شهزاده اورنگزیب
بمردی ز جا یکسر مو نشد   ز راه چنین سیل ، یکسو نشد
چو در اسپ سامان جوالان ندید   چو شهبازی از خانهٔ زین پرید
همان دم که بر خاک، پا را فشرد   روان دست جرأت بشمشیر برد
درین سن اگر بودی افرا سیاب   همی گشتی از دیدن فیل آب

۱- پادشاه نامه ۱ : ۱ : ۴۹۳ .

گدائی را بگدائی دگر، شدن محتاج
ظرف هرکس، بر نتابد ساغر عشق ترا
مثال ماست، که میگفت کودک گریان
نهفته آتشی، از عشق در جگر دارم
ز دست هرکه، دم آب خورده ام، چون تیغ
مرا هر کسی، کی تواند، خریدن
سلیم، از غصا و قد خم گرفته
در راه او، بعمر نداریم احتیاج
هست میدانم، درین وادی، گذاری خضر را
اگر زبان خموشان این چمن، فهمی
ترک من، کز بزم می، گلرنگ می آید برون
گر ز دامان تو، دست آرزو، کوته کنند
بحیرتم که، دلم زنده چون کباب شده است
ز ذوق نامه، ای قاصد! چو میرم
بمردم عرض جمعیت کن از ایشان دگر بستان
آن روی از کجا و تو ای آئینه بیا
آخر کار محبت، جان بحسرت دادن است
طرفه حالیست که، دیگر نکشد رو بقفا
در قضای رهروان، فریاد کردن شرط نیست
صیقلی دل، صحبت آزادگان باشد، سلیم
خواهی اگر، گزند نه بینی، ز روزگار
بی ترک سر، چو عشق میسر نمیشود
هرگاه، برهمن بخدا، روی آورد
ز دست ساقی، تاکی پیاله نوشیدن
ماند بسبحه بسکه پی وعدهٔ وصال
ندارم، اختیار گریه، امشب
میتوان گفتش غزال شیر گیر
تمام حیرتم، از عذر بیوفای او
دل، چو میرفت سوی زلف، شدش جان، همراه
اولین گام، بره ماند، چو میل فرسنگ
رخصتش ده، تا بر آید کیقباد، ای پیر دیر.

چه حکمتست! فدای تو، ای حکیم! شوم
این قدح، دارد ز ما دریا کشان، چون طاس نام
بمادرش که: بگو من چه چیز میخواهم
ازآن چو لاله و گل آب در شراب کنم
تمام عمر نمیگردد آن فراموشم
سری دارم، اما! گران میفروشم
باطفال تیر و کمان میفروشم
شاطر چه میکنیم که ما، خود پیاده ایم
نقش پای هرکجا بینم، زیارت میکنم
بود تبسم هر غنچه، یک کتاب سخن
همچو شمشیر، از برای جنگ می آید برون
چون چراغ کشته، نتوان دید روی کشتگان
اگر غلط نکنم طائر بهشت است این
بخوان، بر خاک من آن را، چو قرآن
مقام خانه است آفاق، زر بنما و زر بستان
ما دم نمیز نیم، تو خود امتیاز کن
میتراشد کوهکن، سنگ مزار خویشتن
هرکه، چون آب روان، زین چمن آید بیرون
در بیابان جنون، ای خضر! آوازم مکن
جز بچوب بید چون آئینه پردازم مکن
درویش! هرچه هست ترا، نذر شاه کن
کنجی نشین و مشورهٔ باکلاه کن
بت گوید از عتاب، که بر من نگاه کن
خوشست، گل ز گلستان بدست خود، چیدن
خوبان گره زدند به بند قبای تو
بدر میگویم ای دیوار، بشنو
خون شیران میخورد آهوی او
چو کودکی، که کند در قفای لنگ، نگاه
بره هند، شدند این دو پریشان، همراه
گرد بادی، که مرا شد به بیابان، همراه
این قدر کس را کسی، بر در نمیدارد نگاه

لک (یعنی یک ملیون چهار صد هزار روپیه) هست، تحویل سعیدای گیلانی نمودند، تا تختی بطول سه گز و ربعی و عرض دو گز و نیم و اِرتفاع پنج گز بسازد. و بجواهر مذکوره ترصیع نماید. و مقرر شد که سقف آن را از درون بیشتر میناکار و لختی مرصع و از بیرون بلعل و یاقوت و جزء آن مرصع مفرق ساخته، بزمردین اساطین دوازده گانه افرازد. و بالای آن دو پیکر طاوس مکلل بزواهر جواهر و درمیان هر دو طاوس درختی مرصع بلعل و الماس و زمرد و مروارید تعبیه کند. و برای عروج سه پایه نردبان مرصع بجواهر آبدار ترتیب دهد — (۱) در مدت هفت سال، این تخت (۲) بمبلغ یک کرور روپیه، یعنی

۱- پادشاه نامه ۱:۲:۸۰-۸۱ شاید این تلخیص است زیرا که عبارت پادشاه نامه به این عبارت هیچ مناسبتی ندارد. نیز رک: تحت قرنیه. (حسام الدین)

۲- در لغت نامهٔ دهخدا شمارهٔ مسلسل ۳۲ صفحه ۹۹ مسطور است:

در بالای تالار موزهٔ کاخ گلستان دو تخت مرصع درکنار هم گذاشته اند. بزرگترین این تختها — تخت طاؤس — نام دارد، که در زمان فتح علی شاه ساخته شده.

میگویند: فتح علی شاه زنی اصفهانی بنام — طاوس — داشت که اورا بیش از دیگر زنان خویش دوست میداشت. و هنگامیکه خواست، او را بعقد خود در آورد، دستور داد این تخت را بسازند، تا مراسم عقد در روی آن انجام گیرد.

سمت چپ این تخت بزرگ، تخت دوپلهٔ دیگری قرار دارد که، آنرا نیز — تخت طاؤس — مینامند. این تخت را نادرشاه از سفر هندوستان آورده است و به — تخت طاؤس نادری — معروف است. از حیث ارزش داشتن جواهرات گرانبها، بر — تخت طاؤس — که فتح علی شاه ساخته، برتری دارد.

درین تخت (۲۰۲٦) قطعهٔ الماس و (۲٦۳۲) قطعهٔ زمرد بکار رفته است. و این تخت دومی همانست که سعیدای گیلانی آنرا ساخته است. محتمل است بعداً در وضع و شکل آن تغیراتی داده شده. (چهل مقالهٔ نخجوانی ۲۸۲)

زاهد چه کند، گر نکند روی بمستی
از میکده، کرده است برون باده فروشش

کردیم ترک، این چمن را از دست باغبان
ای عندلیب! بشنو و ای گل! گواه باش

گر به بینی عارفی زاهد، بکوی می فروش
بی سبب منعش مکن، شاید که کاری باشدش

همچو شاخ گل، طبیب هر دماغ آشفته شو
هوشمندان را گل و دیوانگان را چوب باش

شد دماغم، از می گلگون، دکان می فروش
باغبان کو، تا زنم گلهایٔ او را بر سرش

چمن دوستی آن گونه نزاکت خیز است
که غبار دل احباب بود دیوارش

بنوبهار رخ او، اگر نه بیمار است
در آفتاب چرا، خفته است آهویش

قبول راهزن عشق نیست، مایهٔ ما
کنیم چیز دگر، از که در بیابان قرض

که گفته است: گدایان عشق محتاج اند
غلط رسیده بخدام پادشاه غلط

همچو آن منعم، که او از برسر زر مینهد
در محبت میگذارم داغ بر بالای داغ

بر سر هرکس، گلی دیدم، در ایام بهار
در سر شوریدهٔ من، تازه شد سودای داغ

کردند بحث شیخ و برهمن، به پیش عشق
دعوای این خلاف شد و حرف آن دروغ

شعرم بهوشگافیٔ ادراک مدعی
خندد چو نو عروس، بداماد بیوقوف

بهار شد، که ز میخانه باده نوشان را
بسوی باغ برد، چون تذرو جام از کف

همه شب تا بصبح، ای زاهد!
میکشی جام می، زهی توفیق!

عشق را شرط نیست، رعنائی
همچو مصحف بخط نستعلیق

چیست دانی، جوانی و پیری
اول نیک و آخر تریاک

عمرم همه، در خیال او رفت
چون آب روان بسایهٔ گل

سلیم! او را چو استغنا بلند است
تو هم او را چو میبینی تغافل

گشت پرآشوب دوران، مصلحت در مرگ بود
فتنه شد در انجمن، خود را بخواب انداختم

چون شیشه روی صحبت احباب، با منست
هر جا دو کس نشسته، من آنجا، نشسته ام

جام می درکف، زکوئیٔ او، جدائی میکنم
برسر خود خاک با دست حنائی میکنم

دانم آزرده جدا میشوی از من، باری
بنشین، یک دو سه حرفی بتو، دیگر دارم

نیست مقراض بدستم، ز برای مکتوب
بکف این راز پی بال کبوتر دارم

غریبی آن چنان دارد، مهیا برگ عیشم را
که می افتم بروی گل اگر از آشیان افتم

ز مهد، نقل مکان کرده ام، بخانهٔ زین
زمانه کرد چو یوسف بزرگ در سفرم

غم زمانه خورم، تا بچند پنداری
که این خرابه بمیراث مانده از پدرم

ز عشق، بسکه پریشانم اهل عالم را
تمام موعظه همچون حدیث دامانم

گهی باوصل و گهی با حسرت دیدار، میسازم
چو آئینه بهر صورت، که افتد کار میسازم

کار من، باریک و من باریکتر، از کار خود
عشق، از ین معنی، چو سوزن من چو آب سوزنم

شد بهار و چو سبزه صحرا را
کوه تا کوه میرسد بسنگم

رساند گر فلک خود را بپایش | دهد خورشید و مه را رونمایش
سر افرازی که سر بر پایه اش سود | ز گردون پایهٔ از تخت افزود
خراج بحر و کان پیرایهٔ او | پناه عرش و کرسی سایهٔ او
ز انواع جواهر گشته الوان | چراغ عالمی پروانهٔ آن
در اطرافش بود گلهای مینا | فروزان، چون چراغ از طور سینا
چو میکرد از فرازش کوتهی دست | نگین خویش جم بر پایه اش بست
شب تا از فروز لعل و گوهر | تواند صد فلک را داد اختر
دهد شاه جهان را بوسه بر پای | ازآن شد پایهٔ قدرش فلک سای
کند شاه جهان بخش جوان بخت | خراج عالمی را خرج یک تخت
خداوندی که، عرش و کرسی افراخت | تواند قدرتش تختی چنین ساخت
اثر باقیست، تا کون و مکان را | بود بر تخت جا ، شاه جهان را
چو تاریخش زبان پرسید از دل | بگفت : اورنگ شاهنشاه عادل

۱۰۴۴ھ

ابو طالب کلیم چون قصیدهٔ رنگین در وصف تخت طاوس بعرض اقدس رسانید ، بحکم شاهنشاه دانش پرور به زر سنجیده آمد ، و بانعام مبلغ همسنگ ، که پنج هزار و پانصد روپیه بود ، کامیاب شد . (۱)

خجسته مقدم نوروز و غرهٔ شوال | فشانده اند، چه گلهای عیش، بر مه و سال
ببزم عیش، دو جام است در کف ساقی | ضرورت است بلی این دو عید را دو هلال
بچشم مردم دارالخلافه ، عید نویست | غبار موکب شاه جهان جهان جلال
شرف پزیرد نوروز در چنین عیدی | که پادشاه نشیند به تخت استقلال
بوصف تخت مرصع، گهرفشان گشتم | خدا نصیب کند عمر نوح و طول مقال
هزار سیلان یاقوت و صد بدخشان لعل | برو نهای گرفت است تا نموده جمال
فتاده پرتو یاقوت و لعل بر الماس | چنانکه، عکس چراغان فتد، در آب زلال
زمرد کهنش، تازه تر ز سبزهٔ نو | که اجتماع نقیضین را شمرده محال
طلای تخت شدی آب ز آتش یاقوت | اگر نه قطره فشان میشدی ز لال لآل
بها ندارد و دیگر، هر آنچه خواهی، هست | ز شان وشوکت و فرو شکوه و حسن وجمال

هم چنین در وصف قصیده ذیل بیبدل، بیبدل خان، میتوان گفت که تخت طاؤس منظوم است، بقلم صانع تخت طاوس . تاریخ معاصر صالح کنبوه که

۱- پادشاه نامه ۱ : ۲ : ۸۳-۸۴

نیست رسوای جهان، مانند ما زاهد، سلیم / آتش سنگش خدا مارا شمیم گل نمود
تبسم چون کند آغاز، جان بخشد جهانی را / ز تمکین، گرچه همچون صبح محشر، دیر میخندد
فغان که، هر که قدم در حریم عشق نهاد / چو شمع، زند برون ز انجمن، نمی آید
چو طفل گریهٔ ما شرح درد پنهان است / سخن مپرس که، از ما سخن نمی آید
بسکه رسوائیم، آورده قیامت، بسرش / چون پری نام مرا، خاک وطن میلرزد
دوید سوی خیابان، بدیدنش گلها / چو کوچهٔ که ازو، پادشاه میگذرد
ز باد صبح، محیط کرم بجوش آمد / پیاله گیر که، وقت گناه میگذرد
بهار رفت و دل از ابر کامیاب نشد / پیالهٔ نگرفتیم، که آفتاب نشد
ساقیان دختر پیری که بجا مانده ز تاک / خوب کردند که بر گردن مینا بستند
ایمن بود ز مندرسی جوهر سخن / مضمون تازه کهنه چو دعوی نمیشود
عیسی، اراده داشت که، اصلاح آن کند / خندید زخم تیغ تو، یعنی نمیشود
نزول حادثه است، این خرابه نیست عجب / اگر بخانهٔ ما آسمان فرود آید
چو سوی صیدگاه آید ز ذوق و غزالان را / صدای خندهٔ زخم از شریک تیر می آید
ز بس لبریز دردم، گر کسی دستی زند برمن / همه اعضای من، در ناله چون زنجیر می آید
هر کجا، زمزمهٔ مرغ سحر خیزی، ساخت / نیک چون گوش نهادیم، دعاگوی تو بود
ابر از سایه دران دام جنون افگنده است / کز ز من میشنوی سوی گلستان مگذر
کی تأسف، سود دارد، کار چون از دست رفت / رخصتی در قتلم، اول از پشیمانی بگیر
چه چاره، کلفت ایام را، بغیر از صبر / همیشه روز بشب، همچو روزه داران بر
روزی که من، بسلسلهٔ زلفش آمدم / بیعت نکرده بود، بدستش حنا هنوز
کشتی شکست، و از سر من، آب هم گذشت / بر سر هزار منتم از ناخدا هنوز
بر در هرکس، درین معموره رفتم، بسته بود / ای خوشا ویرانه و از هرطرف درهای باز
مگذار می ز باطن اهل صفا بترس / فصل بهار، توبه مکن از خدا بترس
راه شوقت، بسپردم افسوس / خجل از پای خودم، چون طاؤس
شب بساقی، نگهی داشتم از عجز، سلیم! / مدعای توبه بود ندانم ما بس
بادهٔ ناب، چه خاصیت خاصی دارد / که حلال تو شد ای شیخ و حرام همه کس

و بگمان فقیر آرزو، بجای، خاصیت خاص، کیفیت خاص مناسب است. اگرچه در واقع مصداق حکم میباید فتأمل :

ز اشک و آه، خرابست حال من که مرا / برون خانه بود آب و اندرون آتش
بگذار، هرچه هست، بجز ساغر شراب / واقف ز جام باش چو جم، از نگین مباش
بر مستی صوفی نگرد جوش و خروشش / در رقص، روا همچو علم، برسر دوشش

ازآن مصراع بر می آید (۱۰۴۴ه) است . و ثبت کردن همین تاریخ ــ که تاریخ جلوس شاهجهان بر تخت طاؤس است ــ مقصد اصلی قصیده بوده . فقط بمناسب آن که ، شاهجهان در (سنه ۱۰۴۳ه) از کشمیر برای جلوس بر تخت طاؤس به آگره عزیمت کرده، سعیدای گیلانی یک مصرع درخشان گفته :

هزار بود و چهل سه بسال از هجرت

۱۰۴۳ه

که تاریخش چه عبارت و چه بحساب ابجد (سنه ۱۰۴۳) میباشد . خلاصه چهار نوع سنوات مختلفه در مصراع این قصیده مضمر است .

تاریخ ولادت شاهجهان . . . (سنه ۱۰۰۰) ۲۴ مصراع ابتدائی
تاریخ جلوس شاهجهان . . . (سنه ۱۰۳۷) ۶۴ مصراع متعاقبه
تاریخ مراجعت شاهجهان از کشمیر. . . (سنه ۱۰۴۳) ۱ مصرع
تاریخ جلوس شاهجهان برتخت طاؤس. . . (سنه ۱۰۴۴) ۱۷۹ مصراع باقی

خلاصه اینکه آن نوزده بیت که ، بزحمت بسیار بتصحیح آنها موفق شدم ، تصحیح بعضی از الفاظ بر اختلافات قرات مبنی است ، و تصحیح چهار اغلاط که عبارت از ــ ابرش بجای ابرشی ــ ز می بجای زمین ــ عنان تاب زود شد ــ بجای ــ عنان تاب زد و شد ــ و حذف یک واو بدیهی است و فقط تصحیح پنج مصرع که روی آنها نمره گذاشته ام حدسی است :

خدای واحد بیچون جهان نموده عیان ۱۰۰۰ — برای شاه جهان بادشاه کل جهان ۱۰۰۰
بداد و جود و باحسان شهنشه آفاق ۱۰۰۰ — علیم و عالی و دانا نواز و ملک ستان ۱۰۰۰
هزار ساله بماناد شه که هردم ازو ۱۰۰۰ — بود بدور جهان صد هزار جان شادان ۱۰۰۰
بمدح شاه جهان طبع این دوازده بیت ۱۰۰۰ — ز قسمت ازل آورد از دلم بزبان ۱۰۰۰.

دماغ آشفته، ببیارند در کنعان شوق، اما
نسیم پیرهن میگردد و یعقوب میخواهد(۱)

ز بس در هر دیاری، یار دور افتادهٔ دارم
بهر سو، میرود مرغی، ز من مکتوب میخواهد

سلیم! آن بیوفا آخر وفا بر وعده خواهد کرد
ولیکن عمر نوح و طاقت ایوب میخواهد

از بتان هند بر تحقیق ره بردم، سلیم!
این سیاهان، سرمه در چشم خدا بین کرده اند

چنین کز روی بیمهری و بی پروائی بدخو
توحالم را نمیدانی، خدا داند! چه خواهد شد

از شراب کهنه شد، آخر علاج درد ما
حکمت خم، گر نمیشد، کار افلاطون نبود

هلاک مشرب صیاد، دام بر دوشم
که جای گل ز چمن بلبل انتخاب کند

در آفتاب، مرا سوخت انتظار کسی
که شب بسایهٔ گل سیر ماهتاب کند

از ناله در خمار بتنگ آمدم کجاست
یکسرمه دان شراب که بیهوش آورد

بر یاد ما پیاله بنوشید همدمان
اما نه آن قدر که، فراموشی آورد

جلوه‌گر گشت دختر رز باز
کهنهٔ، با صفای نو، آمد

صاف سرچشمهٔ حیوان، تهی از دردی نیست
خضر کوتاهی یک دست سبویم بیند

آنکه منعم کند از بادهٔ، گلگون، دائم
نتواند ز حسد رنگ برویم بیند

خندهٔ مستانهٔ حد کیست در باغ جهان
محتسب اینجا دهان پسته را بو میکند

بوصل‌نسیه، جان‌دادن، صلاح‌سینه‌ریشان‌است
که از سودای نقدا نقد، بوی مشک می آید

روزگارم قدر نشناسد ز نادانی، که طفل
گنجنامه گر بیابد، کاغذ بادش کند

هر نفس، در صحبت احباب، عید دیگر است
موج هردم زآن بغل‌گیری بدریا میکند

ما اسیران محبت، وارث یکدیگریم
با فلک دعوای خون کوهکن، خواهیم کرد

جهان سفله، اگر داد جرعهٔ آبی
همان نفس چو می آن را بروی ما آورد

آنکه، هردم بسر خرمن ما، میتازد
کاش! از برق بپرسد که: چه حاصل دارد

عنقا که، بمن بر سر دعویست، بپرسید
روزی که من آواره شدم، او بکجا بود!

هر مرغ، که از دام خود، آزاد نمودم
معلوم شد آخر که همان، مرغ هما بود

عیش این گلشن بپرس ازگل، که تعجیل خزان
فرصت یک آب خوردن در گلستانش نداد

سنگ بر شیشهٔ ما، چند زنی عیبی نیست
گر بپرسیم که این را چه ادا میگویند

عاشقان، یک دو قدم رفتن و برگشتن را
در ره کوی تو خمیازهٔ پا میگویند

میروی مست تغافل، ز سر خاک سلیم!
خاکساران تو، ای شوخ! دعا میگویند

در آستان، قیصر و خاقان، کسی نماند
غوغای خلق، از در میخانه کم نشد

رفت ایامی، کز آسائش نصیبی داشتم
صرف داغ عشق شد، گر پنبهٔ در گوش بود

صحبت امشب، من ندانم درگلستان چون گذشت
باغبان در خواب و بلبل‌مست و گل بیهوش بود

۱- آتشکده و شمع انجمن دارد .

سواره آن مه زرین رکاب، می آید — بچهره، رشک هزار آفتاب می آید
بآب تیغ تو، دل میکشد ز آب حیات — چو تشنه کو سوی آب از سراب می آید
کند عرق رخت ای نازنین ز تاب نگاه — بدور حسن تو از آتش آب می آید
تو مست حسنی و من مست عشق، چیست عجب — چنین دو مستی، کی از شراب می آید
ای گلشن جمال ترا صد بهار گل — یک گل ز حسن تو نشگفت از هزار گل
مژگان چو سایه، بر گل روی تو افگند — ترسم شود فگار چو از نوک خار گل
گر بگذری، ز روی نوازش، بگلستان — بلبل کند براه تو، ای گل! نثار گل
ز تاب عشق، هر گه پیش او بیتاب میگردم — گهی از شرم آتش میشوم، گه آب میگردم
بروی چون رزم هر گاه خندد دستان من — بگردش مضطرب چون قطرهٔ سیماب میگردم
ز شوق دیدنش، از پای تا سر دیده‌ام، لیکن — نه از بیداریم آگه نه گرد خواب میگردم
نسیمی گر وزد، بر تار زلف عنبر افشانش — چو زلف مشکبویش گرم پیچ و تاب میگردم
دارم اندر غنچهٔ دل از خیالت، گلشنی — همچو گل، پوشیده ام از خون دل، پیراهنی
تیر مژگان بسکه زد چشمت ز مستی بر دلم — سینه ای دارم که هر داغش بود پرویزنی

(مجموعه مقالات ص ۲۴۲-۲۵۱)

● **مقابلهٔ عالمگیر با فیل و سعیدای گیلانی**: داستان این مقابلهٔ شاهزاده عالمگیر با فیل سدهکر، در بادشاه نامه (۱ : ۱ : ۴۹۳) و در عمل صالح (لاهور ۱ : ۴۲۸) مرقوم است.

در عمل صالح است که: بعد از فتح یافتن بر فیل، جشن وزن قمری آن فرخنده اختر برج اقبال (عالمگیر) که روز بیست و یکم خورداد مطابق روز جمعه دوم ذی‌حجة سال هزار چهل و دو (۱۰۴۲ھ) روداد .... درین خجستهٔ روز عشرت آموز بزم خاص انعقاد یافته، رسم طرب عام شده بود. سایر معنی طرازان پارسی زبان از نثار و نظام، و همچنین جمیع سخنوران این کشور، قلاید قصاید غرا و مثنویات و عقود داستانهای منظومه و مرسلات رسائل منثوره، در سلک نظم کشیده تا روز نشور زینت اعناق و صدور ابنای روزگار ساختند . . . . . . از جملهٔ شعراء سعیدای گیلانی مخاطب به بیبدل خان ـ که در فنون استعداد خاصه و در فن شاعری از کل

مارا ، بمدعای غمت ، آفریده اند
عشق ترا، چو جامهٔ فرسوده ایم ما

از گفتگوی ناصح بیگانه، سود نیست
پند پدر بعشق چو نشنوده ایم ما

اشاره است که از باده سیر نتوان شد
وگر نه مست کجا ، رغبت کباب کجا

بخت چون برگشت در دفع کلاه سروری
تبت واژون شود نقش نگین، جمشید را

اثر نبود ز مجنون ، که دشت پیمائی
چو کرد یاد بمن شد حواله در صحرا

خوشم که، کرد بمستی زمانه ، مشهورم
نیم غلام که خوانند هوشیار مرا

در دیده ، ندارم دگر ای عهد شکن آب
تا چند بعالم ، تو زنی آتش و من آب

سلیم! چیز دگر جای می نمیگیرد
بخاک برد خم گنج آرزوی شراب

دربدر افتادهٔ رزق پریشانی ، سلیم
از در مسجد طلب نان ، از در میخانه آب

گروهی نیستند ابنای عالم
که بگذارند یوسف را بیعقوب

از سر کوی تو، چون آید صبا ، پیدا شود
همچو برگ گل مرا، در پردهٔ دل اضطراب

پس از مردن، مگر افتد گذار او ، بخاک من
مرا صد مصلحت در مرگ، همچون خواب صیاد است

سلیم! اشکم نوید وصل او، داد
که طفلان هرچه میگویند فالست

راز عالم را بپایان کس نبرد
گوش ما بر آخر افسانه است

در محبت مهر خاموشی ، سلیم!
بر لب من ، قفل آتش خانه است

از خم زلفش، دلم با آه و فغان ، بازگشت
مدتی در هند بود ، آخر پریشان باز گشت

نیست آزادی نصیب من ، که هرجا میروم
بند و زنجیرم، چو فیل مست، همراه منست

چگونه، در صف مردان عشق ، پای نهی
که جان، عزیز ترا چون، چراغ بیوه زنست

پیش زاهد ، توبه کردم از شراب
ساده لوحی بین که باور کرده است

لیلی هرچند آن قدر نیست
مجنون ز برای او ، هلاکست

عشق را آغاز و انجامی ، نمیباشد ، سلیم!
روز آخر ، یار ما با ما، چو روز اول است

نزدیک تو فرشته نگردد ، بزیر خاک
می آید از دهان تو، بوی پیاز خبث

چه دست بر کمرش بردن و چه خمیازه
که چون میان دو مصرع میان ندارد هیچ

آئینه بکف گیر ، که از رشک بمیریم
در کشتن ما ، حاجت شمشیر نباشد

افسوس جوانی که خرد هرکه ستوری
پرسد ، ز فروشنده ، که این پیر نباشد

در تمام عمر زاهد ، روزه نتوان داشتن
روزی خود را، چرا باید باین امساک خورد

جرعهٔ گفتم مگر صوفی ازان خواهد کشید
از کفم پیمانه را کافر گرفت و پاک خورد

محتسب ، چون بدر میکده آید ، گوید :
پیر میخانه که خوش باشد اگر جا باشد

شیخ حیف است ، که در حلقهٔ مستان آید
بگذارید که ، در صومعه ، تنها باشد

آفتابی تو و عالم بوجود تو خوشست
حیف باشد که نباشی تو و دنیا باشد

ز چیست این همه تعجیل عمر حیرانم
که تند و تلخ چو دور پیاله میگذرد

سکهجیون صوبه دار کشمیر معین کرد .

سکه جیون از قوم کهتری باشندهٔ کابل است ، در ابتدا متصدی اشرف‌الوزرا شاه ولی خان وزیر درانی بود . یکمرتبه شاه درانی اورا برای وصول زر از کابل نزد معین‌الملک (میر منو حاکم لاهور) فرستاده بود . چون شاه در سنهٔ سبع و ستین و مائة و الف (۱۱۶۷ھ) عبدالله خان ایشک آقاسی را ، از کابل برای تسخیر کشمیر روانه کرد ، و او کشمیر را از صوبه دار جانب عالمگیر ثانی انتزاع نموده و عبدالله خان عرف خواجهٔ ایشک را با فوجی از افاغنه نائب گذاشت ، دیوانی را به سکهجیون مقرر کرد و خود برگشت .

بعد چندی ، سکهجیون سردار افاغنه را کشت و خواجهٔ ایشک را اول قید کرد پس از کشمیر برآورد ، و از عالمگیر ثانی بوساطت عمادالملک وزیر ، قدری زر فرستاده فرمان صوبه داری بنام خود طلبید ، و خطبه و سکه بنام عالمگیر ثانی کرد ، و تمام صوبه را خالصه و چه جاگیرات منصبداران ضبط نمود .

مشارٌالیه جوان خوشروی متصف باوصاف شایستهٔ قریب الاسلام بود . جمیع مزارات بزرگان و باغات کشمیر را ترمیم نمود : و هر روز بعد فراغ از دیوانی ، دو صد کس مسلمین را روبروی خود الوان و اطعمه میخوراند . و در هر ماهی دوازدهم و یازدهم ، طعام نیاز پخته بمردم تقسیم مینمود . وارد و صادر را ، چه درویش و چه غیر آن ، در خور حال هرکس مراعاتی میکرد .

و در هر هفته یکبار مشاعره مقرر کرده بود . جمیع شعراء کشمیر حاضر میشدند و در آخر مجلس شیلانی میکشیدند . و پنج کس از شعرای نامی را که — باهریکی ازینها ده ده کس از مستعدان کمکی معین کرده بود — امر فرمود که تاریخ کشمیر از ابتدای آبادی تا زمان او تحریر نمایند .

چنانچه درآن جا تأهل کرده و ازو پسری شده . ازآن جا بهند آمده . مثنوی که در تعریف کشمیر گفته، بعضی گویند در وصف لاهیجان گفته بود و آخر بنام کشمیر کرد . غرض که تا آخر عمر در خدمت اسلام خان وزیر اعظم هندوستان بوده . و در مدح او شعر بسیار گفته و صلات گران مند یافته . نصرآبادی گوید : اگرچه در اخذ معانی مردم شهرتی دارد، اما معانی غریب لطیف هم زادهٔ طبع دارد . فقیر آرزو گوید : که این نسبت یعنی سرقه از جهت تلاش معانی تازه و مضامین غریب است ، و تنها این بیچاره بدین مبتلا نیست . بسا کس بدین بلا گرفتار شده اند . گواه عدم سرقه او پیدا کردن ، معانی و مضامین نو است . زیرا که هر کس این قدر داشته باشد که چشم بر مضمون دیگران هرگز ندوزد . چه بستن معنی گذشتگان از عالم خوردن میته است ، که مکروه طبع و شرع اهل غیرت است . و طرفه تر آنکه محمد قلی سلیم تهمت سرقهٔ مضامین خود بر میرزا صائب بسته ، و حالانکه طغرائی مشهدی در حق سلیم گفته : کهنه دزد شاعران یعنی سلیم ! آری هر کرا تلاش بوی معنی و تازگی مضمون است، از جهت اتفاق طبائع توارد بسیار واقع شود . درین صورت کم فرصتان بیدرد نسبت دزدی و اخذ کنند".

بهر حال، سلیم گویند بسیار بدخو بود و لطیفه های بیجا ازو سر بر میزد و چنانچه ایامی که از راه شیراز عازم هند بود ، و در شیراز عزیزی او را بخدمت امام قلی خان برد ، با آنکه تنباکو قرق بود ، خان فرمود که برای سلیم غلیان آورند . اتفاقاً غلیان چی بزرگ جثه بود سلیم گفت :

در خانه نگنجد ای ماند همه چیز   چون خان قوی جثه و مرطوب بود

از ین حرف آزرده شد ، دیگر توجهی باو نکرد . و باوجود آن ،

و در سنه سبعین و مأته و الف شاه درانی لوای عزیمت جانب کابل افراخت . (۱۱۴-۱۱۶)

● **نگارستان کشمیر** : راجه سکهه جیون لال (از ۱۱۶۷ھ تا ۱۱۷۵ھ) هشت سال یک ماه بیست و هفت روز بحکومت کشمیر فائز بود . این تاریخ است :

در هزار و یکصد و هفتاد و پنج　　گشت سکهه جیون تبه با مال و گنج
(ص ۲۲۳)

● **صوفی** : سکهه جیون لال بعد از کور شدن پیش احمد شاه درانی آورده شد و بحکم او کشته شد . دو سه ماه قبل از این واقعه ، سکهه جیون لال ، که طبیعت موزون داشت ، اشعار ذیل را سروده بود که دلیل است بر احساسات وی :

چشم از وضع جهان ، پوشیده به　　سر بسر احوال آن ، نادیده به
هر که چون من ، داشت جا ، بر فرق گل　　عاقبت در خاک و خون غلطیده به
چند روزی خود تماشا کرده ام　　زین چمن گلهای عبرت چیده به
گر دهی شیرش ، دهد زهرت عوض　　زین ، سیه مار جهان ، ترسیده به
باز اگر ، چشم جهان بینم ، دهند　　چون گدایان در بدر گردیده به
هر چند گفتم : نفس دنی را　　باید نکردن ! نا کردنی را
این نفس سرکش ، نشنید از من　　تا دید آخر ، نادیدنی را

بعد از کشته شدن سکهه جیون لال ، نورالدین خان مصلح‌الدوله بامیزی استاندار کشمیر شد (۱) . (۱ : ۳۰۹-۳۱۳)

۱- رک : تذکرهٔ شعرای کشمیر تحت شایق شمارهٔ ۱۳۸ و در تعلیقات تحت همین شماره .

خواهد بهانه، درپی خون ریختن مگر   تیغ ترا ز دیدهٔ من آب داده اند
قطع نظر ز طاعت حق سجده کرده نیست   این طاق ابروئی که بمحراب داده اند
گلستان را سرو نوخیز قدش، آباد کرد   فتنه را شاگردی مژگان او، استاد کرد(۱)
دور فلک، بکام حریفان دیگر است   نوبت ما، عجب که درین آسیا رسد
کسی را در فغان و ناله چون محبوب میخواهد   اگر خاموش میگردد چو آتش چوب میخواهد
ناخنی بایدش از برگ گل آورده بچنگ   هرکه خواهد، ز دل مرغ چمن، خار کشد
لالهٔ هرجا که بیند داغ ما، روشن شود   همچو چشم آشنا، کز آشنا روشن شود
بمعشوق کسی، هرگز ندارم ذوق آمیزش   به بلبل، میدهم گل را، اگر در دست من باشد
خمار همچو من در شکستن آسان نیست   کجاست خم که ز دست سبو نمی آید
برهمن را، ز پرستیدن بت، منع مکن   شاید، ای شیخ! که حق برطرف او، باشد
آنچه در پردهٔ گل، بود نهان، روی تو بود   گرهٔ غنچه کشادیم درو بوی تو بود(۲)
دوستان! میروم از خود که، صبا می آید   بگذارید، به بینم! ز کجا می آید
ز ناز و غمزه، درآن چشم، هرچه خواهی هست   ولی چه سود، اسیران نگاه میخواهند
بفکر وصل تو، شد صرف حاصل عمرم   چو مفلسی، که بسودای کیمیا افتد(۱)
نصیب من، دم آبی نشد، ز حسنت من   چو سبزهٔ که، بجای بلند میروید
گرم آتشبازیم، چون دید در طفلی، پدر   گفت: این بدبخت مشق عشقبازی میکند(۳)
برای شیشهٔ من، هیچکس نیست   که از دل در بغل سنگی ندارد
بخون ما نگردد تیغ رنگین   سلیم از ما کسی رنگی ندارد
پر شکوه مکن، خاطر آن ماه نگهدار   آئینه بدست است ترا آه نگهدار
بیداغ برون رفتن ازین باغ، شگون نیست   از لاله بچین برگی و همراه نگهدار
گلرخان، بینند هر گه، بر اسیر یکدگر   آفرین گویند، بر هر زخم تیر یکدگر(۴)
(چهارده بیت دیگر دارد)

● **تذکرهٔ حسینی**: سلیم، طهرانی. شاعر مستقیم بوده. اما بعضی لطیفه بیجا نیز ازو سر میزده. چون از راه شیراز روانه هند شد، میرزا ابوالحسن

۱- نتائج الافکار دارد.
۲- مجمع النفائس و نتائج الافکار دارد.
۳- مجمع النفائس و مرآة آفتاب نما دارد.
۴- مجمع النفائس دارد.

حاجت بگل ندارد ، آن گل که کج کلاه است
تا وجه می نباشد ، نتوان سوی چمن رفت
نوبهار است ، و چمن در پی ، سامان گل است
رشکم ، ز گفتگوی تو ، خاموش میکند
نیک و بد زمانه، برون کرده ام ، ز دل
دولت تیزی که میگویند شمشیر تو بود
جوهر ذاتی ندارد ، احتیاج تربیت
درغمت ، نالهٔ مرغ چمن ، آید بیرون
از وجودم اثر ، از بسکه ضعیفی نگذاشت

درخواب حیف باشد، چشمی که خوش نگاه است
برمن نظارهٔ گل ، دیدار قرض خواه است
ابر بر روی هوا دود چراغان گل است (۱)
نامت نمی برم ، که دلم گوش میکند (۱)
آئینه هرچه دید ، فراموش میکند (۲)
برسرم آمد ، ولی بسیار زود ، از من گذشت
صورت آئینه را ، نقاش کی پرواز کرد
گر لب غنچه کشائی، سخن آید بیرون
چون حبابم نفس از پیرهن آید بیرون
(۴۱۱-۴۱۲)

● تذکره نصر آبادی : محمد قلی ، سلیم تخلص، از طهران است ، من اعمال ری . طبعش لطیف و سلیقه اش درغایت لطافت انگیز است ، مدتی با ملا واصبا و ملا صبوحی با میرزا عبدالله وزیر لاهیجان میبود . چنانچه در آنجا تأهل بهم رسانیده پسری ازو متولد شده . مشهور است که — مثنوی در تعریف لاهیجان — گفته ، در هند که رفت ، همان مثنوی را باسم کشمیر کرد .

غرضکه روانه هند شد و در خدمت اسلام خان وزیر اعظم قرب بهمرسانیده ، در مدح او شعر بسیار گفته . اگرچه شهرتی در اخذ معنی مردم دارد ، اما معانی غریب و لطیف هم زادهٔ طبع خود دارد . چنین مسموع شد که بدخو بوده ، و لطیفه‌های بیجا بیشتر از او سر میزده . چنانچه از راه شیراز روانه هند میشد، میرزا ابوالحسن او را بخدمت امام قلی خان برد ، با اینکه تنباکو قرق بود ، خان فرمود که : از برای او قلیان آوردند . آن

۱- کلمات الشعراء و تذکره شعرای متقدمین و تذکرهٔ حسینی و نتائج الافکار دارد .
۲- ریاض الشعراء و نتائج الافکار دارد .

بتقریب رفاقت بعضی امراء به کشمیر آمد و چون طبع سلیمش مستقیم شد ، و از عالم فانی رحلت گزید ، در صفهٔ شعرای ماتقدم (۱) مدفون گردید . (ص ۱۵۲)

● **تذکرهٔ شعرای متقدمین :** محمد قلی سلیم ، در زمان شاهجهان از ولایت بهند آمده . داد خوش خیالی و معنی یابی داد . در خدمت اسلام خان وزیر اعظم میگذراند . شعرهای خوب دارد . (هشت شعر دارد ص ۴۲)

---

(۱۰) مثنوی قضا و قدر : از امیر بیگ واله

(۱۱) مثنوی قضا و قدر : از عابد (قبل ۱۱۲۱ھ)

حکیمی از خردمندان حاذق
صحیح‌القول همچون صبح صادق

(۱۲) مثنوی قضا و قدر : از ملا سعید اشرف ماژندرانی (۱۱۲۶ھ)

شنیدم روزی از روشن روانی
چو گل ، نازک خیال خرده خوابی

(۱۳) مثنوی قضا و قدر : از محمد افضل سرخوش (متوفی ۱۱۲۷ھ)

(۱۴) مثنوی قضا و قدر : از میر سید محمد جعفر روحی (متوفی ۱۱۵۴)

شنیدم روزی از آتش فروشی
چو شمع از اشک حیران خرقه پوشی

(۱۵) مثنوی قضا و قدر : از مرزا علی نقی خان نقی لاهوری

شایستهٔ ثنا است زآن یگانه
دارد همه چیز در خزانه (مطبوعه ۱۲۸۳ھ)

(۱۶) مثنوی قضا و قدر : از نکهت شیرازی (قبل ۱۱۶۷ھ)

(۱۷) مثنوی قضا و قدر : از علی شیر قانع تتوی (متوفی ۱۲۰۳ھ)

شنیدم روزی از آزاد مردی
بپای بیخودی صحرا نوردی

(۱۸) مثنوی قضا و قدر : از میر علی رضا تجلی

(اقتباس از مقدمهٔ مثنویات و قصائد قانع تتوی مرتبهٔ نگارنده)

۱ـ مقصود از مقبرةالشعراست که اکنون هیچ نشان ازو باقی نمانده‌است .

میبرد وقت ناخنک در مشت　همچو پشه فرو بسنگ انگشت
همه تن ، ضعف و مضطرب از بیم　خشک و پر خوار چون عصای کلیم
هر کجا قاب خوشک راهیست　پنجهٔ او بر او دم ماهیست
جوع هر گه گلویش افشارد　زنگه با کاسه نسبتی دارد
میدود بسکه بر قفای حباب　برده گوی کلاه او را آب
افگند نان همیشه بی پروا　خام در دیگ معده چون بغرا
میبرد سر بکاسه بسکه فرو　از سرش غلیه کشته غلیه کدو
صحن ماهیچه را غنیم بزرگ　دشمن لنگ بره همچون گرگ
بطعامی که دست رس دارد　مرغش از پنجه در قفس دارد
دایه در کودکی بدامانش　شیر دان داده جای پستانش
پی کیپا چو او روانه شود　دشمن صد هزار خانه شود
سوی پاچه چو گوش خواباند　بسگ پاچه گیر میماند

قصیده

زبسکه دست حوادث ، شد از جهان کوتاه　بعدل او که ، بآفاق باد ارزانی
سفینه را ، سوی ساحل به پشت خویش برد　نهنگ چون کشف از ورطه‌های طوفانی
غرض ز بیت، بغیر از ظهور معنی نیست　چو معنی آمده بیرون علی ز بیت الله

تعریف خط شخصی

بروی صفحه گزارد چو کلک مشک آلوده　چو صفر، حسن خطش دل برد ز نقطهٔ خال

تعریف مو

ز بس ملایمت خار پشت پنداری　که واژگونه ببر کرده پوستین سمور
بمعنی سخنم نا رسیده نیست عجب　نهد بحرف من از خصم بی وقار انگشت(۱)
مقرر است که از بهر امتحان اول　نهند بر دم شمشیر آبدار انگشت(۱)
در بهشتم بعد مرگ از یادگوی او که کس　وقت خفتن هرچه اندیشد همان بیند بخواب
ز بس ز تیر تو پیکان دراست بر تن خصم　نشان خانهٔ زنبور میدهد جوشن

غزلیات

تا چند دیر و کعبه مخوان این فسانه را　همچون کمان حلقه یکی کن دوخانه را(۲)

۱ـ آتشکده و نتائج‌الافکار و شمع انجمن دارد .
۲ـ سروآزاد و شمع انجمن دارد .

رباعی

مهری بدلم چو نور در باصرهٔ — شوری بسرم چو دود در مجمرهٔ
در بزم زمانه بی نوایم ای کاش — مطرب ز برای من کشد دائرهٔ(۱)
(۲۲۷-۳۳۰)

● کلمات الشعراء: سلیم ، محمد قلی سلیم در زمان شاهجهان (۳۷-۱۰۶۸ﻫ) از ولایت بهند آمده . داد خوش خیالی و معنی یابی داده . در ملازمت اسلام خان وزیر اعظم میگذرانید . اشعار خوب دارد :

دل چون شد گرم زمی ، جلوهٔ معشوق کند — ماهی موم ، بآتش چو رسد ، آب شود(۲)
در تلاش سوختن ، چون کاغذ آتش زده — داغهای سینه ام ، باهم بجنگ افتاده است(۳)
توان ، از دانهای سبحه ، دانست — که دلها را ، بدلها هست راهی(۲)
بسته کمر کنیم ، از قبضهٔ کمان او — در کشتن من تیغش ، افتاد سبک پهلو(۴)
بیماری چشمش را ، تعویذ چو بنویسند — از پردهٔ چشم آرند ، خوبان ورق آهو(۵)
بعیش آباد هندستان ، غم پیری نمیباشد — که مو، نتواند از شرم کمرها، شد سفید اینجا(۶)
(ص ۷۶)

● تاریخ اعظمی : محمد قلی سلیم ، در زمان شاهجهان از ولایت بهند آمده . و از خوش خیالی و معنی یابی، داد سخنوری داده . در ملازمت اسلام خان وزیر اعظم میگذرانید ، و شعرهای خوب برجسته و فکرهای دست بسته ، بر منصهٔ ظهور میرساند . ازآنجمله است . بیت :

کمتر نیم ، از قیصر و فغفور ، که من — در هند سیه بختی خود ، شاه سلیم

۱- ریاض الشعراء دارد .
۲- تاریخ اعظمی و تذکرهٔ شعرای متقدمین .
۳- تذکرهٔ حسینی و تاریخ اعظمی و تذکرهٔ شعرای متقدمین و شمع انجمن دارد .
۴- تاریخ اعظمی دارد .
۵- تاریخ اعظمی و تذکرهٔ شعرای متقدمین و مجمع النفائس دارد .
۶- تذکرهٔ حسینی و تاریخ اعظمی و تذکرهٔ شعرای متقدمین دارد .

رباعی

مهری بدلم چو نور در باصرهٔ شوری بسرم چو دود در مجمرهٔ
در بزم زمانه بی نوایم ای کاش مطرب ز برای من کشد دائرهٔ(۱)
(۲۲۰-۳۳۰ح)

● **کلمات الشعراء**: سلیم ، محمد قلی سلیم در زمان شاهجهان (۱۰۶۸-۳۷ھ) از ولایت بهند آمده . داد خوش خیالی و معنی یابی داده . در ملازمت اسلام خان وزیر اعظم میگذرانید . اشعار خوب دارد :

دل چون شد گرم زمی ، جلوهٔ معشوق کند ماهی موم ، بآتش چو رسد ، آب شود(۲)
در تلاش سوختن ، چون کاغذ آتش زده داغهای سینه ام ، باهم بجنگ افتاده است(۳)
توان ، از دانهای سبحه ، دانست که دلها را ، بدلها هست راهی(۲)
بسته کمر کنیم ، از قبضهٔ کمان او در کشتن من تیغش ، افتاد سبک پهلو(۴)
بیماری چشمش را ، تعویذ چو بنویسند از پردهٔ چشم آرند ، خوبان ورق آهو(۵)
بعیش آباد هندستان ، غم پیری نمیباشد که مو، نتواند از شرم کمرها، شد سفید اینجا(۶)
(ص ۲۶ح)

● **تاریخ اعظمی** : محمد قلی سلیم ، در زمان شاهجهان از ولایت بهند آمده . و از خوش خیالی و معنی یابی، داد سخنوری داده . در ملازمت اسلام خان وزیر اعظم میگذرانید ، و شعرهای خوب برجسته و فکرهای دست بسته ، بر منصهٔ ظهور میرساند . ازآنجمله است . بیت :

کمتر نیم ، از قیصر و فغفور ، که من در هند سیه بختی خود ، شاه سلیم

۱- ریاض الشعراء دارد .
۲- تاریخ اعظمی و تذکرهٔ شعرای متقدمین .
۳- تذکرهٔ حسینی و تاریخ اعظمی و تذکرهٔ شعرای متقدمین و شمع انجمن دارد .
۴- تاریخ اعظمی دازد .
۵- تاریخ اعظمی و تذکرهٔ شعرای متقدمین و مجمع النفائس دارد .
۶- تذکرهٔ حسینی و تاریخ اعظمی و تذکرهٔ شعرای متقدمین دارد .

میبرد وقت ناخنک در مشت — همچو پشه فرو بسنگ انگشت
همه تن، ضعف و مضطرب از بیم — خشک و پر خوار چون عصای کلیم
هر کجا قاب خوشک راهیست — پنجهٔ او بر او دم ماهیست
جوع هر گه گلویش افشارد — زنگه با کاسه نسبتی دارد
میدود بسکه بر قفای حباب — برده گوی کلاه او را آب
افگنند نان همیشه بی پروا — خام در دیگ معده چون بغرا
میبرد سر بکاسه بسکه فرو — از سرش غلیه کشته غلیه کدو
صحن ماهیچه را غنیم بزرگ — دشمن لنگ بره همچون گرگ
بطعامی که دست رس دارد — مرغش از پنجه در قفس دارد
دایه در کودکی بدامانش — شیر دان داده جای پستانش
پی کیپا چو او روانه شود — دشمن صد هزار خانه شود
سوی پاچه چو گوش خواباند — بسگ پاچه گیر میماند

قصیده

زبسکه دست حوادث، شد از جهان کوتاه — بعدل او که، بآفاق باد ارزانی
سفینه را، سوی ساحل به پشت خویش برد — نهنگ چون کشف از ورطه‌های طوفانی
غرض ز بیت، بغیر از ظهور معنی نیست — چو معنی آمده بیرون علی ز بیت الله

تعریف خط شخصی

بروی صفحه گزارد چو کلک مشک آلوده — چو صفر، حسن خطش دل برد ز نقطهٔ خال

تعریف مو

ز بس ملایمت خار پشت پنداری — که واژگونه ببر کرده پوستین سمور
بمعنی سخنم نا رسیده نیست عجب — نهد بحرف من از خصم بی وقار انگشت(۱)
مقرر است که از بهر امتحان اول — نهند بر دم شمشیر آبدار انگشت(۱)
در بهشتم بعد مرگ از یادگوی او که کس — وقت خفتن هرچه اندیشد همان بیند بخواب
ز بس ز تیر تو پیکان دراست بر تن خصم — نشان خانهٔ زنبور میدهد جوشن

غزلیات

تا چند دیر و کعبه مخوان این فسانه را — همچون کمان حلقه یکی کن دوخانه را(۲)

۱- آتشکده و نتائج‌الافکار و شمع انجمن دارد.

۲- سرو آزاد و شمع انجمن دارد.

بتقریب رفاقت بعضی امراء به کشمیر آمد و چون طبع سلیمش مستقیم شد ، و از عالم فانی رحلت گزید ، در صفهٔ شعرای ماتقدم (۱) مدفون گردید . (ص ۱۵۲)

● **تذکرهٔ شعرای متقدمین :** محمد قلی سلیم ، در زمان شاهجهان از ولایت بهند آمده . داد خوش خیالی و معنی یابی داد . در خدمت اسلام خان وزیر اعظم میگذراند . شعرهای خوب دارد . (هشت شعر دارد ص ۴۲)

---

(۱۰) مثنوی قضا و قدر : از امیر بیگ واله

(۱۱) مثنوی قضا و قدر : از عابد (قبل ۱۱۲۱ھ)

حکیمی از خردمندان حاذق
صحیح‌القول همچون صبح صادق

(۱۲) مثنوی قضا و قدر : از ملا سعید اشرف ماژندرانی (۱۱۲۶ھ)

شنیدم روزی از روشن روانی
چوگل ، نازک خیال خرده خوابی

(۱۳) مثنوی قضا و قدر : از محمد افضل سرخوش (متوفی ۱۱۲۷ھ)

(۱۴) مثنوی قضا و قدر : از میر سید محمد جعفر روحی (متوفی ۱۱۵۴)

شنیدم روزی از آتش فروشی
چو شمع از اشک حیران خرقه پوشی

(۱۵) مثنوی قضا و قدر : از مرزا علی نقی خان نقی لاهوری

شایستهٔ ثنا است زآن یگانه
دارد همه چیز در خزانه (مطبوعه ۱۲۸۳ھ)

(۱۶) مثنوی قضا و قدر : از نکهت شیرازی (قبل ۱۱۶۷ھ)

(۱۷) مثنوی قضا و قدر : از علی شیر قانع تتوی (متوفی ۱۲۰۳ھ)

شنیدم روزی از آزاد مردی
بپای بیخودی صحرا نوردی

(۱۸) مثنوی قضا و قدر : از میر علی رضا تجلی

(اقتباس از مقدمهٔ مثنویات و قصائد قانع تتوی مرتبهٔ نگارنده)

۱ـ مقصود از مقبرةالشعراست که اکنون هیچ نشان ازو باقی نمانده‌است .

حاجت بگل ندارد ، آن گل که کج کلاه است
تا وجه می نباشد ، نتوان سوی چمن رفت
نوبهار است ، و چمن در پی ، سامان گل است
رشکسم ، ز گفتگوی تو ، خاموش میکند
نیک و بد زمانه، برون کرده ام ، ز دل
دولت تیزی که میگویند شمشیر تو بود
جوهر ذاتی ندارد ، احتیاج تربیت
درغمت ، نالهٔ مرغ چمن ، آید بیرون
از وجودم اثر ، از بسکه ضعیفی نگذاشت

درخواب حیف باشد، چشمی که خوش نگاه است
برمن نظارهٔ گل ، دیدار قرض خواه است
ابر بر روی هوا دود چراغان گل است (۱)
نامت نمی برم ، که دلم گوش میکند (۱)
آئینه هرچه دید ، فراموش میکند (۲)
برسرم آمد ، ولی بسیار زود ، از من گذشت
صورت آئینه را ، نقاش کی پرواز کرد
گر لب غنچه کشائی سخن آید بیرون
چون حبابم نفس از پیرهن آید بیرون
(۴۱۱-۴۱۲)

● **تذکره نصر آبادی** : محمد قلی ، سلیم تخلص، از طهران است ، من اعمال ری . طبعش لطیف و سلیقه اش درغایت لطافت انگیز است ، مدتی با ملا واصبا و ملا صبوحی با میرزا عبدالله وزیر لاهیجان میبود . چنانچه در آنجا تأهل بهم رسانیده پسری ازو متولد شده . مشهور است که — مثنوی در تعریف لاهیجان — گفته ، در هند که رفت ، همان مثنوی را باسم کشمیر کرد .

غرضکه روانه هند شد و در خدمت اسلام خان وزیر اعظم قرب بهمرسانیده ، در مدح او شعر بسیار گفته . اگرچه شهرتی در اخذ معنی مردم دارد ، اما معانی غریب و لطیف هم زادهٔ طبع خود دارد . چنین مسموع شد که بدخو بوده ، و لطیفه‌های بیجا بیشتر از او سر میزده . چنانچه از راه شیراز روانه هند میشد، میرزا ابوالحسن او را بخدمت امام قلی خان برد ، با اینکه تنباکو قرق بود ، خان فرمود که : از برای او قلیان آوردند . آن

۱- کلمات الشعراء و تذکره شعرای متقدمین و تذکرهٔ حسینی و نتائج الافکار دارد .
۲- ریاض الشعراء و نتائج الافکار دارد .

خواهد بهانه، درپی خون ریختن مگر　　تیغ ترا ز دیدهٔ من آب داده اند
قطع نظر ز طاعت حق سجده کرده نیست　　این طاق ابروئی که بمحراب داده اند
گلستان را سرو نوخیز قدش، آباد کرد　　فتنه را شاگردی مژگان او، استاد کرد(۱)
دور فلک، بکام حریفان دیگر است　　نوبت ما، عجب که درین آسیا رسد
کسی را در فغان و ناله چون محبوب میخواهد　　اگر خاموش میگردد چو آتش چوب میخواهد
ناخنی بایدش از برگ گل آورده بچنگ　　هرکه خواهد، ز دل مرغ چمن، خار کشد
لالهٔ هرجا که بیند داغ ما، روشن شود　　همچو چشم آشنا، کز آشنا روشن شود
بمشوق کسی، هرگز ندارم ذوق آمیزش　　به بلبل، میدهم گل را، اگر در دست من باشد
خمار همچو من در شکستن آسان نیست　　کجاست خم که ز دست سبو نمی آید
برهمن را، ز پرستیدن بت، منع مکن　　شاید، ای شیخ! که حق برطرف او، باشد
آنچه درپردهٔ گل، بود نهان، روی تو بود　　گرهٔ غنچه کشادیم درو بوی تو بود(۲)
دوستان! میروم از خود که، صبا می آید　　بگذارید، به بینم! ز کجا می آید
زناز وغمزه، درآن چشم، هرچه‌خواهی‌هست　　ولی چه سود، اسیران نگاه میخواهند
بفکر وصل تو، شد صرف حاصل عمرم　　چو مفلسی، که بسودای کیمیا افتد(۱)
نصیب من، دم آبی نشد، ز حسنت من　　چو سبزهٔ که، بجای بلند میروید
گرم آتشبازیم، چون دید در طفلی، پدر　　گفت: این بدبخت مشق عشقبازی میکند(۳)
برای شیشهٔ من، هیچکس نیست　　که از دل در بغل سنگی ندارد
بخون ما نگردد تیغ رنگین　　سلیم از ما کسی رنگی ندارد
پر شکوه مکن، خاطر آن ماه نگهدار　　آئینه بدست است ترا آه نگهدار
بیداغ برون رفتن ازین باغ، شگون نیست　　از لاله بچین برگی و همراه نگهدار
گلرخان، بینند هرگه، بر اسیر یکدگر　　آفرین گویند، بر هر زخم تیر یکدگر(۴)
(چهارده بیت دیگر دارد)

● **تذکرهٔ حسینی**: سلیم، طهرانی. شاعر مستقیم بوده. اما بعضی لطیفه بیجا نیز ازو سر میزده. چون از راه شیراز روانه هند شد، میرزا ابوالحسن

۱- نتائج الافکار دارد.
۲- مجمع النفائس و نتائج الافکار دارد.
۳- مجمع النفائس و مرأة آفتاب نما دارد.
۴- مجمع النفائس دارد.

و در سنه سبعین و مأته و الف شاه درانی لوای عزیمت بجانب کابل افراخت . (۱۱۴-۱۱۶)

● **نگارستان کشمیر** : راجه سکه جیون لال (از ۱۱٦۷ھ تا ۱۱۷۵ھ) هشت سال یک ماه بیست و هفت روز بحکومت کشمیر فائز بود . این تاریخ است :

در هزار و یکصد و هفتاد و پنج گشت سکه جیون تبه با مال و گنج
(ص ۲۲۳)

● **صوفی** : سکهه جیون لال بعد از کور شدن پیش احمد شاه درانی آورده شد و بحکم او کشته شد . دو سه ماه قبل از این واقعه ، سکهه جیون لال ، که طبیعت موزون داشت ، اشعار ذیل را سروده بود که دلیل است بر احساسات وی :

چشم از وضع جهان ، پوشیده به سر بسر احوال آن، نادیده به
هر که چون من ، داشت جا ، بر فرق گل عاقبت در خاک و خون غلطیده به
چند روزی خود تماشا کرده ام زین چمن گلهای عبرت چیده به
گر دهی شیرش ، دهد زهرت عوض زین ، سیه مار جهان ، ترسیده به
باز اگر ، چشم جهان بینم ، دهند چون گدایان در بدر گردیده به
هر چند گفتم : نفس دنی را باید نکردن ! نا کردنی را
این نفس سرکش ، نشنید از من تا دید آخر ، نادیدنی را

بعد از کشته شدن سکهه جیون لال ، نورالدین خان مصلح‌الدوله بامیزی استاندار کشمیر شد (۱) . (۱ : ۳۰۹-۳۱۳)

۱- رک : تذکرهٔ شعرای کشمیر تحت شایق شمارهٔ ۱۳۸ و در تعلیقات تحت همین شماره .

چنانچه درآن جا تأهل کرده و ازو پسری شده . ازآن جا بهند آمده . مثنوی که در تعریف کشمیر گفته، بعضی گویند در وصف لاهیجان گفته بود و آخر بنام کشمیر کرد . غرض که تا آخر عمر در خدمت اسلام خان وزیر اعظم هندوستان بوده . و در مدح او شعر بسیار گفته و صلات گران مند یافته . نصرآبادی گوید : اگرچه در اخذ معانی مردم شهرتی دارد، اما معانی غریب لطیف هم زادهٔ طبع دارد . فقیر آرزو گوید : که این نسبت یعنی سرقه از جهت تلاش معانی تازه و مضامین غریب است ، و تنها این بیچاره بدین مبتلا نیست . بسا کس بدین بلا گرفتار شده اند . گواه عدم سرقه او پیدا کردن ، معانی و مضامین نو است . زیرا که هر کس این قدر داشته باشد که چشم بر مضمون دیگران هرگز ندوزد . چه بستن معنی گذشتگان از عالم خوردن میته است ، که مکروه طبع و شرع اهل غیرت است . و طرفه تر آنکه محمد قلی سلیم تهمت سرقهٔ مضامین خود بر میرزا صائب بسته ، و حالانکه طغرائی مشهدی در حق سلیم گفته : کهنه دزد شاعران یعنی سلیم ! آری هر کرا تلاش بوی معنی و تازگی مضمون است، از جهت اتفاق طبائع توارد بسیار واقع شود . درین صورت کم فرصتان بیدرد نسبت دزدی و اخذ کنند".

بهر حال، سلیم گویند بسیار بدخو بود و لطیفه های بیجا ازو سر بر میزد و چنانچه ایامی که از راه شیراز عازم هند بود ، و در شیراز عزیزی او را بخدمت امام قلی خان برد ، با آنکه تنباکو قرق بود ، خان فرمود که برای سلیم غلیان آورند . اتفاقاً غلیان چی بزرگ جثه بود سلیم گفت :

در خانه نگنجد ای مانند همه چیز   چون خان قوی جثه و مرطوب بود

ازین حرف آزرده شد ، دیگر توجهی باو نکرد . و باوجود آن ،

سکهجیون صوبه دار کشمیر معین کرد.

سکه جیون از قوم کهتری باشندهٔ کابل است، در ابتدا متصدی اشرف‌الوزرا شاه ولی خان وزیر درانی بود. یکمرتبه شاه درانی اورا برای وصول زر از کابل نزد معین‌الملک (میر منو حاکم لاهور) فرستاده بود. چون شاه در سنهٔ سبع و ستین و مائة و الف (۱۱۶۷ھ) عبدالله خان ایشک آقاسی را، از کابل برای تسخیر کشمیر روانه کرد، و او کشمیر را از صوبه دار جانب عالمگیر ثانی انتزاع نموده و عبدالله خان عرف خواجهٔ ایشک را با فوجی از افاغنه نائب گذاشت، دیوانی را به سکهجیون مقرر کرد و خود برگشت.

بعد چندی، سکهجیون سردار افاغنه را کشت و خواجهٔ ایشک را اول قید کرد پس از کشمیر بر آورد، و از عالمگیر ثانی بوساطت عمادالملک وزیر، قدری زر فرستاده فرمان صوبه داری بنام خود طلبید، و خطبه و سکه بنام عالمگیر ثانی کرد، و تمام صوبه را خالصه و چه جاگیرات منصبداران ضبط نمود.

مشارٌالیه جوان خوشروی متصف باوصاف شایستهٔ قریب الاسلام بود. جمیع مزارات بزرگان و باغات کشمیر را ترمیم نمود: و هر روز بعد فراغ از دیوانی، دو صد کس مسلمین را روبروی خود الوان و اطعمه میخوراند. و در هر ماهی دوازدهم و یازدهم، طعام نیاز پخته بمردم تقسیم مینمود. وارد و صادر را، چه درویش و چه غیر آن، در خور حال هرکس مراعاتی میکرد.

و در هر هفته یکبار مشاعره مقرر کرده بود. جمیع شعراء کشمیر حاضر میشدند و در آخر مجلس شیلانی میکشیدند. و پنج کس از شعرایِ نامی را که — باهریکی از ینها ده ده کس از مستعدان کمکی معین کرده بود — امر فرمود که تاریخ کشمیر از ابتدای آبادی تا زمان او تحریر نمایند.

مارا، بمدعای غمت، آفریده اند
عشق ترا، چو جامهٔ فرسوده ایم ما

از گفتگوی ناصح بیگانه، سود نیست
پند پدر بعشق چو نشنوده ایم ما

اشاره است که از باده سیر نتوان شد
وگر نه مست کجا، رغبت کباب کجا

بخت چون برگشت در دفع کلاه سروری
تبت واژون شود نقش نگین، جمشید را

اثر نبود ز مجنون، که دشت پیمائی
چو کرد یاد بمن شد حواله در صحرا

خوشم که، کرد بمستی زمانه، مشهورم
نیم غلام که خوانند هوشیار مرا

در دیده، ندارم دگر ای عهد شکن آب
تا چند بمالم، تو زنی آتش و من آب

سلیم! چیز دگر جای می نمیگیرد
بخاک برد غم گنج آرزوی شراب

دربدر افتادهٔ رزق پریشانی، سلیم
از در مسجد طلب نان، از در میخانه آب

گروهی نیستند ابنای عالم
که بگذارند یوسف را بیعقوب

از سر کوی تو، چون آید صبا، پیدا شود
همچو برگ گل مرا، در پردهٔ دل اضطراب

پس از مردن، مگر افتد گذار او، بخاک من
مرا صدمصلحت درمرگ، همچون خواب صیاد است

سلیم! اشکم نوید وصل او، داد
که طفلان هرچه میگویند فالست

راز عالم را بپایان کس نبرد
گوش ما بر آخر افسانه است

در محبت مهر خاموشی، سلیم!
بر لب من، قفل آتش خانه است

از خم زلفش، دلم با آه و فغان، بازگشت
مدتی در هند بود، آخر پریشان باز گشت

نیست آزادی نصیب من، که هرجا میروم
بند و زنجیرم، چو فیل مست، همراه منست

چگونه، در صف مردان عشق، پای نهی
که جان، عزیز ترا چون، چراغ بیوه زنست

پیش زاهد، توبه کردم از شراب
ساده لوحی بین که باور کرده است

لیل هر چند آن قدر نیست
مجنون ز برای او، هلاکست

عشق را آغاز و انجامی، نمیباشد، سلیم!
روز آخر، یار ما با ما، چو روز اول است

نزدیک تو فرشته نگردد، بزیر خاک
می آید از دهان تو، بوی پیاز خبث

چه دست بر کمرش بردن و چه خمیازه
که چون میان دو مصرع میان ندارد هیچ

آئینه بکف گیر، که از رشک بمیریم
در کشتن ما، حاجت شمشیر نباشد

افسوس جوانی که خرد هر که ستوری
پرسد، ز فروشنده، که این پیر نباشد

در تمام عمر زاهد، روزه نتوان داشتن
روزی خود را، چرا باید باین امساک خورد

جرعهٔ گفتم مگر صوفی ازان خواهد کشید
از کفم پیمانه را کافر گرفت و پاک خورد

محتسب، چون بدر میکده آید، گوید:
پیر میخانه که خوش باشد اگر جا باشد

شیخ حیف است، که در حلقهٔ مستان آید
بگذارید که، در صومعه، تنها باشد

آفتابی تو و عالم بوجود تو خوشست
حیف باشد که نباشی تو و دنیا باشد

ز چیست این همه تعجیل عمر حیرانم
که تند و تلخ چو دور پیاله میگذرد

سواره آن مه زرین رکاب، می آید بچهره ، رشک هزار آفتاب می آید
بآب تیغ تو ، دل میکشد ز آب حیات چو تشنه کو سوی آب از سراب می آید
کند عرق رخت ای نازنین ز تاب نگاه بدور حسن تو از آتش آب می آید
تو مست حسنی و من مست عشق، چیست عجب چنین دو مستی، کی از شراب می آید
ای گلشن جمال ترا صد بهار گل یک گل ز حسن نو نشگفت از هزار گل
مژگان چو سایه ، بر گل روی تو افگند ترسم شود فگار چو از نوک خار گل
گر بگذری ، ز روی نوازش ، بگلستان بلبل کند براه تو ، ای گل ! نثار گل
ز تاب عشق، هر گه پیش او بیتاب میگردم گهی از شرم آتش میشوم، گه آب میگردم
بروی چون رزم هر گاه خندد دستان من بگردش مضطرب چون قطرهٔ سیماب میگردم
ز شوق دیدنش، از پای تا سر دیده‌ام، لیکن نه از بیداریم آگه نه گرد خواب میگردم
نسیمی گر وزد، بر تار زلف عنبر افشانش چو زلف مشکبویش گرم پیچ و تاب میگردم
دارم اندر غنچهٔ دل از خیالت ، گلشنی همچو گل، پوشیده ام از خون دل، پیراهنی
تیر مژگان بسکه زد چشمت ز مستی بر دلم سینه ای دارم که هر داغش بود پرویزنی
(مجموعه مقالات ص ۲۴۲-۲۵۱)

● **مقابلهٔ عالمگیر با فیل و سعیدای گیلانی** : داستان این مقابلهٔ شاهزاده عالمگیر با فیل سدهکر ، در بادشاه نامه (۱ : ۱ : ۴۹۳) و در عمل صالح (لاهور ۱ : ۴۲۸) مرقوم است .

در عمل صالح است که : بعد از فتح یافتن بر فیل ، جشن وزن قمری آن فرخنده اختر برج اقبال (عالمگیر) که روز بیست و یکم خورداد مطابق روز جمعه دوم ذی حجة سال هزار چهل و دو (۱۰۴۲هـ) روداد .... درین خجستهٔ روز عشرت آموز بزم خاص انعقاد یافته ، رسم طرب عام شده بود . سایر معنی طرازان پارسی زبان از نثار و نظام، و همچنین جمیع سخنوران این کشور، قلاید قصاید غرا و مثنویات و عقود داستانهای منظومه و مرسلات رسائل منثوره ، در سلک نظم کشیده تا روز نشور زینت اعناق و صدور ابنای روزگار ساختند . . . . . . از جملهٔ شعراء سعیدای گیلانی مخاطب به بیبدل خان ـ که در فنون استعداد خاصه و در فن شاعری از کل

دماغ آشفته، ببیارند در کنعان شوق، اما نسیم پیرهن میگردد و یعقوب میخواهد(۱)
ز بس در هر دیاری، یار دور افتادهٔ دارم بهرسو، میرود مرغی، ز من مکتوب میخواهد
سلیم! آن بیوفا آخر وفا بر وعده خواهد کرد ولیکن عمر نوح و طاقت ایوب میخواهد
از بتان هند بر تحقیق ره بردم، سلیم! این سیاهان، سرمه در چشم خدا بین کرده اند
چنین کز روی بیمهری و بی پروائی بدخو توحالم را نمیدانی، خدا داند! چه خواهد شد
از شراب کهنه شد، آخر علاج درد ما حکمت خم، گر نمیشد، کار افلاطون نبود
هلاک مشرب صیاد، دام بر دوشم که جای گل ز چمن بلبل انتخاب کند
در آفتاب، مرا سوخت انتظار کسی که شب بسایهٔ گل سیر ماهتاب کند
از ناله در خمار بتنگ آمدم کجاست یکسرمه دان شراب که بیهوش آورد
بر یاد ما پیاله بنوشید همدمان اما نه آن قدر که، فراموشی آورد
جلوه‌گر گشت دختر رز باز کهنهٔ، با صفای نو، آمد
صاف سرچشمهٔ حیوان، تهی از دردی نیست خضر کوتاهی یک دست سبویم بیند
آنکه منعم کند از بادهٔ، گلگون، دائم نتواند ز حسد رنگ برویم بیند
خندهٔ مستانهٔ حد کیست در باغ جهان محتسب اینجا دهان پشته را بو میکند
بوصل نسیه، جان دادن، صلاح سینه ریشان است که از سودای نقدا نقد، بوی مشک می آید
روزگارم قدر نشناسد ز نادانی، که طفل گنجنامه گر بیابد، کاغذ بادش کند
هر نفس، در صحبت احباب، عید دیگر است موج هردم زآن بغل‌گیری بدریا میکند
ما اسیران محبت، وارث یکدیگریم با فلک دعوای خون کوهکن، خواهیم کرد
جهان سفله، اگر داد جرعهٔ آبی همان نفس چو می آن را بروی ما آورد
آنکه، هردم بسر خرمن ما، میتازد کاش! از برق بپرسد که: چه حاصل دارد
عنقا که، بمن بر سر دعویست، بپرسید روزی که من آواره شدم، او بکجا بود!
هر مرغ، که از دام خود، آزاد نمودم معلوم شد آخر که همان، مرغ هما بود
عیش این گلشن بپرس ازگل، که تعجیل خزان فرصت یک آب خوردن در گلستانش نداد
سنگ بر شیشهٔ ما، چند زنی عیبی نیست گر بپرسیم که این را چه ادا میگویند
عاشقان، یک دو قدم رفتن و برگشتن را در ره کوی تو خمیازهٔ پا میگویند
میروی مست تغافل، ز سر خاک سلیم! خاکساران تو، ای شوخ! دعا میگویند
در آستان، قیصر و خاقان، کسی نماند غوغای خلق، از در میخانه کم نشد
رفت ایامی، کز آسائش نصیبی داشتم صرف داغ عشق شد، گر پنبهٔ در گوش بود
صحبت امشب، من ندانم در گلستان چون گذشت باغبان در خواب و بلبل مست و گل بیهوش بود

۱- آتشکده و شمع انجمن دارد.

ازآن مصراع بر می آید (۱۰۴۲ه) است . و ثبت کردن همین تاریخ ــ که تاریخ جلوس شاهجهان بر تخت طاؤس است ــ مقصد اصلی قصیده بوده . فقط بمناسب آن که ، شاهجهان در (سنه ۱۰۴۳ه) از کشمیر برای جلوس بر تخت طاؤس به آگره عزیمت کرده، سعیدای گیلانی یک مصرع درخشان گفته :

هزار بود و چهل سه بسال از هجرت

۱۰۴۳ه

که تاریخش چه عبارت و چه بحساب ابجد (سنه ۱۰۴۳) میباشد . خلاصه چهار نوع سنوات مختلفه در مصراع این قصیده مضمر است .

تاریخ ولادت شاهجهان . . . (سنه ۱۰۰۰) ۲۴ مصراع ابتدائی
تاریخ جلوس شاهجهان . . . (سنه ۱۰۳۷) ۶۴ مصراع متعاقبه
تاریخ مراجعت شاهجهان از کشمیر. . . (سنه ۱۰۴۳) ۱ مصراع
تاریخ جلوس شاهجهان برتخت طاؤس. . . (سنه ۱۰۴۲) ۱۷۹ مصراع باقی

خلاصه اینکه آن نوزده بیت که ، بزحمت بسیار بتصحیح آنها موفق شدم ، تصحیح بعضی از الفاظ بر اختلافات قرات مبنی است ، و تصحیح چهار اغلاط که عبارت از ــ ابرش بجای ابرشی ــ ز می بجای زمین ــ عنان تاب زود شد ــ بجای ــ عنان تاب زد و شد ــ و حذف یک واو بدیهی است و فقط تصحیح پنج مصرع که روی آنها نمره گذاشته ام حدسی است :

خدای واحد بیچون جهان نموده عیان ۱۰۰۰ — برای شاه جهان بادشاه کل جهان ۱۰۰۰
بداد و جود و باحسان شهنشه آفاق ۱۰۰۰ — علیم و عالی و دانا نواز و ملک ستان ۱۰۰۰
هزار ساله بماناد شه که هردم ازو ۱۰۰۰ — بود بدور جهان صد هزار جان شادان ۱۰۰۰
بمدح شاه جهان طبع این دوازده بیت ۱۰۰۰ — ز قسمت ازل آورد از دلم بزبان ۱۰۰۰.

نیست رسوای جهان، مانند ما زاهد، سلیم   آتش سنگش خدا مارا شمیم گل نمود
تبسم چون کند آغاز، جان بخشد جهانی را   ز تمکین، گرچه همچون صبح محشر، دیر میخندد
فغان که، هر که قدم در حریم عشق نهاد   چو شمع، زلد برون ز انجمن، نمی آید
چو طفل گریهٔ ما شرح درد پنهان است   سخن مپرس که، از ما سخن نمی آید
بسکه رسوائیم، آورده قیامت، بسرش   چون بری نام مرا، خاک وطن میلرزد
دوید سوی خیابان، بدیدنش گلها   چو کوچهٔ که ازو، پادشاه میگذرد
ز باد صبح، محیط کرم بجوش آمد   پیاله گیر که، وقت گناه میگذرد
بهار رفت و دل از ابر کامیاب نشد   پیالهٔ نگرفتم، که آفتاب نشد
ساقیان دختر پیری که بجا مانده ز تاک   خوب کردند که بر گردن مینا بستند
ایمن بود ز مندرسی جوهر سخن   مضمون تازه کهنه چو دعوی نمیشود
عیسی، اراده داشت که، اصلاح آن کند   خندید زخم تیغ تو، یعنی نمیشود
نزول حادثه است، این خرابه نیست عجب   اگر بخانهٔ ما آسمان فرود آید
چو سوی صیدگاه آید ز ذوق و غزالان را   صدای خندهٔ زخم از شریک تیر می آید
ز بس لبریز دردم، گر کسی دستی زند برمن   همه اعضای من، در ناله چون زنجیر می آید
هر کجا، زمزمهٔ مرغ سحر خیزی، ساخت   نیک چون گوش نهادیم، دعاگوی تو بود
ابر از سایه دران دام جنون افگنده است   کز ز من میشنوی سوی گلستان مگذر
کی تأسف، سود دارد، کار چون از دست رفت   رخصتی در قتلم، اول از پشیمانی بگیر
چه چاره، کلفت ایام را، بغیر از صبر   همیشه روز بشب، همچو روزه داران بر
روزی که من، بسلسلهٔ زلفش آمدم   بیعت نکرده بود، بدستش حنا هنوز
کشتی شکست، و از سر من، آب هم گذشت   بر سر هزار منتم از ناخدا هنوز
بر در هرکس، درین معموره رفتم، بسته بود   ای خوشا ویرانه و از هرطرف درهای باز
مگذار می ز باطن اهل صفا بترس   فصل بهار، توبه مکن از خدا بترس
راه شوقست، بسپردم افسوس   خجل از پای خودم، چون طاؤس
شب بساقی، نگهی داشتم از عجز، سلیم!   مدعای توبده بود ندانم ما بس
بادهٔ ناب، چه خاصیت خاصی دارد   که حلال تو شد ای شیخ و حرام همه کس

و بگمان فقیر آرزو، بجای، خاصیت خاص، کیفیت خاص مناسب است. اگرچه در واقع مصداق حکم میاید فتأمل :

ز اشک و آه، خرابست حال من که مرا   برون خانه بود آب و اندرون آتش
بگذار، هرچه هست، بجز ساغر شراب   واقف ز جام باش چو جم، از نگین مباش
بر مستی صوفی نگرد جوش و خروشش   در رقص، روا همچو علم، بر سر دوشش

رساند گر فلک خود را بپایش
دهد خورشید و مه را رونمایش
سر افرازی که سر بر پایه اش سود
ز گردون پایهٔ از تخت افزود
خراج بحر و کان پیرایهٔ او
پناه عرش و کرسی سایهٔ او
ز انواع جواهر گشته الوان
چراغ عالمی پروانهٔ آن
در اطرافش بود گلهای مینا
فروزان، چون چراغ از طور سینا
چو میکرد از فرازش کوتهی دست
نگین خویش جم بر پایه اش بست
شب تا از فروز لعل و گوهر
تواند صد فلک را داد اختر
دهد شاه جهان را بوسه بر پای
ازآن شد پایهٔ قدرش فلک سای
کند شاه جهان بخش جوان بخت
خراج عالمی را خرج یک تخت
خداوندی که، عرش و کرسی افراخت
تواند قدرتش تختی چنین ساخت
اثر باقیست، تا کون و مکان را
بود بر تخت جا ، شاه جهان را
چو تاریخش زبان پرسید از دل
بگفت : اورنگ شاهنشاه عادل

ھ ۱۰۴۴

ابو طالب کلیم چون قصیدهٔ رنگین در وصف تخت طاوس بعرض اقدس رسانید ، بحکم شاهنشاه دانش پرور به زر سنجیده آمد ، و بانعام مبلغ همسنگ ، که پنج هزار و پانصد روپیه بود ، کامیاب شد . (۱)

خجسته مقدم نوروز و غرهٔ شوال
فشانده اند، چه گلهای عیش، بر مه و سال
ببزم عیش، دو جام است در کف ساقی
ضرورت است بل این دو عید را دو هلال
بچشم مردم دارالخلافه ، عید نویست
غبار موکب شاه جهان جهان جلال
شرف پزیرد نوروز در چنین عیدی
که پادشاه نشیند به تخت استقلال
بوصف تخت مرصع، گهرفشان گشتم
خدا نصیب کند عمر نوح و طول مقال
هزار سیلان یاقوت و صد بدخشان لعل
برو نهای گرفت است تا نموده جمال
فتاده پرتو یاقوت و لعل بر الماس
چنانکه، عکس چراغان فتد، در آب زلال
زمرد کهنش، تازه تر ز سبزهٔ نو
که اجتماع نقیضین را شمرده محال
طلای تخت شدی آب ز آتش یاقوت
اگر نه قطره فشان میشدی ز لال لآل
بها ندارد و دیگر، هر آنچه خواهی، هست
ز شان وشوکت و فرو شکوه و حسن وجمال

هم چنین در وصف قصیده ذیل بیبدل، بیبدل خان، میتوان گفت که تخت طاؤس منظوم است، بقلم صانع تخت طاوس . تاریخ معاصر صالح کنبوه که

۱- پادشاه نامه ۱ : ۲ : ۸۳-۸۴

زاهد چه کند، گر نکند روی بمستی　　از میکده، کرده است برون باده فروشش

کردیم ترک، این چمن را از دست باغبان　　ای عندلیب! بشنو و ای گل! گواه باش

گر به بینی عارفی زاهد، بگوی می فروش　　بی سبب منعش مکن، شاید که کاری باشدش

همچو شاخ گل، طبیب هر دماغ آشفته شو　　هوشمندان را گل و دیوانگان را چوب باش

شد دماغم، از می گلگون، دکان می فروش　　باغبان کو، تا زنم گلهایٔ او را بر سرش

چمن دوستی آن گونه نزاکت خیز است　　که غبار دل احباب بود دیوارش

بنوبهار رخ او، اگر نه بیمار است　　در آفتاب چرا، خفته است آهویش

قبول راهزن عشق نیست، مایهٔ ما　　کنیم چیز دگر، از که در بیابان قرض

که گفته است: گدایان عشق محتاج اند　　غلط رسیده بخدام پادشاه غلط

همچو آن منعم، که او از بر سر زر مینهد　　در محبت میگذارم داغ بر بالای داغ

بر سر هرکس، گلی دیدم، در ایام بهار　　در سر شوریدهٔ من، تازه شد سودای داغ

کردند بحث شیخ و برهمن، به پیش عشق　　دعوای این خلاف شد و حرف آن دروغ

شعرم بموشگافیٔ ادراک مدعی　　خندد چو نو عروس، بداماد بیوقوف

بهار شد، که ز میخانه باده نوشان را　　بسوی باغ برد، چون تذرو جام ازکف

همه شب تا بصبح، ای زاهد!　　میکشی جام می، زهی توفیق!

عشق را شرط نیست، رعنائی　　همچو مصحف بخط نستعلیق

چیست دانی، جوانی و پیری　　اول نیک و آخر تریاک

عمرم همه، در خیال او رفت　　چون آب روان بسایهٔ گل

سلیم! او را چو استغنا بلند است　　تو هم او را چو میبینی تغافل

گشت پرآشوب دوران، مصلحت در مرگ بود　　فتنه شد در انجمن، خود را بخواب انداختم

چون شیشه روی صحبت احباب، با منست　　هر جا دوکس نشسته، من آنجا، نشسته ام

جام می درکف، زکوئی او، جدائی میکنم　　بر سر خود خاک با دست حنائی میکنم

دانم آزرده جدا میشوی از من، باری　　بنشین، یک دو سه حرفی بتو، دیگر دارم

نیست مقراض بدستم، ز برای مکتوب　　بکف این راز پی بال کبوتر دارم

غریبی آن چنان دارد، مهیا برگ عیشم را　　که می افتم بروی گل اگر از آشیان افتم

ز مهد، نقل مکان کرده ام، بخانهٔ زین　　زمانه کرد چو یوسف بزرگ در سفرم

غم زمانه خورم، تا بچند پنداری　　که این خرابه بمیراث مانده از پدرم

ز عشق، بسکه پریشانم اهل عالم را　　تمام موعظه همچون حدیث دامانم

گهی باوصل و گهی با حسرت دیدار، میسازم　　چو آئینه بهر صورت، که افتد کار میسازم

کار من، باریک و من باریکتر، ازکار خود　　عشق، از ین معنی، چو سوزن من چو آب سوزنم

شد بهار و چو سبزه صحرا را　　کوه تا کوه میرسد بنگم

لک (یعنی یک ملیون چهار صد هزار روپیه) هست، تحویل سعیدای گیلانی نمودند، تا تختی بطول سه گز و ربعی و عرض دو گز و نیم و اِرتفاع پنج گز بسازد. و بجواهر مذکوره ترصیع نماید. و مقرر شد که سقف آن را از درون بیشتر میناکار و لختی مرصع و از بیرون بلعل و یاقوت و جزء آن مرصع مفرق ساخته، بزمردین اساطین دوازده گانه افرازد. و بالای آن دو پیکر طاوس مکلل بزواهر جواهر و درمیان هر دو طاوس درختی مرصع بلعل و الماس و زمرد و مروارید تعبیه کند. و برای عروج سه پایه نردبان مرصع بجواهر آبدار ترتیب دهد — (۱) در مدت هفت سال، این تخت (۲) بمبلغ یک کرور روپیه، یعنی

۱- پادشاه نامه ۱:۲:۸۰-۸۱ شاید این تلخیص است زیراکه عبارت پادشاه نامه به این عبارت هیچ مناسبتی ندارد. نیز رک: تحت قرنیه. (حسام الدین)

۲- در لغت نامهٔ دهخدا شمارهٔ مسلسل ۳۲ صفحه ۹۹ مسطور است:

در بالای تالار موزهٔ کاخ گلستان دو تخت مرصع درکنار هم گذاشته اند. بزرگترین این تختها — تخت طاؤس — نام دارد، که در زمان فتح علی شاه ساخته شده.

میگویند: فتح علی شاه زنی اصفهانی بنام — طاوس — داشت که اورا بیش از دیگر زنان خویش دوست میداشت. و هنگامیکه خواست، او را بعقد خود در آورد، دستور داد این تخت را بسازند، تا مراسم عقد در روی آن انجام گیرد.

سمت چپ این تخت بزرگ، تخت دوپلهٔ دیگری قرار دارد که، آنرا نیز — تخت طاؤس — مینامند. این تخت را نادرشاه از سفر هندوستان آورده است و به — تخت طاؤس نادری — معروف است. از حیث ارزش داشتن جواهرات گرانبها، بر — تخت طاؤس — که فتح علی شاه ساخته، برتری دارد.

درین تخت (۲۶۰۲) قطعهٔ الماس و (۲۶۴۲) قطعهٔ زمرد بکار رفته است. و این تخت دومی همانست که سعیدای گیلانی آنرا ساخته است. محتمل است بعداً در وضع و شکل آن تغیراتی داده شده. (چهل مقالهٔ نخجوانی ۲۸۲)

گدائی را بگدائی دگر، شدن محتاج
ظرف هرکس، بر نتابد ساغر عشق ترا
مثال ماست، که میگفت کودک گریان
نهفته آتشی، از عشق در جگر دارم
ز دست هرکه، دم آب خورده ام، چون تیغ
مرا هرکسی، کی تواند، خریدن
سلیم، از عصا و قد خم گرفته
در راه او، بعمر نداریم احتیاج
هست میدانم، درین وادی، گذاری خضر را
اگر زبان خموشان این چمن، فهمی
ترک من، کز بزم می، گلرنگ می آید برون
گر ز دامان تو، دست آرزو، کوته کنند
بحیرتم که، دلم زنده چون کباب شده است
ز ذوق نامه، ای قاصد! چو میرم
بمردم عرض جمعیت کن از ایشان دگر بستان
آن روی از کجا و تو ای آئینه بیا
آخر کار محبت، جان بحسرت دادن است
طرفه حالیست که، دیگر نکند رو بقفا
در قضای رهروان، فریاد کردن شرط نیست
صیقل دل، صحبت آزادگان باشد، سلیم
خواهی اگر، گزند نه بینی، ز روزگار
بی ترک سر، چو عشق میسر نمیشود
هرگاه، برهمن بخدا، روی آورد
ز دست ساقی، تاکی پیاله نوشیدن
ماند بسبحه بسکه پی وعدهٔ وصال
ندارم، اختیار گریه، امشب
میتوان گفتش غزال شیر گیر
تمام حیرتم، از عذر بیوفای او
دل، چو میرفت سوی زلف، شدش جان، همراه
اولین کام، بره ماند، چو میل فرسنگ
رخصتش ده، تا بر آید کیقباد، ای پیر دیر.

چه حکمتست! فدای تو، ای حکیم! شوم
این قدح، دارد زما دریا کشان، چون طاس نام
بمادرش که: بگو من چه چیز میخواهم
ازآن چو لاله وگل آب در شراب کنم
تمام عمر نمیگردد آن فراموشم
سری دارم، اما! گران میفروشم
باطفال تیر و کمان میفروشم
شاطر چه میکنیم که ما، خود پیاده ایم
نقش پای هرکجا بینم، زیارت میکنم
بود تبسم هر غنچه، یک کتاب سخن
همچو شمشیر، از برای جنگ می آید برون
چون چراغ کشته، نتوان دید روی کشتگان
اگر غلط نکنم طائر بهشت است این
بخوان، بر خاک من آن را، چو قرآن
مقام خانه است آفاق، زر بنما و زر بستان
ما دم نمیز نیم، تو خود امتیاز کن
میتراشد کوهکن، سنگ مزار خویشتن
هرکه، چون آب روان، زین چمن آید بیرون
در بیابان جنون، ای خضر! آوازم مکن
جز بچوب بید چون آئینه پردازم مکن
درویش! هرچه هست ترا، نذر شاه کن
کنجی نشین و مشورهٔ با کلاه کن
بت گوید از عتاب، که بر من نگاه کن
خوشست، گل ز گلستان بدست خود، چیدن
خوبان گره زدند به بند قبای تو
بدر میگویم ای دیوار، بشنو
خون شیران میخورد آهوی او
چو کودکی، که کند در قفای لنگ، نگاه
بره هند، شدند این دو پریشان، همراه
گرد بادی، که مرا شد به بیابان، همراه
این قدر کس را کسی، بر در نمیدارد نگاه

پادشاه است که اطلاعات از یک نفر شاعر میدهد .

در (سنه ۱۰۳۷هجری) شهزاده خرم ملقب بشاهجهان بپادشاهی رسید و از وقایع عهد آن پادشاه یکی وفات ممتاز محل است در (سنه ۱۰۴۰ه) . چنانکه از مادهٔ تاریخ سعیدا بر می آید :

زین جهان رفت ، چو ممتاز محل — در جنت ، برخش ، حور کشاد
بهر تاریخ ملائک گفتند : — جای ممتاز محل جنت باد
۱۰۴۰ه

و دیگری ثبات ورزیدن اورنگزیب است در سن ۱۴ سالگی در مقابل حملهٔ فیل در (سنه ۱۰۴۲ه) . چون پادشاه نامهٔ عبدالحمید لاهوری صریحاً میگوید :

سعیدای گیلانی مخاطب به بیبدل خان این ماجرای مرد آزما در سلک نظم کشیده بعرض مقدس رسانید ، بامر خاقانی به زر سنجیده آمد و مبلغ همسنگش — که پنج هزار روپیه بود — باو انعام شد . (۱)

و چون زحمت مفت کشیده ، ابو طالب کلیم ملک الشعرای شاهجهان و حاجی جان محمد قدسی نیز واقعهٔ مزبور را بطور ذیل منظوم ساخته اند :

از کلیم

ز مردم من این نقل نشنیده ام — من از دل شنیدم ، دل از دیده ام
فتادند فیلان جنگی بهم — پی جنگ ، خرطومها شد بلند
دوید از قضا، زآن دو فیل مهیب — یکی سوی شهزاده اورنگزیب
بمردی ز جا یکسر مو نشد — ز راه چنین سیل ، یکسو نشد
چو در اسپ سامان جولان ندید — چو شهبازی از خانهٔ زین پرید
همان دم که بر خاک، پا را فشرد — روان دست جرأت بشمشیر برد
درین سن اگر بودی افرا سیاب — همی گشتی از دیدن فیل آب

۱- پادشاه نامه ۱ : ۱ : ۲۹۳ .

● **سرو آزاد** : سلیم ، میرزا محمد قلی طرشتی از طبقهٔ اتراک و نکته سنجان بلند ادراک است . صاحب طبع سلیم و ذهن مستقیم . در سلاست عبارات ممتاز و در نزاکت خیالات بی انباز . ابتداء حال با میرزا عبدالله وزیر لاهیجان بسر میبرد . و بمزید مصاحبت امتیاز داشت . در آن ایام مثنوی رنگینی در تعریف لاهیجان انشاءکرد .

آخرالامر در عهد شاهجهانی سری بهند کشید و مثنوی مسطور را تغیر داده بنام کشمیر ساخت . ازآن است در صعوبت راه کشمیر :

چنان معلوم می گردد ، که این راه	ره موران بود ، بر خرمن ماه
ز بس رهرو، درو سنگین خر آمد	ز پایش رشته پنداری بر آمد
همانا کافر است این کوه خونخوار	که دارد بر کمر زین راه زنار
مغلطان سنگ ، ازو تا میتوانی	که باشد بد بلای آسمانی
بسامان رفتن این راه ، زشت است	مجرد شو که ، این راه بهشت است

بعد ورود هندوستان ندیم میر عبدالسلام مشهدی شد . و در مدح او قصائد بلند پرداخت . میر عبدالسلام از عمدهٔ امراء شاهجهانی است . درعهد شاهزادگی بمنصب شایسته و خطاب اختصاص خان اختصاص داشت . و بعد سریر آرائی سلطنت، اول بخشی دوم شد ، پس ازآن ناظم گجرات و عقب آن ناظم بنگاله . سپس بخطاب اسلام خان ، و والا پایه وزارت مباهی گشت . و چون نوبت وزارت به سعدالله خان رسید ، پادشاه اسلام خان را بایالت ممالک دکن سرفراز فرمود . وهم درآن زمان حکومت دکن سنه سبع وخمسین و الف (۱۰۵۷ھ) جهان فانی را وداع نمود . مقبرهٔ او در سواد اورنگ‌آباد معروف است . عمارتی دلنشین دارد .

محمد قلی سلیم در رکاب اسلام خان بسر میبرد . و در سالی که اسلام خان فوت کرد ــ یعنی سنه سبع و خمسین و الف (۱۰۵۷ھ)ــ او هم در کشمیر رخت

استعمال کلمه‌های ــ خرم ــ و ــ نور ــ در ابیات مزبور، از روی جناس گوئی است. چه اسم شاهجهان، شهزاده خرم و اسم جهانگیر، نورالدین بوده است. پس چه عجب که سعیدا را به زر سنجیدند.

اما زر اینجا بمعنی نقره است نه طلا. چه کلمۂ که درآن عهد برای طلا بکار میبردند زَر سرخ بود، و علاوه بر این از عبارات ذیل پادشاه نامۂ عبدالحمید لاهوری ــ که معتبر ترین تاریخ عهد شاهجهان است:

۱ـ سعیدای گیلانی به زر سنجیده‌آمد و مبلغ همسنگش، که پنج هزار روپیه بود، باو انعام شد. (۱)

۲ـ طالب کلیم به زر سنجیده آمده بانعام مبلغ همسنگش، که پنج هزار و پانصد روپیه بود، کامیاب گشته. (۲)

۳ـ حاجی محمد جان قدسی را به زر برکشیده مبلغ وزن را ــ که پنج هزار و پانصد روپیه شد ــ باو مرحمت فرمودند. (۳)

ظاهر است که، مطلوب از زر فقط نقره بوده است و اگر مطلوب طلا میبود، چون در آن عهد، یک تولۂ طلا ۱۴ روپیه قیمت داشت. یک لک تولۂ طلا که مبلغ چهارده لک روپیه قیمت آن است (۴) بشعرای مزبور، مبلغ چهارده برابر پنج هزار روپیه، یا پنج هزار و پانصد روپیه، پرداخته میشد. پس پنج هزار روپیه انعام شاهی، از طرف جهانگیر بسعیدا رسید.

۱ـ پادشاهنامه جلد اول قسم اول ص ۲۹۳.
۲ـ پادشاهنامه جلد اول قسم دوم ص ۸۴.
۳ـ پادشاهنامه جلد اول قسم دوم ص ۱۴۲.
۴ـ پادشاهنامه جلد اول قسم دوم ص ۳۲۹.

گر سرو بود، کجکله و پر زده، دامان
منعش نتوان کرد از ینها که جوان است(۱)
هیچ کس حال سر مارا نمی داند، که چیست
عالمی را چشم همچون صبح بر دستار ماست(۱)
شاهان، چرا سلیم! برو رشک میبرند
ملک سخن، چو بیش ز یک گوشواره نیست
دل درون سینه ام، میر قصد از حرف وطن
هیچ سازی ماهیان را، چون صدای آب نیست(۱)
تیغ او، پیش از اجل، میسازدم از غم خلاص
راه پل دور است، می باید مرا بر آب زد
از یار مصلحت نیست، آهنگ شکوه کردن
چون دف، بحلقهٔ ما، دیوار گوش دارد(۱)
در مقام عشق، دل را از تعلق پاک کن
با نمد آئینه را، نتوان بدست شاه داد
سلیم، گفت که: دارم بطره ات سخنی
بخنده گفت که: هندو زبان چه میداند(۱)
یوسف من چشم طفلان نیست تنها بر رهت
شوق مکتوب تو پیران را کبوتر باز کرد
هیچ کس پروردهٔ خود را، نمی خواهد زبون
آب و آتش را خصومت بر سر خاشاک شد(۱)
اعتباری، دولت جمشید را، پیدا نشد
تاک، تا از دودمان خود، باو دختر نداد(۱)
نسبتی، در عاشقی مارا، به مرغ بسمل است
تا ز ما صیاد سر نگرفت ما را سر نداد
نیست در ایران زمین سامان تحصیل کمال
تا نیآمد، سوی هندوستان، حنا رنگین نشد(۱)
با خبر باش، از زبان خود که، دانایان راز
از خموشی، حلقه درگوش سخن چین، کرده اند(۱)
جهان سفله اگر داد جرعهٔ آبی
همان نفس چو می، آن را بروی من آورد(۱)
از عذر نیست هرگز دلگیر وعدهٔ او
کاهل، همیشه خواهد، همراه لنگ باشد
شانه می آید، بکار زلف، از آشفتگی
آشنایان را، در ایام پریشانی بپرس(۱)
چو تند باد حوادث، مشو غبار انگیز
پناه مردم بی دست و پا چو مژگان باش(۱)
بسکه دارم، ذوق جستن از فضای روزگار
درمیان خانه همچون تیر میدان میکشم
حیف باشد که، ز بی مهری او، شکوه کنیم
ماکه معشوق پران همچو کبوتر بازیم
چنان قناعت فقر است، سازگار مرا
که چون حباب، شوم فربه از هوا خوردن(۱)
عهد کردم که، گر این بار، بکوی تو رسم
سرمهٔ دیده کنم سایهٔ دیوار ترا(۱)

مخفی نماند که در تتبع فقیر، اول کسیکه تضمین چسپان، در مقطع غزل طرح انداخت، سلیم است. میگوید:

سلیم امشب، بیاد تربت حافظ، قدح نوش است
الا یا ایها الساقی ادر کاساً و ناولها(۱)

و میگوید:

گفت حافظ، دید چون کلک بیانم را، سلیم!
بلبلی برگ گل خوشرنگ، در منقار داشت

۱- شمع انجمن دارد.

● **شمع انجمن** : سعیدا گیلانی ، مخاطب به بیبدل خان . خوش فکر بود و در صنائع لاسیما حکاکی و خوشنویسی ممتاز عصر میزیست . و از عهد جهانگیری تا زمان شاهجهانی بداروغگی زرگرخانهٔ طلائی اعتبارش داشت. ازوست . در مدح شاهجهان .

(یک رباعی که تحت خزانهٔ عامره آمد ثبت است ۱۹۸)

● **مجموعهٔ مقالات هادی حسن** : آیا قدردانی و قدرشناسی در حیات بیشتر است یا بعد از مرگ؟ آیا اسم پادشاه بواسطهٔ شاعر باقی میماند یا اسم شاعر بواسطه پادشاه ؟ بربن دو سوال ، ما ترجمهٔ حال سعیدای گیلانی ، که هیچ کس مبادرت نکرده آن را بنویسد ، جواب خوبی میدهد .

حکاک ، خوش نویس ، شاعر دربار جهانگیر و شاهجهان ، صانع تخت طاوس ، فرمانده قشون هشتصد پیاده و یکصد سواره ، داروغهٔ زرگرخانهٔ همایونی ، . . . بیبدل خان سعیدای گیلانی ، همهٔ اینها بوده است .

علاوه بر این او ، یکی از سه نفر شاعر دربار دهلی است که ، وزن جسم شان معلوم است ــ وزن سعیدای در (۱۰۴۲هـ) همسنگ پنج هزار روپیه یعنی ۵۷ کیلوگرام ــ و وزن ابوطالب کلیم در (۱۰۴۴هـ) ــ و وزن حاجی محمد جان قدسی در (۱۰۴۵هـ) همسنگ پنج هزار و پانصد روپیه بود . بالاخره سعیدا یگانه شاعر و عالم است که ، او را حتماً دو مرتبه بسیم سنجیدند . در (۱۰۲۷هـ) در زمان جهانگیر و در (۱۰۴۲هـ) در زمان شاهجهان . معهذا امروز نه از آثار صنعتی آن صانع بزرگ شمه ای باقیست و نه از آثار ادبی آن نابغهٔ ایرانی ــ غیر از آنچه که دربن مقاله ثبت است ــ چیزی بما رسیده . و با آنکه ساختن مادهٔ تاریخ شیوهٔ خاص سعیدا بوده ، بضبط کردن سن تولد و وفات

سلیم :

صدا چگونه برآید، که این سیه چشمان | بسنگ سرمه، شکستند شیشهٔ مارا

صایب :

نماند نالهٔ، دل درد پیشهٔ مارا | بسنگ سرمه، شکستند شیشهٔ مارا

ملا طاهر غنی نیز این مضمون بسته است :

زبیم آنکه، مبادا صدا بلند شود | زسنگ سرمه، شکستیم آبگینهٔ خویش

سلیم :

زآشفتگی طرهٔ مقصود، خبر داد | هر فال که از شانهٔ شمشاد گرفتیم

صایب :

خواهد فتاد دامن زلفش، بدست من | این فال را ز شانهٔ شمشاد دیده ایم

سلیم :

زینت ارباب معنی، جوهر ذاتی بس است | لاله درکوه بدخشان گر نباشد گو مباش

صایب :

شمع بر خاک شهیدان، گر نباشد، گومباش | لاله درکوه بدخشان گر نباشد، گو مباش

سلیم :

اگر بچشم حقیقت نظر کنی، دانی | که طوق فاخته، بر پای سرو، خلخال است

صایب :

حسن بالا دست را، آرائشی چون عشق نیست | طوق قمری سرو را بهتر ز خلخال زر است

سلیم :

سلیم! هند جگر خوار خورد، خون مرا | چه روز بود که راهم باین خراب فتاد

صایب :

صایب از هند جگر خوار، برون می آید | دستگیر من اگر، شاه نجف خواهد شد

اما ملا نوعی خبوشانی پیش از هر دو میگوید :

گداخت هند جگر خوارم، ای اجل مپسند | که استخوان همائی غذای زاغ شود

شیخ عبدالحمید لاهوری مولف شاهجهان نامه(۱) گوید: و در اینجا خلاصه کلامش صورت نقل میپذیرد که: شهنشاه دوران اکثر بتماشای جنگ افیال مسرت می اندوختند. بست و نهم ذی قعده سنه اثنین و اربعین و الف (۱۰۴۲ه) دو فیل کوه پیکر از فیلان نامی بجنگ انداختند. این دو عفریت منظر در عرصهٔ کین گرم ستیز گشته بتصادم خارا شکن قوائم زمین را متزلزل گردانیدند، و عربده کنان از پیشگاه نظر شهنشاه دوربین لختی مسافت نوردیده باهم در آویختند. فرمانروای جهان بعزم تماشا قرین دولت سوار شده، باشاهزاده های والا گهر گامی چند بیش رانده، بدیدن این شگرف آویزه مشغول شدند. چون این دو پرخاش جو آتش خوار هم جدا شده، برجعت قهقری قدمی چند گذاشتند، و فاصله بهم رسید. فیلی هم نبرد خود را و در دیده از وفور خشم و غضب هر لحظه حملهای عظیم و حرکتهای عنیف میکرد. و درآن بدمستی، بجانب شهوار مضمار شجاعت محمد اورنگزیب، که در سن چهارده سالگی بود، دوید. آن رستم آثار پیل شکار عنان مرکب باد رفتار را بدست تهور استوار داشته، از جا بجنبید:

بمردی ز یکجا سر مو نشد ز پیش چنان سیل یکسو نشد
بتمکین سرشته ز بس جوهرش نجنبید جز نبض از پیکرش

و چون فیل نزدیک رسید بازوی جلادت کشاده، بزخم نیزه آن دیو نژاد را مجروح گردانید:

بتکلیف فطرت دلیری نمود بسنی که تکلیف بر وی نبود
درین سن، اگر بودی، افراسیاب همین گشتی از دیدن فیل آب

نظارگیان بحیرت در شدند و خفتگان گران خواب از غریو تحسین و

۱- رک: پادشاه نامه ۱: ۸۸۹-۲۹۵.

صایب :

امید جان شیرین داشتم ، از لعل سیرابش ندانستم که ، از خط زهر در زیر نگین دارم

میر سنجر :

دم واپسین زلیخا ، بهمین ترانه ، تن زد که به جذبهٔ محبت پسر از پدر گرفتم

نقی :

چه غم از فریب دشمن ، که محبت زلیخا بکشاکش نهانی پسر از پدر برآرد

سلیم :

شوق رویش ، همه کس را بغریبی دارد سبب این است جلای وطن آئینهٔ ما

کلیم :

چند در خانه اش آتش فتد ، از پرتو تو زین ستم ، آئینه در فکر جلای وطن است

سلیم :

چون کشم بارگران غم دوری ، کز ضعف نگه خود نتوانم ز رخت بردارد

کلیم :

ز ناتوانی خود ، این قدر خبر دارم که از رخت نتوانم که ، دیده بردارم

اسیر :

نیست جوهر به تیغ ناز اسیر بهر قتلم نوشته‌ای دارد

میر صیدی :

نیست جوهر ، که به شمشیر تو ، تصویر شده است رقم قتل جهانی است ، که تحریر شده است

ملا غربتی :

قضا جدا ز تو خونم چرا نمی ریزد مگر ز دست قضا این قدر نمی آید

اسیر :

یار هرگز ببر نمی آید از قضا این قدر نمی آید

سلیم :

مگر از صبح محشر روزن من روشنی یابد که شبهای سیاهم ابروی پیوسته را ماند

شریفه که ــ باوجود مهارت تمام در صنعت زرگری و حکاکی ، خط خوشی و طبع قادری در سخن دارد . قصیده مشتمل بر ، یک صد و سی و چهار بیت ــ که از هر مصرع دوازده بیت اول، تاریخ ولادت همایون . و از هر مصرع سی و دو بیت بعد ازآن، تاریخ جلوس والا . و از هر مصرع نود بیت دیگر، تاریخ توجه موکب معلی از دارالخلافه بدارالملک دهلی، و شکار پالم و ازآنجا بدارالسلطنة لاهور، و نزهت آباد کشمیر ، و معاودت بمقر اورنگ سلطنت و جلوس برتخت مرصع مستفاد میگردد ــ گفته . درین وقت بعرض رسانید و شهنشاه هنرپرور اورا بپایهٔ تحسین و احسانی ــ که شایان این قصیدهٔ مصنوع بود ــ نواختند و بجلد وی ساختن تخت، از اصل و اضافه بمنصب یکهزاری ذات و یکصد سوار نواختند .

● تاریخ وفات ممتاز محل : چهارشنبه هفدهم ذی قعد سال هزار و چهلم (۱۰۴۰ھ) ازآن بلقیس مکان (ارجمند بانو ممتاز محل) صبیهٔ متولد گشت و بعد از وضع حمل مزاج وهاج از مرکز اعتدال عدول نمود . . . سه گهری بصبح مانده، نداء راحت افزای ' والله یدعونی الی دارالسلام ' را لبیک اجابت گفت . . . . . در سن سی و نه سال و چهار ماه و چند روز قمری ، از جهان گذشتنی گذاشتنی ، بروضهٔ رضوان شتافت .

بیبدل خان (سعیدای) گیلانی در تاریخ این رحلت پرکلفت ، باین مصراع :

جای ممتاز محل جنت باد (۱)
۱۰۴۰ھ

ملهم گردید . (قرنیه ب ۱۰۲)

۱ـ رک : تحت هادی حسن .

وحید :

دور فگن نام را که نام فگندن صاحب نام و نشان نمود نگین را

ناظم در معراج :

چنان بگذشت زین نه سقف شفاف که سیلاب نگه از عینک صاف

وحید :

ز چشم مه ، سوی بالا سفر کرد چو نور دیده ، از عینک گذر کرد

فیاض :

بباغ ، بسکه ز شرم رخت ، گل آب شود غلاف غنچه ، گل شیشهٔ گلاب شود

وحید :

بگلشنی که رخ دوست ، بی نقاب شود ز شرم غنچهٔ گل ، شیشهٔ گلاب شود

دانش :

لب تشنهٔ تیغم ، بگو قاتل مارا کو آب که شیرینی جان زد دل مارا

قاسم دیوانه :

دم آبی ز تیغ ستمسندم دلم می سوزد از شیرینی جان

صایب :

همیشه صاحب طول امل غمین باشد که چین بقدر بلندی در آستین باشد

بیدل :

دستگاهت ، هرقدر بیش است ، کلفت بیشتر در خور طول است چینهائی که دارد آستین

وحید :

بال مرا شکستگی پر نبسته است پرواز ما چو رنگ ببال شکسته است

بیدل :

ما لاف همت از مدد عجز میزنیم پرواز ما چو رنگ ببال شکسته است

صاحب گلشن راز :

عدم آئینه ، عالم عکس و انسان چو چشم عکس در وی شخص پنهان
جهان انسان شد و انسان جهانی ازین پاکیزه تر نبود بیانی

را که ، مشتمل بر عدد روز و نام روز و ماه جلوس است . تاریخ سال فرخنده مآل جلوس اشرف ، زبر و بینات کلمهٔ ــ صاحبقران ــ را ، باز بر ــ شاهجهان ــ موافق یافته . ۱۰۳۷ھ (الف ۱۸)

(وقایع سال هفتم ۱۰۴۴ھ) حقیقت تخت مرصع (طاووس) آنکه : چون بمرور ایام، جواهر بسیاری از هر قسم، در جواهرخانه خاصه شریفه جمع آمده بود ، در ابتدای جلوس بخاطر فیاض رسید که : هرگاه از داشتن این قسم تحف، بغیر زینت دولت غرض ملحوظ نیست، پوشیده داشتن آنها از نظرها خلاف مدعاست . پس در جائی بکار باید برد ، که هم خلایق از تماشای آن محظوظ گردند، و هم آرایش کارگاه سلطنت بیفزاید . لهذا از قسم لعل و یاقوت و الماس و زمرد و مروارید قیمتی ــ آنچه در جواهرخانه بیرون بود ــ از جملهٔ آن، هشتاد و شش لک روپیه جواهر کلان وزن گرانبها جدا کرده، حوالهٔ بیبدل خان (سعیدای گیلانی) داروغهٔ زرگرخانه نمودند ، که با یک لک تولهٔ طلا ــ که چهارده لک روپیه میشود ــ و مجموعه یکصد لک روپیه ــ که آنرا یک کرور می‌گویند ــ شد ، تخت مسقفی ــ که طول آن سه ذرع و یک ربع و عرض دو نیم ذرع و ارتفاع از پایه تا قبه پنج ذرع باشد ــ سرکاری نموده بسازد . و فرمودند که : سقفش را از درون میناکار و از بیرون مرصع کنند . و بر بالای آن بجای قبه ،دو طاووس مکلل بزواهر جواهر قرار دهند . و سقف را بدوازده ستون زمردکار بر افرازند ، و نردبان سه پایه نیز مرصع بجواهر آبدار، از برای برآمدن بر تخت، بسازند. و در مدت هفت (۷) سال بمبلغ یک کرور روپیه ــ که سی صد و سی هزار تومان عراقی ، و چهار کرور خانی رائج ماوراءالنهر میشود ــ صورت اتمام یافت .

کمال و تفحص احوال او ، از ابوطالب کلیم فرموده ، بعرض رسانیده که : شاعر خوش کلام است ، اما کم مایه . بدین جهت که ، مثنوی در تعریف لاهیجان گفته بود ، همان مثنوی را درینجا بنام کشمیر مشهور نمود . محمد قلی سلیم ، مقوله طالب کلیم را استماع کرده ترک آمد و رفت دربار پادشاهی کرد . و انسلاک بسرکار نواب اسلام خان وزیر اعظم هندوستان ورزیده ، مصاحب و محرم گردید . و در رکاب وزیر معظم لهٔ سیر و سیاحت بلاد دکن نمود . و اکثر در مداحی او داد بلاغت داد ، و بجائزه های گران قدر بهره‌ور گشته . تا در سال هزار و پنجاه و هفت (۱۰۵۷ه) بعد فوت اسلام خان ، ازین دار پیمدار گذشت . ــ رضوان ــ تاریخ رحلت اوست .

۱۰۵۷ه

بقول صاحب ــ ریاض‌الشعراء ــ مدفنش برهانپور دکن است . و بروایت صاحب ــ مجمع‌النفائس ــ مضجع وی پهلوی مزار قدسی و کلیم درکشمیر واقع شده . و بقول مؤلف ــ سرو آزاد ــ در کشمیر بدامن کوهی که مشهور به ــ تخت سلیمان ــ است ، مدفون شده . اما قول ثانی صحت دارد .

و طاهر نصرآبادی و ملا طغرا اورا سارق مضامین دیگران نوشته اند . اما اینحرف . . . از قلت ایقان ایشانست . چه سلیم از شعرای عالی دستگاه است ، و بسیار معنی تازه و مضامین جدید در دیوان او یافته میشود ، که ملک خاص او توان گفت . راقم‌الحروف ، انتخاب مثنویات سلیم را ، خاصة ــ ظفرنامهٔ اسلام خان ــ که در نهایت بلاغت بسلک نظم کشیده ، در تذکرهٔ موسومه ــ بخلاصة‌الکلام ــ درج کرده است . (۱۸۴ ب)

● مرآة آفتاب نما : سلیم ، نامش محمد قلی اصلش از طهران ری است . اول همراه میرزا عبدالله خان وزیر لاهیجان بود . و آخر در هندوستان بملازمت

حبیبا عالمی از فیض عامت، بهره ور باشد   چه باشد گر نوازی همچو سرور خاکساری را
(انتخاب از ۱۲۱ اشعار ۲: ۹۰۲)

● ادبی دنیا : پندت لچهمی رام هاکسر در اواخر عهد شجاع الدوله یا در شروع دور آصف الدوله، از کشمیر بلکنو رسیده سکونت کرد . در زمان سعادت علی خان وفات یافت . چندی در اندور نیز ماند .

دیوانش دارای سه صد غزل و دو ترجیع بند و یک مثنوی و یک قصیده است . مثنوی و قصیده در وصف حبیب الله خان است :

با چشم کم مبین، من ظاهر ذلیل را   بنحث از غلاف کهنه چه تیغ اصیل را
ناصح خموش گوش فرامش مشو، که نیست   ره در حریم خلوت من، قال و قیل را
مفروش جلوه زاهد خشک از ارم بره   عاشق بچشم تر نخورد سلسبیل را
(کشمیر نمبر ۲۲۴)

۱۰۹ - سعادت، پندت دامودر ترمل

● بهار گلشن کشمیر : سعادت، در سال (۱۹۰۱ بکرمی) در سرینگر بدنیا آمد . و در سال (۱۹۲۰ بکرمی) جهان را بدرود گفت . دیوان و شهرآشوب گذاشت که اکنون نایاب است :

ز بار رنگ حنا پنجهٔ بتم خم شد   عرق به عارض آن گلعذار شبنم شد
ز نیزه های مژه گر چه گشت تیر انداز   به عشوه های کمان سوز همچو مرهم شد

در تعریف کشمیر میگوید :

خوشا سال نو دخل کرده بکشور   هوای زمستان برون شد ز کشمر
شگوفه ز گلشن سرآورده بیرون   بهار این طرف با ارم گشته همسر
به تالاب و آب و بشب ماه تابان   سفینه چو مرغاب آبش چو کوثر
همه گلرخان لاله قند و سمن بر   ز خوشبوی گیسو هوا پر ز عنبر
بقد سرو بستان و شهلا بچشمان   سرین همچو نسرین و لب همچو شکر
سکون داشتی گر درین شهر، قارون   نمیکرد به بخت اندر زمین زر

● **شمع انجمن**: سلیم ، میرزا محمد قلی طرشی طهرانی از طبقهٔ اتراک و زمرهٔ نکته سنجان بلند ادراک است . صاحب طبع سلیم و ذهن مستقیم ، در سلاست عبارات ممتاز و در نزاکت خیالات بی انباز . درعهد شاهجهانی سری بهند کشید و ندیم میر عبدالسلام مشهدی مخاطب با سلام خان شد . و هر دو در یک سال یعنی (۱۰۵۷ھ) یکی در دکن و دیگر در کشمیر رخت سفر بربستند .

دیوانش هشت هزار بیت باشد . حسین دوست (۱) پانصد بیت ازآن انتخاب کرده . درینجا این چند بیت از دیوان سلیم بر ارباب ذوق سلیم عرض میشود :

حریر شعلهٔ مارا، بآب میبافند — کتان ما، بشب ماهتاب میبافند
بمشق خواب طلب میکنی، برو ای دل — بکارخانهٔ مخمل که خواب میبافند(۲)
سلیم را نبری نام پیش او، قاصد! — بگو: کسی بتو بسیار آرزومند است

در سرو آزاد نوشته : در تتبع فقیر اول کسیکه تضمین چسپان در مقطع غزل طرح انداخت سلیم ست . (۳)

● **جنگ خطی** : یک سفینهٔ خطی در ذخیرهٔ نگارنده است که درآن مثنوی ذیل ثبت شده است ، و این غالباً همان مثنویست که در بارهٔ لاهیجان گفته بود و در هند رسیده بتغیر اندک بکشمیر نسبت داد .

در تعریف کوه کشمیر و راه آن وسائر اماکن آن دیار

سخن هرجا ز صنع کردگار است — گواه پای بر جا کوهسار است
خصوصاً کوه گردون قدر کشمیر — که تیغش می زند بر ابر کشمیر
نگوییم کوه شد . . . . . تنومند — هزاران کوچک ابدالش چو الوند
سپهر سرفرازش کرد تقدیر — درو تابان نجوم از چشم نخچیر

۱- میر حسین دوست سنبهلی صاحب تذکرهٔ حسینی .
۲- سی و دو بیت دارد که پیشتر درج شده .
۳- اینجا مطالبی در سلسلهٔ توارد و سرقه از سرو آزاد آورده است .

۳- دیوان جدید .
۴- روائح . در تتبع لوائح جامی .
۵- دیوان ناصر علی سرهندی را ترتیب داد (۱)
۶- مثنوی نورٌ علی نور. در تتبع مولانا روم
۷- مثنوی حسن و عشق . (قصهٔ سسی پنون)
۸- ساقی نامه .
۹- مثنوی قضا و قدر . (۲)
۱۰- مثنوی در خصوصیات هندوستان .
۱۱- جنگ نامه محمد اعظم شاه .
۱۲- جوش و خروش . (نثر)
۱۳- دیباچهٔ دیوان ناصر علی
۱۴- مثنوی در تعریف خسخانه .

● **شاگردان سرخوش** : حافظ محمد جمال تلاش
بیغم بیراگی
شیخ سعدالله گلشن
عبدالرحیم کم‌کو کشمیری
حکم چند ندرت
محمد یوسف قدیم
میرزا فضل‌الله خوشتر پسر سرخوش
از شاگردانش بودند .

۱۰۸- سرور، پندت لچهمی رام لکهنوی

● **نگارستان سخن** : سرور، پندت لچهمی رام لکهنوی از زمرهٔ کشامره است

۱- رک : کلمات‌الشعراء مدراس (ص ۱۳۸)
۲- در تهران چاپ شده است .

درین ره چون تواند کس دویدن — که باشد مرغ واهم از پریدن
ببرهان نیست دیگر عقل محتاج — ازین ره رفته پیغمبر بمعراج
دریغ از همدم افسانه خوانی — که می باید درین ره نردبانی
درین ره میکند هرکس تگ و تاز — خطرها باشدش چون آسمان باز
مغلطان سنگ ازو تا می توانی — که مد باشد بلای آسمانی
اگر مرغی بآن تنگی رسیده — ز جاده پا برون رفته پریده
درین ره خوش بود معشوق دلخواه — که کس نتواند او را بردن از راه
شهید سردیش گرمی دوزخ — ز برفش در نمد آئینهٔ یخ
هوا از برف نسرینش سرشته — برات لاله را بر یخ نبشته
ز برف و یخ نمیگیرد لکدکرد — کسی تا چند کو بد آهن سرد
شد از لغزیدنش خورشید خسته — چو طفلان می رود راه شسته
بسامان رهروانش را چکار است — مژه بر دیده برآن راه بار است
درین ره ابر گوهرهای شهوار — ز دامن ریخت تا گردد سبکبار
خضر خواهد برد گر جان ازین راه — برو از دور خندد کبک قهقاه
عجب دارم که نخوت پیشه آنجا — دماغش را تواند برد بالا
درین راه از جفا افتاد بر خاک — ز حل چون نافه از آهوی افلاک
منال ای دل! ز رنج راه بسیار — تو بلبل مشربی این راه گلزار
بسامان رفتن این راه که، زشت است — مجرد شو که، این راه بهشت است
خیال هند گلزار تجلی است — برو کشمیر خال سبز لیلیست

در تعریف کشمیر

تعالی‌الله ز خاک پاک کشمیر — که گل را کرد صاحب زر چو اکسیر
درو دلها همیشه فارغ از غم — گل سوری بفرق اهل ماتم
ز بس خاکش بمردم مهربانست — گلش گلهای بوی مادرانست
شب کورا بصبحش هست تأثیر — چو موئی درمیان کاسهٔ شیر
بصبحش صبح دیگر هم پیاله — درو تاریکی شب داغ لاله
چنانش دلنشین این روضهٔ پاک — که نخل موم دارد ریشه از خاک
فضایش چون بساط نیک بختان — پر طوطی درو برگ درختان
چو پیری خاک اورا آب درحال — روان گردد ز چشمه سار غربال
ز شبنم بسکه سرسبز است و شاداب — ز موج سبزه باشد بیم سیلاب
نهد هرگه قدم بر سبزهٔ او — ز پای خود برآرد کفش آهو

آوازهٔ حسنت، شده از ناز، دوبالا — چون نغمه، که لطفش شود از ساز، دوبالا
تمکین تو، فریاد مرا داد رسائی — در کوه بود نشئهٔ آواز دوبالا
سوزد ز داغ هجر تو، سر تا بپای من — گر حال ما، چنین گذرد بی تو، وای ما
رود گر بر زبان موج، حرف شورش عشقم — ز بیتابی نگنجد بحر هر آغوش ساحل‌ها
براه باد سازم خاک جسم بیقرارم را — رساند تا بدامانش مگر مشت غبارم را
ای گل حسرت بجیبب از شوق حسنت سینه را — دی پری در شیشه از عکس رخت آئینه را
تا نمی‌بینم فروغ حسن ماه خویش را — چون نفس دزدیده می دزدم نگاه خویش را
بیهوده، دل زهد کشان، وسوسه ناک است — از یک قدح باده حساب همه پاک است
تخم در پیری چه می کاری که هنگام درو است — داس کشت زندگانی صورت قد دوتاست
رنگ خاموشی اسیر عشق را در کام ریخت — سرمه، جای خاک صیادم، مگر بر دام ریخت
ذره ذره جمع، در دل کرده ام سوز ترا — خواهم این مشت شرر در خرمن آرام ریخت
افزون شود ز شوخی عشقم فروغ حسن — مقراض شمع او پر پروانهٔ من است
او گریبان چاک بود از مستی و من سینه چاک — یاد ایامیکه درهای محبت باز بود
ز بسکه، عمر جدا از تو، بار خاطر شد — نفس چو آئینه، ما را غبار خاطر شد
نه تنها گل، درین گلشن هوای کوی او، دارد — که نرگس هم نگاهی زیر چشمی سوی او دارد
بچشم مست ز مستی گلاب می پاشد — بروی فتنهٔ خوابیده آب می پاشد
هوای سیر گلشن حسن عجویش کجا دارد — که نرگس صورت چشم است ازوی هم حیا دارد
عذارش شعله گون آه ازدلم خیزد چه ظلم است این — که آتش جای دیگر دود از جای دگر خیزد
کی پهلوی من زاهد مغرور نشیند — هشیار ز بدمست جنون دور نشیند
غافلان را مالش ایام، هوش افزا شود — چشم بی مالیدن از خواب گران، کی وا شود
ما نمی گوئیم ساقی! می بجام ما بریز — جرعهٔ بر خاک گر ریزی بنام ما بریز
یافتم از خاکساری ره بسوی یار خویش — در برویم وا شد از افتادن دیوار خویش
ز بیم محتسب کی جام می را پاک می ریزم — که می ریزد دلم گر جرعهٔ بر خاک میریزم
ز آبادی، فزاید شور سوده، در دماغ من — سواد شهر مشک سوده افشاند بداغ من
شگفت غنچه دم در چمن برخیز — گره کشای فیض سحر تماشا کن
چنان بشکست رنگ گل، ز حسن دلربای او — که مرغان چمن، کردند پرواز از صدای او
ندانم از کجا گیرم، سراغ جلوه گاه او — که در صد دل بود چون رشتهٔ تسبیح راه او
ستم درپردهٔ راهست شوخیهای چشمت را — بود چون تیر نازک در حیا پنهان نگاه او
گهی بکعبه، گهی در کنشت، می جوئی — بخود بجوی چه در سنگ و خشت می جوئی
خویش را خاک رهی سازی و برباد روی — به ازآن است، که بر تخت روان شاد روی

(ص ۳۴۴-۳۵۱)

ز بندی خانهٔ چشمی که جسته — که زنجیرش سراپا رنگ بسته
شده از شاخسارش آشیانه — بمرغان چمن زنجیر خانه
بدستش چون شد از خرم سرشتی — چو سبحه در کف حور بهشتی
زده خرم چو در صحن گلستان — هوای خوشه چینی کرد رضوان
نگویم بید مجنون زین میانه — گرفته بر سرش مرغ آشیانه
ز مستی، کرد کج آهنگ خود را — بریده تارهای چنگ خود را

در تعریف زر

ز بس مستانه رقصد در چمن زر — ز جای خود جهد از شوق زرگر
ندارد تاب دوری از بر او — بر اندامش ازان چسپیده گیسو
رود از چشم خورشید آب چون جو — ز شوق طوطیهای غورهٔ او
ز شورش جامه چاک و مو فتیله — درختان گرد او اهل قبیله
فتاده شاخها بر بار بالا — چو چین دامن خوبان رعنا
چو از سر برگ چیزی بر سر او — مهین بانوی شیرین دختر او
روان چون کارهای نیک بختان — دوان چون بار بر شاخ درختان
بر آید تازه برگ او ز کوره — ز خاکش آئینه . . . . نوره
چه شد شاخش اگر در پیچ و تابست — کمند سرخ عیار شرابست
دهد شاخش نشان از مار ضحاک — که سر پرفن زند از دوش افلاک
کند چون خیره بر مستان نظاره — نشاند غوره در چشم ستاره
سلیم! از کف زمانی خامه بگذار — که سازم نکتهٔ پیش تو اظهار
چنار و سرو بید آزادگانند — تهی دستان باغ و بوستانند
چو دارم نسبتی من هم بایشان — نمودم یاد آن جمع پریشان
چه شد در وصف شان گوهر چو سفتم — اگر اوصاف زر را نیز گفتم
که دارد دختری در پرده پنهان — که باشد آن مرا شیرین تر از جان
سزد گر عارفان از اهل کار اند — ازین معنی مرا معذور دارند

در تعریف باغ

تعالی‌الله ازین باغ خدائی — که گردد دست در خاکش حنائی
بهار از سبزهای دلکشایش — چو طوطی ریخته پر در قفایش
درو قمری نوا آید ز بلبل — چراغ لاله دارد روغن گل
بجوش از جوش گل بلبل ز باغان — چو پروانه به شبهای چراغان

باشی بسر حساب گر ای همدم وحدت نخورد ز جوش کثرت برهم (۱)
در هندسه، نه را چو، مضاعف سازی هر چند که بشمری، نه آید برقم

مؤلف گوید : علماء متفق اند که دانایان هند در علم حساب پیشقدم اند . و افلاطون در رسالهٔ خود که ــ در حقیقت نقش نوشته ــ میگوید : الریاضی فینا و فی‌الهند ! یکی از موزونان ، هندسهٔ نه را ، یافته بزبان هندی بسته و سرخوش آنرا برباعی مذکور آورده ــ بیت هندی اینست :

تا نو سروپ هی جاکت ایرم پار جیسی کو تهو تو وکی ناوی ناو بچار
(ص ۲۶۳ - ۲۶۴)

● **صحف ابراهیم** : سرخوش، محمد افضل خلف محمد زاهد است.(۱) که منسلکان عبدالله خان زخمی بود. و او بعهد شاهجهان بسال یکهزار و پنجاه(۱۰۵۰ه) در کشمیر متولد شد. و بعد . . . . از منعم حکاک شیرازی و محمد علی ماهر وقت یافت و فواید وافر از شعرای معاصر خصوصاً از صحبت میرزا معز فطرت برداشته، در سلک سخنوران معتبر منسلک شد . و بعهد عالمگیر خلد مکان، بمنصب سه هزاری کارخانجات سرفراز گشته، در دهلی رحل اقامت انداخت . شاعر لطیفه سنج و معنی یاب بود . تذکرهٔ مختصری متضمن احوال شعرای شاهجهانی و عالمگیری نوشته به ــ کلمات‌الشعراء ــ موسوم کرد . و خوشگو که، از شاگردان اوست، در تذکرهٔ مؤلفهٔ خود مینویسد که : کلیاتش متضمن مثنوی ــ نورٌ علی نور ــ و ــ مثنوی حسن و عشق ــ و ــ ساقی نامه ــ و ــ شاهنامه محمد اعظم‌شاه ــ قریب چهل هزار بیت است . اما متداول نیست! و با شیخ ناصرعلی و میرزا بیدل همصحبت و همطرح بود . و زمان فرخ سیر

۱- شمع انجمن دارد .

۲- تاریخ والده اش ــ که دختر محمد هاشم متخلص‌به‌هاشم هفت قلم بوده ــ گفته است :

ــ فی جنة عالیة ــ
۱۰۵۴ه

(سرخوش ۱۹۵-۱۹۸)

بود از سبزه ابدال لمد پوش ز ماه نو کشیده حلقه در گوش
بسر از لاله داغش در سیاهی سحاب او را کلاه گاه گاهی
کشیده دامن از این عالم خاک کمند وحدت او دور افلاک
بسی گردد کسی در هر دیاری که بیند چشمهٔ در کوهساری
بود هر پاره سنگی را درآنجا هزاران چشمه همچون سنگ سودا
ز هر چشمه روان نهر خروشان باین سردی که دیده آب جوشان
یکی تالاب در دامان کوهش که لرزد بحر چون بیند شکوهش
بهر سو موج زن چون بحر سیماب سراسر فیض همچون عالم آب
حبابش از شفق چون چشم مخمور سواد موج او چون طرهٔ حور
چنان تنگی درو از جوش ماهی که نبود جای در در گوش ماهی
تماشا دارد این دریای جوشان خصوص اکنون که کردندش چراغان
شده کشمیر را زین حسن پرجوش چراغان گل و لاله فراموش
ز بس عکس چراغ کوکب افروز شده دریا پر از در شب افروز
صف مرغابیان در آب رقاص صدفها کف زنان گرداب رقاص
هوای رقص عیش زهره در اوج دف خود را برآتش داشته موج
حباب افروخت همچون جام جمشید فروزان شد صدف چون عکس خورشید
ز بس افروخت دریا در تب و تاب برای ماهیان شد تاب گرداب
کشاید هردم از تاثیر گرما گریبان بر نسیم، از موج دریا
گهر افروخت همچون گوهر سرخ زر ماهی شد از آبش زر سرخ
شد از عکس چراغ عالم آرا چو عکس کهربا هر موج دریا
در آب از شمع انجم فوج در فوج درآن چون کهکشان هر کوچهٔ موج
پی تعداد آن انجم بگرداب صدف شد موج را در کف سطرلاب
تماشا کن مه نو را بدریا که با عکسش چراغانست پیدا
که گوی زین عروس پر مقطع در آب افتاد خلخال مرصع
شده شمع و چراغ از موج دریا پریشان همچو پر آئینه سیما
غلط کردم که دریا را بدامان گسسته رشتهٔ تسبیح مرجان
چراغان نیست کشتی را بمعنی که کوه طور از برق تجلی
گرفته آتش و خود را مشوش در آب انداخته از آب آتش
فلک کشتی چنان رنگین ندیده کس آتش خانهٔ چوبین ندیده
چراغ و شمع گوشه تا بگوشه عیان زآن خرمن آتش چو خوشه
چون ماه نو ز تاب شعله رخشان ز لعل آتشین کوه بدخشان

● **تذکرهٔ بی نظیر :** سرخوش، محمد افضل نام دارد. تلمذ او از میرزا محمد علی ماهر و موسوی خان فطرت است، و با ناصرعلی برخورد یارانه داشت، و به بسیاری از موزون طبعان پیوست. و مدتها براه شاعری سلوک نمود. سرخوش خمخانهٔ سخنوری و دماغ رسانی نشهٔ معنی پروری بود. ولادت او در سنه خمسین و الف (۱۰۵۰ﻫ) است. وفاتش در عشرهٔ ثالث بعد ماته و الف (۱).
صهبای سخن را چنین میرساند :

منصور، سر بباد ز افشای راز داد   از سنگ سرمه، شیشه کنید این شراب را
فاش شد، از گفتگوی هوشیاری، راز ما   کو سیه مستی که گردد سرمهٔ آواز ما
زند هنگامه برهم شوخی حسن تو زیور را   چو مینائی، بسر غلطیده، ریزد آب گوهر را
بمردن کم نه گردد مهر دنیا از دل شاهان   که از آلینه چشمش در قضا باشد سکندر را
یک شرر سوز محبت بس دل دیوانه را   گرم می سازد به تابستان چراغی خانه را
غفلت هوش و خرد، دلبر بسختی آزمود   دزد از سنگ آزماید خواب اهل خانه را
برخاست جهان نیز، چو برخواستم از خویش   این فرش مگر دوخته، با دامن من بود
ز خود رفتن درین دریا شکوه خسروان دارد   غریق مرده از آب روان تخت روان دارد
صلح ما، آورد دشمن را، به گلبانگ نشاط   ناخن بی کین ما، از نی گره وا میکند
گشتیم پیر و ظلمت طول امل بجاست   این موی، از خمیر نیامد برون هنوز
(هفت بیت دیگر دارد ۲۷-۲۴)

● **خزانهٔ عامره :** محمد افضل از مردم سرکار عبدالله خان زخمی شاهجهانی بود، و سه بیتی منصب عالمگیری و مشرفی بعضی کارخانجات داشت(۲). آخر در دارالخلافه شاهجهان‌آباد فروکش کرد. و در سنه سته و عشرین ماته و الف (۱۱۲۶ﻫ) برحمت ایزدی پیوست. شعر بامزه میگوید مضامین تازه میبندد :
و در ـــ کلمات‌الشعرا ـــ تألیف خود گوید که : روزی میر صیدی طهرانی

۱- رک: تحت خزانهٔ عامره.
۲- تاریخ این مشرفی عدالت سرخوش از ـ اشراف عدالت ـ یافته است. (سرخوش ۲۰۳)
۱۰۸۷ﻫ

ـــ که هراول برانغار بود ـــ بجای او مقرر گشت، سیف خان را با کرام خان هراولش ساختند.

اتفاقاً در عین گرمی هنگامه ستیز و آویز، فیل سواری اسلام خان، بصدمهٔ بان ، رم کرده، انتظام آن فوج برهم خورد . اکثر مردم از جای خود رفته توفیق ثبات و قرار نیافتند . سیف خان با اکرام خان وغیره معدودی ، قدم همت افشرده کوشش های مردانه نمود . و پس از ین فتح ـــ که در خور حسن تردد و مطمح امید رعایت نیافت ـــ با بجهت دیگر ارادهٔ گوشه نشینی نمود . عزل منصب و خدمات بمیان آمد . و پس از چندی بمنصب دو هزار و پانصدی هزار و پانصد سوار مطرح انظار عاطفت شد .

و چون سال دوم، دارا شکوه با پسرش سپهر شکوه بدارالخلافه رسید، ستردن نقش هستی او باهتمام سیف خان، بیست و یکم ذی‌الحجه سنهٔ هزار و شصت و نهم (۱۰۶۹ھ) واقع شد . و روز دیگر سپهر شکوه را بر طبق حکم بقلعهٔ گوالیار برده ، بحارسان آن قلعهٔ استوار سپرد . و خود بمستقرالخلافه معاودت نمود . و بفرمان پادشاهی بصوبه داری آنجا ، از تغیر مخلص خان ، ـــ که به بنگاله تعین یافته بود ـــ قیام ورزید .

چون تند مزاجی و استغنای فطری با نازش کارکردگی و پندار سپاهگری داشت ، اعتنا بشان عمدها نا کرده از خلاف مرضی پادشاهی نمی اندیشید . بنا بر تقصیری از نوکری برطرف شده در قصبهٔ سرهند زاویه نشین عزلت گشت . و در سال پنجم بتازگی مشمول آثار مرحمت شده ، ببحالی منصب سابق چهره افروز طالع گردید .

چون سال ششم عرصهٔ دلکشای کشمیر از فر نزول پادشاهی فیض آگین گشت . خان مذکور بایالت آنجا از تغیر اسلام خان منصوب شد ، و از

مست آنچنان خوشست که هنگام صبح حشر
سر انکشتی بنه در گوش و غوغای بدن بشنو
سخن جز جان شیرین نیست پیش‌صاحب‌معنی
چنان بشکست رنگ‌گل ، زحسن دلربای او
دلم در سینه دارد با خیالش همزبانیها
ز بحث کج، بجز آزردگی، حاصل نمیگردد
چه غم ، زگردش ایام ، عشق باقی را
بینوا تر در رهش از کاروان شبنمم
گهش بکعبه و گه ، درکنشت میجوئی
کجا از دوری‌کج طبع ، رنجد راست کرداری

چون سرکشد ز خاک بگوید پیاله کو
صدای رفتن سیلاب عمر خویشتن بشنو
اگر هر لحظه جان تازه میخواهی سخن بشنو
که مرغان چمن ، کردند پرواز از صدای او
چو دهقانی که، یابد شاه را تنها بصحرائی
کم از نشترزدن درچشم نبود دخل بیجائی
که عمر خضر ، نگردد کم از کهن سالی
آب بردارد ، میان ما مگر چشم تری
بخود بجوی ، چه در سنگ و خشت میجوئی
که از ناخن بریدن کی کشد انگشت آزاری

رباعیات

عرفان بربـاد داده زهـد مـا را
تا زخمه ، بتار ساز وحدت ، زده عشق
از فضل وکمال کس نپرسد اصلاً
ناقص افزون بود بقدر از کامل
گـر ورد تو، لا الـه الا الله ، اسـت
صراف زر قلب کجا بستانـد
آنهـا که بپاک گـوهری ممتاز انـد
در راستیش خلل نه افتد هرگز
شاعر نبود ، بفکر تا گم نبود
هرکس سرخوش! معنی مردم دزدد
از تست شمار مه و سال ممتد
برخیزد ازین دائره چون نقطهٔ خاک
مانند احوال ما بآن عاشق زار
در خواب جدا فتاده ، بیند خود را
از چار خلیفهٔ رسول مختار
دالی که بود آخر احمد دال است
عارف چون گشت درفشان اسرار
دفتر برچین ، وقت نزول رحمت
با بیخبران مجوش از گرمی دل
ای تنگ گرفته در بغل ، طفلی را

در سر افزوده نشاء سودا را
عین منقوش کرده طاعت ها را
جهل و نقصان بود عزیز هر جا
بیشست ز مرد قیمت خواجه سرا
بی باطن پاک کی بحقت راهست
هرچند برو سکهٔ نام شاهست
از گردش روزگار کی کج باز اند
شمشیر اصیل را اگر خم سازند
در شوق سخن بجوش، چون خم نبود
کم از فرزند دزد مردم نبود
مستقبل و ماضی از تو محسوب خرد
باشد یک روز از ازل تا به ابد
کو خفته بصد عیش در آغوش نگار
بیدار چو گشت بوده یارش بکنار
قائم شده چار رکن دین ابرار
بر اثبات خلافت این هر چار
تو حرف مزن ز حرف ظاهر زنهار
باران آمد کتاب ها را بردار
تا پا کی دامنت نگردد زائل
از غایط و بول آن نباشی غافل

پسند بود ، چه امرای قدیم و جدید باندک خویشتن داری و خود بینی از رتبه افتاده از عرصهٔ کارزار بدر رفتند ـــ اورا بعنزل منصب منبه ساخته بدان حال نمی گذاشتند . عجب نیست که، خان مزبور اگر این اوضاع رندانه نداشتی، بمنتهای مراتب امارت ، فائز شدی .

بالجمله، بعد چندی باز مورد عنایت خسروانه گشته، گوشهٔ گرفت . و در سال بیست و یکم بصوبه داری بهار، رخش عزیمت راند . و بعد ازآن بصوبه داری اله آباد مأمور گردید . و در آنجا در مبادی سال بیست و هشتم سن هزار و نود و پنج هجری (۱۰۹۵ه) بساط هستی در نوردید .

رند مشرب و یتیم وضع بود . اما قابلیت و مساس شعر و سخن داشت . ناصر علی ـــ با آن همه آزادی و استغناء ـــ مدتها بهم صحبتی او شیفتگی داشت . چنانچه می گوید . بیت :

گفت و گوی طوطی، از آئینه میخیزد، علی ! گر نباشد سیف خان، مارا نفس درکار نیست

در فن راگ و نغمه بسیار ماهر بود . رسالهٔ مسمی ـــ براگ درپن ـــ (که بیشتر ترجمه مانک سوهل که نایکان سابق نوشته اند) نموده ، با فوائد دیگر در تقسیم و قواعد آن تألیف کرده .

متصل سرهند ـــ سیف آباد ـــ مکانی آباد نموده، وطن خود قرار داده . مدفن او آنجاست .

پسرش، هم در اواخر خلد مکان بخطاب پدر سر امتیاز بر افراخته ، بفوجداری تل کوکن ، و قلع داری اعظم نگر و مل گاون ، و تهانه داری ساتگاون امتیاز یافته . چون خدمات مذکور ضمیمهٔ صوبه داری بیجاپور بچین قلیچ خان بهادر متعین شد ، بخدمت نیابت صوبهٔ مزبور تعین گردید . و در آغاز سال چهل و نهم همان خدمات ، از تغیر چین قلیچ خان ، باضافهٔ

تعذیر هم ، بقدر بزرگی ، مقرر است   از اسپ ، تازیانهٔ آدم، کلان تر است
عشق مهجوشد ز لغزشهای من   میزنند می ، موج از رفتار مست
یکدشت خار، در کف پای هوس شکست   کو شعلهٔ که کار ز سوزن گذشته است
حال دلم، بگوش تو غافل، چسان رسد   گفتم پیام شوق تو ، قاصد ز خویش رفت
روی زمین بادیه، پشت پلنگ شد   از بسکه چشم های عزیزان براه اوست
چون خوری خون جگر، بگذر ز زهد   کین دوا را، حاجت پرهیز نیست
یک‌حقیقت پیش حق‌بین منشاء خیروشراست   هم زره از آهن است و هم ز آهن خنجراست
لذت عیش و طرب ازبسکه درکامم گم است   باده همچون ساغر تصویر در جامم گم‌است
آه دل در تن ما رنگ فراغت نگذاشت   دود همسایه درین خانه حلاوت نگذاشت
دل که پر خطرهٔ دین و دنیاست   چون کتابی دو خطی نو زیباست
شوق دیداری چوگل امروز شادم کرده است   میروم ازخود نمی دانم که یادم کرده است
چو پیر قدر جوانی کسی نمی داند   ببین ز رفتن شب میدرد گریبان صبح
زمانه رحم ندارد بدل شکستن ما   بود بچیدن گل دست باغبان گستاخ
بیاض دلربائی را مخمس گشته ترک من   که چار ابروست حسنش برکمر شمشیرهم دارد
چشم او آبروی میکده ریخت   می بکشتی نشسته میگردد
هرکجا آن زلف مشک افشان داغی میشود   شب نهان چون چشم آهو در چراغی میشود
آشنای عشق را در وصل شان دیگر است   بهربط آب روان تخت روانی میشود
صاحب جوهر، رفیق صاحب جوهر، شود   استخوان ماهی آخر دستهٔ خنجز شود

این مصرع بگمان فقیر آرزو بهتر است :

عاقبت دندان ماهی قبضهٔ خنجر شود

باخسان آمیختن نازک دلان را راحت است   خس پناه شیشه ها را سیب یکدیگر شود
مرا دریغ ، بحال مسیح ، می آید   که روی اهل جهانش دو بار باید دید(۱)
شود خونریز تر، از نشهٔ می ، عشوهٔ خوبان   که تیغ ناز را رطل گران سنگ فسان باشد
کافی بود بحالم، گاهی نگاه الفت   اندک، بچشم مفلس بسیار مینماید
نشاه سودا ز آبادی دوبالا می شود   در شراب ما، سواد شهر، افیون افگند
عشق در هرجا چمن پیرای خلوت می شود   خضر را چون سبزهٔ بیگانه بیرون میکند
بلبلان ! من بسوی دام ، کشودم پر و بال   هر کرا هست، سر کنج قفس، خوش باشد
خیال طره اش درسینه و دارد دلم شوری   چو آن مرغی‌که، بیند مار را در آشیان خود
مائل خویش کرد یار مرا   خانهٔ آئینه خراب شود

۱- صائب: مرا ز روز قیامت، غمی‌که‌هست، اینست   که، روی مردم دنیا، دوباره باید دید

سلطانی گردید ، و بمنصب و خطاب و خلعت سرفرازی یافته بصوبه داری اله آباد رسید .

در موسیقی و مقالات هندی مهارتی تامه داشت ـ رساله راگ درپن ـ و ـ رقص هندی ـ بکمال تحقیق نگاشت . و سنه خمس و تسعین و الف (۱۰۹۵هـ) بست‌وپنجم ماه مبارک رمضان ، تاریخ وفات سیف‌خان است :

یار احوال دل از من پرسید غنچهٔ لاله بدستش دادم

شیخ ناصرعلی در مرثیه‌اش گفته :

سیف از سرم گذشت دل من دو نیم شد (۲۱۵)

۱۱۴ ـ سیف ، آخوند سید سیف‌الدین کشمیری

● ابتهی : آخوند سید سیف‌الدین سیف کشمیری ، شاعر فارسی و زبان کشمیری بوده . در سال (۱۲۷۰هـ) در لدیانه (پنجاب) زندگانی میکرد .

در کلیات ، منظومات بزبان کشمیری نیز دارد . و نسخهٔ کلیات که در دیوان هند است (شماره ۱۷۳۳) در شوال سال (۱۲۷۰هـ) مصنف خود اورا استنساخ کرده است . و دارای تمام اصناف شعری ست . مثلاً : قصیده ، غزل ، قطعات ، معمه ، قطعات تاریخ وغیره . نظم و نثر غیر منقوط هم دارد که برای شاه شجاع الملک (متوفی ۱۲۵۸هـ) والی افغانستان گفته شده است .

ـ مثنوی وامق و عذرا ـ دارد که در زبان کشمیری سروده و الفاظ فارسی بکثرت در آن بکار آورده است . این مثنوی ، وقتیکه سیف جوان بود و در کشمیر زندگانی میکرد ، سرودن آغاز کرد و در لدیانه بتکمیل رسانیده است . ابتدا به این شعر است :

خداوندا بکن شیدائی عشقم نگردان وامق عذرائی عشقم

خواند . سرخوش چون بشنید بطرز ریش خنده بر روی او خواند :

چرا این حاجت، از حق خواهی ای یار ! توانم کرد من هم ایـقدر کار
که ، مشتی حسن، بسا آتش فروزم همه موی سر و ریشت بسوزم

القصه، سرخوش در آخر عمر بجمعیتی رسیده انزواء گردیده . ـــ دیوانی ـــ و ـــ تذکرهٔ شعراء ـــ دارد . فقیر این چند بیت ازآن یادگاری مینگارد .
(پنج بیت دارد ص ۱۵۸-۱۶۱)

● **مجمع‌النفائس:** میرزا محمد افضل سرخوش . از شعرای قرارداده هندوستان است . نسخه ـــ کلمات‌الشعراء(۱) ـــ که مشتملست بر احوال شعرای عصر جهانگیر، بلکه بعضی از شعرای اکبری نیز تا عهد مشارٌ الیه، تصنیف نمود. خیلی معنی یاب و انصاف گزین بود . فقیر آرزو ، اوائل سلطنت محمد فرخ سیر پادشاه شهید مرحوم ، در خدمت او رسیده ، و چون از حلیه بصارت دران وقت مردم چشمش عاری شده بود ، دیوان خود را بفضل‌الله نام پسر خود که ـــ بعد ازو شعر میگفت و هنر تخلص مینمود ـــ و در عین شباب، جهان گذران را وداع نمود ، داد که : پیش فقیر بخواند . فقیر گفت : میرزا صاحب ! نور چشم این معنی دارد ! باری از فراغ خواندن، باین عاجز تکلیف شعر فرمود . چون نوجوان بودم از راه ادب عذر همراه نداشتن سفینه آوردم . آنمرد بزرگ بجد شد ، ناچار این بیت خواندم :

افتادگیست ، مایهٔ نشو و نمای من نخلم چو گرد باد ز خاک، آب میخورد

و این رباعی نعت :

امی لقبی ، که هست دارای سخن از عجز ، کلیم شد بوصفش الکن
از بسکه ، جهان کرد ازو کسب علوم گردید سواد سایه اش هم روشن

بمجرد شنیدن، سر مرا درکنار گرفت و بر پیشانی بوسه داد و فرمود که :

۱- کلمات‌الشعرا،که ملک خان آرزو بوده ، بقول مصحح سروآزاد: در کتب خانهٔ آصفیه حیدرآباد هست .

چون در مدرسه ، بهیچ باب در نمیکشود و از هیچ راه فتوحی رو ننمود، بتحریک سابق تائید و تحریک قائد توفیق ، در سال هزار و بیست و سه (۱۰۲۳ھ) راه هندوستان پیش گرفته ، بمجرد رسیدن لاهور ، خود را بمنزل شیخ الطائفه میان میر رسانیده (۱) بدریافت ملازمت آن حضرت استسعاد یافت.

۱- میان میر ، دارا شکوه ، مرید ملا شاه بدخشی بود ، و وی مرید حضرت میر محمد ، معروف به میان میر ، پسر قاضی سائیندته ، بن قاضی قلندر فاروقی ، سیوستانی السندی است .

میان میر ، در سیوستان ، بسال (۹۳۸ھ) تولد یافت . (سکینة الاولیاء اردو ص ۱۹) در تحفة الکرام ثبت است که : — تولد او در سال (۹۵۷ھ) شد — . زیاده از شصت سال در بلدهٔ لاهور اقامت کرد ، مرید شیخ خضر قادری (سیوستانی ، المتوفی ۹۹۲ھ) ، شده . (رک : خزینة الاصفیاء ، تحفة الکرام ، سفینة الاولیاء ، سیرة القادریه) وفاتش ، در عمر هشتاد و هشت سالگی ، در سال (۱۰۴۵ھ) هست . قبرش در موضع هاشم پوره (لاهور) . از مریدانش جماعة کثیر صاحب کرامات و رسیدگان حق اند . صاحب تحفة الکرام ، در شرح حال پدرش نوشته که : — قاضی سائیندته ، از اولاد حضرت فاروق ، و از اجلهٔ علماء و اتقیای روزگار بوده ، شریعت را یار طریقت و طریقت توامان حقیقت داشته . در سیوستان ، نامی بل در تمامی سند گرامی زیسته — . (۳:۱۸۳) دارا شکوه ، در سکینة الاولیاء ، تاریخ ولادت ایشان ، از زبان برادر زاده‌اش سال (۹۳۸ھ) ضبط کرده (ص۱۹) و در جای دیگر نوشته ، که : — از بعضی راویان، شنیده‌ام (۱۰۷) سال زیست کرده ، و از بعضی مروی ست که : ۹۷ سال زندگی کرد. ولاکن ، یک محضری که محمد امین سیوستانی (برادر زادهٔ میان میر) از سیوستان تصحیح کرده آورده بود ، دیدم که ولادت ایشان در (۹۷۵ھ) بود ، و مطابق این، عمر شریف ایشان ۷۰ سال میشود — . (سکینة اردو ص ۷۵)

در بارهٔ وفات ایشان دارا شکوه گفته که : حضرت ایشان ، قدری زیاده از شصت سال در لاهور اقامت فرمودند و آخرالامر به عارضهٔ اسهال پنج روز بیمار شده بتاریخ هفتم ماه ربیع الاول سنة (۱۰۴۵ھ) بروز سه شنبه ، بمحلهٔ — هاشم پوره — در حجره که مسکن ایشان بود ، طائر روح مطهر ایشان از قفس وجود خلاصی یافته بعالم لاهوتی - که وطن اصلی آن بود - شتافت و قطره به بحر شد . (سکینة الاولیاء ص ۷۵ و تاریخ لاهور ص ۱۷۵ و سفینة الاولیاء ص ۷۰)

و مدتی مدید آمد و شد مینمود و از ایشان رو نمی یافت ، بلکه ایشان ، راه نزد خود نمیدادند . و عاقبت ، که ثبات قدم و صدق طلب مومی الیه

دارا شکوه سلسلهٔ خویشاوندان وی را به این قرار ضبط کرده است :

والد قاضی سائیندنه بن قاضی قلندر — والده بی بی فاطمه بنت قاضی قادن

قاضی محمد | قاضی بولق | قاضی عثمان | قاضی طاهر | بی بی جمال خاتون (متوفی ۱۰۵۷ھ) | میان میر | بی بی واذی (بادی)

بی بی جمال خاتون ← محمد شریف (متوفی ۵ رجب ۱۰۵۲ھ) نخستین سجاده نشین

ملا فتح‌الله ، یکی از مریدان میان میر : این تاریخ گفته که بسر دروازهٔ گنبد کنده است :

میان میر ، سر دفتر عارفان — که خاک درش ، رشک اکسیر شد
سفر ، جانب شهر جاوید ، کرد — ازین محنت آباد ، دلگیر شد
خرد ، بهر سال وصالش ، نوشت — بفردوس والا میان میر شد

۱۰۴۵ھ

(تاریخ لاهور عبداللطیف ۱۶۲ — تحقیقات چشتی ۲۵۱)

در مخبرالواصلین تاریخ ثبت است :

عارف راه حق ، بصدق و یقین — شیخ میر ، آفتاب کشور دین
قادری بود ، آن خدا آگاه — از مریدان اوست ، ملا شاه
خواجه ملا ، و احمد سنام — هر یک از دولتش ، رسیده بکام
در همه عمر خود ، نشد پابند — بخیال زن و غم فرزند
از ربیع نخست ، هفتم بود — در دل هفته ، رحلتش فرمود
عمر ، هشتاد و هشت سالش بود — کانزمان ، کرد سوی خلد صعود
سال نقلش ، ملک باوج فلک — زد رقم : میر جنتی بی شک

۱۰۴۵ھ

بحسب ظاهر نیز سمت ظهور یافت ، مهربان شده از در ارشاد در آمدند ، و تلقین طریقهٔ انیقهٔ خویشتن نموده ، در اندک مدت ، بنهایت مرتبهٔ سعادت ، رسانیدند . و از آن باز ، باشارۂ آنحضرت مشارٌالیه ، بکشمیر رفته در آنجا اقامت نمودند . و تا فرجام روزگار ، تابستان در کشمیر و زمستان در لاهور ، بسر برده . در سال هزار و هفتاد و دو (۱۰۷۲ھ) سفر عالم بالا اختیار نمود .

☜ گنبد مرقدش ، به لاهور است همچو ، بر چرخ چارمین، سور است
(مخبرالواصلین صه ۸۲ و مفتاح التواریخ صه ۲۲۲)

مفتی غلام سرور لاهوری گفته :

میر دنیا و دین ، میان میر است واقف راز و محرم اسرار
هست — میر بهشت — تولیدش هم — میان میر چشمهٔ انوار
۹۵۷ھ ۹۵۷ھ
باز فرمود : — شیخ والا جاه — عقل ، تولید او بصد تکرار
۹۵۷ھ
— بندۂ مقتدا میان میر — است سال تولید ، آن شه ابرار
۹۵۷ھ
— هادی صدق میر اشرف — خوان وصل ، آن شاه زبدة الاخیار
۱۰۴۵ھ
نیز — فیاض حق ولی — آمد هم — میان میر دستگیر — ای یار
۱۰۴۵ھ ۱۰۴۵ھ

دیگر :

شه دور زمان فضل الهی میان میر ، آن ولی اهل توقیر
ز — رهبر متقی — پیداست سرور کنی ، تاریخ تولیدش ، چو تحریر
۹۵۷ھ
بجو ، تاریخ وصل آن شه دین ز — تاج الاصفیاء عابد میان میر —
۱۰۴۵ھ

(خزینة الاصفیاء ۱ : ۱۵۹)

اغلب اوقات ، ازآن عرفان مآب ، اشعار آبدار سرزده . ابداع و انواع معانی ، و انشای اقسام سخن ، از مثنوی و قصیده و غزل و رباعی ، مینمود . درین مقام ، بایراد بیتی چند ازآن ، اکتفاء مینماید :

آن ابروی کجش را ، تیغ خمیده گفتم زآن تیغ اشارة کرد ، بالای دیده گفتم (۱)
چشم و ابروش ، چو باهم پیوست درمیان ، شرح اشاراتی هست (۲)

رباعی

از بستگی خویش ، اگر وا کردی بر دار رسن خویش ، مهیا کردی
وا کرد ، بگرد خویش مانند حباب تا وا کردی ز خویش ، دریا کردی (۳)
از شش جهتم روی نمودی ، آخر از هر طرفی ، دام ربودی ، آخر
بیرون و درون ، جلوه‌گری میدیدم بر تحقیق آمدم تو بودی آخر
رفتیم بهر جا ، که در و بستان است خفتیم بهر جا ، که گل و ریحان است (۴)
چون طفل رضیع ، رو بخویش آوردیم دیدیم ، شیر در همین پستان است (۵)
ای بند بپای و قفل بر دل ، هشدار وی دوخته چشم ، پای درگل ، هشدار
عزم سفر مغرب و رو به مشرق ای راهرو پشت بمنزل ، هشدار
(۳ : ۳۶۴-۳۶۵)

● تذکرهٔ نصرآبادی : ملا شاه ، از ولایت هندوستانست ، باعتقاد خویش از جمیع علوم ــ خصوصاً از علم جلب قلوب ــ بهرهٔ وافی دارد . چنانچه شاهجهان را ــ که شیطان از راه نمیتوانست برد ــ معتقد خود ساخته ، و

۱- همیشه بهار و صبح گلشن دارد .
۲- همیشه بهار دارد .
۳- مرآة الخیال ، ریاض الشعراء ، تذکره شعرای متقدمین ، ریاض العارفین و نگارستان سخن دارد .
۴- نصرآبادی دارد .
دیدیم بهرجا که ، ده و بستان است
۵- نصرآبادی و همیشه بهار دارد .

شاهزادها ، از ذکور و اناث ، اعتقاد باو داشتند. و چنانچه ، جهان‌آرا بیگم (۱) از مریدان صاحب ارادت او بود ، و او را از اولیای کبار میدانست . اما اعتقاد درستی نداشته ، چنانچه از این بیتش ظاهر است :

من چه پروای مصطفیٰ دارم　　پنجه در پنجهٔ خدا دارم(۲)

این رباعی هم ازو مسموع شد . (۳)

● مرأة الخیال : ملا شاه ، عارف دل آگاه ملا شاه بکمال فضل و دانش و تمامی عقل و کیاست آراسته بود . مولدش بدخشان است . گویند : در اثنای تحصیل علم ، درد طلب دامنگیر او گردید و در جستجوی آن سلطنت بی‌زوال ، از وطن آواره گشته . بهر شهری که رسیدی ، چند روز جزو کشی نمودی و با گوشه گیران آنجا صحبت داشتی . لیکن چون تسکین طپش ، منحصر در دارالشفای دیگر بود ، بمداوا نرسیدی ، تا آنکه بکابل آمد و از آنجا برفاقت یکی از تجار ، بهندوستان افتاده ، در شهر لاهور بخدمت میان شاه میرک ــ که حالات ایشان بر صغیر و کبیر هویدا ست ــ اعتقاد بهمرسانید. اما مدت سه ماه ، پروانه وار بگرد آن شمع جهان افروز ، میگردید و بجز

۱- جهان آرا بیگم در زمان برادر خود عالمگیر پادشاه بتاریخ سوم رمضان‌المبارک سنه هزار و نود هجری (۱۰۹۰ه) در خلوت سرای جاودانی آرمیده . و در صحن روضهٔ نظام‌الدین اولیاء (دهلی) مدفون گردید . (دختر سومی شاهجهان ولادت چهار شنبه ۲۱ صفر ۱۰۲۳ه) و جهان آرا بیگم در حین حیات محجر خود را تعمیر نموده . بر لوح مزار او این بیت بخط نسخ مرقوم است :　　　هوالقیوم

بغیر سبزه ، نپوشد کسی مزار مرا　　که قبر پوش غریبان ، همین گیاه بس است

الفقیرالفانیه جهان آرا مرید خواجگان چشت بنت شاهجهان پادشاه غازی انارالله برهانه سنه (۱۰۹۲ه) .　　　(مفتاح‌التواریخ ص ۲۲۸)

۲- ریاض الشعراء و تذکرهٔ حسینی دارد .

۳- رک : تحت شاه جهان نامه ــ رفتیم بهر جا . . . . الخ

شعلهٔ جان سوز عنف و درشتی، هیچ نمیدید، تا کارش باضطرار رسید. و در آنحال نسیم راحت از مهب عنایت درموزیدن آمد و ظلمت یأس بضیاء امید مبدل شد. روزی میان شاه میر مهربان شدند و بر زبان مبارک گذشت که: ملا! مدتی جفا کشیدی و در کورهٔ امتحان خالص گردیدی! اکنون وقت آن است که، طلای کامل عیار شوی، برو پارچهٔ خود را نمازی کن! ملا بدل خوشی تمام، بر لب دریا رفته، بشست و شوی پارچه مشغول گردید.

درین اثنا شخصی را دید، که تا سینه در آب ایستاده است، میگوید که: پارچهٔ خود بمن بده، تا من بشویم! ملا، چون اورا نمی شناخت، التفاتی نکرد. چون بخدمت میان شاه میر رسید، تبسم کرده فرمودند که: جامهٔ ترا خضر برای شستن می طلبید، چرا ندادی؟. و ازآن روز، بتربیتش توجه فرمودند. و ملا نیز، ریاضات شاقه اختیار کرد. چنانکه گویند: تا سی سال علی‌الاتصال، خواب نکرده بود (والله اعلم بالصواب) و بعد از وصال حضرت شاه میر، بکشمیر رفت. در آنجا دولت ظاهری نیز روی نمود، و اسباب جمعیت صوری دست داد. صاحبقران ثانی شاهجهان پادشاه و سلطان دارا شکوه، با اکثری از خوانین معتقد شدند، و در کمر کوه ماران — که یکی از جبال نواحی کشمیر است، و در برابر کوهی واقع شده که آن را ـ تخت سلیمان ـ گویند — باغی در نهایت وسعت و تکلف، بنا نهاد، و درآن باب گفته:

کوه ماران بکمر، لعل بدخشان دارد　　این چنین بخت، کجا تخت سلیمان دارد(۱)

و آن باغ را — چشمهٔ شاهی — نام کرده. اگرچه در آنجا، هرطرف آبشارها از کوه می افتد، اما چشمهٔ واقع شده است ته جوش، که بروی

۱- ریاض‌الشعرا دارد.

آن حوضی ساخته اند ، مثمن از سنگ سیاه ، و از بالا سقف کرده اند، تا در سایه باشد . آبش از برودت بمثابه ایست که ، در عین تابستان اگر لمحهٔ دست در وی گذارند ، مثل اعضای رعشه‌دار بلرزه در آید و چون روی پیران سالخورد ، پر از اربک (؟) گردد. و ملا شاه درآن طرح اقامت انداخته ، بتحمل تمام زیست می کرد. و دستور چنان داشت که ، هرگاه خبر تشریف آوردن پادشاه میشنید، عصا در دست گرفته بسیر خیابان مشغول میگردید ، و ایستاده ملاقات میکرد . و همچنین در وقت برخاستن همراه پادشاه بر میخاست و ساعتی دیگر سیری میکرد . در این صورت هیچگاه ، بحسب ظاهر ، تعظیم پادشاه از وی بوقوع نیامد . بارها حضرت صاحبقران ثانی میفرمود که : در هندوستان دو شاه اند ، یکی شاهجهان و دیگر ملا شاه . اما حضرت عالمگیر شاه، بعد از انزاوی شاهجهان و قتل دارا شکوه، ملا را بحضور طلب فرمود و وی از کشمیر بر نمی آمد ، تا آنکه صاحب صوبهٔ آنجا بعنف برآورد . ملا در اثنای راه ، یک رباعی ، مشتمل بر تاریخ جلوس گفته ، بدارالسلطنة دهلی فرستاد . چون مطالبه ظل الٰهی در آمد ، تکلیف حضور موقوف گردید ، و حکم شد که در لاهور باشد .

رباعی :

صبحی دل من ، چون گل خورشید، شگفت
حق ظاهر شد ، غبار باطل را، رفت
تاریخ جلوس شاه اورنگ مرا
ـ ظل الحق ـ گفت ، الحق این را حق گفت(۱)
۱۰۶۹

رمز شناسان خطهٔ سخنوری را برکمال فضل و بلاغت او دلیلی بهتر ازین درکار نیست، چه اگر بنظر تعمق نگاه کنند دریابند که، فی‌الحقیقته تمام رباعی در توصیف خود گفته و ضمناً پادشاه را ممنون ساخت . گویند:

۱ـ همیشه بهار و ریاض الشعراء و تذکرهٔ شعرای متقدمین دارد .

روزی ملا شاه در لاهور بر اسپ عربی سوار بود و نیمهٔ آستین زرباف بوم طلا در بر داشت، بر در حجرهٔ ملا خواجه — که او نیز از خلفای میان شاه میر بوده و بنهایت تجرید میگذرانید — بگذشت. ملا خواجه‌بجهت ادای سنت سلام بر آمده بود، چون نظرش بر نیمهٔ آستین افتاده، بغایت تلخ شد دامن بگرفت و گفت: حضرت این چه چیز است؟ ملا شاه نگاه کرد و گفت: ملا خواجه! والله من نمیدانم که بر من چه انداخته اند! مؤلف این اوراق را درین مقام حیرت دست میدهد که، ملا شاه با آن همهٔ کمال قسم بدروغ یاد نکرده باشد، اما این چنین لباس در خانه نگاهداشتن و استعمال در آوردن و ازآن بیخبر بودن محل تعجب است، همانا که در اول حال تغافلهای حضرت میان شاه میر در تربیتش ازین راه بوده باشد که، از وی رائحهٔ تعلق دنیا یافته بود. رحلت وی در سنه هزار و هفتاد (۱۰۷۰ه) در لاهور واقع شده و مرقدش در آنجاست.

ملا در زمان اقامت کشمیر تفسیر قرآن بزبان اهل تصوف شروع نموده بود، و مدار آن را مطلقاً بر تأویل گذاشته. اما زیاده از یک پارهٔ اول نوشتن فرصت نیافت. ازآنجمله، شرح یک آیه که از عجائبات توان گفت، بر سبیل نقل درین اوراق ثبت میگردد -(ختم الله علی قلوبهم وعلی سمعهم وعلی ابصارهم غشاوة ولهم عذاب عظیم)- ظاهر معنی این آیه، که جمهور مفسران نوشته اند آن است که: نزول این آیه در شان مشرکان است. یعنی مهر نهاده است خدای بر دلهای ایشان تا بیان حق فهم نمیکنند، و بر گوشهای ایشان تا سخن حق نمیشنوند، و بر دلهای ایشان پوششی هست تا راه حق نمیبینند، و مر ایشان راست از روی استحقاق عذابی بزرگ. و ملا شاه در تأویلات خود آورده که: این آیه میباید در شان اولیاءالله باشد و معنیش چنین بود که -(ختم الله علی قلوبهم)- مهر نهاد خدای تعالی بر دلهای اولیاء خود، تا ساحت آن فضای با صفا که بحکم: قلب المؤمن عرش الله

تعالی ، که هر یکی بارگاه کبریائی است ، از خس و خاشاک وساوس نفسانی و غبار کدورت هواجس شیطانی پاک میباشند . -(و علی سمعهم)- و بر گوشهای ایشان که ، دریچه های شهرستان قلعهٔ تن اند ، تا از دخل کلمات لاطائل مسدود مینمایند -(وعلی ابصارهم غشاوة)- و بر بصرهای ایشان پرده است از سرادق عظمت و جلال و جلباب حسن لا یزال ، که در تماشای آن بجمال ناسوت و ملکوت نظر نمیگمارند -(ولهم عذاب عظیم)- و مر ایشان راست شربتهای بزرگ در مزه و حلاوت ـ انتهی کلامه ـ درین مقام ملا شاه عذاب را از عذب گرفته که بمعنی آب صاف شیرین آید . توضیح در بیان معنی تفسیر و تأویل و تفریق میان اینها. بدان ، -(ایدک الله تعالی و ایانا بدرک الغوامض)- تفسیر در لغت روشن کردن است و پیدا و هویدا ساختن و در اصطلاح عبارتست از کشف وجوه و شرح معانی قرآن ، و واضح گردانیدن اخبار و قصص آن ، و باز نمودن اسباب نزول آیات و سور و آنچه متعلق باشد بدان . اما تأویل در لغت باز گردانیدن است و بمعنی راست کردن نیز آید ، و باصطلاح علماء صرف سخن است از ظاهر بباطن و راست کردن آن بوجهی از وجوه معتبره و بزرگان را در فرق میان تفسیر و تأویل سخن بسیار است ، بعضی مختلف بمجرد عبارت و بعضی متغیر بحسب معنی و ایراد خلاصهٔ شطری ازآنها بموجب روایات بزرگان مناسب نمود . امام ابو منصور ماتریدی (رحمة‌الله علیه) در تأویلات آورده که : تفسیر اخبار است ازکسی که قرآن در شان وی فرود آمده و از سببی که نزول بدان سبب واقع گشته ، و این علم جماعتی است که مشاهدهٔ نزول اسباب آن فرموده باشند ، یعنی صحابهٔ کرام . و درین باب جز بنقل و روایت سخن نتوان گفت ، اما تأویل و توضیح آن چیزی است از معانی که قرآن محتمل باشد ، و این علم اهل فقه و کلام است . پس

تفسیر ازآن صحابه باشد و تأویل ازآن فقهاء و متکلمین. و از ین کلام چنان مفهوم شد که، تفسیر را همین وجهی واحد باشد و تأویل احتمال وجوه کثیره دارد. و در کتاب —درةالتاج— مذکور است که: تأویل صرف کلام باشد از صورت و باز گردانیدن آن بمعنی که صورت بدان دال نبود. چنانچه، مثلاً از ظاهر نفی ارادهٔ اثبات کنند، مثل -(لا اقسم بهذا البلد)- یا از لفظی عام شخصی خاص طلبند چون -(قال لهم الناس)- مراد از ناس یک شخص معین است، یا برعکس چون (فاعلم انه لا اله الاالله) که مخاطب خاص است، در لفظ و خطاب عام در معنی. و علی هذالقیاس، علماء را در امثال این تصرفات نمودن تجویز کرده اند و چون تفسیر امری توقیفی است، درآن برای عقل خود خوض کردن نشاید. امام کیا دیلمی در —فردوس الاحادیث— باسناد خود آورده که: سید عالم فرموده: -(من فسرالقرآن برأیه و اصاب کتبت علیه خطیئة لو قسمت بین الخلائق لوسعتهم!)— هر که قرآن را برای خود تفسیر کند، و فی نفس الامر سخن وی مطابق واقع افتد، و سهم اجتهادش بهدف مراد رسد، کاتبان دیوان عمل بدانگونه گناهی برو نویسند که اگر آنرا بر تمام خلائق قسمت کنند، همهٔ ایشان را فرا رسد: این تهدید عظیم در شان کسی است که اصابت قول را چنین عقوبتی مترتب باشد. کسی اگر برای خود گوید و خطا کند (عیاذاً بالله) تباهی حال او بر چه منوال خیال توان بست. از مثل این گستاخیها پناه بحمایت عصمت الٰهی باید آورد، و قدم از دائرهٔ آداب بیرون نباید نهاد:

از ادب، پر نور گشته است این فلک — و از ادب، معصوم و پاک آمد ملک
هر چه بر تو آید از ظلمات وهم — آن ز بی باکی و گستاخی است هم
بی ادب، تنها نه خود را، داشت بد — بلکه آتش در همه آفاق زد

این همه تهدید که بر تفسیر خود رایان متفرع است، بر تأویل راهنمایان و مشکل کشایان نیست، چه اینجا بجهت باز نمودن معانی محتمله استنباط احکام

فقه و کلام بنای کار بر تفکر و تدبر نهاده اند، و آن نسبت قرآن مرضی و مسموع باشد نه مردود و ممنوع . و در ـ ینابیع ـ فرموده که: از معانی قرآنی آنچه درآن برای خرد خوض نتوان کرد نزول آیات و اسباب آن است که، عقل در آن راه ندارد ، و آنچه سخن ازآن توان گفت، استخراج حقائق و احکام است ـ(کماقال الله تعالی و ان تنازعتم فی شیٔ فردوه الی الله ای الی کتاب الله)ـ و رجوع بکتاب خدای میسر نشود جز باستدلال و استعمال . چنانکه خلفای راشدین و باقی آئمهٔ دین (رضوان الله علیهم اجمعین) کرده اند. و اگر روا نبودی برای آن اقدام نکردندی . و دعائی که از حضرت نبوی در شان عبدالله بن عباس بنقل صحیح روایت کرده اند ـ(اللهم فقهه فی الدین و علمه التاویل ستدلی)ـ تمام است جهت تجویز تأویل . و در ـــ عین المعانی ـــ آورده که: تفسیر عبارت است از بیان لفظ چنانچه ـ(لاریب فیه ای لاشک فیه)ـ و تأویل اشارت است به بیان معنی . چنانچه گوئی ـ(لا شک فیه عندالمؤمنین)ـ و در ـــ احقاف ـــ آورده که: تفسیر کشف ظاهر است و تأویل کشف باطن . و در تفسیر آورده که: تفسیر روشن کردن روی سخن است و تأویل پیدا کردن مغز سخن . پس تفسیر کشایش را باشد و تأویل نمایش را . در ـــ معالم التنزیل ـــ آورده که: تأویل باز گردانیدن کلام است از صورت بمعنی محتمل بدو شرط . یکی موافقت سخن بماقبل و بعد و دیگر عدم مخالفت باکتاب و سنت . و معنی هر سخن که بزیور اتفاق با کلام الهی و زینت و اعتصام باحادیث رسالت پناهی آراسته نباشد، عین ضلالت و محض غوایت خواهد بود. و لهذا علمای دین در ابتدای تلاوت قرآن ترک استعاذه را مجوز نگردید اند، تا بیمن حمایت آن هم در تلاوت و هم در تدبر و تفکر که ـــ اصل تأویل است ـــ از خطا محترز توانند بود . ـ(من الله علینا بنیل المقصود)ـ (۱) . . . .

۱ـ این جا فوائد و مسائل استعاذه ضمناً بیان نموده شده .

الحال چون از اشعار ملا شاه غیر از مثنوی و رباعیات مسموع نشده، و مثنوی مشهور و متعارف است، تیمناً بتحریر چند رباعی اکتفاء مینماید.

رباعی

ای طالب ذات از چه رو دربدری — جویای خدا چرا از خود بی‌خبری
عین همه و جملگی عین تو اند — این است حقیقت ار بخود در نگری (۱)
راه دل خویش را کن و عیشی کن — درد دل خود دوا کن و عیشی کن
از خلق بهیچ رو رهائی نبود — خود را بخدا رها کن و عیشی کن (۱)
(ص ۱۲۴-۱۳۹)

● **همیشه بهار: حقائق و معارف آگاه ملا شاه بدخشانی، درحیات والدین بطلب علوم مشغول و بعد تحصیل علوم عقلی و نقلی، سالک مسالک فقر و فنا شده، راه هندوستان پیش گرفت. بمجرد رسیدن لاهور خود را بمنزل** عارف حقائق الهی میان شاه میر قلندر رسانید.

و ایشان از اکابر مشائخ عصراند و طریقهٔ قلندریه داشتند. ملا شاه مدتی درخدمت میان شاه میر آمد و شد مینمود، و ایشان اکثر رو میتافتند بلک راه نزد خود نمیدادند. عاقبت که ثبات قدم مومی الیه ظاهر شد، مهربان شده در اندک زمان بنهایت مرتبهٔ عرفان رسانیدند.

و باز باشارهٔ آنحضرت، ملا شاه بکشمیر رفته درآنجا اقامت ورزید. و تا آخر عمر ایام تابستان در کشمیر و زمستان در لاهور بسر برده. و در کمر کوهی نواح کشمیر، باغی بنهایت لطافت و نزاهت بنا نهاده بود. و آن باغ را ـــ چشمهٔ شاهی ـــ نام‌کرد. اگرچه درآنجا آبشارها از کوه آیند لیکن چشمه ته جوش نیز واقع شده است. و بالای آن چشمه حوضی ساخته مثمن از سنگ سیاه و از بالا مسقف کرده. آبش در برودت بمثابه ایست که در عین

۱- ریاض‌الشعراءو تذکرهٔ شعرای متقدمین دارد.

تابستان اگر لمحهٔ دست در وی گذارند مثل اعضای رعشه دار بلرزه در آید : شاه مذکور درآن باغ بتحمل بسیار و فراغت تمام میزیست . و هرگاه خبر آمد پادشاه میشنید عصا در دست گرفته بسیر خیابان میرفت و ایستاده ملاقات میکرد. و همچنین در وقت برخاستن همراه پادشاه برمیخاست و ساعتی دیگر سیر میکرد .

گویند شاهجهان پادشاه بارها این حرف را بر زبان آورده که: در هندوستان دو شاه اند، یکی شاهجهان و دیگر ملا شاه . و در سال هزار و هفتاد و دو (۱۰۷۲ھ) سفر عالم بالا اختیار نمود .

و شاه بلند اقبال دارا شکوه قادری تخلص، از مریدان ایشان بود ؛ اغلب اوقات آن عرفان مآب طرهٔ اشعار را بشانهٔ قلم می آراست ، و بخیال شعر میپرداخت . لهذا درین مقام بایراد بیتی چند از دیوان ایشان اکتفاء مینماید .

رباعی

عمری که بلند و پست بودم بودم در مرتبهٔ هیچ و هست بودم بودم
خود آمده ام بخود پرستی اکنون آن دم که خدا پرست بودم بودم(۱)

تاریخ جلوس پادشاه عالمگیر بدین گونه در سلک نظم کشیده (۲) .

و ولادت با کرامت آن پادشاه در سال سیزدهم جهانگیری شب یکشنبه یازدهم ذی قعده مطابق سنه هزار و بیست و هفت (۱۰۲۷ھ) از دختر یمین‌الدوله آصف خان (۳) در حوالی اجین است . تاریخ تولدش ابو طالب کلیم چنین گفته :

۱- صبح گلشن دارد .

۲- رک : مراة الخیال .

۳- ارجمند بانو بیگم ممتاز محل (تولد ۱۰۰۳ھ وفات ۱۷ ذیقعد ۱۰۴۰ھ) مدفن تاج محل آگره دختر میرزاابوالحسن یمین‌الدوله آصف‌خان (متوفی ۱۷ شعبان ۱۰۵۱ھ مدفن لاهور) .

داد ایزد بپادشاه جهان خلفی همچو مهر عالمتاب
تاج صاحبقران ثانی یافت گوهری بحر ازو گرفته حساب
نامش اورنگزیب کرد فلکُ تخت ازین پایه گشت عرش جناب
چون باین مژده آفتاب انداخت افسر خویش بر هوا چو حباب
طبع دریافت سال تاریخش زد رقم: آفتاب عالمتاب

۱۰۲۸ه

در رواشح مینویسد که : چون بعضی از اعضای جهان آرا بیگم خلف شاهجهان پادشاه بسوخت ، رجوع به ملا شاه با صفا کرد . چند خوان پر از اشرفی فرستاد و درخواست دعا کرد . پیر صادق فرمود که : وقت رجوع بطبیبان است از دعا چه میکشاید . نذر خود را ببرید که حیله و تزویراز من نمی آید .

از شمع بسوخت ضعیفم والا جاه درخواست دعا به نذر از ملا شاه
گفتا: چه کشاید از دعا غیر دهن زین حال طبیب را بکن زود آگاه

نه این است که دعای مقبولان را اثر نیست ، عارف را جز حق توجه بسوی دگر نیست . بندهٔ در مانده دعا پیش خدا کند ، عارف عین ذات است، پیش که دعا کند . (خطی)

● **تاریخ اعظمی** : غرق بحر توحید اله حضرت آخوند ملا شاه . شاه محمد نام داشت ، از مردم بدخشان است . از خوردی آثار علوم استعداد از باطنش ظاهر بود . در ایام تحصیل قرآن در علوم غریبه و شعر بسبقت اقران ید بیضا مینمود ، چون براه فقر و انقطاع آمد و در اکثر عالم سیر کرد ، آخرالامر تربیت از خدمت حضرت میان شاه میر لاهوری قادری قدس سرهٔ ــ که از محبوبان مجذوب نما بود ــ یافته . و مدتها بسیاحت قلندر وار میرفت . و در سطوات توحید سوز و گداز عجب داشت .

در همان حالات بکشمیر رسید، و دامن کوه ماران کشمیر را ، معبد و مسکن

ساخته . صیت شیخی و آوازهٔ بزرگی او اشتهار یافته، شاهزاده دارا شکوه و بیگم بارادت آمده خدمت مالی و بدنی بسیار بکار برده اند ، و تعمیر خانه و خانقاه سنگین و اماکن معروفه بعمل آوردند .

هنگام سکونت بکوه ماران، برادرانش پرسان و جویان احوال، بکشمیر رسیدند . و اتفاقاً بخدمت ایشان آمده چون نام و نشان وطن و آباء و اجداد بیان کردند فرمود که : منم آن شاه که الحال مرا ملا شاه میگویند! اخوان و سائر خویشان چون برادران حضرت یوسف علیه‌السلام بایشان پیوستند . بعد ازین ، دیگر خویشان و اقارب آمده در دامنهٔ این کوه جای گرفتند .

حضرت آخوند مسند تجرید را آراسته و هرگز تأهل را نخواسته . امراء و فضلای عصر و بعضی مشائخ در خدمت ایشان اکثر میرسیدند .

طبع موزون داشته و نشأهٔ وحدت را در کثرت یافته ، قریب لک بیت محتوی بر لطائف و در بیان حقائق و معارف تصنیف نموده .

باوجود کمال عرفان، لطیفه گوئی را از دست نمیداد . مشهور ست که: شاهجهان پادشاه پیش از ملاقات خود، موسوی خان صدر را برای امتحان در خدمت آخوند فرستاده . چون بصحبت رسید آخوند اصلاً تن به تعظیم و تکریم نداده . خان مذکور حمل بر ناشناخت نموده ، گفت که: من موسوی خانم ! آخوند جواب داد که : ما محمدیانیم موسوی و عیسوی را نمیدانیم !

ازین دست، حکایات و لطائف ازو مشهور و بر زبانها مذکور است .

غرق بحر توحید بود و کثرت موهومه مزاحمت حال باطنش نمینمود . روزی ، کنارهٔ حوض غلو مردم بسیار دیده ، از سبب پرسید . کسی گفت : خدمت بابا نصیب، بزیارت حضرت مخدوم شیخ حمزه (قدس سرهٔ) تشریف آورده . چون آخوند شوق دیدن بابا نصیب، از مدت داشتند، عزیزان خدمت

بابا را مرغب شده ، بخدمت ایشان آوردند . مکالمه و مذاکره بمیان آمده . آخوند از بابا پرسیدند که : این کثرت ضد وحدت است ! بابا فرمودند که : وحدت در کثرت است .

چون تخت و تاج سلطنت درسنه (۱۰۶۹ھ) بپادشاه جهان پناه اورنگزیب عالمگیر رسید ، مخالفان دارا شکوه ، سعی کرده آخوند را به حکم پادشاه بحضور طلبانیدند . لاچار بلاهور رسیده درآنجا چند سال زیسته . ایام بغربت بسر برده در خوف و رجا میگذرانید ، و میفرمود : الحمد لله ! اول و آخر من ، بغربت گذشت !

چون ایام مفارقتش از دار فنا نزدیک رسیده ، متوجه شده در پالکی نشسته در جوار مزار مرشد ، زمینی از مالکان خرید و وصیت نمود که : مدفن من اینجا باشد! (۱). دیگر بیمار افتاده . شب رحلت ، آخوند ملا محترم و میان اسمعیل لاهوری آمدند . و ایشان را مطلع از وفات خود ساخته تاکید به تکفین و تجهیز خود نمود . و این نقل را بلا واسطه محرر از زبان مرشد خود شنید که ایشان شافهةً از جناب حضرت میر محترم استماع نمودند . و تاریخ وفات خود را وقت نزع خود گفته . تاریخ:

داد در توحید ملا شاه جان

1- His tomb is situated in a central position at the present village of Mian Mir, west of the Multan Railway Line. Dara Shekoh embelshed tomb of his pir with Marble stones and other precious materials, the Arches being of marble Lattice work; but these were all removed by Ranjitsingh to decorate the Ram Bagh at Amritsar. The village which is surrounded by high walls of solid masonry, was originally the garden attached to this tomb, with a splendid gatway to theNorth, which still exists. The quarters were known in old times as Alamganj. The garden was converted into a village by Mehdi Shah, Sajjadah-Nasheen of Mian Mir, about 125 years ago. (Lahore by Latif. 178)

مقبرهٔ او بمقام ــ دارا شاه پوره ــ من مضافات لاهور مشهور است . الحق که در فن تاریخ‌گوئی بی نظیر وقت بود، بعضی اشعار آخوند، مذکور میشود . رباعی مشهور است .

از علم نظر، اگر کسی با خبر است — قطع ره یارش به پسر شاه پرست
از ذکر و فکر او جهان را اثر است — قربان نظر شوم که کار دگر است

در مقام فنا گفته است :

شاه، جهان آفرین، جای مرا بر گرفت — گفت: تو بر خیز شاه! جای تو شد جای ما

صاحب دیوان و مثنویات است و اکثرش در توحید و معارف و بتقریب حالات سرگذشت خود هم موزون کرده است . (ص ۱۶۱-۱۶۲)

● ریاض‌الشعراء: عارف ربانی ملا شاه بدخشانی . از اوائل جوانی کمر خدمت فقراء و اهل‌الله بسته، از هر خرمنی خوشه و از هر خوانی توشه برداشته، تا آخر برهنمونی قائد توفیق و هادی طلب ، بهندوستان شتافته، در دارالسلطنت لاهور بشرف ملازمت قطب‌الطریقت حضرت میان شاه میر لاهوری (قدس‌الله سرهٔ) را دریافت . و دانست که ، دوای او در دارالشفاء توجه باطن فیض مواطن آن ذات مقدس خواهد بود .

گویند : مدت سه چهار ماه جبههٔ نیاز بر آستان سدره نشانش میسائید ولیکن از آنجانب بغیر از بی التفاتی و خشونت حاصلی نمیدید . بعد ازآنکه نیازش از حد گذشت و مذلتش بنهایت انجامید، و امیدش بیأس مبدل شد، و آه حسرت از کانون سینه اش بفلک‌الافلاک رسید ، نسیم عنایت ایزدی در اهتزاز آمده ، مژدهٔ الطاف رسانید . یعنی حضرت میان شاه میر نظر شفقت در وی دیده فرمودندکه: ای بدخشانی! در آفتاب‌امتحان گداختی و سنگ سیاه خود را

لعل بی بها ساختی ! اکنون وقت آن رسید که بتراش تربیت در آمده لائق افسر شهریاران گردی ! بر خیز و لباس خود را بکنار جوئی — که در بیرون شهر واقع است — از چرک و خاک شوئی ، و بیا که با تو صحبت داریم !

مولانا مکرم بگرمی آتش از خاک جسته روان بکنار آب روان گردید . شخصی را دید که ، درمیان آب ایستاده بمولانا گفت: لباس خود را بده تا بشویم! مولانا التفاتی بوی ننموده مشغول شستن رخوت خود گردید . بعد از فراغ بخدمت حضرت میان صاحب (قدس سرهٔ) شتافت . همین که از دور نظر مبارکش بمولانا افتاد، تبسم کرده فرمودند که: ای ملا شاه ! حضرت خضر طلب شستن رخوت و لباس میکرد ! چرا ندادی که بشوید؟ از همان وقت متوجه تربیت مولانا شده، برياضات شاقه و اشغال ضروریه و خلوات وغیره امر فرمودند . در اندک زمان بکمال مراتب سلوک عروج فرمودند ، و از واصلان کامل و کاملان واصل گردید .

بعد از رحلت مرشد کامل خویش، بکشمیر تشریف فرموده در دامن کوه ماران — که در برابر کوهی واقع شده که آن را تخت سلیمان گویند — باغی و مسجد و خانقاهی در نهایت صفا و خوبی بنا فرموده ، که تا حال آن مکان تماشاگاه خلق آن دیار است . چنانچه درآن باب خود فرموده اند.(۱)

در زمان شاهجهان پادشاه علماء دهلی محضر نمودند که : ملا شاه درین بیت ، که گفته است :

پنجه در پنجهٔ خدا دارم من چه پروای مصطفیٰ دارم

اهانت بحضرت پیغمبر نموده، و باین جهت واجب‌القتل شده . بادشاه محضر فضلاء را گرفته نزد خود نگاهداشته عزیمت کشمیر فرمود . روزی بمکان

۱- مراة الخیال دارد : کوه ماران . . . . . الخ

ملا شاه رفته با وی ملاقات کرده محضر را بوی نموده گفت : که این شعر فی‌الحقیقت از شماست ! مولانا فرمودند : که ازین شعر بوی شرک می آید ، چه صاحب شعر در خود و خدا و مصطفی تفریق کرده و این در مذهب من شرک است ! شاهجهان پادشاه را صیقل عرفان مولانا، زنگ شک از خاطرش زدوده ، معتقد وی گردانید :

همه کفر آمده بودم همه ایمان رفتم

بعد ازآن هرگاه بسیر کشمیر میرفت ، مکرر در خدمت مولانا سعادت حاصل میکرد . و پیوسته غاشیهٔ طاعت و انقیادش بر دوش جان میکشید . و همچنین خلف امجدش شاهزاده محمد دارا شکوه و صبیهٔ بادشاه مزبور جهان آرا بیگم ، و باقی شاهزادگان و خدمه و حرم قاطبة مرید و معتقدش گردیدند .

بعد از رحلت پادشاه ازآنجا فضلاء و مردم کشمیر اجماع نمودند که : ملا شاه پادشاه را مسحور نموده ، معتقد خود ساخت ! چون دعوای الوهیت میکند بحکم شریعت خونش هدر و قتلش لازم . باین اراده جمعی کثیر بمکان وی شتافتند . مریدانش خواستند بمدافعه پیش آیند ، ایشان را منع فرمود و خود رفته در اندرون حجره نشسته و گفت : این جماعه را به اندرون حجره راه نمائید ! مریدان بر فرموده عمل نموده بآیندگان نمودند که : درآن حجره نشسته ! هر کس که بدروازهٔ حجره آمد و نظرش بمولانا می افتاد، الله ! گفته سر بسجده می آمد . باقیمانده باعتقاد تمام بپاس ایمان هزیمت نموده رفتند .

خلاصهٔ کرامات و عظمت شان آن قطب زمان ازآن بیشتر است که بحوصلهٔ تقریر و تحریر درآید . از جملهٔ کرامات غریبهٔ او یکی این است که، در ضبط احوالش میرزا طاهر نصرآبادی — که از مشرکان امت محمدی بوده و کمر مخاصمت باولیای حق بسته میداشته — در تذکرهٔ حود چنین آورده که : شاهجهان را

که ــ شیطان از راه نمیتوانست برد ــ معتقد ساختند و همان بیت را که در صدر مذکور شد. دلیل ملعونیت او کرده ازآنجا که :

با صاف دل، مجادله با خویش، دشمنی است　　هرکس کشد به آلینه خنجر، بخود کشد

اثبات کمال مولانا نموده ، و خود نفهمیده چه اگر بادشاه شاهجهان را شیطان نمیتوانست از راه برد، کجا معتقد او میشد! چون نمیتوانست برد معتقد وی شد.

روزی در حضور پادشاه عالم پناه مذکور این بیت بود. جمعی ازعلماء بمسعود بیگ نسبت میدادند ، و برخی بملا شاه ، و گروهی بدیگری، و همگی در کفر قائلش اتفاق داشتند.

راقم حروف بمقتضای ارادت، خاموش بود تا آنکه بنی مروتی از حد گذشت! حمیت اولیای حق گریبان گیر خاطر شده ، بعرض رسانیدم که : اگر از ایستادگان پایهٔ سریر اعلیٰ، کسی زبان طیور و وحوش میفهمیده باشد، اشاره رود که بنده را باو سخنی هست: بندگان اقدس و ایستادگان پایهٔ سریر مقدس، متفق اللفظ فرمودند که : از نوع بشر هم کسی زبان وحوش و طیور میتواند نمود که بفهمد ؟ فقیر بعرض رسانید : هرگاه لغت وحوش و طیور ــ که در جنس حیوان در مرتبهٔ پستی واقع شده ــ نمیتوان فهمید ، زبان اولیا چگونه توان فهمید ؟ که درمیان کل موجودات بعد از انبیاء بمرتبه فائز گردیده اند ! نفهمیدن عوام دلیل کفر خواص نمیتواند شد. آنچه مردم ازین بیت میفهمند ، که ــ العیاذ بالله ــ قائل آن، اهانت پیغمبر نموده است ، غلط محض بل ضد آن مطلب است. چه در طریق صوفیه از مقررات است که، مرید را باید در شیخ فنا شود ، بعد در پیغمبر و بعدهٔ در ذات حق مستغرق شود ، و درآنجا هم فنا در فنا در فنا باید حاصل کرد. پس باقی ببقای

الله ، که سرمدی است ، شده . حقیقت حدیث قدسی -(ما تقرب الی المقربون بافضل من اداء ما افرضته علیهم و لایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی اجتبهٔ فاذا اجتبهٔ کنت سمعه الذی یسمع به و بصره الذی یبصر به و یده التی یبطش بها . . . . الخ)- تجلی نماید . پس این شخص شاعر خبر از مقام خود میدهد که ، او در ذات محمدی محو شده اورا بمصداق شریف -(من رأنی فقد رأی الحق)- عین حق دیده ام ، و پردهٔ تعین مصطفویت او، از نظر من برخاسته . پس درینصورت اگر تمام این فرقه را جرح نمایند ، مختارند! والا بصاحب این شعر ، موافق طریق ارباب سلوک ، کفری و غلطی لازم نمی آید .

از شنیدن این سخن، بندگان اقدس و بعد ازآن ارباب فهم و انصاف زبان بتحسین کشودند . خلاصهٔ کلام آنکه : اورنگزیب پادشاه عالمگیر بعد از جلوس خود ، بسعایت بعضی از ارباب عناد ، مولانا را از کشمیر بحضور طلبیده بود ، . . . ملا قوی قاضی القضاة بود ، در دهلی بعالم دیگر رفت . و ملا شاه این رباعی را در تاریخ جلوس عالمگیر پادشاه گفته بوی فرستاد (۱) .

پادشاه اورا از سفر دهلی معاف داشت : در لاهور توقف نمود و در سنه (۱۰۶۹هـ) بغربت در لاهور بسرای سرور شتافت . در همانجا مدفون شد :

و در تذکرهٔ شیرخان لودی بنظر رسیده که: ملا در زمان اقامت کشمیر تفسیر قرآن بطریق صوفیه شروع نموده و مدار آن را مطلقاً بر تأویل گذاشته، اما زیاده از یک بارهٔ اول فرصت نوشتن نیافت . ازآنجمله شرح یک آیه

۱- مرأةالخیال دارد : صبحی دل من . . . . بخ .

از عجائبات است ـ(ختم‌الله علی قلوبهم وعلی سمعهم و علی ابصارهم غشاوة ولهم عذاب عظیم)ـ ظاهر عامهٔ مفسرین نوشته اند که در شان مشرکان است. و ملا شاه در تأویلات خود آورده که : این آیه در شان اولیاست . و معنی آنست که ، مهر نهاد خدای تعالی بر دلهای اولیای خود، تا ساحت فضاهای با صفا که بحکم ـ(قلب‌المؤمن عرش‌الله)ـ هر یکی بارگاه کبریاست، از خس و خاشاک و وساوس نفسانی ، و غبار کدورت، و هواجس شیطانی پاک میباشد. که بر گوشهای ایشان ـ(که دریچه های شهرستان قلوبند)ـ تا ازو حل کلمات لاطائل مسدود نماید. و بر چشمهای ایشان پرده است ، از سرادق عظمت جلال ، که جلباب حسن لایزال که در تماشای آن بجمال ناسوت و ملکوت نظر نمیگمارند. و مر ایشان راست شربتهای بزرگ در مزه و حلاوت . در این مقام ملا شاه ، عذاب را از عذب گرفته ، که بمعنی صاف و شیرین است . و حضرت شیخ اکبر شیخ محی‌الدین ابن عربی در کبریت احمر نیز تفسیر این آیه را بهمین قسم فرموده :

یک نغمه تراود ز لب قمری و بلبل　　قانون وفا مختلف آواز نباشد

مولانا را چند مثنوی است، مشتمل بر حقائق و بیان معارف ، بنظر راقم حروف رسیده . لیکن در هر چند ورق انتقال ببحری فرموده، و بعد از چند ورق باز ببحر دیگر توجه فرموده، و در رعایت قافیه نیز چندان مبالغه ندارند. دیوان غزلیات و رباعیات هم ترتیب داده اند . اگرچه گاهی ـ ملا شاه ـ نیز تخلص میفرماید، لیکن چون اغلب و اکثر ـ شاه ـ تخلص میکرد، لهذا تابع کثرت شده . در روضة‌الشین ذکر یافته . این اشعار حقائق آثار از نتائج طبع آن قرب حضرت‌کردگار است :

بندهٔ خورد و خواب را نرسد وصل خدا　　حرفیست بود ز فرط عقل جدا
آری شود ، این نظر آن مردی　　که اندر ره دوست، جان خود کرد فدا

در پیش فسرده شور و مستی هیچست　　پرواز بهر بلند و پستی هیچست
با هیچ پرستان، ز خدا هیچ مگو　　پیش ایشان خدا پرستی هیچست(۱)

تا نگذری از شریعت عام، ای دوست　　بر شرع خواص کی نهی گام ای دوست
آنجا که، شریعت اخص‌الخاص است　　زین هردو برون درست آرام ای دوست

در مدرسه آنچه مبحث یاران است　　در صومعه آنچه بر گرفتاران است
آنگاه که مهر تو گزیدم، دیدم　　اینها همه کارهای بیکاران است(۲)

معمورهٔ زهد خانهٔ نامرد است　　آه سحری ترانهٔ نامرد است
فتح دل خویش کن، تصرف این است　　زن تن ندهد بهانهٔ نامرد است

از جلوهٔ آفتاب خالی ز قصور　　بی بهره کسی است، کو ز بینائیٔ دور
با نا اهل حکایت از راه ظهور　　بیشک باشد لباس آئینه و طور

ای دور از یار، یار دیدیم تو دان　　لعل نمکین او مکیدیم تو دان
خواهی تو برو باش بما یا بقبول　　ما خود بمراد خود رسیدیم تو دان

مالیٔ و منی ما چو ازکار افتاد　　این مستی ما بگوشه ای خوار افتاد
مارا چو ز خود ساخت ز ما هیچ نماند　　مانند سگی که در نمک زار افتاد(۳)

بی بازی باش و جای بازی نبود　　چیزی که حقیقی است مجازی نبود
توحید اناالحق که بناچار آرد　　اینجا چه زمانه سازی نبود

آخر یابد هر که بصدقش جوید　　تخمی که بجا فتاده آخر روید
گویند که: هر که یافت، حرفی نزند　　بی بی، غلط است! هر که یابد گوید(۳)

تا آنکه شود پخته طعام است انجام　　آتش باید کنی ته دیگ طعام
هرگه که طعام خام، شد پخته تمام　　آتش بته دیگ، حرام است حرام

گر نیست ترا آرزوی جانانه　　خالیست ترا ترازوی و پیمانه
گر جذب و سلوک همه بی توحید است　　آن خرمن کاهی که ندارد دانه

در دانائی، اگرچه بیش از بیشی　　مقبول طبیعت شه و درویشی
از سر حقیقت، نتوان گفت بتو　　چیزی دگری و بیخبر از خویشی

او او گفتن تعارف این نیست روا　　او او اگر است یاد، اینست خطا
او او بود، ذات کسی او او باشد　　او او نبود، اگر تو دانی و خدا

۱- تذکرهٔ حسینی دارد.
۲- تذکرهٔ حسینی و ریاض‌العارفین دارد.
۳- ریاض‌العارفین دارد.

عارف چه اگر بند دوئی را بگسیخت چون شیر و شکر بوحدت ذات آمیخت
بگذاشت تمام زندگی را در طاق هر کس که آرد پخت غربال آویخت

آنکس که ز سر معرفت آگاه است شک نیست درین که، عارف بالله است
دردش همه، لا اله الا الله است الاالهش تمام الاالله است

شک نیست که بایزید مرد راه است مردیست تمام عارف بالله است
در زیر لوای تن، همه عالم گفت با این همه، در زیر لوای شاه است

دریا چو رود خس نرود پس چه کند پس با دریای بیکران خس چه کند
عرفان سریست بایدش پوشیدن میپوشم، لیک مشک را کس چه کند(۱)

بیرون مرو از خانهٔ ویرانهٔ خود در خانه بجز تو نیست جانانهٔ خود
ای خواجه! برو بکعبه زآن رو که، خدا هرگز نکند زیارت خانهٔ خود(۲)

حق را نبود که رهنمائی باشد با امید و التجای باشد
بعد از عرفان بندگیت صاحبی نیست این نیست خدای را خدای باشد

از زاهد دل فسرده، مستی ناید ز اهل وسواس، حق پرستی، ناید
عارف شده از هستی موهوم، خلاص هست است، ازو سوزی هستی ناید

معروف توئی بهر چه تعریف بود دریاب که این کمال توصیف بود
تا بنده بجا است همه تکلیف بجاست چون بنده نماند با که تکلیف بود

هر چند، بیاد خود نشستن، همه وقت خوبست، چه لازم است بر من همه وقت
غافل شدن خلق ز حق از حق است خود را لقب است یاد کردن همه وقت

بسیار آمد بجای خود کم کم شد سلطان نشاط آمده و غم کم شد
عرفان برسید شرع محکم کم شد دریا آمد قطره و شبنم کم شد

مست دیدار طالب ختم نشود ره یافته را راه ازو گم نشود
عارف نشود تابع عام و خواص یعنی که خدا تابع مردم نشود

ای آنکه خدای بجوئی همه جا تو عین خدائی نه جدائی بخدا
این جستن تو، یقین بدان، میماند قطره بمیان آب جوید دریا(۲)

عارف نکند بخلق یکرو چه کند از یک روئی چو شد همه او چه کند
یک ذرهٔ مشک را نهفتن نتوان آنکس که تمام نافه شد کو چه کند

ای طالب آن ذات خداوند عزیز بهتر ز همه چیز عزیز است تمیز
کو گوهر معرفت بدستت افتد چون طفل مده ز دست با جور و ستیز

۱- ریاض‌العارفین دارد.

۲- تذکرهٔ حسینی دارد.

(انارالله برهانه) منخرط شد. و در زمرۀ احدیان سرکار والا داخل گردید.. و چون مطلع او: چیست دانی.... الخ.

بسمع پادشاه رسید، در غضب آمد، بجهت آنکه، ام الخبائث را در لباسی که نباید، وصف کرد. و حکم صادر شد که: از ممالک محروسه اخراج نمایند. شیدا قطعۀ عذری املاء نمود. و قول عارف جامی قدس سرهٔ استشهاد آورد که:

از صراحی، دو بار قلقل می   پیش جامی، به از چهار قل است(۱)

پادشاه از سر عتاب درگذشت.

الحق، در عهد اکبر پادشاه و جهانگیر پادشاه، وهنی در بنیاد اسلام راه یافته، صاحبقران ثانی از سر نو مؤسس قوانین شریعت شد، و سلطان اورنگزیب عالمگیر مستمم. و این هر دو پادشاه غفران پناه، حق عظیمی بر اسلامیان هند ثابت کرده اند.

شیدا آخر حال در خطۀ کشمیر گوشه گیر شد و بمواجبی از سرکار صاحبقرانی موظف گشت.

از منظومات اوست مثنوی مسمی به ــ دولت بیدار ــ در برابر مخزن اسرار. مطلعش این است:

بسم الله الرحمن الرحیم   آمده سر چشمۀ فیض عمیم

درین چمن، نه گل و لاله شهنم اندود است   که خندۀ گل این باغ، گریه آلود است

بیک دل کی توان اندیشۀ دنیا و دین کردن   که نتوان هر دو دست خویش در یک آستین کردن

گفتن دعا بزلف تو، تحصیل حاصل است   با خضر کس نگفت که: عمرت دراز باد

(سه بیت دیگر دارد ۸۲-۸۴)

۱- گل رعنا دارد.

بزلف او نرسد شانه، گر صبا گردد — بچشم او نرسد سرمه، گر حیا گردد
ز حسن روز فزونش بصرفه میگویم — که رفته رفته مبادا بتی خدا گردد

چند بیت ازآن قصیده(۱) که مطلع او سابق گذشت :

رنگ او صورت گداز و بوی او معنی طراز — در حقیقت مؤمنی و در شریعت کافری
گل بر ابراهیم دانش شعله بر نمرود جهل — عاقبت را دوزخی و معرفت را کوثری
هم نگاه از وی نگارین هم نفس زو عنبرین — رای را خضری و روز رزم را اسکندری
تا بود اندر صراحی، ماه چاه نخشب است — هاله پرور گردد ار ناید برون از ساغری
شیشه و طاسی است زرین بال مینا بال و پر — صد پری از جلوه ریزد کز بیفشاند پری

(۱۸۹ الف ــ ۱۹۰ الف)

● سرو آزاد : شیدا، مولد و منشای‌او فتحپور از توابع اکبر آباد است . صاحب ذهن رسا و فکر آسمان پیما بود . شعر را بسرعت تمام میگفت و بچشم زدن جواهر فراوان میسفت. طبعش در سلک سخن طرازی اگرچه راست میرفت ، اما از جادۂ حسن خلق انحراف داشت .

قصیدۂ اعتراضاتی ، که در مقابلۂ قصیدۂ حاجی محمد جان قدسی بنظم آورده ، شهرت تمام دارد . و طالبای آملی و میر الهی و دیگر مردم را هجو کرد . چون‌شیوۂ هجا ، شعار خود ساخته بود ، خود نیز هدف ناوک‌حریفان میشد . مناظرۂ شیخ فیروز با شیدا مشهور است .

صاحب ــ تاریخ صبح صادق (۲) ــ روایت میکند : عدد اشعارش بصد هزار رسید .

در اوائل حال چندی رفیق خانخانان بود ، و ایامی ملتزم آستانۂ شهریار بن جهانگیر پادشاه ، بعد ازان در سلک ملازمان صاحبقران ثانی شاهجهان

۱ـ چیست دانی بادۂ گلگون مصفا جوهری .
۲ـ تألیف میرزا محمد صادق بن میرزا صالح اصفهانی در دورۂ شاهجهانی نوشته شده است .

باخراج او شد ، بتوسل یکی از مقربان، این قطعه گذرانیده . بادشاه رحم را کار فرموده از گناه او درگذشت .

بسکه بنگاشته اشکم رخ کاهی از خون مژه ام بسته بهم، چون پر ماهی، از خون

صاحب ــ کلمات‌الشعراء ــ گوید که: پیش مصرع خوب نرسیده است، بدیه مطلعی گفتم و آن اینست :

بسکه میریزد سرشک از دیدهٔ گریان ما بسته از خون چون پر ماهی بهم مژگان ما

فقیر آرزو گوید : این مطلع بمطلع شیدا نمیرسد، بلکه فیمابین هیچ نسبت نیست. زیراکه، در زمین مذکور چنین مطلع گفتن مقدور شیدا بود و بس . در مطلع سرخوش مصرع اول وجه علیت مصرع ثانی نمیتواند شد فتأمل :

پنجهٔ اهل سخاوت، جانب دست گدا وقت رفتن غنچه و هنگام برگشتن گل است
مرد غم را، ز طرب تازه دماغی نبود خانه آتش زده، محتاج چراغی نبود
ساده لوحی که بیک غمزه دلم (شیدا) کرد آن قدر مشق ستم کرد که خط پیدا کرد
گهی بروی تو و گه بسوی گل نگرم کنند مقابله چون نسخ کتاب را تنها
جفا نه کرد که بدیوان عشق میطلبند ز آب دیدهٔ بلبل حساب خندهٔ گل
حریر شعلهٔ ما را بآب میبافند کتان ما بشب ماهتاب میبافند
بعشق، خواب طلب میکنی، برو غافل بکارخانهٔ مخمل، که خواب میبافند
یک ابر، بر نیامده باچشم تر، که ما یک لاله سر نکرد بداغ جگر، که ما
گل خنده آن قدر نکند روز و شب، که تو بلبل ننالد این همه شام و سحر ، که ما
عشق باحسن است در هرجا بهرصورت که هست حلقه گردد طوق قمری گر شود درچوب سرو
شهید حسرت آغوشت، ای نازک بدن گشتم بجای موی سر در ماتم بند قبا بکشا

فقیر آرزو گوید : دیوانش در اکثر جاها تا ردیف دال بنظر آمده . چنانکه من هم داشتم کسی برد و نداد (عفی الله عنه) در قافیه و ردیف که غزل گفتن مشکل است، دو قصیده دارد :

خط نیست دمیده تازه بر عارض یار کز موجهٔ بحر آمده عنبر بکنار
از صافی جوهرش توان دید بچشم سنگین دل او چو تخم از دانهٔ نار
من از خیال وصالت ، بخواب شادانم چو مفلسی‌که، بخواب‌نکو بود، خورسند

مذکور را موزون نموده. و ابوالبرکات منیر همین قسم اشعار گفته محاکمه نموده و مردم دیگر نیز بجواب آن پرداخته اند. و میرزا جلالای طباطبائی جواب یکی از اعتراضات نوشته، قطعهٔ در هجو شیدا گفته، و اورا فقیر آرزو شرحی بطریق نثر مشتملبر ابیات هر سه قصیدهٔ شعرای مذکور سگانه، نگاشته و مسمی به ـ داد سخن ـ نموده. بعد مطالعه حقیقت هر سه ظاهر میشود. از جمله هجو اوست آنچه در حق طالب آملی گفته :

شب و روز، مخدوم ما! طالبا — پی جیفهٔ دنیوی در تگ است
مگر قول پیغمبرش یاد نیست — که: دنیاست مردار و طالب سگ است

و در هجو میر الهی همدانی گفته :

زین رطب و یابسی که بود در کلام تو — گر منکر کلام الهی شوم بجاست

و بسبب بد خلقی، اورا با هر نوع مردم خصومت اتفاق می افتاد: و مناظره که درمیان شیخ شیدا و شیخ فیروز ـ منشی سعدالله‌خان وزیر اعظم شاهجهان پادشاه ـ واقع شده، در سفائن اهل سخن مسطور است، و بر السنهٔ ارباب معنی مذکور، و نوشتن آن طولی دارد. غرض خیلی شوخ طبع بود و زبان گزنده داشت. در هجو امرالله پسر خانخانان مرحوم گفته :

نه تنها من همیگویم که: امرالله مفعول است — خدا فرمود در قرآن که: امرالله مفعولا

و در مذمة حکیم حاذق گفته :

بر کبر نویسی ار تو، حاذق — حاجت نبود دوای امساک

گویند در وقتی که این قصیده گفته :

چیست دانی؟ بادهٔ گلگون مصفا جوهری — حسن را پروردگاری عشق را پیغمبری

پسند عزیزان افتاده و در ترانه ها بستند. و چون گوش زد شاهجهان پادشاه شد، زبان بتکفیر او کشود که: تعریف شراب ـ که بنص قرآنی حرمت آن ثابت است ـ چنین کرده! باید که از ملک ما برآید! و چون حکم

چون آن مطلع ملا شیدا در صفت شراب که ـ در مناظرهٔ ملا فیروز مقدم بر همه اشعـار مرقوم شد ـ بگوش پادشاه رسانیدند ، و به کلمهٔ کفر نسبت کردند ، حکم شد که : ملا را از ممالک محروسه اخراج نمایند ! چون ایـن حرف بملا رسید، قطعهٔ در معذرت گفته بگذرانید و عذر مسموع افتاد و آن این است (۱) :

خورم ز دست غمت خون ناب را تنها
چنانچه میکش مفلس ، شراب را تنها
درازی مژه، بین آن دو چشم جادو را
که میزند سر مژگانش شانه ابرو را
چنان ز اشک شماری، حساب دان شده ام
که قطره قطره توانم شمرد دریا را
غمین مباش ، چو کاری بمدعای تو نیست
که هرچه هست برای تو، آن سزای تو نیست
درین چمن نه گل و لاله شبنم اندودست
که خندهٔ گل این بـاغ، گریه آلودست
مرا نیـاز و تـرا ناز ، هردو میزیبـد
چنانکه زیر و بم ساز، هردو میزیبد
ساده لوحی که، بیک غمزه دلم (شیدا) کرد
آنقدر مشق ستم کرد که، خط پیدا کرد
(۱۸۲ـ۱۷۸)

● مجمع النفائس : مولانا شیدا . تقی اوحدی گوید که : در مندو و اجمیر سنه(۱۰۲۵ هـ) اورا دیدم، الحق قدرتی تام دارد . اصلش از مشهد مقدس است و تولدش در قندهـار ، اکنون در طبقهٔ احدیان جهانگیری منسلک . شعر بسیار گفته و میگوید ، و بر همه قسم سخن دسترس دارد . و در اشعـار چیزهـای نفیس بهم میرسد، اگر تربیت یابد شاعر خوب میشود . میگوید: اشعار من از پنجاه هزار متجاوز است . فقیر آرزو گویدکه : از ثقـات مسموع است: غریب حالتی داشت، مزاجش خیلی ناساز واقع شده بود ، با شیعی سنی و با سنی شیعی سر کردی . شعرای عصرش، حاجی محمد جان قدسی و طالب آملی و میر الهـی همدانی ، همه از دست او بجان رسیـده بودند ، و در اکثر ابیات قصیده از قدسی، دخل کرده بهمان وزن و قافیـه قصیده گفته . اعتراضـات

۱ـ کلمات الشعراء و مرآت الخیال دارد .

پیش ازانکه این گوهر آبدار ، در خزانه گفتار مولوی در آمده ، دزدی کرده باشد ، گناه مولوی چیست :

نبوت را تنوئی آن نامه در مشت   که از تعظیمت آمد مهر بر پشت

یاران بی اختیار بقهقه در آمدند . ازانجا که بد خوئی و درشت گوئی سرگذشت او بود ، بر سر دشنام و فحش آمد . هر چند وی ناسزا میگفت، یاران عذرها خواسته استدعاء شعر تازه ازو میکردند ، تا این بیت خواند :

زلف او را رشتهٔ جان‌گفتم و گشتم خجل   زانکه این معنی چو زلفش پیش پا افتاده است

ملا فیروز گفت: از فرط مهمان آزاری اندیشه میکنم و الا عزیزی شعر گفته :

کس نیابد مصرع پیچیده زلف کجت   لیک، این مضمون‌ترا در پیش پا افتاده است

القصه، چند بیت دیگر خواند که فیروز در برابر هر بیت، بیت استاد رسانید . ناچار مهر خموشی بر لب زده بنشست . هر چند اعزه درخواست اشعار تازه ازو نمودند ، غیر سکوت جوابی نداد ، تا مجلس آخر شد و صحبت منقضی گشت . بعد ازین تادم زیست ـــ در محفلی که ملا فیروز میبود ـــ شعر خود نخواند .

روزی در کشمیر ملا شیدا بخانهٔ ملا فیروز آمده سر حرف وا کرد که : از اشعار من هیچ بیتی پسند خاطر عالی افتاد ؟ ملا فیروزگفت: این یک شعر!

ای بروی تو گرو آئینه را چشم نیاز   شانه را دست دعا در شب زلف تو دراز

ملا شیدا دست دراز کرده گفت :

عمرت دراز باد ! که این هم غنیمت است

و ملا منیری لاهوری(۱) نیز از لاف و گزافش برداشته این رباعی در حق ملا شیدا گفت :

شیدا گوید که شعر من لک بیت است   هر نقطهٔ من بصفحهٔ بهشک بیت ست
یک بیت درست نیست در دیوانش   از جهت بروت صاحب یک بیت ست

۱ـ ابوالبرکات ملا منیر لاهوری متوفی (۱۰۵۲هـ) .

که ـــ بسیاری از اشعار متقدمین و متأخرین بخاطر دارد ـــ همزبانی نماید . وقتی که قریب بزم گاه که فی الحقیقت رزم‌گاه قرار یافته بوده رسید ، همگی تعریف و توصیف ذهن او کرده التماس نمودند که : چند شعر تازه و برجسته از واردات طبع سلیم و ذهن مستقیم خود بخوانند . ملا شیدا اول این بیت بر خواند :

چیست دانی بادهٔ گلگون مصفا جوهری حسن را پروردگاری! عشق را پیغمبری!

ملا فیروز گفت : این شعر رودکی است که گفته :

عشق را نئ پیمبر و لیکن حسن را آفریدگار تونی

شیدا باین حرف اکتفاء نکرده این شعر بر خواند :

ز بسکه کرده غمت بند در جگر ناخن چو پشت ماهیم از پای تا بسر ناخن

ملا فیروز گفت : این مطلع از شعر غیاثای حلوائی چرب و شیرین تر است که گفته :

از بسکه سینه کندم و ناخن برو نشست چون پشت ماهی است سراپای سینه ام

شیدا برهم شد و طعنه بر شعر فهمی ملا فیروز و دیگر اعزه کرده این بیت برخواند :

گر بصحرا موفشانی! دشت پرسنبل شود ور بدریا رو بشوئی! خار ماهی گل شود

ملا فیروز گفت: که: ملا کاتبی دویست سال پیش ازین بمولوی تو آزرده :

گر بدریا، افتد از عکس جمال او، فروغ خار ماهی را وزد در قعر دریا، پایه گل

همینکه، این بیت از زبان ملا فیروز برآمد ، شروع در هرزه گوئی کرده گفت: اگر هم طریقی میکنند در برابر این بیت بخوانید که در نعت گفته ام :

ذات تو بود صحیفهٔ کونین، که کرد از روی ادب مهر خدا بر پشتت

ملا فیروز گفت : ای یاران انصاف دهید ! هرگاه هاتفی صد و پنجاه سال

و در هجای میرزا امرالله (۱) ــ که بعلت مفعولیت مشهور بوده است ــ گفته :

نه تنها من همیگویم که: امرالله مفعولست | خدا فرموده در قرآن که : امرالله مفعولا

و بر قصیدهٔ حاجی محمد جان قدسی تا آخر اعتراض کرده . در اینجا مطلعش مع ابیات بحیطهٔ قلمی میگردد . قدسی گفته :

عالم از نالهٔ من بی تو چنان تنگ فضاست | که سپند از سر آتش نتواند برخاست

شیدا گویند :

ای هنرمند ! سخن سنج باندیشه بسنج | نقد هر حرف بمیزان خرد بی کم و کاست
ناله در سینه هوائیست که بی قصد رود | چونکه از سینه هواگیر شد از حسن هوا ست
عالم از وی نشود تنگ، ولیکن ز ملال | خلق عالم گر ازو تنگ نشینند بجاست

روزی در بلدهٔ طیبه اجمیر(۲) باردوی جهانگیر پادشاه بخانهٔ ملا فیروز استاد لطف‌الله خان ، که اکثری از شعرای معاصر مجتمع بودند . مثلاً ، ملا انوار لاهوری(۳) صاحب این مطلع :

درین حدیقه، بهار و خزان هم‌آغوشست | زمانه جام بدست و جنازه بر دوشست

و ملا عطای جونپوری قائل این دو بیت :

مرگ آمد و بی‌هیچ، بدر رفت ز کاخم | چون غارتی ، از خانهٔ ارباب توکل
هر لحظه خطش در نظرم خوب تر آید | همچون خط استاد که بینی بتأمل

و ملا مخترع مصنف این بیت :

درشکستم چند کوشی ای بت نا مهربان | من پریشان خاطرم زلف پریشان نیستم

و ملا طفیلی صاحب مثنوی ــ مهر و ماه ــ و دیگر فضلاء که ناگاه ملا شیدا از دور پیدا شد . چون از لاف و گزاف بی معنی او، خاطر برداشتندو می دانستند که، اکثر مضامین دیگران را مانند فرزندان متلبسی، بلباس زیبا آراسته در نظر جلوه میدهد ، قرار دادند که : استدعای اشعار تازه ازو نمایند و ملا فیروز

۱- بن عبدالرحیم خان خانان.
۲- ریاض الشعراء گجرات دارد .
۳- ملا منیر لاهوری .

بگذری بر من ازآن گونه که نادان ز غرور — بگذرد بر سخن خوب، تأمل نکند
پنجهٔ اهل سخاوت، سوی دامان گدا — وقت رفتن غنچه است و وقت برگشتن گل است
غمین مباش! چو کاری بمدعای تو نیست — که هرچه نیست برای تو، آن سزای تو نیست
درازی مژه بین آن دو چشم جادو را — که میزند سر مژگانش شانه ابرو را
چنان، ز اشک شماری، حساب دان شده ام — که قطره قطره توانم شمرد دریا را
هوای شست زلفت ماهی از کوثر برون آرد — شکر خند تو مور جوهر از خنجر برون آرد
از زهد خشک نیست اگر می نمیخورم — ترسم که رازم از لب پیمانه گل کند
بر آرد گر ترا گیتی بکام دل، مشو خرم — که برخاک افگند آن را که کشتی گرد بر دارد
ز جور مهر رخت، ماه داغ میسوزد — ز رشک زلف تو شب، چون چراغ میسوزد
اگرچه پاسبان، شبها بگرد آستان گردد — شب زلفش بگرد روی او چون پاسبان گردد
همه صاحب خبر چو نامه، ولیک — همچو نامه، ز خویش بیخبر اند
اگر برقع بر اندازی شب ما در سحر پیچی — وگر گیسو بر افشانی هوا در مشک تر پیچی
باین حسن تونگر زلف چون دلق گدا داری — که گاهی سایبان بر سر کنی گه بر کمر پیچی
فسونگر داند آن خاکی که از وی بوی مار آید — شناسم بوی زلفت را اگر در شکر تر پیچی

(خطی)

● **تذکرهٔ حسینی** : شیدا مولد و منشای وی فتحپور سیکری است، من توابع اکبرآباد سرعت سیکری است. اندیشه اش بجائی بوده که در یک ساعت بخوبی قصیدهٔ طولانی در سلک نظم میکشید. اما از جادهٔ خلق بعید افتاده بود، اکثری را هجا کرده. چنانچه این قطعه در هجای میر الهی همدانی گفته :

ای میر من! که کرده (الهی) تخلصی — از مرد لاهی ار چه الهی شدن خطاست
زین رطب و یابسی که بود در کلام تو — گر منکر کلام الهی شوم رواست

میر نیز رباعیها در جواب گفته اما هیچ یک تلافی آن نکرده. و ملا در هجو طالب آملی گفته :

شب و روز، مخدوم منا! طالبا — پی جیفهٔ دنیوی، در تگ است
مگر قول پیغمبرش یاد نیست — که: دنیا ست مردار و طالب سگ است

گناه مولوی چیست :

نسبوت را توئی آن نامه در مشت که از تعظیمت آمد مهر بر پشت

یاران بی اختیار در خندهٔ قهقه آمدند . ازآنجا که ـــ زشت گوئی جبلی او بوده ـــ بر سر دشنام و فحش گفتن آمد . اعزه استدعای انشاء مینمودند تا این بیت را خواند :

زلف او را رشتهٔ جان گفتم و گشتم خجل زآنکه این‌معنی چو زلفش پیش پا افتاده است

گفتم : از فرط ادب و مهمان آزاری ملاحظه میکنم ! و الا میخواندم شعر عزیزی را که ، گفته است :

کس نیابد معنی پیچیدهٔ زلف کجاست گر چه این معنی ترا در پیش پا افتاده است

القصه چند بیت دیگر خواند که مأخذی برابر هرکدام خوانده شد . بعد ازآن هرچند اعزه درخواست شعر مینمودند غیر از سکوت جوابی نمیداد ، تا مجلس بآخر رسید ، و صحبت منقضی شد . بعد ازآن تا مدت عمر در محفلی ـــ که بنده حاضر میشود ـــ شعر خود نمیخواند .

مگر روزی که خود در کشمیر بخانهٔ بنده آمد ، سر حرف وا کرده گفت : هیچ بیتی از اشعار من پسند طبع افتاد ؟ گفتم آری :

ای بروی تو گرو آئینه را چشم نیاز شانه را ، دست دعا در شب زلف تو دراز

دست بدعا دراز کرد و گفت :

عمرت دراز باد که این هم غنیمت است !

این ابیات نیز او راست :

بزلف او نرسد شانه ، گر صبا گردد بچشم او نرسد سرمه ، گر حیا گردد

چو حرف ، در شکن نامه ، از سیه بختی سپهر زنده به پیچید در کفن مارا

از دو دست خویشتن یکدست خواهم ساختن تا مگر چون شانه دست من بزلف او رسد

قرار دادندکه استدعای شعر ازو نمایند و بنده ــ که پارهٔ شعر از شعرای حال و قدمای صاحب مآل بخاطر دارد ــ باو همزبانی کند. وقتی که قریب بزم‌گاه ــ که فی‌الحقیقته رزم‌گاه قرار یافته بود ــ رسید، اعزه از جای خود انتقال و از حاشیهٔ بساط استقبال نموده، با عزاز و اکرام تمام اورا بالای دست نشاندند، و هر یک از یاران، سخن شروع در تعریف ذهن او کرده، التماس کردندکه: چند شعر از واردات طبع سلیم و ذهن مستقیم خود فرمایند! گفت:

چیست؟ دانی! بادهٔ گلگون مصفا جوهری حسن را پروردگاری! عشق را پیغمبری!

گفتم: این شعر که از شعر رودکی است:

عشق را فنّی پیمبر ولیکن حسن را آفریدگار تو نی

روی در هم پیچیده مطلق باین حرف التفات نکرده، خواند:

ز بسکه کرد غمت بند در جگر ناخن چو پشت ماهیم از پای تا بسر ناخن

گفتم: مضمون این مطلع از غیاثای حلوائی شیرین زبان است:

از بسکه سینه کندم و ناخن درو نشست چون پشت ماهی است سراپای سینه ام

بسیار برهم خورد و طعنه بر شعر فهمی فقیر زده خواند:

گر بصحرا مو فشانی! دشت پر سنبل شود ور بدریا رو بشوئی! خار ماهی گل شود

گفتم: ملا کاتبی دویست سال پیش ازین، بمولوی نیاز کرده:

گر بدریا، افتد از عکس جمال او، فروغ خار ماهی آورد در قعر دریا، بار گل

تا این بیت از زبان من بر آمد، شروع در هرزه گوئی و لاطائل شده گفت: اگر ستم ظریفی میکنید در برابر این بیت بیتی بخوانید:

ذات تو بود صحیفهٔ کونین، که کرد از روی ادب مهر خدا بر پشتت

گفتم: یاران انصاف دهید! هرگاه هاتفی صد و پنجاه سال پیش ازینکه، این گوهر آبدار در خزانهٔ گفتار مولوی در آمد، دزدی کرده برده باشد.

اکثر اشعارش مأخوذ از مضامین دیگر است . نه اینکه بعنوان توارد واقع شده بلکه درین امر عامد و مصر بوده . چنانچه روزی شیخ فیروز منشی را با وی مجالست واقع شده، و نقل آن صحبت را که، شیخ فیروز بخط خود در بیاض نوشته بود، تحریر مینماید آن اینست که :

در شهور سنه رابع و عشرین و الف هجری (۱۰۲۴ھ) که اردوی گیهان پوی جهانگیری در خطهٔ گجرات (صانها الله تعالی عن الفتن والآفات) رخت اقامت انداخته بود، اکثر فضلای امصار و شعراء هر دیار درآن ایام خجسته آغاز و فرخنده انجام ــ که نو بهار روزگار و نو عروس اعصار توان گفت ــ بموکب همایون مجتمع شده ، هر روز در خانه صحبتی از ین جماعة و در هر کاشانه جشنی ازین طائفه، روی میداد . روزی باتفاق حسنة، بعضی از اعزه مثل ملا منیر لاهوری صاحب این شعر :

درین حدیقه، بهار و خزان هم آغوشست ز مانه جام بدست و جنازه بر دوش است

و ملا عطار جونپوری قائل ابیات :

مرگ آمد و بی هیچ، بدر رفت ز کاخم چون غارتی، از خانهٔ ارباب توکل
هر لحظه خطش خوبتر اندر نظر آید همچون خط استاد که بینی بتأمل

و ملا مخترع صاحب این بیت :

در شکستم چند کوشی، ای بت نا مهربان! من پریشان خاطرم زلف پریشان نیستم

و ملا طفیلی فتحپوری مصنف ــ مهر و ماه ــ وغیره فضلاء، در بنده خانه ، گرم صحبت بودند . ناگاه ملا شیدا از دور پیدا شد . چون از لاف بی معنی و گزاف لا یعنی او، دل پری داشتند و میدانستند که، اکثر مضامین مبتذل را، مانند فرزندان مینا بلباس زیبا آراسته در نظر مردم جلوه میدهد ،

چه بودی ار ز سخن پروران یکی بودی | چو رودکی و کسائی و انوری و ظهیر
بعهد من که ازآن قدر من بیفزودی | بنزد شاهجهان پادشاه عالمگیر
ز شاعران، شهنشاه! کیست همسر من | که از شعور ندارند شعر را ز شعیر
کدام شاعر و کو شاعر و کجا شاعر | نه مردم اند باندیشه پیکر تصویر
ز شاعران چنین، گر حساب برگیرند | ز خاک روید شاعر بعرصهٔ کشمیر
کنون ز توبه، بعذر خطا پذیرانم | بوصف می نکشایم لب از ره تقدیر
همیشه ثانی صاحبقران باحسان باد | ز بندگان بکرم جرم بخش و عذر پذیر

حق آن است که، این همه طعن و استهزاء که از شیدا بر معاصران میرفت، محض از راه سبک سری و زیاده گوئی نبود، بلکه فضل و بلاغت(۱) شیدا، مقتضی آن شد که، هیچ یکی از شعرای عصر را در نظر اعتبار نیاورد، و احدی را در پلهٔ میزان هنرمندی با خود نسنجید. چه در علم عروض و قوافی ضرب المثل بود، و برآداب و دستور سخنوری و ادای مراتب آن، کما ینبغی اطلاع داشت.

ازین است که، سخنوران ایران و توران ــ که در پای تخت صاحبقران ثانی بیاوری طالع پایهٔ امتیاز داشتند ــ بازوی استعداد خود را، قابل هم پنجگی وی نیافته، بطعن و هجایش نه پیچیدند، وگرنه زور طبعش سد راه نمیگردید. چه گنجایش داشت که، این همه خشونت از وی بر میداشتند. و همین دلیل بر علو فکر و بلندی طبع وی، کافی است. (۹۱ - ۹۳)

● **ریاض‌الشعراء:** مولانا شیدا، در زمان جهانگیر پادشاه، در فرقهٔ احدیان پادشاهی نوکر بوده: مولدش قندهار و اصلش از مشهد مقدس است و نشو و نما یافتهٔ هندستان.

بسیار بلند طبیعت واقع شده، لیکن پست فطرت بوده است، زیرا که

۱- رک: صفحه ۲۶۶ تحت شاهجهان نامه.

ایرانیان زبان طعن بکشایند که فارسی زبان ماست ، زبان را بکام نیابند . و اگر زبان بکام باشد بمذاق سخن آشنا نبود . چون دستگاه سخن ندارند. لاجرم دست و پای همیزنند . ظاهر بینان که از صورت پی بمعنی نبرده اند ، و جز بر ظاهر حال من چشم نگارند ، معنی رنگین من چون خلعت ایشان نگارست ، و سخنان ایشان چون جامه من کم بها . و بد قماش ایشان ، بر جامهٔ من چشم بدوزند ، من بر ایشان معنی رنگین عرضه دارم . آنچه از بی تکلفی گفته شد ، همه از روی راستی است و رنجیدن از راستی کار اهل دانش نیست .

تا اینجا سخن شیدا بود . آورده اند که چون این مطلع شیدا :

چیست دانی . . . . الخ .

بسمع مبارک صاحبقران ثانی رسانیدند . حکم شد که : او را از ممالک محروسه اخراج نمایند . شیدا این قطعه در معذرت گذرانید و آن حکم موقوف گردید :

فراخ حوصله ، چون دور آسمان بلند
بلند مرتبه ، چون آفتاب عالمگیر

چو شاعری نبود غیر ساحری بهنر
اگرچه سحر حلال است و دور از تقصیر

چو سحر حق بود و ساحرش بود کافر
مرا ازآن چه گریز و مرا از این چه گریز

بدین دو لفظ که پروردگار و پیغمبر
بشعر درج نمودم بفکرت و تدبیر

نه باده ، پرورش حسن میدهد یکسر
چنانکه ، پرورش طفل داد دایه ز شیر

نه باده ، میدهد از نشأ عشق را پیغام
بود چو دور ز معشوق کس نشاط پذیر

حرام کرد خدای منافع للناس
بگفت در صفت می چو کردگار قدیر

همین نه تنها می حرف آب انگور است
بچشم مردم معنی پرست عبرت گیر(۱)

بهرچه کس شده سرمست ، هست بادهٔ او
اگرچه اش نبود در نظر شراب مصیر(۱)

چو در کلام الهی چنین شده نازل
بحکم قادر بیچون بی همال و نظیر

بمعنی است اله سها هوای شما
خلاف قول خدا چون کند کسی تفسیر

در اصطلاح بزرگان تعلق آمد و می
که هست موجهٔ می پای هوش را زنجیر

چو شعر و سحر نباشد بغیر خواب و خیال
بخواب هرچه کند می نباشدش تقصیر

۱- گل رعنا دارد .

شیدا بسیار شوخ طبع و بیباک بود، و شعرای پای تخت را بطعن زبان میرنجانید. چنانچه بر یک قصیدهٔ حاجی محمد جان قدسی، از اول تا آخر اعتراض کرده، و هر بیتش را جداگانه جواب گفته است. و آن در زمرهٔ اهل استعداد مشهور است. در ینجا یک بیت مطلع، مع ابیات اعتراضی، قلمی گردید. قدسی گفته: عالم از ناله . . . . الخ.

شیدا بعد از تمهید فراوان مقدمات، در اعتراض میگوید:

ای سخن سنج! هنرمند! باندیشه بسنج	نقد هر حرف بمیدزان خرد بی کم و کاست
ناله در سینه هوای است، که بی قصد رود	چونکه از سینه هوا گیر شد از جنس هواست
عالم از وی نشود تنگ، و لیکن ز ملال	خلق عالم گر ازو تنگ نشینند بجاست
خود گرفتم که جهان تنگ شد از نالهٔ تو	که ز تنگی نظر از چشم نیارد برخاست
نیست ترتیب دو مصراع بهم ربط پذیر	که سیاق سخن از هر دو باندیشه جداست
تنگی عالمی از ناله نه کیفیت اوست	که جهان تنگ ز اندوه شده بر دلهاست
تنگی جا ز کجا، تنگی اندوه کجا	بیشتر از تن و جان تفرقهٔ هم پیداست

باقی ابیات را بدین دستور قیاس باید فرمود.

و در هجو طالب کلیم (۱) این قطعه نظم کرد و چون خالی از ادای نبود شهرت تمام یافت: شب و روز . . . . الخ.

و نیز در خاتمه نثری — که مشتمل بر تعریف کشمیر و نهضت رایات جهانگیری صاحبقران ثانی بسیرآن حدود نوشته است — ثبت گردانیده که:

> ایرانیان مرا بهندی نژاد بودن مقداری نه نهند. غافل از اصل کار که، چون حضرت آدم از بهشت بدنیا وارد شد زمین سراندیپ را بمقدم شریف گرامی نمود. برین قول ارباب تاریخ اتفاق دارند. پس آدم هندی است، و نسبت آدمیت بنشو و نما یافته کان هند. ثابت تر آن است که، ایرانی و هندی بودن فخر را سند نگردد. پایهٔ مرد بسبب پایهٔ ذاتی باشد. و اگر

۱- کلیات الشعراء طالب آملی نوشته.

عزتی که من در دیوان شما یافتم! شما نیز در دیوان من خواهید یافت! نواب تبسم نمود . بر براتش دستخط معافی کرد . این چند بیت از فکرهای اوست:

مرا نیاز، ترا ناز، هر دو می زیبد — چنانکه، زیر و بم ساز، هر دو می زیبد
چون غنچه، دل ز دوست جدا شد گره مرا — مژگان بهم، چو بند قبا شد گره مرا
پنجهٔ اهل سخا، در جانب دست گدا — وقت رفتن غنچه و هنگام برگشتن گل است
مرد غم را ز طرب، تازه دماغی نبود — خانهٔ آتش زده، محتاج چراغی نبود
ساده لوحی، که بیک غمزه دلم شیدا کرد — آن قدر مشق ستم کرد که، خط پیدا کرد
تو از تمکین، من از حیرت، نه ایمائی نه تقریری — بدان ماند که هم بزم است، تصویری بتصویری
خورم ز دست غمت، خون ناب را، تنها — چنانکه میکش مفلس، شراب را تنها
کهی بروی تو و گه بسوی گل نگرم — کند مقابله کس چون، کتاب را تنها
چو عندلیب بخواند، کتاب خندهٔ گل — تبسم تو بود، انتخاب خندهٔ گل
جفا نگر، که بدیوان عشق می طلبند — ز آب دیدهٔ بلبل، حساب خندهٔ گل
شهید حسرت آغوشت، ای نازک بدن! گفتم — بجای موی سر در ماتمم بند قبا بکشا(۱)
عشق با حسن است در هرجا بهرصورت که هست — حلقه گردد طوق قمری، گر شود در چوب سرو
(۱۰۱-۱۰۵)

● مرأت الخیال : ملا شیدا بر متکای بی تعینی تکیه زده، روزگاری مهنا و عاقبتی گوارا داشت . از شیخ زادهای فتحپور است که در حوالی اکبرآباد واقع شده . گویند : در بدو حال، بخدمت یکی از خوانین ـــ که با سخن و ارباب آن التفاتی تمام داشت ـــ قیام مینمود . و بجودت طبع و صفای ذهن، شنیده ها را در دل جا میداد . تا آنکه روزی غزلی طرح شده بود و بر یک مصراعش جمیع حضار بند شده . ناگاه بداهةً بخاطر شیدا رسیده، بعرض خان مذکور، رسانید . او پسند کرده، نظر تربیت بروی گماشته . هر روز بر منصب و قربش می افزود، تا از مصاحبان خود و بار بابان جناب سلطانی گردانید .

۱- گل رعنا و سرو آزاد و شمع انجمن دارد .

مناظره کرده ، که همه صاحب سخنان پسندیدند . مشهور است .
شاعر ظریف طبع ، و هجو گو و حاضر جواب بوده . هجو استاد زمان
طالب آملی (۱) — که از امراء بود — چنین گفته :

شب و روز ، مخدوم ما طالبا پی جیفهٔ دنیوی در تگ است
مگر قول پیغمبر آمد بجا که: دنیا ست مردار و طالب سگ است (۱)

هجو ممسکی حکیم حاذق(۲) چنین بیان کرده :

بر کیر نویسی از تو، حاذق حاجت نبود دوای امساک (۱)

هجو مرزا امرالله ، پسر خان خانان — که بعلت مشائخ مشهور بود — چنین
گفته :

نه تنها من همی گویم، که: امرالله مفعول است خدا فرموده در قرآن که : امرالله مفعولا (۱)

روزی ملا اظهری کور ، بتقریبی این دو بیت ، پیش یاران خواند :

دیده را بر رخ زیبای تو ، حیران کردم عشق داند ، که برین دیده ، چه احسان کردم
خواه با اظهری و خواه به بیگانه نشین من همی شرم ترا ، بر تو نگهبان کردم(۳)

ملا شیدا سر از میان یاران برداشته گفته : اندھے کی جورو کا الله نگهبان !

گویند ، وقتی که رایات عالیات ، بسیر کشمیر جنت نظیر عشرت اندوزی
داشت ، درآنجا شالی کهنه، در سرکار عالم مدار جمع شده بود . حکم شد
که : چهارم حصه بشاگرد پیشه تنخواه دهند ، برات این نیز بند شد . پیش
اسلام خان، دیوان اعلی، رفته اظهار ابرام نمود . یساولان بی حرمتش کردند .
و از پیشگاه نظر راندند ، چنانچه دستارش از سر افتاد. بانگ برداشت که :
نواب سلامت! عرضی دارم برای خدا بشنوید! چون نزدیک بردند ، گفت :

۱- گل رعنا مرآت الخیال و مرأت آفتاب نما دارد .
۲- حکیم حاذق متوفی (۱۰۶۸ھ) پسر حکیم همام و برادر زادهٔ حکیم ابوالفتح گیلانی .
۳- گل رعنا دارد .

روزی در مجلس سخنوران ذکر این مطلع او درمیان آمد. همه یاران خوش کردند :

بسکه بنگاشته اشکم ، رخ کاهی از خون مژه ام بسته بهم ، چون پر ماهی از خون(۱)

فقیر گفت : پیش مصرع خوب نرسیده ، بدیه مطلع ساخته خواندم :

بسکه می ریزد سرشک از دیدهٔ گریان ما بسته‌از خون، چون پر ماهی بهم، مژگان ما(۱)

باز همین معنی را در همین غزل ، قسم دیگر بستم :

حرفی از شیرینی لبهای ماهی شد رقم چون پر ماهی ، بهم چسپید انگشتان ما

وقتی که این مطلع قصیده را گفت : چیست دانی . . . .

همه عزیزان خوش کردند و در ترانها بستند ، چون بسمع مبارک پادشاه دین پناه رسید ، بی دماغ شد ، زبان بتکفیر او کشود ، که : در تعریف ام‌الخبائث ـــ که حرمت آن بنص قرآنی ثابت است ـــ چنین گفته! از ملک ما بر آید! چون حکم محکم باخراج او صادر شد ، قطعهٔ گفته ، بوسیلهٔ یکی از مقربان گذرانیده ، پادشاه را بر حال خود مهربان ساخت :

جهان پناه! ملا ذا ! بقدر جاه و جلال(۲) نیا فریده خدا ، چون ترا عدیل و نظیر
بوصف می زده سرازمن این دومصرع جوش که گشته ، ورد زبان همه صغیر و کبیر
اگرچه لطف توخاصست، معنیش عام است بخاص و عام بود شهره همچو بدر منیر
چنین که ، میکش اسرار مولوی (جامی) که هست گفتهٔ او ، دور از در تقصیر
بوصف می، ز صراحی دو بار قلقل می به از چهار قلش گفته ، فارغ از تکفیر
مرا بکفر چه نسبت بود ، که به ز منی سخن چنین کند و هیچ نایدش بضمیر
مرا ، چو شاه براند ، کجا توانم رفت بگاه راندن از کف ، کجا رود شمشیر (۳)

بر قصیدهٔ حاجی محمد جان قدسی ، ملک‌الشعرای عصر ، که گفته :

عالم از نالهٔ . . . . . . الخ

۱- گل رعنا و خزانهٔ عامره دارد .
۲- گل رعنا دارد : جهان پناها شاها بقدر جاه جلال .
۳- خزانهٔ عامره همه اشعار دارد .

چند کرده که شرح نتوان داد. یکی آنکه حاجی محمد جان گفته:

مهر و مه را نبود، بی مدد رای تو، نور
بنگاه دگری، دیدهٔ عینک بیناست

او اعتراض کرده که: دیدهٔ عینک، که بینا میشود؟ غرضکه همه از ین بابست.

چند سال قبل از ین فوت شد. شعرش اینست:

رزیَ او آب دهد، جوهر بینائی را
موی او سرمه کشد، چشم تماشائی را

نبرد باد، اگر بوی تو یک صبح، بباغ
گل طپنچه زند و غنچه کند. جنگ بمشت

در مصحف جمالت، چندان نظر که کردم
جز نقطهٔ دهانت، یکحرف شک ندارد

آگه نشد، کسی ز بهار و خزان ما
مانند گلبنی، که بویرانه گل کند(۱)

مژگانت از ستیزه، دل خاره شق کند
از گرمیٔ نگاه تو، آتش عرق کند

ز شوق بسکه سراسیمه ام، چو خانهٔ چشم
گمان برم، در و دیوار بال و پر دارد

منه، بترک دو عالم، کلاه فقر بسر
کزین دو ترک، نمیگردد این کلاه تمام

کشاده چشم، تا دربند آن زلف پریشانم
گره از چند جا، چون بند انگشتست مژگانم

سراپا جوهرم چون تیغ، اما درکف گیتی
ز من کاری نیاید، حربهٔ نامرد را مانم

چیست، دانی بادهٔ گلگون؟ مصفا جوهری!
حسن را پرورد گاری، عشق را پیغمبری(۲)

ز گریه در ته آبم، چو مردم آبی
بسروی آب مگر بعد مردنم یابی

صفت تفنگ

ای راست رو تفنگ شهنشاه کامران!
در راستی و پر دلی خود، یگانهٔ

روشندلی و راست نهادی و فتنه جو
ماری، و مهره داری، و صاحب خزانهٔ

در پایه ارجمند و در آوازهٔ بلند
زان دست بر گرفتهٔ شاه زمانهٔ

خامهٔ من، تیر شد از راستی
دور، از ننگ کجی و کاستی

تیر، چو بی پر نشود، کارگر
گشت سر انگشت بر آن تیر پر

(۲۲۵-۲۲۴)

● کلمات‌الشعرا: شیدا، در عهد جهانگیری (۱۰۱۴ ـ ۱۰۳۷هـ) بعرصهٔ وجود آمده. هنگامهٔ سخنوری را گرم داشته. شاعر پخته رو پرگو و در زمان خود یگانه بود.

۱ـ قزلباش خان امید گفته:

مانند سبزهٔ که، بروید بزیر سنگ
آگه نشد کسی، ز خزان و بهار من

۲. کلمات‌الشعرا، سرو آزاد، گل رعنا، مرات الخیال و شمع انجمن دارد.

زهی بزلف رخی ، طاعت و گناه تمام — که این تمام بود روشن، آن سیاه تمام
من و شبی ، که نه گردد بسال و ماه تمام — توئی ، و روز وصالی بیک نگاه تمام(۱)
ببوی زلف سیه طالعم ، چو نو مشقی — که نا نوشته ، کند دست را سیاه تمام
اشکم ، نه ز خون است ، گره بسته بمژگان — کز جور تو، چشمم گزد انگشت بدندان
از لذت آب دم تیغ تو ، سرشکم — هر لحظه بر آرد سر دیگر، ز گریبان
از وحدت و کثرت ، چو سخن گوید عارف — از خط و دهان تو کند ، حجت و برهان
از روشنی و تیرگی ، آن عارض و گیسو — چون صبح تونگر بود ، و شام غریبان
ستایش سراپا ، نیایش تراست — که در هر نمودی ، نمایش تراست
دهد ذوق توحید تو، در دهن — سخن را ، زبان و زبان را سخن
باندیشه ، راه تو نتوان سپرد — که کس تشنگی ز آب گوهر نبرد
سخن چون ز حمد تو ، بندد نگار — چه پرورده گوید ، ز پروردگار
چو چشم ، ارچه بخود رو سیاه آمدم — بچندین زبان ، عذر خواه آمدم
چو چشم سیه ، بهتر است از سفید — بجرم از تو باشم ، چرا نا امید
(۳۹۶-۳۹۹)

● **نصرآبادی : شیدا** ، اصلش از ولایت هند است . خیالش غریب و افکارش لطیف است . شعر بسیاری گفته ، چنانچه مسموع شد که : پنجاه هزار بیت گفته . اما از بی دماغی، تمام را بپارهٔ کاغذ ها نوشته. در اشعار او به ندرت ، شعر بلندی بهم میرسد .

بسیار تند خو بود ، کم الفت بمردم میگرفت . وضعش هم کثیف بود ، چنانچه ملا رشدی باو شباهتی داشت . پیوسته بمحض توهمی ، از اقران و امثال ، مثل حاجی محمد جان و طالب کلیم ــ که هر یک بصفات حمیدهٔ یگانهٔ آفاق اند ــ میرنجیده . قصیدهٔ حاجی محمد جان :

عالم از نالهٔ من، بی تو چنان تنگ فضا است — که سپند ، از سر آتش ، نتواند برخاست

مصراع اول را بیمعنیٔ بر آورده ، قصیده بهمان بحر و قافیه گفته ، نا انصافی

۱ـ نصرآبادی دارد .

میر مذکور از استماع این قطعه بسیار بر آشفت ، و چندین رباعی در هجو او انشاء نمود ، اما هیچ تلافی آن نکرد .

و مولانا در اوائل ، ملازم سرکار خان خانانْ عبدالرحیم بود ، پس ازآن بسلطان شهریار مخصوص گشته ، و بعد ازآن داخل بندگان درگاه عالم پناه گردید . و در آخر حال گوشه گزین خطهٔ کشمیر و خوش نشین آن مکان دل پذیر گردید : و بمواجبی که از سرکار میبافت ، خورسند بود ، و باقی عمر آن جا بسر رسانید .

و بعضی از ابیات بلند آوازهٔ آن بالغ نصاب کمال بلاغت کلام — که آویزهٔ گوش بنات گردون و ابنای روزگار گشته و بآشنا روی غرایب معنی در صدر انجمن دلها جا گرفته — درین اوراق پذیرای تحریر میگردد :

ای بروی تو گرو ، آئینه را چشم نیاز — شانه را دست دعا ، در شب زلف تو دراز (۱)
گر بصحرا مو فشاند ، دشت پر سنبل شود — ور بدریا مو بشوید ، خار ماهی گل شود (۲)
هوای شست زلفت ، ماهی از کوثر برون آرد — شکر خند تو، مور جوهر ، از خنجر برون آرد (۳)
هوایت در سری گنجد ، که در زیر دم تیغت — چو شمع ،از جیب‌خود هردم‌سر دیگر ، برون‌آرد (۴)
زلف اورا ، رشتهٔ جان گفتم و گشتم خجل — زآنکه این معنی چو زلفش، پیش پا افتاده است (۱)
اگر گیسو بر افشانی! هوا در مشک تر پیچی — وگر رخساره بنمائی ! شب مادر سحر پیچی (۵)
فسونگر داند آن خاکی که، از وی بوی مار آید — شناسم بوی زلفت را، اگر در مشک تر پیچی (٦)
نه من‌دودم ، نه توبادیْ، نه من زلفم، نه توشانه — که چون من بیشتر پیچم، تو بامن بیشتر پیچی
بدین حسن تونگر، زلف چون دلق گدا داری — که گاهی سائبان رخ کنی ، که بر کمر پیچی

۱- گل رعنا دارد .
۲- نصرآبادی ، گل رعنا ، خزانهٔ عامره دارد .
۳- نصرآبادی دارد .
۴- سرو آزاد و شمع انجمن دارد .
۵- نصرآبادی و کلمات‌الشعراء دارد .
٦- نصرآبادی ، کلمات‌الشعراء، سرو آزاد و شمع انجمن دارد .

بود ـــ بکلک شعری میپرداخت . وطرهٔ اشعار را از دستی پیرایش میداد که هیچ سخن دستگاهی شانه وار در وی ناخن بند نتواند ساخت .

و در برابر مخزن گنجور گنجه ـــ که صاحب پنج گنج است ـــ طبعش با حور هم پنجه، قریب بدوازده هزار بیت مثنوی منظم ساخته ، مشتمل بر سخنان حکمت آمیز و معانی دلآویز ، و آن را ـــ دولت بیدار ـــ نام نهاده، و سر آغاز آن این بیت است :

بسم‌الله الرحمن الرحیم آمده سر چشمهٔ فیض عمیم (۱)

و درآن کتاب داد سخنوری بنوعی داده، که هر نکتهٔ ازآن ، یک کتاب سخن است . بلکه هر نقطهٔ ازآن ، خال رخسارهٔ شاهدان این فن .

و از برای حاجی محمد جان قدسی ـــ که سر دفتر قدسیان است ـــ به تیزی تیغ زبان قطع اللسانی کرده ، و بر قصیدهٔ او که مطلعش این است :

عالم از نالهٔ من ، بی تو چنان تنگ فضاست که سپند، از سر آتش نتواند برخاست (۲)

نکتهای رنگین گرفته ، و بعضی جا کلکش از دستی ناخن بند کرده ، که جای انگشت نهادن نیست . و بعضی جا بر طرهٔ اشعار، شانه وار بیجا پیچیده .

و در سال هزار و چهل و هفت هجری (۱۰۴۷هـ) این قطعه ـــ که بر تیز زبانی او برهان قاطع است ـــ در هجو میر الهی (۳) گفته :

ای میر من! که کرده (الهی) تخلصی از مرد لاهی ار چه الهی شدن خطاست
زین رطب و یابسی که ، بود در کلام تو گر منکر کلام الهی شوم بجاست(۴)

۱- سروآزاد دارد .

۲- کلمات الشعراء و مرأت الخیال دارد .

۳- رک : تحت الهی ص ۱۱۲ .

۴- گل رعنا دارد .

هر که از مدح تو در وصف کسان آویزد
دست زآن گونه که میسازد از مشک جمل

چشم انصاف، اگر کور بود ، باکی نیست
زآن که هرگز نبود دیدهٔ آئینه سبل

پایه بر پایه شناسم ، سخن اندر معنی
از ثری تا به ثریا ، ز قمر تا بزحل

آن که غیر ازکول آرد نستانم به پرند
آن‌که خویش ارچه پرند است بگیرم بکول

چشم آنست، که از راه کرم (شیدا) را
لطف عامت بشناسد ز حریفان دغل

همه تا تار تهی کیسهٔ منصوله بدان
جمع گردیده به هنگامه بامید سطل

من چه باشم‌چه‌کنم حرف‌کسانم ز چه روست
بدعا دست بر آرم که دعا راست محل

تا عروسی ز سر آغاز کند زال جهان
از خرام شه سیاره بمشکوی حمل

باد طبعم بمعانی چمن فیض آرای
از بهار اثر وصف شه دین و دول

(۱۲۸۷-۱۲۹۷)

● **شاهجهان نامه** : دیوانهٔ حسن معانی ، شیفتهٔ طرز سخندانی ، واقف رموز نهان و پیدا ، ملا شیدا . فکرش نکته طراز و طبعش معنی پرداز است . و منشاء و مولدش فتح پور اکبرآباد . هر لحظه طبعش در انگیخت معانی تازه آبدار ، چندین خیال نو آئین بر روی کار می آورد . و خاک زمین سخن را — که از گرد کساد خاک مال خورده بود — بکیمیای فکر زر مینمود . و در سخن، طرز باستان گزیده بر متأخران ، پیوسته زبان طنز میکشود ، و یک قلم این جماعت را از سلسلهٔ ارباب سخن خارج دانسته ، از خطهٔ سخنوری اخراج مینمود . و از بس که اندیشهٔ رسا و فکر درست داشت، در مجلس فکر سخن مینمود ، و پیوسته در انجمن با شاهدان معانی خلوت میداشت . و با طرز تازه خصم دیرین بود ، و شعر تازه گویان را بد تر از تقویم پارینه میداشت . اگرچه از مراتب علمی بیگانه بود (۱) اما در قوانین سخن آفرینی یگانهٔ وقت خود است، و رسائی فکر بپایه ایست، که در یک ساعت ، بخوبی قصیدهٔ غرا — که نظم ثریا را نمونه تواند

۱- رک: صفحه ۲۷۶ تحت مرآة‌الخیال.

هنر تست که آمد ز عدم هستی زای — ای تو تفصیل جهان را بحقیقت مجمل
گشته با خصم تو اشیاء همه واژون بمزاج — داغ گردد بجبین گرچه بمالد صندل
نبود دور ز یکتائی قدر تو اگر — در خیال تو، دو یک باز شمارد احول
هرکه زد بوسه، بخاک درت از روی نیاز — آب حیوانش در آید بنظر، مستعمل
کند از هیبت تو جسم عدو ترک روان — هم چو آن موم کز آتش بکند ترک عسل
نقش پای تو بود آنچه بنام است ابد — گوشهٔ افسر تست آنچه بنام است ازل
بر لب و کام عدوی تو ز ناکامی دهر — نوش داروست هلاهل بتمنای اجل
بر درخشان دم تیغت کند از گرم نگاه — گردد از خیرگیش دیدهٔ خورشید سبل
خانهٔ امر ترا، نه فلک اندر پرکار — دفتر قدر ترا روز و شب اندر جدول
لوح محفوظ ز علم تو، چه باشد ابجد — عقدهٔ روح قدس پیش ضمیرت چه مثل
گر کف دست بود موی بر آرد ناچار — چشم خصم تو چو تشبیه کنم با سرکل
لوحش الله! ز صوفی منش آن راهروی — که کند طی منازل ز ابد تا به ازل
گم شود از خود اگر چشم کشاید بر خویش — رود از خویش برون همچو شمار از اول
لاف وحدت رسد او را که بهر گونه مزاج — عین آن میشود از معنی بی نقص و خلل
گر در آبست بود موج ور آتش چون دود — ور هوا تاب هوا جوهر او بی غش و غل
گرم خونست، چنان کز اثر خندهٔ برق — نتوان کرد ز نارامی داغش بکفل
گر رسد صدمهٔ سندان سم او، بر کوه — تا تن کوه شود قوی بتو همچو بصل
بس که هر لحظه بجائی است چو انداز خیال — در خیالش شود اندیشه ز سودا مختل
گرچه چون نقد سره در همه جاهست روان — زود برگشتن آن مانند با سیم دغل
کرده تسخیر کواکب مگر از طی زمان — ورنه چون ماضی او حال بود مستقبل
نفس از سینه بسی دیر برآید بر لب — که برآید ز زمین بر فلک او مستعجل
بچرا گر بسوی مزرع چرخ آرد روی — بی گمان از سر بازی شکند شاخ حمل
گر بداند که بود زیر فلک در گردش — زآن تهور که بود در دلش از قدر و محل
تا سفال ره بازیچهٔ طفلان گردد — بشکند، نه سبوی چرخ، بآسیب کفل
کام بخشا! سخن چند سرایم بگزاف — وصف پاک تو، که پاکست ز تشبیه و مثل
چند از باد بر افروزم شمعی که بود — بزم پیرای حریفان معانی بمثل
کی تسلی شود از تاب حرارت بمثل — گر برخسارهٔ خورشید بمالی صندل
نه من آن انوری سحر بیانم، که بمدح — ژند پیرای مغان گردم از لات و هبل
یا چو عرفی که ز نو طرز دگر تازه کنم — سر بدامان ثری پای در آغوش زحل
ترهای است که، باور نکنی گر گویم — که نهم غاشیه بر دوش جریر و اخطل
من چه گویم که سخن خود دهد انصاف سخن — سخن خاص نباید که بود عام مثل

بسکه سیراب شد از فیض هوا جرم زمین　　مایهٔ ابر بود حشو تراشی بمثل
در نگر انجمنی وصف بهار اندر گوش　　حرف مفلس چه بود پیش توانگر مهمل
چه عجب بر مژه گر خنده زند غنچهٔ اشک　　کـه- نمانده بجهان عقدهٔ مالاینحل
هر کجا چشم کشائی نگری صورت خویش　　بس که گردیده هوا آئنه گون بی صیقل
بسکه از خندهٔ گل ، گشت هوا شعله فشان　　چشم کور از مژه ، بر دیده فروزد مشعل
دل که آن نشگفد از فیض چنین تازه بهار　　نزد دانا سزد ار چاک زنی چون دنبل
زین سپس، سرمه تماشای چمن باشد و بس　　که زنم سرمه بود غالیه اندر مکحل
نیشتر بسکه ملایم شده چون سبزهٔ تر　　نکشاید بدو صد زخمش فصاد اکحل
چاک دامان گل از مرهمی باد بهار　　نبود دور که چون زخم نبالد بمثل
ریشه در سنگ دواند باثر سودهٔ او　　گر بسایند پی دفع صداعی صندل
گل ز بس نعمت دنیا بجهان کرد فراخ　　زاهدان دولت عقبی نه پزیرند بدل
گاه آنست که ، از خانه شوی سوی چمن　　خواهی از بلبل و گل، جام می و قول و غزل
تاکی از دفتر حکمت سخن و مرکز و خط　　دفتر گل نگرد آب روانش جدول
دور ساغر طلب از دور فلک، راز مجوی　　کان تهی دایره بر دایره بینی چو بصل
برگ عشرت طلب و ساز می و رامش و رود　　که دمی عیش روان را نتوان یافت بدل
دور اول چو کشی ، ساغر می نوشت باد　　گوش دل تازه چو گل ساز باین تازه غزل
ای هوای رخ و زلف تو، همه علم و عمل　　کفر و دین را نتوان یافت بر این هر دو بدل
سخن از نقش دهان تو بود راز نهان　　نکند باز کسی این عقدهٔ مالا ینحل
پای اندیشه ز جولان خیالت شده لنگ　　دست امید ز دامان وصالت شده شل
تا نگارین خط تو دیده ام از خط سرشک　　تن من صفحهٔ تقویم شد است از جدول
بس که هر لحظه دل من بکف سیم بریست　　ماند از ارزش خود با درم سیم دغل
همه در دور خم حلقهٔ زلف تو اسیر　　کز ازل تا بابد، وز ابد آید به ازل
تا برم سجده بمحراب خم ابروی تو　　بوضو چشمهٔ خورشید کنم مستعمل
به بنای تن من ، گر خلل افتد، چه عجب　　ک به بنیاد هوای تو بود راه خلل
من نپردازم از اندوه تو، هرگز بکسی　　جز بوصف اثر رحمت حق عز و جل
قبلهٔ اهل خرد ، حامی ارباب هنر　　خانخانان ، که بود قدرش خورشید محل
ای نزول تو ، درین جلوه گه عنصریان　　هم چو ، پیراستن مهر شبستان حمل
شاهد قدر تو، گر باز کشاید ، آغوش　　نه فلک گیرد چون دستهٔ سل به بغل
تا مگر نام زد داغ تو ، گردد ساید　　هر سحر رخش صبا بسر جگر لاله کفل
روز بازار ، بهر جا که بود ، رای ترا　　زر خورشید بود ناسره چون سیم دغل

مستعدان در ظل مرحمت ایشان بر آساید(۱) . و احوال خیر مآل این فصاحت شعار ، زیاده ازین بر راقم ظاهر نبود ، بدین اختصار نمود .

قصیده

چشم خورشید چو ابرو کند از شاخ حمل — شب شود مردمک و روز بیاضش بمثل
زلف شب پیچد و چون خال شود بر رخ روز — نقطه و دائره باشد چو کشی در جدول
شب یکی غالیه دانیست همه خال نگار — روز آئینه همه چهره طرازیش عمل
این یکی سرمهٔ چشم آمده آن گونهٔ روی — این حسابیست مفصل بشمار آن مجمل
روز در جلوه چو طاؤس بر آرد پر و بال — شب چو زاغی که سر از خواب کشد زیر بغل
شب چو گرداب بخود رفته فرو ز اندیشه — روز چون موج برون تاخته از خود بجدل
آن یکی ، چون کچهٔ مشکین انگشت نگار — وان یکی ، پارهٔ زر ساعد پیرا بمثل
بی خلاف از عمل کاهش و افزایش روز — روز و شب گشته بدان گونه بدهر اند مثل
کز نگاهش نظر از شوق ، نگنجد در چشم — وز خیالش گهی اندیشه نه کاهد ز خلل
روز و شب لاله و داغ جگر لاله بود — که شگفته است کنون تازه ز آثار حمل
نی چو شمع است و گل شمع بنقص و بکمال — گر باندازهٔ هم بنگری از قدر و محل
یا مگسر از اثر شوق تماشای بهار — بهر نظارهٔ گل چشم جهان شد احول
با عروسانه خود آرای شده زال فلک — این بود خال رخ و آن بجبین بر صندل
یا سپند است برویش، که بر آراست بهار — نو عروسان چمن را بحلی و بحلل
زین سپس تیز کند باد صبا آتش گل — چمن از گل شود افروخته همچون مشعل
این همه معنی رنگین ، که سراید بلبل — گوئی از دفتر گل نغمه کند قول و غزل
زین رطوبت که جهان راست ز تأثیر بهار — چیست خورشید گلی سر زده از شاخ حمل
بسکه عام است طرب دور نباشد ز نشاط — طفل اگر زاید چون غنچه ، صراحی به بغل
فیض پابوس بهارست که شد غنچه و خار — این چو نشتر به زبان وان بشکر خنده عسل

۱- بقول مصحح مآثر رحیمی در نسخه (ب) است : آساید ، چون چندین برین بگذشت ترک ملازمت جهانگیری نموده به برهانپور آمده خدمت سپه سالاری اختیار نموده و در بندگی ایشان بر آسوده صاحب علوفه و جاگیردار گشت . و در قصائد غرا در مدح این سپه سالار بر نسب و حسب سپه سالاری و حالات و فتوحات ایشان را و آباء و اجداد کرام ایشان را بنظم آورد . و مایهٔ قدر و منزلت خود بمداحی و ثنا گستری ایشان میافزاید . و سپاهی پیشه نیز واقع شده . و الحال در بندگی این سپه سالار است . امید که توفیق مداحی زیاده ازین یابد و موفق گردد .

۱۲۰- شیدا، ملا شیدای تکلو فتح پوری

● مآثر رحیمی : ملا شیدای تکلو(۱) از صاحب طبیعتان و نو آمدگان این روزگار است . طبعش بلندی طلب و فهمش عالی نسب افتاده . هنگام فکر تلاشها میکند و مضامین بکر بدست می آرد . و لیکن در تنظیم آن تکاهل طبع و تساهل ذهن مرعی میدارد . و اصل وی از طائفهٔ جلیل‌القدر تکلو ست ، و پدر او از مشهد مقدس بهندوستان افتاده و مولانای مؤمٰی الیه در هند متولد شده ، و نشو و نما یافته . الحق خالی از فهمی و تازه گوئی نیست . و در سلک احدیان پادشاه ظل‌الله نورالدین محمد جهانگیر انتظام دارد و بدستور سائر احدیان بعلوفه و جاگیر سرفراز است .

درین وقت که ، اردوی گیهان پوی آن خدیو مملکت ستان ، در ولایت مندو بجهت تسخیر دکن تشریف داشتند ، این قصیده که ثبت خواهد شد ، در مدح این سپه سالار گفته . دیگر اشعار خود بدست یکی از مترددین بملازمت این سپه سالار ارسال داشت . و آن قصیده و دیگر منظومات مبنی بر طلب ملازمت و خدمت این قدردان بود . الحق امروز در هند چه که ایران و توران نیز قدردانی مثل این سپه سالار نیست . و این بیت مولف دال برین معنی است :

هندست وجود خانخانان چون خانهٔ کعبه در بیابان

مسودهٔ این قصیده، این دانشمند صوری و معنوی، براقم بتاریخ غرهٔ رمضان سنه یک هزار و بیست و شش (۱۰۲۶هـ) دادند که درین ثروت نامه ثبت نماید . و قرارداد ایشان شد که ، این سخنور را از پادشاه التماس نماید که آمده بدستور

۱- بقول مصحح مآثر رحیمی در نسخه (ب) مولانا عارف محمد شیدا مرقوم است .

در مشاعرهٔ امرتسر میرزا محمد اکبر خان خاور غزلی سرود که مطلع است :

خداوندا مسوزان از کرم رند شرابی را — مروت نیست در آتش فگندن مرغ آبی را

شعری دو غزل درین زمین بدیهه رسانید . این چند شعر ازآنست :

بهوزخ چون سزا ندهد خدا، رند شرابی را — که هرکس میکند بریان بآتش مرغ آبی را
مروت نیست گفتن باخدا شرط ادب نبود — خطا لازم بود اندیشهای ناصوابی را
جواب اهل معنی ، راه بندد بر سوال اول — که غایت نیست اظهار سخن حاضر جوابی را

شعری بقول خود، پنجاه هزار شعر داشت، ولی بیشتر ازآن ذخیره در سفر ضایع شد ، و هرچه باقی ماند باسم — مرآةالخیال — که پنج صد صفحه دارد چاپ شده است و دارای تمام اقسام نظم میباشد .

— مثنوی لعل و گهر — نوشت که در زندگانی خود کسی دزید ، — قصهٔ چهار درویش — را نیز منظوم کرد که دارای یازده صد بیت است .

(کشمیر نمبر ص ۲۴۱)

۱۱۹ - شیخ محمد سرائی

● تاریخ اعظمی : در تذکرهٔ سید علی همدانی گوید که : ایشان سنه هفتصد و هشتاد و شش (۷۸۶ھ) ششم ذی‌الحجه ، چون وقت انقطاع نفس :

بسم الله الرحمن الرحیم
۷۸۶

بر زبان رانده بودند ، همین تاریخ شد .

شیخ محمد سرائی که از صلحاء و بلغای وقت بود چنین گفت :

مفخر عارفان ، شه همدان — کز دمش ، باغ معرفت بشگفت
مظهر نور حق ، که رویش را — عاقبت از جهانیان بنهفت
عقل ، تاریخ سال رحلت او — سید ما علی ثانی - گفت (ص ۳۷)

۷۸۶ھ

پنجاب وارد شد و ازانجا بدهلی رفت

در دهلی با میرزا اسدالله خان غالب مشاعرات داشت. از دهلی ببنارس و ازآنجا بکلکته رفت. در مدح سلطان ترکی قصیده‌ها گفت و صله و خطاب ـ فخرالشعرا ـ و ـ آفتاب هند ـ یافت.

از ـ مثنوی لعل و گوهر ـ اوست :

نقش یمن است بر نگینم   شمری ز سهیل خوشه چینم
نامم به زمین حسن، عیان است   شمری لقبم ز آسمان ست
نکته پرداز اگر هست فقیر است امروز   پیش ازین عهد شنیدم که غنی هم بود ست
(۲: ۲۸۲)

● ادبی دنیا : اشعار ذیل از شمری است :

بسکه رنگین بهار کشمیر است   سوزن لعل و خار کشمیر است
در دماغ جهان نسیم بهار   از گل شالمار کشمیر است
رنگ معجز طراز خامۀ صنع   حرف نقش و نگار کشمیر است
از سواد و بیاض دیدۀ حور   رنگ لیل و نهار کشمیر است
غم صد ساله را، ز دل بردن   به یکی جلوه، کار کشمیر است
شاهد حسن را، خط مشکین   عکسی از سبزه زار کشمیر است
صید عشرت که از جهان رم کرد   به نسیمی شکار کشمیر است
آب نشونمای عالم حسن   مایۀ برگ و بار کشمیر است
فکر جنت، بدل نمی گذرد   در جهان تا، دیار کشمیر است
وصفش این بسکه، میرزا شمری   بلبل نو بهار کشمیر است

کهرک سنگ در نوامبر (۱۸۲۰ع) مرد. و روزی بعد نونهال سنگ نیز در جهان نماند. شاعری گفته :

از نونهال عمر، ثمر هم نخورد و رفت   در بوستان حکم گذر هم نکرد و رفت
با ماه پیکران مجلل به لعل و در   از حسرت و دریغ نظر هم نکرد و رفت

(نگارستان کشمیر ۲۲۲ بحوالۀ تذکرۀ بیمثل و مکمل تاریخ کشمیر حصه سوم ص ۵۰ ـ ۵۱ و تاریخ پنجاب سید لطیف ۲۳۹ ـ ۲۴۱)

در آبش کرده سردی بسکه طوفان | بود یخ بسته وحشی همچو سوهان
سخن از آبشارش چون طرازم | صباحتهای عالم را گدازم
الهی! تا که عالم هست و کشمیر | مبادا این بنا، محتاج تعمیر

۱۱۷- شرف‌الدین سید کشمیری

● **المعداری** : شرح حال در دست نیست. آقای احمد حسین قلعداری چند اشعار نعتیهٔ وی ارسال فرموده اند :

سلطان دین، ایمان دل، جانان جان، برهان تن | صدرالعلی، بدرالدجی، شمس الضحی، کهف الامم
بگذر ز تقصیرات ما، بکشای هر حاجات ما | دست عطا، ذیل کرم، فضل رجا، باب نعم
یا رب! شود روزی که من، از جذبهٔ شوق درت | خیزم بذل، آیم بجان، پویم بسر، راه حرم
جز ذکر تو، آرام جان! کامم مبادا در جهان | روز و شب و شام و سحر آناً و فاناً دمبدم
بادا تحیات و ثنا، بر روح پاک مصطفی | بر آل و اصحابش ز ما، بر اهل بیت محترم

۱۱۸- شعری، خواجه حسن

● **صوفی** : خواجه ابو محمد حسن شعری بن خواجه صدرالدین از خانوادهٔ عنایت‌الله خان کشمیری بوده، و در سال (۱۲۲۳ھ) چشم بدنیا کشود :

نهال باغ اقبال

تاریخ است. در سرینگر زندگانی میکرد و درآنجا در سال (۱۲۹۸ھ) این جهان را پدرود گفت. تاریخ است :

جست تاریخ فوت خود، شعری | شد ندا : رحمت خدا آمد

شعری در عهد کهرک سنگ(۱) کشمیر را ترک گفته بسلسلهٔ تجارت در

۱- پسر رنجیت سنگ، در سال (۱۸۰۳ع) بدنیا آمد و در سال (۱۸۳۹ع) بعد وفات پدر بتخت نشست و در(اکتوبر۱۸۳۹ع) پسرش نونهال ویرا معزول کرده تخت را بدست آورد. ☚

جای تو کجاست دیده‌ٔ ما ای پای بجا رسیده‌ٔ ما
هر شب آدینه دارم، التزام میکشی دوست میدارند اهل دین، شب آدینه را
رفتن بروی آب و هوا، هیچ نیست شاه از خود خلاص یافتن اینجا کرامتست
گر چشم تو بی پرده بود، نیک نگه کن روئی که تو خواهی، همه بیرون ز نقابست
درویش را که، گنج قناعت میسر است درویش نام اوست ولی شاه کشور است
ساقی ما، ز پی ساغر و مینا، برخاست زاهد خلوتی، از روی مصلا برخاست
چشم بیمار تو تا گشت طبیب دلها شوروغوغا ز درو بام مسیحا برخاست
همه یک لعل و همان لعل، که لعل لب اوست همه یک حرف و همان حرف کزو گفتار است
همه یک ناز و همان ناز که، جانها پی اوست همه یک چشم، که دلها همه زو بیمار است
چو از خانه، آن جامهٔ گلگون برآید دل از دیده، در جامهٔ خون برآید
برون از کنارش، محال است، شه را کجا قطره ز آغوش جیحون برآید

رباعی

یاریکه ترا ز خود رهاند، دگر است کاریکه ز تو هیچ نماند، دگر است
ما منکر راه سجده و کعبه، نه ایم راهیکه بمقصود رساند، دگر است
ساقی! اگرم می ندهی می میرم در ساغرم از کف بنهی می میرم
پیمانهٔ هرکه پر شود می میرد پیمانهٔ من چو شد تهی می میرم

(۲۳۵-۲۳۶)

● **بیاض آذر: ملا شاه کشمیری، در تعریف شالامار باغ گفته:**

بیا ساقی که فصل لاله زار است هوای سیر باغ شالامار است
تعالی‌الله! زهی فردوس مانند بهر شاخش دلی چون غنچه در بند
در او عالی بنا قصری است پر نور که باد، از ارتفاعش چشم بد دور
برفعت، آسمان آسمان است خم طاقش برنگ کهکشان است
کند چون صبح طاقش را نظاره گریبان میکند از رشک پاره
چنان ساعی صنعش رنگ بسته که طاق ابروی خوبان شکسته
دگر از رفعت شانش چه پرسی بلندی را نشانیده بکرسی
ز بس مالیده بر خاک درش رو مه نور است کرد آلوده ابرو
به پیش این مزین قصر رنگین بود حوضی بعینه کوثر آئین
درو افتد چو عکس قصر والا شود کیفیت شیرین دوبالا
چنان باشد، درو این قصر رنگین چو در آئینه، حسن روی شیرین

باکمال صاحب وجد و حال . بخدمت شاه میر لاهوری (قدس سرهٔ) نیاز و ارادت داشت، اشعار عارفانه یادگار گذاشت (۱) . (ص ۴۴)

● صبح گلشن : ملا شاه ، ملا شاه بدخشانی از اکابر محققین صوفیهٔ بدخشان است و عهد شاهجهان پادشاه زمان ورودش بملک هندوستان . شاهزاده دارا شکوه را ارادتی خاص باو و اکثر مردم عصر را در حق وی اعتقاد نیکو بود . کلیاتش از هرگونهٔ نظم و نثر پنجاه جزو کلان کما بیش است . و سنه تسع وستین و الف (۱۰۶۹ھ) وصال آن ملای شاهان صفاکیش. و این بیت :

عقل تاریخ آن خدا آگاه گفت : محبوب خلد ملا شاه

شعر تاریخ وفات آن درویش خوش اندیش است .

مرده ایم و چو زنده میگردیم به ازین چیست خرق عادت ما
در زیر بغل تاک نهال ازچه گرفت است بی تکیه بجای ننهد مست قدم را
شود ، ز یک دل زنده ، هزار دل زنده ز یک چراغ، توان صد چراغ روشن کرد(۲)

(ص ۲۲۲)

● روز روشن : ملاشاه، ملا شاه بدخشی، اوستاد دارا شکوه و مرید شاه میر لاهوری (قدس‌سرهٔ) بود . از علم ظاهر و باطن حظی وافی داشت . تفسیر چند جزو قرآن مجید بطریقهٔ اهل تصوف نگاشته . شاهجهان پادشاه را باوی اعتقادی خاص بود . میفرمود که : درین ملک دو پادشاه اند . شاه صوری منم و شاه معنوی ملا شاه است . و ملا در کشمیر عمارات عالیه بنا کرده و پادشاه هرگاه بکشمیر نزول فرمودی در منزل ملا رفتی و تعظیم بسیار کردی .

وفاتش در سنه اثنین و سبعین و الف(۱۰۷۲ھ) بقولی تسع وستین و الف (۱۰۶۹ھ) واقع شده :

تازه میسازم درون سینه، داغ خویش را خانه تاریک ست میسوزم‌چراغ خویش را
راز ما، کی فاش گردد گر همه ازخود رویم نشکنند بدمست می ، هرگز ایاغ خویش را

۱- یک رباعی دارد.
۲- روز روشن دار.

واصل شد ، برهنمائی هادی سبیل سعادت و عنایت و قاید طریق رشد و هدایت ، در لاهور بخدمت میان شاه میر لاهوری از سلسلهٔ قادریه رسید . چهار ماه درکمال ادب و نهایت طلب، بر آستانش معتکف بود و بوی التفاتی از گلزار توجهش نشنود . آخرالامر گفت: ای بدخشانی خارهٔ خود را لعل ساختی و در کورهٔ امتحان گداختی! برخیز و غسلی کرده بیا تا صحبتی بداریم . وی غسلی‌کرده باز آمد ، اجازهٔ ذکر خفی گرفت و بدان متوجه شد . در اندک وقتی ترقی کلی در احوالش ظاهر شد . بعد از رحلت شیخ خویش، در کشمیر توقف کرد . در دامن کوه ماران در مقابل تخت سلیمان باغی و خانقاهی بنا نمود . بالاخره در زمان دولت شاهجهان علمای دهلی اورا تکفیر نمودند و مطعون ساختند و لوای قتلش بر افراختند .

شاهجهان فتوای علماء را گرفته بمنزل وی رفته با او صحبت داشت . همت بر ارادتش گماشت . علماء گفتند که : او شاه را مسحور نموده است! بحکم شریعت خونش هدر و قاتلش را اجری جزیل و ثوابی جمیل است . هر که بحجرهٔ وی رفته نظرش بر او افتاده، الله! گفته روی بر خاک نهاده . غرض پنجاه هزار بیت دیوان دارد . مثنویات بسیار و غزلیات بیشمار و لیکن رعایت بحور و قوافی را ــ چنانکه باید ــ ننموده است . وفاتش (۱۰۷۲ھ) .

رباعیات

ای بیخبر از یک نگه رحمت ما تاچند همی خصومت و زحمت ما
چندی دیدی نتیجهٔ صحبت غیر یکبار ببین نتیجهٔ صحبت ما(۱)

(۱۵۲-۱۵۳)

● **نگارستان سخن** : شاه ، معروف بملا شاه بدخشی . عارفی بود

۱- هشت رباعی دیگر دارد .

رخصت لمحهٔ پیشتر از پادشاه برخاستی و شرط مراخصت بجای آوردی . شاهجهان اکثر میگفت که : در هند دو شاه اند ، یکی شاهجهان ! و دیگر ملا شاه !

تا اوائل عهد عالمگیر در قید حیات بود و بسال هزار و هفتادودو (۱۰۷۲ھ) انتقال نمود . رباعیات بسیار بمذاق صوفیه گفته و گاهی به نظم غزل نیز توجه مینمود . (۳۲۴ ب)

● **تذکرهٔ شعرای متقدمین** : حضرت ملا شاه ، مولدش بدخشان است و در شهر لاهور بخدمت حضرت میان شاه میر اعتقاد راسخ بهمرسانید، و منظور و مقبول گردید . گویند تا سی سال علی‌الاتصال خواب نکرده بود ، و بعد وصل حضرت شاه میر ، بکشمیر رفت . و شاهجهان پادشاه و سلطان دارا شکوه معتقد شدند . و بعد ازآن عالمگیر پادشاه اورا بحضور طلبید . ملا در رباعی (۱) مشتمل بر تاریخ جلوس گفته فرستاد و تکلیف حضور موقوف شد.

چون از اشعار ملا شاه غیر از مثنوی و رباعیات مسموع نشده ، چند رباعی نوشته شد .

کی رفتن ره ز رفتن خواب شود کی دفع عطش ز گفتن آب شود
کی از زاهد کشایش باب شود کی پشت کسی گرم ز مهتاب شود

رحلت وی در سنهٔ هزار و هفتادودو (۱۰۷۲ھ) در لاهور واقع شد . و مرقدش در آنجاست . (ص ۱۹)

● **ریاض‌العارفین** : ملا شاه بدخشی ، نامش ملا شاه و عارفی است آگاه . بعد از مجالست بسیار با عرفاء و فضلاء طالب خدمت پیری کامل و شیخی

۱- صبحی دل من , . . . الخ

استخراج میشود (مفتاح ۲۶۸) و مفتی غلام سرور تاریخ گفته که (۱) محتوی سال (۱۰۶۹ھ) است (خزینة‌الاصفیاء ۱۷۴)

(حواشی حسام‌الدین ۵۰۳-۵۰۴)

● **صحف ابراهیم** : ملا شاه بدخشانی ، صاحب کرامات و خرق عادات و از مقربان حضرت ربانی بود . در راه خدا طلبی سیاحت کنان بهند آمد . و دست ارادت بشاه میر لاهوری داد . و درد طلب بمداوا رسانید . و بفرمان پیر در کشمیر جنت نظیر اقامت ورزید .

شاهزاده دارا شکوه پسر شاهجهان مرید ایشان بوده . تا آخر عمر زمستان در لاهور و تابستان در کشمیر میگذرانید . شاهجهان پادشاه هرگاه تفرج کنان به کشمیر میرفت ، بدیدن ملا شاه تشریف میبرد . اما آن عارف از خود گذشته ، وارسته قبل از محاذات شاه ، از جای خود برخاسته سیر خیابان مینمود . و در اثنای گشت چمن ملاقی میکرد ، و همچنین بوقت

☜ از مریدان شیخ میرش بود — جای عزلت بکاشمیرش بود
پاس انفاس کسب او بوده — بنفس عرش فرش پیموده
عقل تاریخ آن خدا آگاه — گفت : محبوب خلد ملا شاه
۱۰۶۹ھ

(ص ۱۱۳ ر مفتاح التواریخ ص ۲۶۸)

۱- خزینة‌الاصفیاء :
شیخ حق آگاه عالیجاه ملا شاه دین — هر که روی روشن او دید ، رشک ماه گفت
شد چو از دنیا سوی جنت ، خرد تاریخ او — زاهد پنجاب قطب وقت ملا شاه - گفت

دیگر :
شه محمد که عارف حق بود — عالم و عامل و خدا آگاه
گفت سال وصال او سرور — که : عجب قطب وقت ملا شاه

(نیز رک تحقیقات چشتی ۱ : ۳۳۴)

معتقد گردید. و اهل کشمیر اجتماع کردند که، ملا شاه پادشاه را سحر کرده است. چون دعوی الوهیت میکند خویش حذر و قتلش لازم است. جمعی انبوه شده بهمین اراده رفتند. چون رو بروی ملاشاه شدند بسیاری سر بسجده گذاشتند و اکثری گریخته افتند. کمالات آن قطب زمان خارج از انداز تحریر و تقریر است. در سال هزار و هفتاد (۱۰۷۰ﻫ) بحق پیوسته من کلام رباعی (۱)
(۱۶۵-۱۲۶)

● مقالات‌الشعراء: ملا شاه محمد بدخشی، شاه محمد بدخشی بن قاضی ملا عبدی پیر و مرشد دارا شکوه و مرید میان میر بود. در موضع ارکسا (علاقهٔ روستائی بدخشان) تولد یافت (سکینة ص ۱۱۷) و بقول سید عبداللطیف، در سال (۱۰۲۳ﻫ) در لاهور آمد (ص ۵۹) سی سال درخدمت پیر خود ماند و کشمیر را وطن ثانی کرده درآن توطن اختیار کرد. (سکینة ص ۱۱۹) در فارسی شعر خوب میگفت، دارا شکوه در سکینة‌الاولیاء (۱۵۲-۱۵۸) اشعار اورا درج کرده است و میگوید: یک دیوان ترتیب داده بودند. صاحب تاریخ لاهور سید عبداللطیف سال رحلت او را (۱۰۷۱ﻫ) ضبط کرده است (ص ۱۷۸) و صاحب ـ مفتاح‌التواریخ ـ بحوالهٔ ـ مراة جهان نما ـ نوشته است که بسال (۱۰۷۰ﻫ) در لاهور وفات کرد. مرقدش درآنجا است و تاریخ فوتش بر لوح قبرش مکتوب شده است (ص ۲۶۸).

خان بهادر عبداللطیف صاحب تاریخ لاهور وفاتش را در یک جا (۱۰۷۲ﻫ) نیز ضبط کرده (ص ۵۹)

صاحب ـ مخبرالواصلین ـ (۲) تاریخ گفته که ازآن سال (۱۰۶۹ﻫ)

۱- چهار رباعی دارد.

۲- مخبر الواصلین:

مقتدای زمانه ملا شاه نورالله قبرهٔ و ثراهٔ
پیشوای محققان بوده رهنمای مدققان بوده

بابو طالب کلیم بدیهه خوانده :

طالب ! در ره درآ ! و مرد راه شو طالب هستی تو طالب الله شو
دانم که کلیمی نه کلیم اللهی با ما بکلام شو کلیم الله شو

(خطی)

● تذکرهٔ حسینی : ملا شاه ، عارف ربانی ملا شاه بدخشانی . در اوائل کمر فقر بسته از هر خرمنی خوشهٔ و از هر خوانی توشهٔ برداشته . آخر برهنمونی قائد توفیق و ملاذی بخت دقیق ، در دارالسلطنت لاهور بخدمت شاه میر (قدس‌سرهٔ) رسیده . تا مدت چهار ماه جبهه ارادت بخاک میمالید شاه مذکور چون طلبش چست دید فرمود که : ای بدخشانی! در آفتاب امتحان گداختی و سنگ سیاه خود را لعل بی بها ساختی! حالا برخیز و کنارهٔ دریا برو و لباس از چرک پاک بشوی، که با تو صحبت داریم.

ملا چست برخاست و برکنار دریا رفت . شخصی دید که میان آب استاده . وی بملا گفت : لباس خود را بده تا بشویم ! ملا التفاتی نکرد و مشغول بشست و شوی رخت خود شد . چون فارغ شده بخدمت شاه میر شتافت، همین که نظر مبارکش بملا افتاد، تبسم کرده گفت که : خضر طلب شستن لباس تو میکرد، چرا ندادی ؟ و از همان وقت متوجه تربیت شد و در اندک مدت بمدارج کمال سلوک رسانید . ملا بعد رحلت پیر بکشمیر رسید و اقامت ورزیده .

در زمان شاهجهان پادشاه علمای دهلی محضر کردند که: ملا شاه درین بیت که گفته (۱) اهانت به حضرت رسول کرده واجب‌القتل است! پادشاه محضر فضلاءگرفته عزیمت کشمیر کرد، و بملا شاه وا نمود گفت که: این بیت از شما است! ملا فرمود که : ازین شعر بوی شرک می آید که درمیان خود و خدا و مصطفی تفریق کرده است، و این در مذهب ما شرک است! شاهجهان

۱- من چه پروای . . . الخ .

آن را که ، بماست بر سر ایمان، جنگ — او مؤمن وز ایمان من، او را صد ننگ
مومن نشود تا نشمارد یکسان — با بانگ نماز بانگ ناقوس فرنگ(۱)

تا خود نکنی ز معرفت حاصل کام — حاصل نشود کام تو از نقل کلام
حلوا حلوا اگر بگوئی صد بار — از گفتن حلوا نشود شیرین کام(۱)

صوفیست که ، محرم است در خانهٔ شه — صوفیست که ، دارد خبر از منزل و ره
صوفیست که ، ز هفتادودو ملت آگه — خود گفت که: الصوفی لا مذهب له

احکام شریعت همه بودی معمول — گشتیم باحکام طریقت مشغول
سلطان حقیقت چو بملک دل شد — حاکم سابق بیک قلم شد معزول

نی بندهٔ کفر و نی بستهٔ ایمانم — شک نیست درین که، کامل انسانم
شممم ، استاده ام میان بد و نیک — در رحمت و فیض بسر همه بکشانم

کی حرف ز هجران جگر سوز کنم — در وصلم حرف از دل افروز کنم
در ظلمت شب هر که بود او داند — شب نیست مرا حکایت از روز کنم

شک نیست که اسم با مسمی مائیم — مفهوم تمام زشت و زیبا مائیم(۱)
گر گفت کسی بما بدی، رنجه نه ایم — چون با صدق تمام اشیاء مائیم

از هستی خویش تا خبر شد مارا — روی گل دوست در نظر شد مارا
ایام مفارقت بسر شد مارا — القصه که ، احوال دگر شد مارا

مستانه شدم بصحبت جانانه — جانانه مرا دید بسی مستانه
هشیاران را بخانه رخصت فرمود — پس دست مرا گرفت و شد درخانه

دریاب متاب رو ازین قول صواب — این قول صواب را بخوبی دریاب
بس غولانند در ره تشنهٔ آب — هشیار که ، غولت نه فریبد بسراب

مجموعهٔ با مجمعی دلخواه است — مجموعهٔ چه دل خواه دل آگاه است
این مصحف نیست این کلام شاه است — سوگند بمصحف که کلام الله است

آن ذات که وحدتش همه لاریب است — در جبه نبیند آنکه سر در جیب است
هستند جماعتی چه گویم ز ایشان — پیش ایشان خدا شناسی عیب است

باید طلب اندر ره دلدار درست — همت درکار باید ای یار درست
اخلاص درست صبر ناچار درست — زین کار درست گرددت کار درست

خوابست که، ار سد همه ابوابست — خوابست که ، او مانع فتح‌الباب است
تا چند ، خروشیم که بیدار شوید — بیدار شوید ، دشمن دل خوابست

چون هست بیان حال توحید محال — پس قال و مقال را درآنجا چه مقال
از دولت خدمت میان حضرت میر — القصه، نهالیم نهالیم نهال

۱- ریاض العارفین دار.

● خزانهٔ عامره : شیدا ، دیوانهٔ گرفتار زنجیر سخن و شیفتهٔ رنگ و بوی این چمن است . حکیم رکنا کاشی (۱) که معاصر است او را باخلاص یاد میکند و میگوید :

مسیحا را، بشیدایان عالم، الفتی باشد بجز (شیدا) نگوید شعر گوکس در زمین من(۲)

از طائفهٔ تکلو بود . پدرش از مشهد مقدس بهند افتاد ، مولد و منشا شیدا فتح پور از توابع اکبرآباد است .

ابتدای حال در سلک احدیان جهانگیر پادشاه انتظام داشت و بعلوفه و اقطاعی کامیاب بود . هنگامیکه رایات جهانگیری باراده تسخیر دکن لمعه و ارتفاع یافت ، شیدا قصیده در تتبع ــ قصیدهٔ لامیهٔ انوری ــ که تشبیب آن در افزونی روز و کمی شب است ، موشح بمدح خانخانان گفته ارسال داشت ، و بجائزه گرانمند فایز گردید . قصیدهٔ مذکور پیش از ین در ــ مآثر رحیمی ــ دیده بودم .

بعد ازان چندی رفاقت خانخانان اختیار کرد و ایامی ملازمت شهریار بن جهانگیر پادشاه برگزید . و در عهد صاحب قران ثانی شاهجهان در ذیل بندگان پادشاهی در آمد ، آخر مستعفی شده در کشمیر گوشه گیر گشت و بمواجبی از سرکار صاحبقران موظف گردید . و در عشرهٔ ثامن بعد الف همانجا شربت ممات چشید . وقتیکه قصیدهٔ خمریه گفت ، که مطلعش این است : چیست دانی . . . الخ

۱ـ حکیم رکنای کاشی مسیح تخلص داشت و در عهد اکبر از ایران وارد شد و بر مراتب بلند سر افراز گردید . در سال (۱۰۶۶هـ) وفات یافت . تاریخ است :

رفت بسوی فلک باز مسیح دوم

۱۰۶۶هـ

۲ـ گل رعنا دارد .

علماء بنا بر آنکه، الفاظ شریف را در توصیف ام الخبائث صرف کرد، تکفیر کردند و بسمع صاحبقران رسانیده، غضب سلطانی را در اشتعال آوردند. حکم شد که: او را از ممالک محروسه اخراج نمایند. شیدا قطعهٔ عذری املاء کرد و قول عارف جامی (قدس سرهٔ) استشهاد آورد که:

از صراحی، دو بسار قلقل مـی پیش جامی، به از چهار قل است

این ابیات ازآن قطعه است:

همین نه تنها می صرف آب انگور است بچشم مردم معنی پرست عبرت گیر
بهر چه کش شده سرگرم هست بادهٔ او اگرچه آن نبود در نظر شراب عصیر

این قطعه بوسیلهٔ یکی از مقربان از نظر شاهی گذشت و موقونی اخراج، که بالاتر از صلهٔ زر است، بعمل آمد. سرخوش گوید: روزی در مجلس سخنوران ذکر این مطلع شیدا درمیان آمد، همه یاران خوش کردند:

بسکه بنگاشته اشکم رخ کاهی از خون مژه ام بسته بهم، چون پر ماهی، از خون

فقیر گفت: پیش مصراع خوب نرسیده بدیه مطلع گفته برخواندم:

بسکه میریزد، سر شک از دیدهٔ گریان ما بسته از خون، چون پر ماهی، بهم مژگان ما

خان آرزو گوید: این مطلع بمطلع شیدا نمیرسد، بلکه فیما بین هیچ نسبت نیست، زیرا که در زمین چنین مطلع گفتن مقدور شیدا بود و بس. و در مطلع سرخوش مصراع ثانی نمیتواند شد: فتأمل. مؤلف گوید: مصراع ثانی مطلع شیدا میخواهد که، در مصراع اول مدعا همین قدر باشد که: چشم من از بسکه خون ریخت! این مدعا، بعبارتی که بیان کرده، بر نقاد سخن ظاهر و لفظ بنگاشته بر بیگانه افتاده، که سامان نگاشتن هیچ ندارد. کاش! چنین میگفت:

اشک در دیدهٔ من ناشده راهی از خون

ازینجا واضح شد که تزئیف سرخوش مصراع اول شیدا را بجاست و نیز

مطلع سرخوش صاف و شیرین واقع شده . و قول آرزو که : مصراع اول علت مصراع ثانی نمیتواند شد ، محل قال . زیرا که ، مصراع اول او لفظ بسکه و لفظ خون ـ که علت بستگیِ مژگان است ـ دارد . ظاهراً برای همین آرزو فتأمل گفته . و در کلام آرزو دلیل علت مدعا نمیتواند شد، مدعای او این که این مطلع ، بمطلع شیدا نمیرسد! این مدعا دلیل چنین میخواهد که حسن تعبیری که سابق دارد، لاحق ندارد . و دلیلی که گفته یعنی زیرا که در زمین چنین مطلع گفتن مقدور شیدا بود و بس ، بکار مدعای مذکور نمی آید . و انحصار گفتن مطلع در قدرت شیدا غیر مسلم . فقیر در وقت تحریر این غزل ذو مطلعین گفتم :

تو عبث منکری ای طفل سپاهی از خون — بر زبان تیغ تو آورد گواهی از خون
تا شود کشتهٔ آن شوخ مباهی از خون — دامنش رشک چمن یاد الهی از خون
صید من تشنگی حضرت صیاد نبرد — چه قدر مایه بود در تن ماهی از خون
گل سیراب شود نیزه به پیش رخ او — رو نماید بطریقی که سیاهی از خون
قتل عشاق باین حد ، چه قیامت باشد — سیلها شد بسر کوی تو راهی از خون
سر خود نذر دم خنجر والا کردم — چشم پوشیده چرا خدمت شاهی از خون
آب زر یافتم (آزاد) ز چشم تر خود — سرخ گردید مرا چهرهٔ کاهی از خون(۱)

و میر اولاد محمد ذکاء(طال عمرهٔ) هم این غزل انشاء کرد :

کردهٔ دامن خود سرخ کماهی از خون — باز ای قاتل بی رحم چه خواهی از خون
مدتی شد که تمنای شهادت دارم — میکشی دست چرا طفل سپاهی از خون
خون خورد طوطی بیچاره ز خوش‌حرفی‌خود — میدهد سرخی منقار گواهی از خون
نبض ما در هوس زخم ، طپیدن دارد — تر شود نشتر فصاد الهی از خون
نیست اندیشه اگر قتل (ذکاء) میخواهد — ترسم آلوده شود دامن شاهی از خون(۱)

میر عبدالقادر مهربان اورنگ‌آبادی نیز این دو بیت بنظم آورد :

چمنم ساخته آن شوخ سپاهی از خون — همچو گل داد مرا خلعت شاهی از خون
بسکه چون خنجر خود، زود گذشت از سر ما — تر نشد دامن آن شوخ سپاهی از خون(۱)

خان آرزو گوید : دیوان شیدا در اکثر جاها تا ردیف دال بنظر آمده.

۱- همه اشعار گل رعنا دارد .

مؤلف گوید : فقیر را هم در عین تحریر این صحیفه، دیوان شیدا تا ردیف دال بدست آمده . این نسخه قدری از ردیف نون و واو و ها هم دارد. صاحب تاریخ — صبح صادق — روایت میکند که : عدد اشعارش بصد هزار رسیده! خدا داند دیوان مرتب او کجا باشد . اما او خود گفته رفته است :

شعر برجستهٔ (شیدا) همه جا مشهور است نیست حاجت که بدیوان مرتب نگرید

نسخهٔ که بدست آمده، مشتملبر چهارده قصیده، هرکدام طولانی. ازآنجمله یک قصیده در توحید و هفت قصیده در منقبت امیر المؤمنین (رضی الله عنه) و یک قصیده در مدح امام علی نقی (رضی الله عنه) و یک قصیده در مدح امام موسی کاظم (رضی الله عنه) و یک قصیده مطلق در مدح آل عبا (رضی الله عنهم) و یک قصیده در ستایش خانخانان و دو قصیده عاری از مدح و یک قطعه مشتملبر بعضی محسنات فن بدیع. و او در قصائد زمینهای مشکل پیموده. با وصف آن، قصائد را بسرحد اطناب رسانده و در غزلیات هم زمینهای سخت طی میکند . باعتقاد فقیر، اختیار زمین سخت هیچ نیست که در سنگلاخ معانی تازه کم میروید . اگرچه در تنگنای لفظ معنی را بزور گنجانیدن هنری است ، اما در زمین شگفته، ایجاد مضامین رنگین، عالم دیگر دارد .

فقیر انتخاب از نسخهٔ مذکوره برای این صحیفه برداشت . و بعد ازآن، کتاب فروشی دیوان غزل بی نقط دیگر از شیدا تا ردیف دال آورد ، و در چترا شترا در آمد . یکقلم این نسخهٔ غیر نسخهٔ اولی است . اما مزاج آرام طلب از مشقت انتخاب رمید، که با این همه تحز براتی که در پیش است، تنها بذات خود کار کرده میشود ، استمداد از کسی اصلاً دخل ندارد . مع هذا ، انتخاب نسخهٔ نخستین کم نیست، بلکه بیش است و این صحیفه را کفایت میکند:

انتخاب

بی تو روزی سوی گلشن گر گذر باشد مرا ... سبزه وگل تیغ و طشتی در نظر باشد مرا (۱)
تازه سازم هر سحر چون صبح داغ خویش را ... تاقیامت زنده میخواهم چراغ خویش را (۱)
لاله در گلشن سیه مست است ونرگس در خمار ... تا یکی از می تهی بینم ایاغ خویش را (۱)
گر ترا تکلیف می خوردن کنم عیبم مکن ... باغبان از آب دارد تازه باغ خویش را (۱)
ز حسن دلستان با آن خط مشکین شدم قانع ... که شه بگذشت و دارم در نظر گرد سپاهش را
جوهر یاقوتم و بر چهره‌ام رنگ وفاست ... تیره کی گردم در آتش گر بیندازی مرا
کیمیا گر میکند افزون عیار زر برنگ ... پرتو خورشید سازد روی او مهتاب را
سالها شد صحبت ما گرم در میخانه است ... از می وگل به نمیدانیم شیخ و شباب را
ترا بیوسف و گل، نسبتی کنم، لیکن ... کجا چو یوسف و گل میتوان خرید مرا
زر که در دست لئیم افتاد، ننماید بکس ... این جهان تنگدل بنگر که چون دارد مرا
میشود از شانه (شیدا) زلف را آرائشی ... زیر دست ناکسان بودن شگون دارد مرا
گر ترا مادر ایام نه زادی چه شدی ... ایکه در دل، غم شیرین پسری نیست ترا (۱)
همچو می، هر چند تلخ وآتشین خوئیم ما ... از صفا مشاطهٔ هر روی نیکوئیم ما (۱)
نماز را بگذار و نیاز پیش آور ... دوگانه را چه کنی، آن یگانه را، دریاب
شب، بچشم من خیال چشم مست او، گذشت ... تا کشادم چشم، از پیش نظر آهو گذشت
کی بود آمیزش کج فطرتان آسان بهم ... زآن سر مژگان او از گوشهٔ ابرو گذشت
کدام مرغ اسیر از قفس صفیر کشید ... که بلبلان همه منقار از نوا بستند (۱)
مکان بسایهٔ دیوار بود دولت را ... چه تهمت است که بر بازوی هما بستند (۱)
شیشهٔ ساعت جدا و شیشهٔ پر می جداست ... نیم ساعت شیشهٔ پر می اگر شد بس بود
بی او لبم بلب دم شمشیر میشود ... ساغر بچشم من دهن شیر میشود
صد چاک، دلم گشت ز اندوه، چو شانه ... هر دست که محتاج بدست دگری بود (۱)
جان من! دست من از زلف تو، کوتاه بود ... چه کند آه! اگر سوی گریبان نرود (۱)
میرود سرزده اشکم ز در خانهٔ چشم ... ذوق آزادی اطفال، ز مکتب نگرید (۱)
بسکه باچشم غزالان سروکار است مرا ... شهر در چشم تماشائی من صحرا بود
چو صبحم جان بلب از مهر دمسازی چنین باید ... چو شمعم پا بجا در سوز سربازی چنین باید
یک بوسه بمن بخش که، گویم بحلاوت ... این میوهٔ تر نخل برومند که دارد (۱)
ترا قدم چو بکشتی میان دریا شد ... بوصف روی تو، ماهی زبان دریا شد
ملال خاطر عارف کجا شود گردان ... که پل بدوش نه بار گران دریا شد

۱- شمع انجمن دارد.

بوالهوس در بزم او بی من دلیریها کند — بیشه چون خالی شود روباه شیریها کند
ای آفتاب رو تو کجائی که صبح شد — آخر چگونه رو ننمائی که صبح شد
یک غنچهٔ ناشگفته نمانده است در چمن — ای دل تو ناشگفته چرائی که صبح شد
نکو عاشق که هردم طرهٔ یار دگر گیرد — بسان مارگیران هر نفس مار دگر گیرد
شب سیاه دمد همچو ناخن از انگشت — کسیکه در خم گیسوی یار پنجه زند (۱)
تو از هر خال خود رسم جدائی از چه آموزی — ببین بر ابروی خود چون بهم پیوستگی دارد
سر زلف تو ناگه آنچنان گیرد دل عاشق — که مه را ابر یا درخواب کس را سایه میگیرد
بمژگان اشک من طفلی بود نو پا بره مانده — که تا خیزد زجا انگشت دست دایه میگیرد
منم آن طفل تهی باز که از نرد مراد — حاصل با ختنش مهره شمردن باشد
ز دست خار خار دل ز مژگان سیه چشمی — چو ماهی، خرقهٔ دیرینهٔ من، پرز سوزن شد
بی رخت درگریه ام چشم از سیاهی شد سفید — سر بسر مژگان من چون خارهای شد سفید
گرچه نتوان شست هرگز نقش دفتر شد بباد — نامهٔ اعمال ما از عذر خواهی شد سفید
ترا ز سنگدلیها چگونه ننگ بنود — که کعبه گرچه بود محترم ز سنگ بود
حدیث شوق بجائی نمیرسد هرگز — زبان براه تو، مارا چو پای لنگ بود
می پرستان که بدریوزه دل و دست هم اند — چشم یارند که مخمور هم و مست هم اند
همه چون خوشهٔ گندم گره از حسرت هم — نیزها خورده به پهلو همه از شست هم اند
بحال دوستان پرداختن اولی است در محنت — چو باشد خشک لب از غم ز چشم آب روان آید
مرد آزاد بغم راستی از دست نداد — سرو، هرچند که شد پیر قد او نخمید (۱)
عذرخواهش صفر باشد بر رقم در چشم هوش — مفلسی گر خنده بر حال تونگر میزند
مرا چون بوالهوس بیند نماید رنگ بر رویش — که بر صراف چون چشم افگند قلاب میلرزد
زلف گر زنجیر عدل آمد چرا — نیست جز بیداد در دیوان حسن (۱)
در افتد گر ز روی جهل نادانی بدانائی — بآن ماند که مژگان میزند بر مردمک پهلو
آزادگان، اسیر تو گشتند، سر بسر — بر ران آهوان حرم داغ کردهٔ

قصیدهٔ منقبتیه

بیا ای غزل گو غزال سرائی — تونی گل نه بلبل غزل چون سرائی
نوای لبت تا بگوش من آمد — ندارم سر خویش از بی نوائی
ز خوبان شهر و غزالان صحرا — فدایت همه شهری و روستائی
چو آب و هوا، نا گزیر است وصلت — که در چشم آبی و در دل هوائی

۱- شمع انجمن دارد .

بلرزندگی ، من به سیماب مانم — بسا رزندگی ، تو به از کیمیائی
اگر نرگس از چشم مست تو لافد — ز کوران نباشد عجب بیحیائی
تو گر آفتابی که بر من بتابی — دگر خیز خوابی بچشمم نیائی
تو بیگانه خوئی و هرگز ندانم — بجز تو کسی در خور آشنائی
ز زنجیر کار کلید از نیابد — تو پابند گیسو چرا دلکشائی
چو پند حکیمان ، برو دل نوازی — چو حرف سفیهان ، بخو جانگزائی
جدا از تو میسوزم آری بسوزد — چو از انگبین موم یابد رهائی
بزلف گره گیر و بالای سرکش — به پیری مرا سبحه و هم عصائی
مده وعدهٔ وصل ، دیگر بشوخی — چو از ناز با خوئی خود بر نیائی
بدین پختگیها عجب خام کاری — بدین سخت روئی عجب سست رائی
نپرسی، چرا من چرا دوست دارم — نگوئی که ، با من تو دشمن چرائی
نیائی برون از دل تنگ عاشق — که دانسته افتاده در تنگنائی
بفرمان تو ، سر نهادند یکسر — مگر نائب شاه فرمان روائی
جهان پادشاهی که باشد مسلم — بزرگی و قدرت برو جز خدائی
علی ولی سرور هر دو عالم — که چرخش ستاید بآن کبریائی
ز بیم دم تیغ او کینه جو را — کند هر سر مو بتن اژدهائی
بسر پنجهٔ زورمندش نباشد — کسی را دل دوست زور آزمائی
اگر عدل او نشکند دل ستم را — کی از سنگ آید برون مومیائی

دیگر

کاشکی دست من زبان بودی — تا بهر کار کامران بودی
چه شدی هر کجا سخن رفتی — پای انصاف درمیان بودی
گر نرفتی بر آسمان عیسی — زین خران با که همزبان بودی
راستی گر روایتی میداشت — سرد چون آب جو روان بودی
گر نیآمیختی بدون عالی — مغز بیرون استخوان بودی
فلک از جنبش ار بیآسودی — دل آسوده در جهان بودی
گل شدی بلبل از بخوردهٔ زر — تا خردمند خرده دان بودی
گر نبودی، تمیز ناکس و کس — کاه را، نرخ زعفران بودی
نشدی هند ، مسکن طاؤس — مار را ، خانهٔ اصفهان بودی
جوهری گر نداشتی شمشیر — از چه دربند امتحان بودی
گر نرفتی ، ز که جفا بر مه — پیل ، چون رام پیلبان بودی
رمه را ، گرگ میزد و میبرد — گر نه ، در سایهٔ شبان بودی

بو تراب آنکه قدر و تمکینش — گر نه سرمایهٔ جهان بودی
پائیداری و سرفرازی زا — نه زمین و نه آسمان بودی
عدل او، گر جهان نپروردی — مهر پیر و ستم جوان بودی
گر به رزمش فلک نهادی پا — سر خورشید بر سنان بودی
کلک او شد کلید، ورنه خرد — تا ابد قفل بر دهان بودی
مهر او گر نداشتی در دل — دل کس ار چه شادمان بودی

دیگر

ای لعل جان فزای تو سرمایهٔ گهر — در خنده داد پرورش گوهر از شکر
گوئی که: جوهری ز شکر خندهٔ تو یافت — از روی امتحان بشکر شستن گهر
نقش دهان تو، بدلم کارگر بود — چون نقش خاتمی که بموم است کارگر
دشنام و بوسه در دهن تو سرشته اند — لیکن که آگه است ز تقدیر خیر و شر
یاد میان تو ز دل صاف عاشقان — هرگز چو سوی کاسهٔ چینی نشد بدر
قدرت براستی همه قول پیمبر است — خط تو چون کلام الهی است معتبر

این بیت را غاویانه گفته است عفا الله عنه:

تا دیده ام سواد خط عنبرین تو — هرگز چو خامه روز سیاهم نشد ز سر
عشاق را ز جور تو مانند برق و ابر — هم خنده بی نمک شد و هم گریه بی اثر
از بسکه خشک گشته تن من بروی زرد — نقش چنین چو سکه بماند بروی زر
هر کس که، لب ز ساغر لبریز، تر نکرد — بی بهره ماند از اثر فیض چشم تر
حسنت فزود و آب دو چشم فزود ازو — افزاید آب بحر ز افزائش قمر
از زلف تست پیش بدل مهر ابروت — چون تیغ از علی بود و دره از عمر

این بیت دلالت میکند که شیدا مذهب تفضیلی داشت:

از حسن یار، نکتهٔ رنگین شنیده ام — رنگین، بسان گل شده گوشم، ازین خبر
باشد سرشک بر مژهٔ خونفشان من — چون نامه بسته بر پر مرغسان نامه بر
بر روی خاک توده زند تیغ آفتاب — از شرم تیغ آن مژه چون طفل بی هنر
عاشق بجستجوی تو از راه اضطراب — تا زاده همچو طفل سرشک است در سفر
ما در غبار و می بسر تا که امواج زن — ما تشنه ایم و آب فرو رفته از گهر
باشد چگونه صحبت ما و فلک بهم — سنگین دلیم ماه و سپهر است شیشه گر
از بسکه دست بر سرم از غم گمان بری — دستم ز سر دمیده چو مژگان ز چشم تر
لیکن مرا، چه غم بود از جور روزگار — از دولت حمایت آن شاه دادگر

شاه جهان علی نقی پیشوای دین
کز عزم اوست بخت باقبال راهبر
جودش کند بپایهٔ هر کس رعایتی
چون قسمت غذا که بر اعضاء کند جگر
از حلم اوست ، پیکر آئینه را قرار
وز عزم اوست ، بر سر مو شانه را گذر
ره نیست صبح پاک نفس را به عصمتش
کان پرده دار باشد و صبح است پرده در
در حق مهر اوست که ، گویند قد وجب
در باب کین اوست که ، گویند قد کفر
گر سر و پا و عزم تو کردی تمام عمر
بودی چو گرد باد کمر بسته در سفر
شاخی است نیزهٔ تو ز نخل ظفر که هست
روز تلاش از سر بدخواه بارور
بیجوهری که ، تیغ ترا گفت چون هلال
هرگز نکرد فرق سر سوزن از تبر
گردون بجای بیضه بود زیر بال او
عنقای همت تو بهر جا کشاده پر
از مدح آستان تو آب زبان دهم
ز انسان که آب تیغ دهد مرد آبگر

دیگر

جهان را رنج و راحت دان ز دور آسمان باهم
که دارد نرمی و سختی چو مغز و استخوان باهم
دو نادان را ز خواری غمگسار یکدگر بینی
دو خرسانید از خارش چو روی و پست ران باهم
کسان را عیب کی باشد اسیر ناکسان بودن
که ناچار اختلاط گوهر است و ریسمان باهم
بجز ابروی خوبان از وفا سر در سر آورده
ندیده چشم پیوسته دو یار مهربان باهم
لب خشک و زبان خشک ، بینی سرفرازان را
ز روی جهل یکسر همچو بام و ناو دان باهم
اگر دنیا طلب داری کجا دینت بدست آید
نبوده است و نباشد ، آب و آتش بیگمان باهم
مگر از دست احسان شهنشاه جوانمردی
که بخشد همت او اینچنین و آنچنان باهم
وصی احمد مرسل علی بن ابی طالب
که آمد یا پیمبر چون دو پیکر تو امان باهم

از مخالص اوست :

تحریک سر زلف تو بر صفحهٔ رخسار
ماند بسر خامهٔ من در دم تحریر
آن تار سیه سازد و آن صفحهٔ دل را
این خط نجات آمد و آن سایهٔ زنجیر

این چشم کند روشن و آن تیره کند بخت   آن سحر نگار آمد و این منقبت میر

شیر خان در تذکرهٔ خود مینویسد که : شیدا در علم عروض و قوافی ضرب‌المثل بود . مؤلف گوید: در دیوان شیدا غزل و نه بیت موجود است، که مطلعش این ایست :

رمز دهن تنگ تو بشگافته باشد   گر دل اثر غیر سخن یافته باشد

در باقی این غزل بعضی مصاریع وزن غیر وزن مطلع دارند و بعضی مصاریع وزن را الوداع گفته اند. حسن مطلع غزل این است :

چون من کسی نگفت ز تیزی خوی او   کورا زبان چو خامه نه بشگافته باشد

مطلع غزل، بحر هزج است، تقطیعش ــ مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن ــ و مصراع اول حسن مطلع، بحر مجتث است، تقطیعش ــ مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن ــ و مصراع ثانی حسن مطلع ناموزون است . باقی غزل خوش نیامد که بر زبان قلم آرم .

گمان فقیر اینکه ، مزاج شیدا زمانه سازی نداشت . لهذا عالمی با او در مقام مخالفت بود . غالباً کسی از راه استهزاء غزل گدائی بنام او گفته ، الحاق کرده. و الا طفل دبستان، که ادنی موزونی داشته باشد، چنین خطا نمیکند . شیدا که شاعر زبردستی بود و عمرها خدمت سخن کرده باشد ، این قسم خطای فاحش، چگونه ازو بوجود می آمد . و در دیوان شیدا غزلی است، که مطلعش باندک تغیر در مناظره مشهور شیخ فیروز واقع شده و آن این است:

گر کشاید مو بصحرا دست بر سنبل کند   ور بشوید رو بدریا خار ماهی گل کند

و درین غزل این بیت آمده :

من بحسرت حرف آن خال و زنخدان سر کنم   ساحری چون حرف هاروت و چه بابل کند(۱)

۱ـ گل رعنا دارد .

بابل را درینجا، بضم با، استعمال‌کرده. مثل شیخ سعدی شیرازی که میگوید :

چه کند بنده که بر جور تحمل نکند — دل اگر تنگ شود مهر تبدل نکند
سحر گویند حرام است درین عهد، ولی — چشمت آن کرد که هاروت ببابل نکند

و مثل ظهوری ترشیزی که میگوید :

بر زبانم داستان کاکل است — گر نفسها دسته بندم سنبل است
در دکن چشم فسونساز بتان — باج خواه از ساحران بابل است

صاحب برهان قاطع مینویسد : بابل بر وزن قابل شهری است مشهور عربی بر کنار فرات، بجانب مشرقی واقع شده. بضم ثالث هم آمده است. مؤلف گوید : بابل بضم با محل تامل است. در قرآن مجید بکسر با آمده. و صاحب قاموس گوید : بابل که صاحب موضع بالعراق الیه ینسب السحر و الخمر' و صاحب برهان قاطع خود میگوید که : لفظ عربی است. پس سند ضم با از کلام عرب ضرور. عرفی شیرازی بابل را بکسر با در اشعار خود مکرر آورده بیتی ازو اینست :

دل ما را بفسون جادوی بابل نبرد — هر که از بهر وفا جان ندهد دل نبرد (۱)

خان آرزو این دو بیت را —که می آید— در —مجمع‌النفائس— بنام شیدا نوشته، حالانکه از محمد قلی سلیم طهرانی است و در دیوان او موجود :

حریر شعلهٔ ما را، بآب میبافند — کتان ما، بشب ماهتاب میبافند
بعشق خواب طلب میکنی، برو ای دل! — بکارخانهٔ مخمل، که خواب میبافند

(۲۸۱ - ۲۷۰)

● گل رعنا : شیدا فتحپوری، از فحول شعرای هندوستان است و گرم

۱- گل رعنا دارد.

معرکهٔ این میدان. حکیم رکنا کاشی که معاصر اوست میگوید(۱):

مسیحا را ، بشیدایان عالم ، الفتی باشد   بجز (شیدا) نگوید شعر گوکس در زمین من

مولد شیدا فتحپور از توابع اکبرآباد است. و آنچه تقی اوحدی نوشته که : تولدش در قندهار است منافی قول شیدا . چه شیدا نثری دارد که در تعریف کشمیر و نهضت رایات شاهجهان پادشاه بسیر آن خطه ، درآنجا میطرازد که : ایرانیان . . . . (۱)

و شریف خان در تذکرهٔ خود مینویسد که: شیدا از شیخ زادهای فتحپور است که در حوالی اکبرآباد واقع شده . و میرزا طاهر نصرآبادی ، شیدا را در فصل شعرای هندی آورده و ابتداء فصل بنام او کرده . اگر از قندهار میبود، او را در فصل شعراء ولایت ایران می آورد، نه در فصل شعراء هند .

حاصل کلام، شیدا هندی نژاد است از طائفهٔ تکلو . پدرش از مشهد بهند افتاد . ابتدا حال درسلک احدیان جهانگیر پادشاه منتظم بود و بعلوفه و اقطاعی معاش بسر میبرد . بعد ازآن رفاقت خانخانان اختیارکرد، و ایامی بملازمت شهریار بن جهانگیر پادشاه منخرط گردید ، و در عهد صاحبقران ثانی شاهجهان در ذیل بندگان پادشاهی درآمد . آخر مستعفی شده در کشمیر گوشه گیر گشت . و بمواجبی از سرکار شاهی موظف شد . و در عشره ثامن بعد الف همانجا درگذشت .

میگویند: شیدا بسیار فحاش و بد خلق بود، و اکثر مردم را هجوکرد چنانچه درحق میر الهی میگوید . ای میر من . . . الخ

میر مذکور، چند رباعی درجواب پرداخت ، هیچ یکی تلافی آن نکرد

۱- رک : تحت مرآةالخیال .

و ایضاً در هجو طالب آملی این قطعه نظم کرده: شب و روز . . . الخ
و در باب بخل حکیم حاذق زبان دراز کرده : برکیر . . . الخ
و در هجو میرزا امرالله گوید : نه تنها . . . الخ

چون شیوهٔ هجا شعار خود ساخته بود ، خود هم هدف ناوک حریفان میشد . چنانچه منیر لاهوری در هجو او گوید :

شیدا گوید که: شعر من لک بیت است — هر نقطهٔ منَ بصفحه بیشک بیت است
یک بیت درست نیست در دیوانش — از جفت بروت صاحب یک بیت است

صاحب ــ تاریخ ضبح صادق ــ روایت میکند که عدد اشعارش بصد هزار رسیده . وقتی که قصیده خمریه گفت که مطلعش این است : چیست دانی . . .

این قصیده شهرت گرفت و بسمع شاهجهان رسید . پادشاه نظر بر پاس شرع که، ام‌الخبائث را در لباسی نباید وصف کرد ، حکم فرمود : اورا از ممالک محروسه اخراج نمایند ! شیدا عذری موزون کرد و قول عارف جامی باستشهاد آورد که : از صراحی . . . الخ (۱)

این قطعه بوسیلهٔ یکی از باریابان از نظر پادشاهی گذرانده . حکم موقوفی اخراج حاصل کرد .

شیدا بر قصیدهٔ محمد جان قدسی ایرادها کرده و قطعهٔ طولانی در زمین همان قصیده گفته بحثهای جا و بیجا آورده . و ملا منیر لاهوری محاکمه در سلک نظم کشیده . درینجا دو مبحث، یکی از دخل بجا و دیگری از دخل بیجا، از هرسه استاد نقل کرده میشود، تا کیفیت آن بر ناقدان در العیار چهرهٔ وضوح بر افروزد . قدسی در مدح گوید :

هست شمشیر تو برنده تر از تیغ اجل — قاف این قبضه فزون یک نقط از فای فناست

۱- چند بیت ازآن .

اعتراض شیدا :

قاف این قبضه بتخصیص چه می افزاید قاف چون عام بیک نقطه فزونتر ز فناست

محاکمهٔ منیر :

ناخن کلک تو در معنی این بیت بلند گر شود بند باندازهٔ یک نقطه بجا است

قدسی ایضاً در مدح گوید :

نیست ناکام بعهد تو کسی حیرانم که برای چه زبان قلم از کام جداست

اعتراض شیدا :

چون قلم هست زبانی که ندارد کامی کام چون نیست بگو تا بچه از کام جداست
باز آن کام که ناکامی ازو میخواهی هم بکامی که زبان راست نمی آید راست

محاکمهٔ منیر :

کام ناکام نشاید بسخن پیچیدن چه شد از طبع تو در سلک سخن‌کام رواست
حسن این معنی نازک که نه ای آگه زو بادا سنجی ایهام شده جلوه نماست

نقل است‌که، اظهری اعمی، در هر مجلسی‌که شیدا میبود، شعر خود نمی خواند. وقتی جمعی از موزونان در مجمعی اظهری را تکلیف نمودند که، اشعار خود بخواند. گفت : یاران زرد گوشی خود اینجا حاضر نیست! گفتند: همه مخلصان شما اند. این غزل را که تازه گفته بود خواند : دیده را . . . الخ .
و چون بمقطع رسید : خواه با اظهری . . . الخ .

شیدا حاضر بود گفت : مخدوم خوب‌گفته اید ! مثل هندی است که :
ـــ زن نابینا را خدا نگهبان ـــ !

شیخ فیروز منشی سعدالله خان وزیر اعظم شاهجهان پادشاه، نوشته‌که : در سنه اربع وعشرین و الف هجری(۱۰۲۴هـ) که اردوی گیهان پوی جهانگیری، در بلدهٔ طیبهٔ اجمیر علم اقامت افراخته بود ـــ اکثر فضلای امصار و شعرای هر دیار درآن ایام خجسته آغاز فرخنده انجام ـــ که نوبهار روزگار و نو عروس

اعصار توان گفت ــ بموکب همایون جمع شده، هر روز در هر کاشانه جشنی ازین طائفه، و در هر خانه صحبتی ازین جماعه، رو میداد. روزی بحسب اتفاق اعزه مثل ملا منیر لاهوری صاحب این شعر:

درین حدیقه، بهار و خزان هم آغوش است   زمانه جام بدست و جنازه بر دوش است

و ملا عطاری جونپوری قائل این ابیات:

مرگ آمد و بی هیچ بدر رفت ز کاشم   چون فارتی از خانهٔ ارباب توکل
هر لحظه خطش در نظرم خوبتر آید   همچون خط استاد که بینی به تأمل

و ملا مخترع صاحب این شعر:

در شکستم چند کوشی، ای بت نا مهربان   من پریشان خاطرم زلف پریشان نیستم

و ملا طفلی فتحپوری مصنف ــ شاه نامه ــ و فضلای دیگر، در خانهٔ آشنائی گرم صحبت بودند که ناگاه ملا شیدا از دور پیدا شده. اعزه از لاف و گزاف او دل پری داشتند و میدانستند که، اکثر مضامین متقدمین را، مانند متبنی بلباس زیبا آراسته، در نظر مردم جلوه میدهد. هرکدام قرار دادند که استدعاء اشعار ازو نمایند. و بنده که ــ اکثر اشعار شعرای حال و قدمای صاحب قال بخاطر دارد ــ مقرر داشتند که با شیدا هم زبانی کند. وقتی که قریب بزمگاه ــ که در حقیقت رزمگاه قرار یافته بود ــ رسید، اعزه به بشاشت تمام چند قدم از جای خود انتقال نموده استقبال نمودند، و او را باعزاز و اکرام تمام آورده بالا دست نشاندند، و هر کدام ازین یاران سحر بیان شروع در تعریف ذهن وقاد ایشان نموده، التماس کردند که: چند شعر تازه و برجسته، از واردات طبع خود، بخواند! او برخواند: چیست دانی ... الخ (۱)

حضرت آزاد مدظله‌العالی در ــ خزانهٔ عامره ــ میفرمایند که: سرخوش

۱ـ رک: تحت تذکرهٔ حسینی.

گوید : روزی در مجلس سخنوران ذکر این مطلع شیدا درمیان آمد ، همه از یاران خوش کردند : بسکه بنگاشته . . . الخ (۱) .
فقیر گفت پیش مصراع خوب نرسیده بدیهه مطلع گفته برخواندم :

بسکه میریزد . . . الخ (۲)

خان آرزو گوید: این مطلع بمطلع شیدا نمیرسد، بلکه فیمابین هیچ نسبت نیست. زیرا که در زمین چنین، مطلع گفتن مقدور شیدا بود و بس. و در مطلع سرخوش مصراع ثانی نمیتواند شد(فتأمل) مؤلف گوید : مصراع ثانی مطلع شیدا میخواهد که، در مصراع اول مدعا همین قدر باشد که: چشم من از بسکه خون ریخت! این مدعا، بعبارتی که بیان کرده ، بر نقاد سخن ظاهر و لفظ بنگاشته بر بیگانه افتاده ، که سامان نگاشتن هیچ ندارد. کاش چنین میگفت :

اشک در دیدهٔ من تا شده راهی از خون

از ینجا واضح شد که، تزلیف سرخوش مصراع اول شیدا را، بجاست. و نیز مطلع سرخوش صاف و شیرین واقع شده . و قول آرزو که: مصراع اول علت مصراع ثانی نمیتواند شد، محل قال : زیرا که مصراع اول او، لفظ بسکه و لفظ خون — که علت بستگی مژگان است — دارد . ظاهراً برای همین، آرزو فتامل گفته . و در کلام آرزو دلیل علت مدعا نمیتواند شد . مدعای او این که این مطلع بمطلع شیدا نمیرسد، این مدعا دلیل چنین مطلع میخواهد ، که حسن تعبیری که سابق دارد ، لاحق ندارد . و دلیلی که گفته، یعنی زیرا که در زمین چنین، مطلع گفتن مقدور شیدا بود و بس ! بکار مدعای مذکور نمی آید : و انحصار گفتن مطلع در قدرت شیدا غیر مسلم . فقیر در وقت تحریر این غزل ذو مطلعین گفتم(۱).

۱- ر ک : تحت خزانهٔ عامره .

و میر اولاد محمد خان ذکاء (طال عمرهٔ) هم این غزل انشاء کرد (۱) .

میر عبدالقادر مهربان اورنگ آبادی نیز این دو بیت بنظم آورد (۱) .

و نیز حضرت آزاد مدظله العالی میطرازند : شیر خان در تذکرهٔ خود مینویسد که : شیدا در علم عروض و قوافی ضرب المثل بود! مؤلف گوید: در دیوان شیدا غزل نه بیت موجود است که مطلعش این است :

گر دل اثری غیر سخن یافته باشد زمر دهن تنگ تو بشگافته باشد (۱)

خان آرزو این دو بیت را — که می آید — در مجمع النفائس بنام شیدا نوشته حالانکه از محمد قلی سلیم طهرانی است و در دیوان او موجود :

حریر شعلهٔ ما را . . . الخ

تا اینجا عبارت — خزانهٔ عامره — است که از دور شروع شد . آزاد مدظلهٔ العالی را در وقت تصنیف — خزانهٔ عامره — دیوانی از شیدا بدست آمد و ازآن انتخاب زده داخل — خزانهٔ عامره — ساختند و در عین تحریر — خزانهٔ عامره — دیوانی دیگر از کتاب فروشی خریدند . در ـ خزانهٔ عامره ـ میفرمایند: یکقلم این نسخه غیر نسخه اولی است، اما مزاج آرام طلب از مشقت انتخاب رمید ! مؤلف گوید: گویا حضرت نسخهٔ ثانی را ، برای بنده خریدند که انتخاب ازین نسخه، برداشته در تألیف خود ثبت میکنم :

روی تو تازه کرد دل مستمند را آتش اگرچه سبز نسازد سپند را
تا چند وصف قامت و زلفش کند کسی نتوان شنید این همه پست و بلند را
باشد بدرد زنده، دل دردناک ما جوید دوای ما که بجوید هلاک ما
درازی مژه بین آن دو چشم جادو را که میکند بچه انداز شانه ابرو را
بچشم جور مفرما ، که میتراود جهل ز آزمائش بیمار زور بازو را

۱ـ رک : خزانهٔ عامره .

بسکه بردند ز سر هوش بیکبار مرا / همچو گل هر دو یکی شد سر و دستار مرا
کم ز خوانندهٔ فهم هر چه بگوییم بکنم / که در آمیخته گفتار بکردار مرا
چون شمع، چشم بینا بودی اگر زبان را / چندین کجا ستودی نادیده آن دهان را
خوش دار عمر خود را، کاین عمر میهمان است / خوش نیست رنجه کردن از خویش میهمان را
مالیم و جام باده نتوان ز دست دادن / در روزگار پیری این دولت جوان را
چشم تو ام بمژگان خون کرد دل که گویند / در پنجه، زور نبود بیمار ناتوان را
چون چشم مانده برسر دستم ز روی حیرت / تا کرده ام تماشا رخسار دلستان را
تا کشتهٔ تیغ تو شود زندهٔ جاوید / از چشمهٔ خضر آب دهی تیغ اجل را
ز چهره پرده بسر انداز گر تماشایست / که روزگار بصیرت ببرد بصارت ما
گل بنگرم بر سر زده آن دلبر طناز را / یا در سرش از سرکشی گل کرده بینم ناز را
تا مطرب بزم ما، بر نی لب خود، دارد / گردیده نیستانها یکسر شکرستانها
ساقی من! بر فروز آن آتش بی دود را / تا چو گل آتش زنم دلق می آلود را
گرمی صحبت خوش است با دل و دلبر بهم / هست بهم سوختن خوش شکر و عود را
می ز دکان را کجا چشم بصاف است و درد / تشنه برغبت خورد آب گل آلود را
هر نفس درموج خون بسپرد چشم من مرا / همچو شمع از گرم خونی میخورد چشم من مرا
زکم مو ابروش دل دزد چشمش را حمایتها / حمایتهای دزدان میکند ویران ولایتها
بر ناله ام، فلک را آید چسان ترحم / کر از که وام خواهد، گوش سخن شنو را
تا دل بکف نباشد نتوان رسید جائی / بی توشه راه رفتن صعب است راه رو را
از بسکه تنگ میگذرد بی تو روزگار / یک چشم گردش تو بود روز و شب مرا
چه تعجب که دو دستم همه یک دست شود / بهوای خم گیسوی تو چون شانه مرا
دل من شانه صفت صد شاخ است / که چو آئینه بدستی همه را
یاری که طرف بست بمهر پری رخان / (شیدا) بصحبت تو نکردیم بارها
چو شانه، دست ما محتاج دست دیگران، تا کی / چه بودی گر بدست خویش بودی اختیار ما
از سیه بختی ما، گر خبرت نیست، بجاست / آفتابی، چه خبر از شب دیجور ترا
چرا بیگانه از ما، دل نباشد / که چون تو آشنائی، باشد او را
گرچه خضر وقت خویشم جوش استغنای من / تشنه لب بر چشمهٔ آب بقا دارد مرا
بوصف طرهٔ مشکین او، لب را چه بگشایم / که چون ابروی او گردد زبان یکسر سیه ما را
بعشق ره نزند عشق بوالفضول مرا / که هست تفرقهٔ در سرش و غول مرا
بآفتاب نیارست ذره پیوستن / بود چه گونه بوصلت ره وصول مرا

جهان چو زلف نگار است و من چو شانه درو گهی عروج بود گه بود نزول مرا
بسحر معجز من ار تو متهم گشتی اگر بسوی تو کردی خدا رسول مرا
بخود همیشه فرو رفته میزنم جوشی خوش است چون می خم گوشهٔ خمول مرا
کسی لصبحت (شیدا) برو کند تا صبح دگر مساز ازین بیشتر ملول مرا
دارم از دست تو امید اعانت ، چون قلم احتیاج دستگیری هست ، پای ریش را
در ره همت نباید بود (شیدا) کم ز شمع کز برای دیگران سوزد سراپا خویش را
گفتن نیارم باکسی راز دل غمناک را چون گل مگر بر سر زنم روزی دل صدچاک را
صحبت ما و عزیزان چو گل و شبنم بود به نسیمی همه گشتند بیکبار جدا
چو آن طفل که ، خاتم دزدد از کس ز بیم بوسه میدزدد دهن را
بی‌لب و چشم او مرا خواب و خوری نمانده‌است لب نچیشد خنده را دیده ندید خواب را
از خیال پری رویان امروز نمیبینم شمعی که بدلگرمی پروانه کند مارا
تا بهمه نیک و بد صاف کنی سینه را نیک بود داشتن مشرب آئینه را
زاهد خشک ار نهٔ نافهٔ مشک ار نهٔ با دل تیرهٔ مدار ، خرقهٔ پشمینه را
انگشتهای من مژهٔ چشم ساغر است دارم تمام عمر بچنگل پیاله را
از چشم شوخ او نبود چشم مردمی کز مردمی نصیب نباشد غزاله را
خوش بر آمد صحبت من، با ملامت کوشی' من پیاپی میزدم می ، او دمادم لاف را
آه بقتل عاشقان بسته میان چرا چرا دشمن دوستان شده از دل و جان چرا چرا
بر فوت وقت خویش نداری تاسفی مشکل که از حیات ندانی ممات را
ببین بر عارض او حلقهٔ زلف پریشان را که شب از چشمهٔ خورشید دارد چشم احسان را
بقرص مهر و ماه ای آسمان! تا کی بود نازت بنان خشک نتوان برد آب روی مهمان را
میکشان! دور فلک گردان، مبادا بی شما مایهٔ جان بد ، تن بیجان مبادا بی شما
غنچهٔ گل نیست خوش بی نالهٔ مرغ چمن عندلیبان گلشنی خندان مبادا بی شما
جان و دل کردن فدای دوستان سهل است سهل میخورم سوگند حق ایمان مبادا بی شما
دلیران، روز صف ، تنها برون آیند درمیدان اگر داری دلی هرجاکه میخواهی برس تنها
دور گردون سر بکام ما نگردد گو: مگرد دور ساغر هست چون سر بر خط فرمان مرا
بادل بی آرزو چند خجالت بریم عشق بخوان تهی آمده مهمان مرا
بیاد چشم مستت دوست دارم گردش ساغر وگر نه بهتر از من کس ندارد پارسائیها
ساقیا در ده پیاپی جام مالا مال را میتوان دادن سر افرازی ز غم پامال را
در هوایش گردو دستم وا شود بی وجه نیست مرغ در پرواز از هم میکشاید بال را
ای که از کنج نشان در دل ویرانه دهی کنج ما یافته ویرانه نسازی ما را

حلقه حلقه بسکه در کوی تو مردم جا کنند　　آسمان چیده است در کویت ز مردم دامها
با چنین رو سر مکن هر سو که طفلان بیخبر　　خویش را چون اشک از چشم افگنند از بامها
شانه یکسر دست شد کاورد زلف او بدست　　مطلب مشکل که یابد طالبی مطلوب را
آسمان مشت خسان را حربهٔ میدان کنند　　فضله‌کش، چون تیغ بندد، برکمر جاروب را
از سرو و غنچه بوس و کناری کسی نخواست　　کی از تو چشم بوس و کناری بود مرا
ز من پی بوسه بخشیدن ز لب چشم وفاداری　　کی بی حق نمک بندد کمر در حق گداریها
کسی گوینده باشد خانه و سامان چرا خواهد　　خدا را میسزد از کعبه رسم خانه داریها
مشرب چشم سخن گوی ترا خوش کرده ام　　لذت صد گفتگو باشد ز خاموشی مرا
تهمت آلودگی بر من منه کز همچو صبح　　هست در پیرانه سر ذوق قدح نوشی مرا
ماه من هرگاه بکشاید نقاب خویش را　　آسمان بیرون نیارد آفتاب خویش را
اختلاط ماست زیبا رشته و گوهر مگر　　بر من و تو وقف کردند آب و تاب خویش را
بوصف خط تو، چون رو دهد سخن مارا　　زبان، چو پسته شود سبز، در دهن مارا
اگر ز راه کرم، در کنار من آئی　　شود چو پوست بتن زنده پیرهن مارا
چو حرف، در شکن نامه از سیه بختی　　سپهر زنده به پیچید در کفن مارا
آه دل از کف من برد ببازی طفلی　　گر توانید ازو دل بستانید مرا
نتوان چو در دعا اثر باده یافتن　　در دست جام به ز دعای سحر مرا
چنین که راحت خلق است رنج من چه عجب　　که باده پیش ز مستی دهد خمار مرا
بخلق بی غرضم آشنا چو آهنها　　ز روی کس نتوان یافت شرمسار مرا
ز آفتاب بود بیش شهرتم (شیدا)　　ولی ز ذره بود کمتر اعتبار مرا
می دهم و چو سرکشی شاد شوم که، باغبان　　محض برای سرکشی آب دهد نهال را
باد صبا را هست با فریاد بلبل دشمنی　　ریزد ز شبنم هر سحر در گوش گل سیماب را
از بهر دستگیری ما ای صنم بیا　　تا سر نهیم در قدمت یکقدم بیا
هرچند من ز قافله دور اوفتاده ام　　باشد هنوز گوش ببانگ جرس مرا
فردا اگر خدا به بهشتم برد، چه سود　　امروز کاشکی بتماشا برد مرا
آب جویم که باغبان بچمن　　بسته هر سو روانه داشت مرا
شادم ز دشمنان که ز من بیخبر نیند　　از دوستان اگر نرسد یک مدد مرا
مرا زمانه عجب زیر دست خود دارد　　چو چشم را مژه با شانه تار گیسو را
بر افشان زلف تا حال گرفتاران شود پیدا　　که قدر کار یکدیگر ز همکاران شود پیدا
مرا بخت سیه بهتر بود از طالع روشن　　که وقت شب فروغ کار عیاران شود پیدا
گفتگوی ما نظر بازان، بخاموشی بود　　جز بخاموشی نباشد گفتگو آئینه را

خاکساری میدهد روشن دلان را آبرو — جز بخاکستر نباشد شست و شو آئینه را
نیست بی باعث که چون گرداب گردد گرد خود — گردش چشم تو باشد آرزو آئینه را
منت رزق محال است که از دایه کشم — طفل اشکم نبود بر درش از شیر مرا
بر طمع وصال او رنج فراق میبرم — زود که آورد بدست دولت دیر پای را
چون بیاد دوستداران، دل بدرد آید مرا — از درون گرم، بیرون آه سرد آید مرا
کی دهد بر باد یاس مدعا ننگ مرا — اضطراب نا امیدی نشکند رنگ مرا
باشد بگوش تیره دلان پنبه از سخن — نوعی که در دوات گذارند لیقه را
بی داغ سینه دعوی عشق از چه رو کنی — بی مهر کس درست ندارد وثیقه را
بر چهره آن شوخ خط و خال نباشد — بر شمع رخش سوخته پروانهٔ دلها
در طرهٔ مشکین خود، بستی دل بیتاب را — جز تو که در زنجیر کرد از ساحری سیماب را
در حلقهٔ زلفش بود (شیدا) دلم آرام جو — چون بخت گردد آشنا کشتی کند گرداب را
هلاک صنعت مشاطه ام که داد نشان — ز کار آئنه و شانه صلح و جنگ ترا
در کعبه گر خدا بنماید چو بت بدیر — از دیر رو بکعبه کند بت پرست ما
چه غنچه چاک زند صبحدم گریبان را — مده ز دست دگر دامن گلستان را
چه میدهی چو من زار را بدست جفا — کسی بشانه نیازرد موی مژگان را
دل ز من بر کندی و بر سینه زحمت ظاهر است — بر زمین باشد نشانی نونهال کنده را
کار عالم را بنا کردند بر بست و کشاد — بنگر از جراح بر بستن رگ بکشاده را
ابروی هر صنم نه چو ابروی یار ماست — فرق است تیغ غازی و تیغ خطیب را
کشاد کار من از همنفس چو غنچه بود — چو شمع و آئنه از دم مگیر تیره مرا
بر دل کس نیست، از دستم خراش ناخنی — کرد همچون شانه بی ناخن فلک چنگ مرا
تیر قدا! ز هجر خود، همچو کمان مکن مرا — نوش لبا! ببوسه‌ای رنجه بجان مکن مرا
بر خوان دهر دست میالای که کرده اند — چون غنچه پر ز خون جگر این نواله را
مشکل که، سوز سینهٔ پروانه، کم شود — ریزید گر تمام ز کافور شمع را
شانه از بس سرزنشها میکنند — زلف میداند زبان شانه را
بی نمکیهای دهر بسکه چشیدیم — شور قیامت سزد نمک چش ما را
چند جنبانی سر زنجیر زلف — تا بشور آری دل دیوانه را
بهوای ابروی او، که به تیغ تیز ماند — نکند چو اشک مژگان ببدن قرار سرها
شریک بود مرا کردمش فدای رهت — دل طپیده دهد درد سر هنوز مرا
اگر گوئی بسر رفتن توان رفت — بسر بردن دمی نتوانم این جا
چو آب رو نداری سر براه خاکساری نه — شریعت وقت بی آبی روا دارد تیمم را
هردم ز خون دیده زمین تر شود مرا — تا آبرو بخاک برابر شود مرا

بی روی و موی دوست چه حاصل اگرچو چشم … روز و شب زمانه مسخر شود مرا
سر برهت نهادم و دادم ز دست دل … زین دست کار عشق مگر سر شود مرا
ای باغبان چه کم شود از بوستان تو … گر یک نفس دماغ معطر شود مرا
ساقی فگن بورطهٔ پیمانه هوش را … مطرب بنغمه کشتی می ساز گوش را
بر مست کی ستم رود از چرخ نیلگون … در بزم باده ره نبود خرقه پوش را
(شیدا) بگفتگو نتوان خصم را شکست … از تیر وام گیر زبان خموش را
همچو گل شبنم زده تا چند بحسرت … دندان بجگر از لب و دندان تو مارا
هر چند کشایند بسوزن گره مو … نکشاد دل از جنبش مژگان تو مارا
فتاد کار بدیدار آن پری مارا … پری چگو نه کند آدمی گری مارا
مهر گر با ما نورزی میتوان کردن ستم … نیست چون مرهم نمک باید زدن بر ریش ما
هرچه گویم بجناب تو مگو یعنی چه … یا بیان کن که چه معنی بود این یعنی را
تا سیه بختی مجنون نبود در نظرش … سرمه در چشم سیه تنگ بود لیلی را
گرچه از فاختهٔ بر سر، کله کج دارد … با قدش سرو نه بندد کمر دعوی را
شیوهٔ نیست که آن عشق ندارد بکمال … میوهٔ نیست که آن گل نکند طوبی را
عالمی دارد بسرو از تنگ چشمیها نظر … چه مه نو گر لب نانی بود در خوان مرا
آید بسان ناخن انگشت در نظر … از قطره اشک بر مژه از بی نمی مرا
شادی اگر کنم ز مروت خجل شوم … با چرخ صحبت است چو با ماتمی مرا
ساقیا بر دست من نه، ساغر لبریز را … تا چو گل آتش زنم این خرقهٔ پرهیز را
دستگاه کشتن آمد شانهٔ گیسوی یار … دست را باید تماشا کرد و دستاویز را
ای کاشکی زبان شود انگشت پای من … گر گفتگو برد بره جستجو مرا
بریز خون میندیش بیگناهی را … که آبروست ز خون ریختن سپاهی را
بآن رخی که تو داری ز بیدلان مستیز … عذاب خلق مکن رحمت الهی را
فلک بکام دل عاشقان بود (شیدا) … ولی چنانکه بکام است شست ماهی را
گریهٔ بی نالهٔ دارم نباشد دور اگر … در هوای ناله از ناخن بروید نی مرا
گویا نیم ولی چو گل شمع روشن است … بر اهل بزم سوز دل از رنگ و بوی ما
چون مردمک، پناه نجوئیم از کسی … دست تهی است چون مژه دائم حصار ما
در چشم ما ز مردم بیگانه به بود … سوگند کوی دوست سگ کوی آشنا
با قد راستر از سرو چنین کج مخرام … راست گو شیوهٔ کج از تو خطا نیست چرا
مهر زلف و عارض او از دلم بیرون نرفت … چون کنم از خانه بیرون آفتاب و سایه را
راز ترا برون دهم از دل خود بچشم تر … ز آنکه در آب افگنند گوهر تازه سفته را

من کنم اندرین چمن بال شکسته بلبلی	نی بمرادم آشیان نی قفسی بمدعا
گره از غنچهٔ گل ای صبا تاچند بکشائی	ترا گر هست دستی ، عقدهٔ از کار ما بکشای
چنان ز اشک شماری حسابدان شده ام	که قطره قطره توانم شمرد از دریا
ما نمیخواهیم رنج حاسد ، اما چون کنیم	آنچه میبیند ، ز خوی خویش میداند مرا
رسیده است بجائی ز حسن پایه ترا	که آفتاب دمد در قدم چو سایه ترا
بنوش باده، که در خناه ، آن نمک داری	که می حلال کند همچو شیر دایه ترا
یکی بمصحف رخسار خود مطالعه کن	که منزل است بخونریز خلق آیه ترا
نیستم سنبل که باشم تازه رو از آب جو	نخل دودم جز در آتش ریشهٔ نبود مرا
خط سبز او برد پی ، بدهان نوشخندش	که خضر نکو شناسد ره چشمهٔ بقا را
چه غم ز آتش دوزخ شهید تیغ مرا	ز بسکه از نم تیغش کفن بود سیراب
ز قید سنبل شاداب او، رهای کو	که بند سخت شود چون رسن شود سیراب
باز گل بشگفت و رنگین شد نوای عندلیب	رو همین روی گل است و رای رائی عندلیب
بیم عدل نو بهاران بین، که گل دارد بکف	خوردهٔ زر از برای خونبهای عندلیب
لاف عشق و این همه فریاد از بی طاقتی	گل ازآن رو خنده دارد بر خطای عندلیب
گلشن گیتی شود ایمن ز تاراج خزان	گر بجای گل تو باشی من بجای عندلیب
دل به بند زلف او (شیدا) ست خیلی مضطرب	بست طفل نو رسی از رشته پای عندلیب
چون سرو که بار سر دستار نمیسازد	بار سر آزادان دستار مکن یا رب
تا لذت درد تو جز من نبرد غیری	غیر از دل من یکدل افگار مکن یا رب
یا چهرهٔ خوبان را ، زین گونه مده رنگی	یا چشم نظر بازان، خونبار مکن یا رب
هرکس که دلی دارد شاد است بدلداری	این یار پرستان را بی یار مکن یارب
در هوای آن دو زلف عنبر آلودم کباب	هرکس از آتش کباب است و من ار دودم کباب
چون سایه سر همیشه بپای تو بسته ایم	از ما بهمسرهی مکش آزار بی سبب
شب ، با که گرم صحبت می بودهٔ، که نیست	امروز کج نهادن دستار ، بی سبب
نرود ز دست شمشیر اگرش کسی براند	بکجا روم ز دستت چو مرا برانی امشب
ترا چو پیر خرابات جام لطف کند	سخن ز مسئلهٔ جبر و اختیار طلب
سپهر برهنه بر تن کشیده خاکستر	اگر روم بطریق قلندری چه عجب
واعظ مگر ز خانهٔ دل میدهد نشان	کاندر ارم ز گوهر یکدانه خانه ایست
رواج قلب زراندود اختران پیداست	فلک بنقد شناسی مگو که صراف است
همین مباش چو کاری بمدعای تو نیست	که هرچه نیست برای تو آن سزای تو نیست
بهر چه میگذری او ترا بجای است	بهر چه مینگرم ، او مرا بجائی نیست
چو مهر و ماه چه بیگانه آشنا روئی	که جز تو هیچ کسی با تو آشنائی نیست

ساقیا امشب مرا رنج خماری بوده است — گرکنی درکار من یک جرعه کاری بوده است
گر نه تو خورشید عالمتابی و من سایه ام — پس نمیدانم چرا انجام من آغاز تست
قدر ما نشناخت گردون زآنکه پیش پیرزال — دور ساغر کی چو دور آسیا دارد رواج
خاص را نشو و نما از مدد عام بود — شعله بی یاری خاشاک کجا گیرد اوج
چو سرو من بگذارد کلاه کج بر سر — برنگ فاخته از شوق بر برآرد تاج
کجاست مهر پرستی که از سر سودا — چو ماه ، داغ وفا بر جبین تواند بود
بزلف او نرسد دست ما چو شاخ چنار — ز دوش سر زند از دست دسته چه سود
مه روئی که او دارد ، که دارد — خم موی که او دارد ، که دارد
جهان سوز است طبع آتش می — ولی خوی که او دارد که دارد
سخن را خون کند دل لعل خاموشی که او دارد — گذارد جان و دل را یاد آغوشی که او دارد
از جنبش زبان چه کشاید دل حزین — قفل از درون، کلید ز بیرون چه میکند
گلرخان چون گره از بند قبا بکشایند — چه گره ها ز دل بستهٔ ما بکشایند
چشم خوبان، بتماشای تو بادام شود — نتوانند که چشمی ز حیا بکشایند
چون ماه نو همه تن گر مرا جبین باشد — چو نقش پا بره دوست بر زمین باشد
بپوش ساعد سیمین مگر نمیخواهی — که دست فتنه زمانی در آستین باشد
اگرچه گردش چشمت بروز شب ماند — کجا فلک چو تو بی‌مهر و بیش کین باشد
به ابرو و دهنت رام گشت کشور حسن — قرار مملکت از تیغ و از نگین باشد
من تنگم اگر زآن دهن تنگ، مخور غم — خواهم که ترا بند قبا تنگ ندارد
ابروش سخنگو است و لیکن چه توان کرد — گویا بزبانی است که فرهنگ ندارد
بادلی تنگ عجب نیست درین باغ و بهار — چون گل شمع اگر سایهٔ ما غنچه شود
بگرد عارضش تا خط سحر انگیز پیدا شد — خط خورشید در چشم سیه چون خط ترسا شد
چومه ازچشم زخم خویشتن بنشست کس درخون — ز روی مهربانی دشمن من چشم بینا شد
ندانم حالت آغاز و انجام، این قدردانم — که از شور محبت قطرهٔ شوریده در باشد
بتجرید از حجاب نه فلک، بیرون توان رفتن — نبی معراج را دریافت چون از سایه تنها شد
دولت ، کنون بسایهٔ دیوار عزلت است — اقبال چون بسایهٔ بال هما نماند
در زیر چرخ لاف بزرگی زدن خطاست — یکدانه خورد ناشده در آسیا نماند

شیدا در اشعار خود زمینهای سنگلاخ و قوافی صعب اختیار میکند ، و مع هذا قصیده و غزل طولانی در سلک نظم میکشد، اما بیشتر لفظ و معنی سهل دارد. مثلاً، غزلی گفته یازده بیت که، این جا پنج بیت آورده میشود:

بر عیب کسی چشم هنرور ز نباشد   داند که جهان جمله بیک طرز نباشد
چون مهر گیا سر نزنند از همه صحرا   پیدا اثر مرد بهر مرز نباشد
در دفتر ما جز سخن مهرو وفا نیست   افسانهٔ سهراب و فرامرز نباشد
از مرد هنر، خواه زهر خاک که خیزد   اینجا سخن از مهنه و باخرز نباشد
جان گرچه عزیز است به پیش همه عالم   با نقد وصال تو گران ارز نباشد

باقی قوافی که آورده لرز و اندرز و کشاورز و ارز بمعنی ارزنده و گران ارز که در بیت گذشت بمعنی گران قیمت است و قافیه طرز را مکرر بسته . از قصائد اوست :

چو نرگس گشتگان را بهره‌منداز چشم شهلا کن   ز کوه سرگرانیها نگاهی جانب ما کن
بریحان مطرا شعله در جان ریاحین زن   به نیروی تبسم رخنه در عقد ثریا کن
بهر جای که طوفان است جا در چشم من دارد   تو هم طوفان بیدادی بیا در چشم من جا کن
رموز دفتر گل نیست جز راز دل بلبل   سرانگشتی بخون تر ساز و اوراقش زهم وا کن
گل سرخ بهشتی قدر یکرنگی ترا شاید   دو رنگی را همان در دامن گلهای رعنا کن
بیک زخم، این گروه نیم بسمل را تسلی ده   سر این خاکساران را بپا بوسی فلک سا کن
بیک گفتن چه آموزم طریق جان سپاری را   بتکرار تکلم درس عشقم را تماشا کن
چو بر سجادهٔ خاک درت روی نیاز آرم   گرم دینی بگردن هست از تیغت مودا کن
بهار لاله زار از لخت دل کردم گریبان را   تو هم گلهای بیدادم بدامان تمنا کن
ز چشم من بر آور قطره های اشک سیمابی   گریبان شقائق بخیه از لولوی لالا کن
اگر خواهی، که هاروت از چه بابل برون آری   بمرغان ملائک، دانهٔ خال آشکارا کن
ز دستت چند چون فانوس پوشم کاغذین جامه   بخود ای شمع بی پروارهٔ پروانه پیدا کن
سخن از حسن صورت گو، دم از لطف معانی زن   خبر این است آید هر چه از دست تو یغما کن
گر از بیباکی گردون تظلم گونهٔ داری   چو دود آه مظلومان گذر بر جمع بالا کن
گرت در سینه جائی هست داغ عشق را جا ده   ورت در دیده نوری هست صرف روی زیبا کن
ز ایمان هر چه شد پسماندهٔ غفلت بشیطان ده   متاعی کز خرامی باز ماند خرج تمنا کن
سپهرا چند افتد آفتابت در کسوف غم   تو هم آئینهٔ خود را بآه ما مجلا کن
خوش است از عاشق و معشوق باهم ربط دل ورنه   دومشت گل بقالب زن لقب مجنون ولیلیٰ کن
چه لذت، زندهٔ دل مرده را، از لحن داؤدی   تو این تصویر را از صور اسرافیل احیا کن
هوس شیرین بود اما ندامت بیشتر دارد   قیاس لذت خرما ز نیش خار خرما کن
ز غواصی چه میخواهی ز سیاحی چه میجوئی   محیط از ناله هامون ساز دشت ازگریه دریا کن

غم فرماندهی داری دل خود را بفرمان ده | سر آسودگی داری سر خود را ز سر وا کن
نه چون کوته زبانان زیر دست بحث اقران شو | نه چون دیوانه طپمان با در و دیوار غوغا کن
چو حرف دوستی داری سخن نازک تر از گل شو | چو بحث از دشمنی خیزد زبان را تیغ برا کن
بروز دولت دشمن، گران جانی غنیمت دان | چو وقت انتقام آید سبکدستی مهیا کن
گرت دستی بود، در دامن اولاد یاسین زن | وگر عمری بود، صرف ثنای آل طاها کن
امیرالمؤمنین حیدر! وصی و نفس پیغمبر | ز غیر او مبرا شو، ز خصم او تبرا کن
چو داری طاعت مهوش مترس از شورش گردون | درین دریای طوفان خیز کشتی از مصلا کن
نقوشی را که از توصیف او بر لوح دل داری | بجان تعویذ جان و دل کفیل دین و دنیا کن
به ذکر داستانت سرمهٔ در چشم کوکب کش | سپهر بی بصر را با هزاران دیده بینا کن
ز عطر دامن پاکت هوا را ساز ده شاها | نفس در جسم پیچان نه بصر در چشم اعمی کن
ز نور معجز مهرت دل منکر بدست آور | غبار تربتم را توتیای چشم اعدا کن
جهان را از ثنایت ضامن فیض مسیحایم | پس از صد قرن از احیای من احیای موتی کن
مرا هر دم چو بلبل بر مینگیز از سر شاخی | سرودم را بگلشن رو کش مرغان شیدا کن
بچشم انتظام اشک را از شوق پا بوست | چو گوهر در کف دست کریمان نا شکیبا کن

این قصیده بسیار طولانی است این قدر ابیات بر آورده در این جا ثبت افتاد. این رباعی هم از شیدا بنظر آمد:

جز نرگس او، فتنهٔ در خواب، که دید | جز لعل لبش، اخگر سیراب، که دید
جز ابروی او که، چشم زخمش مرصاد | شمشیر هلال را سیه تاب، که دید

(۵۹۱ - ۶۲۱)

● مراة آفتاب نما: شیدا، اصلش از مشهد مقدس مولدش قندهار. بعهد جهانگیر در زمرهٔ فرقهٔ احدیان ملازم گردیده. و در زمان شاهجهان بملک الشعراء قدسی و کلیم وغیره مباحثه و محاربات نموده. بد وضع، بد اخلاق و در اخذ مضامین دیگران استاد بود. ازوست:

ساده لوحی که، بیک غمزه دلم (شیدا) کرد | آن قدر مشق ستم کرد که خط پیدا کرد

و سرخوش نوشته که در هجو طالب آملی که از امرای پادشاهی بود چنین گفته (۱). (۱۸۴ ب ــ ۱۸۵ الف)

۱- بعد ازین اشعاریکه در هجو طالب حاذق و امرالله گفته شده، ثبت کرده است.

● **شمع انجمن** : شیدا ، دیوانهٔ گرفتار زنجیر سخن و شیفتهٔ رنگ و بو این چمن است . حکیم رکنا کاشی که معاصر اوست ، یادش باخلاص کرده. شیدا از طائفهٔ تکلو بود. پدرش از مشهد بهند افتاد . مولد و منشأ شیدا فتح پور از توابع آگره است . ابتدای حال در سلک احدیان جهانگیر پادشاه بود و مدح خانخانان پرداخته و صله‌ها گرفته . و در عهد شاهجهان در ذیل ملازمان شاهی در آمد، و آخر مستعفی شده در کشمیر گوشه گیر شد . و بمواجبی موظف گردید . و در عشرهٔ ثامن بعد الف همآنجا شربت ممات چشید .

شیدا صاحب ذهن رسا و فکر آسمان پیما ست . شعر را بسرعت تمام میگفت و بچشم زدن جواهر فراوان میسفت . طبعش، در مسلک سخن طرازی، اگرچه راست میرفت، اما از جادهٔ حسن خلق انحراف داشت . طالب آملی و میر الهی و دیگر مردم را هجو کرد . و چون شیوهٔ هجا شعار خود ساخته بود ، خود نیز هدف ناوک حریفان میشد . مناظرهٔ شیخ فیروز با شیدا مشهور است . چون این مطلع بسمع همایون شاهجهان پادشاه رسید :

چیست دانی . . . . الخ

در غضب آمد، بجهت آنکه ـ ام الخبائث را در لباسی که نباید وصف کرد . حکم شد که : او را از ممالک محروسه اخراج نمایند !

میر آزاد گفته: الحق در عهد اکبر پادشاه و جهانگیر پادشاه وهنی در بنیاد اسلام راه یافته بود ، صاحبقران ثانی از سر نو مؤسس قوانین شریعت شد و سلطان اورنگزیب عالمگیر متمم . و این هر دو پادشاه حق عظیمی بر اسلامیان هند ثابت کرده اند .

صاحب تاریخ ــ صبح صادق ــ گفته: اشعار شیدا بصد هزار رسیده، اما خدا داند که دیوان مرتب کردهٔ او کجا باشد. و در قصائد زمینهای مشکل میپیموده و باوصفش قصائد را بسرحد اطناب رسانیده؛ و در غزلیات هم راه دشوار گذار پی‌سپر میکند. اما نزدم اختیار زمین سخت هیچ چیز نیست، زیرا که، سنگلاخ معانی تازه کمتر میروید. و هرچند در تنگنای لفظ معنی را بزور فکر گنجانیدن، هنری است. اما در زمین شگفته ایجاد مضامین تازه و رنگین کردن عالم دیگر دارد. شیدا سکهٔ سخن باین خوش عیاری رواج میدهد:

درین چمن، نه گل و لاله شبنم اندود است — که، خندهٔ گل این باغ، گریه آلود است
بیک دل، کی توان اندیشهٔ دنیا و دین کردن — که نتوان هردودست خویش را درآستین کردن
گفتن دعا، بزلف تو تحصیل حاصل است — با خضر کس نگفت که عمرت دراز باد

(۱۹ بیت دیگر دارد ۲۲۰-۲۲۱)

ــ پایان بخش اول ــ

کراچی
۲۸ آکتبر ۱۹٦۷ میلادی

earlier phase of geographical nationalism to the broad and humanistic concept of an Islamic Community. Secondly, this is the most outstanding and most successful attempt at a re-identification of the values of Islam in the light of modern philosophical thought. And last but by no means the least, he is the man who first saw the impracticability of the idea of Indian Nationhood, the inevitability of Partition. He is the man who put forward the idea of Pakistan and gave its inner content to the Pakistan movement.

MUMTAZ HASAN

Karachi
6th October, 1967

Iqbal goes on to call on the cup-bearer to arouse the Kashmiri's courage and inspire him to action:

سرت گردم اے ساقی ماہ سیما
بیار از نیاکان ما یادگاری
ازآن جرعہ ای برفشان برکشیری
کہ خاکسترش آفریند شراری

O moon-faced Saqi! may I be thy sacrifice!
Bring me the heady wine of our ancestors,
And sprinkle some of it on the Kashmiri,
That sparks of fire may arise from his lowly dust!

Some time after this poem was written, the Kashmir agitation began. To Iqbal's own surprise, it started with a labour revolt in the silk factory to which he had referred.

He was deeply concerned about the future of Kashmir. In the *Javid Nameh,* he meets the spirit of Syed Ali Hamadani and asks him what will happen to the Kashmiri people. The saint answers:

در نگاهش جان چو باد ارزان شود
پیش او زندان او لرزان شود
تیشهٔ او خاره را بر می درد
تا نصیب خود زگیتی می برد

When he (the Kashmiri) comes to hold his life as cheap as the wind.
The very walls of his prison-house will shake before him;
Then his axe will split granite asunder
And he will grab his rightful share from Destiny itself.

This being tadhkira of Kashmiri poets, Iqbal's special relationship to Kashmir has been mentioned here. But it would be wrong to suggest that Iqbal is only a poet of Kashmir. He is far too great to be confined within any such limitaitons. He lives and moves in a much bigger world, and combines the wisdom of the East and West in a way that has seldom been vouchsafed to an Eastern mortal. In the first place, he represents the transition of Muslim consciousness in this Sub-continent from its

had been converted to Islam long before their migration to the Punjab. One of Iqbal's ancestors was Sufi Akbar, a Muslim saint of Kashmir. Another was known as "Lol Haaj" or lover of the pilgrimage to Makkah, which he is said to have performed a number of times. An uncharitable version of his frequent journeys to the holy shrines is that he had a shrewish wife and the Haaj helped him to escape from the society of his incompanionable spouse. Be that as it may, the family was well known in Kashmir.

Iqbal was conscious of his Kashmir origin and has referred to it more than once in his poems. His most famous couplet on the subject is:

تنم گلی ز خیابان جنت کشمیر
دل از حریم حجاز و نوا ز شیراز است

I am a rose from the garden of Kashmir, that earthly paradise,

My heart is from the sacred shrine of the Hijaz and the melody of my song is from Shiraz.

He was also closely associated with the welfare of Kashmir Conference during 1908–1909. When the Kashmir agitation started in 1942 he was a keen and close observer of events, and became President of the Kashmir Committee in 1932.

He had a clear vision of the Kashmir struggle, and a sensitive appreciation of its background. Recalling the deal which the British East India Company did with Maharaja Gulab Singh, whereby that beautiful land was sold for a mere seventy five lakhs of rupees, Iqbal could not help exclaiming :

دهقان و کشت وجوی وخیابان فروختند
قومی فروختند و چه ارزان فروختند

Fields, streams and gardens, and peasants too, they sold away,

They sold away a whole people and how cheaply did they sell!

Before there was any sign of agitation in Kashmir, he saw the gathering storm on the horizon. In a poem written in Nishat Bagh in Kashmir which is included in the *Payam-i-Mashriq* he referred to the plight of the common Kashmiri :

بریشم قبا خواجه از محنت او
نصیب تنش جامهٔ تار تاری

While his master wears the silken robe woven by his labour,

He himself is condemned to be in tatters.

رخت به کاشمر کشا کوه و تل و دمن نگر
سبزه جهان جهان بین لاله چمن چمن نگر

Come and unpack in Kashmir, behold the hills and valleys and high mountains !

And world on world of greenery, and gardens full of tulips.

An idea of the wealth of poetic talent in Kashmir can be gathered from the present Tadhkira. The fame of some of these poets, like Ghani and Juya, has travelled far beyond the borders of Kashmir. Ghani, who is buried near Srinagar, is famous both as a man and as a poet. There is a story, on which Iqbal has written a poem, about Ghani's habit of leaving his house open and unprotected whenever he went out and locking it strongly after him as soon as he came in. Some one asked him why he did so. "I am the most valuable object in the house. When I am not in, there is nothing to protect; but when I am in, every protection is necessary."

One of Ghani's verses has become famous :

حسن سبزی به خط سبز مرا کرد اسیر
دام همرنگ زمین بود گرفتار شدم

The youthful beauty entrapped me with her downy loveliness,

The snare was of the same hue as the ground, and I was caught.

It is said—although it is no more than a legend—that Saib of Ispahan admired this verse so much that he was prepared to give his own Diwan for it! Iqbal has immortalised another of Ghali's verses, which he has used for a *tazmin* in one of his most moving poems :

غنی روز سیاه پیر کنعان را تماشا کن
که نور دیده اش روشن کند چشم زلیخا را

O Ghani ! Behold the sad plight of the Old Man of Canaan,

Whose darling child hath become the light of Zuleika's eye.

The greatest poet of Kashmir origin, of course, is Muhammad Iqbal himself. His ancestors, who were Brahmins of the Sapru caste, came from village Chakko in Pargana Adoon near Srinagar. It was either Iqbal's grandfather, Shaikh Muhammad Rafiq, or great-grandfather, Shaikh Jamaluddin (probably the latter) who moved down to Sialkot in the Punjab near the Kashmir border at the beginning of the nineteenth century. The family

out a comprehensive edition of his Diwan. Hussamuddin's work, however, goes far beyond anything done before and, as already mentioned, has changed the whole character of Aslah's book itself.

Kashmir has strong links with Iran. Throughout the period of Muslim rule, the court language was Persian in Kashmir as in the rest of the Sub-continent. In the fifteenth century after Christ, in the reign of Sultan Zainul Abedein, the great patron of art and culture, Iranian arts and crafts flourished. Silver filigree work, wood-carving, papiermache, calligraphy, book-binding and illumination, silks, carpets, shawls and a number of other arts and crafts flowered under the impact of Iranian influence. Syed Ali Hamdani, the great scholar-saint of Kashmir, came from Iran in the fourteenth century of the Christian era and brought with him over seven hundred skilled artisans and workers. That is how modern arts and crafts began in Kashmir. The native genius of the Kashmir population, working on the original Iranian models, in many cases changed them out of shape. It was on account of its patronage of Persian language and literature and the profound cultural influence of Iran on it that Kashmir came to be known as "Iran-i-Saghir" or Little Iran.

In Kashmir, poetry is almost a growth of the soil. In that atmosphere of charm and beauty, inspiration comes even to ordinary mortals, leave alone poets. Hafiz of Shiraz longed for that land of heart's desire, and since he could not visit it, he contented himself by imagining the black-eyed bellies of Kashmir singing his verses and dancing to the tune:

ز شعر حافظ شیراز می گویند و می رقصند
سیه چشمان کشمیری و ترکان سمرقندی

The black-eyed beauties of Kashmir and the sweethearts of Samarkand

Sing the verses of Hafiz, and dance to their tune.

Urfi, a compatriot of Hafiz, wrote a whole Qasida on Kashmir which begins with the verse:

هر سوخته جانی که به کشمیر درآید
گر مرغ کباب است با بال و پر آید

Every afflicted soul that comes to Kashmir, finds solace,

Here, even a roasted bird would grow wings.

But nothing can equal the ecstatic joy of Iqbal:

FOREWORD

The Iqbal Academy is doing itself the honour of bringing out Tadkhira Shura-i-Kashmir by Muhammad Aslah "Mirza", edited with an introduction, additions and notes by Sayyid Hussamuddin Rashidi which is before us.

It is a collection of brief biographies of poets of Kashmiri origin who wrote in Persian. The original Tadhkira of Muhammad Aslah, written in the reign of the Mughul Emperor Mohammad Shah, included biographies of over three hundred poets. Hussamuddin had brought it uptodate and, as a result of his work, the total number has now grown to over six hundred. This is the largest compilation relating to the life and work of Kashmiri poets of Persian language that has appeared anywhere so far. Hussamuddin has not only added considerable information on the poets mentioned by Aslah, but has provided, as a result of personal research, a supplementary list of his own which is bigger than that of Aslah and constitutes the second volume of the publication. Hussamuddin has, however, stopped at Iqbal and has not included later poets of Kashmir origin.

The Tadhkira of Muhammad Aslah was at one time believed to have been lost. Mahmud Shairani, the great Pakistani scholar, referred to it, but had not seen it. We are now fortunate enough to have two copies of the manuscript in Pakistan, one in the Liaqat National Library and the other in the private library of the late Agha Badruddin Khan of Garhi Yasin. Hussamuddin Rashdi has made use of both copies, and the present work is based on a textual comparison of both.

So far, the work done on Kashmiri poets of Persian has been of a somewhat brief and preliminary character. The man who can be said to have been a pioneer in the field is Muhammad Din Fauq, who wrote a short but readable biography of Ghani. G.M.D. Sufi referred to the Persian poets of Kashmir in his *Kashir,* and Abdul Hamid Irfani wrote a brief but interesting account of a number of Persian poets of Kashmir under the title of *Shoara -i-Parsi-Gu-i-Kashmir.* More recently, Professor Muhammad Baqir of the Punjab University has worked on Juya Tabrizi and has brought

All Rights Reserved

Publisher

Prof. Muhammad Munawwar
Director
Iqbal Academy Pakistan, Lahore

Supervised by
Farrukh Danial

BAKHTYAR PRINTERS

1st Edition
1968

Second Edition
1983

Copies Printed
1000

Price
Rs. 51.00

TADHKIRAI SHU'RAI KASHMIR

Compiled by

SAYYID HUSSAMUDDIN RASHIDI

Vol. I

IQBAL ACADEMY PAKISTAN
116 McLEOD ROAD - LAHORE